88847

کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع (حدیث رسول مسلم)
جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

مذہبی داستانیں
اور
اُن کی حقیقت

(حصہ سوم)

قرآن و حدیث، تاریخ و فن رجال کی روشنی میں

تالیف

ماہرِ تاریخ محقق و نقاد، شیخ القرآن و امام الحدیث
جناب علامہ حافظ قاری حبیب الرحمان صدیقی کاندھلوی

شائع کردہ
الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Debentive
Aox 8porns
65964
حصہ سوم

(جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں)

سلسلہ اشاعت (۴)

نام کتاب — مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت حصّہ سوم

مؤلف — علامہ حافظ قاری حبیب الرحمٰن صدّیقی کاندھلوی

اشاعت دوم — ستمبر ۱۹۸۹ء

تعداد — ایک ہزار

کتابت — حافظ عبد الستّار

ناشر — الرحمٰن پبلشنگ ٹرسٹ رجسٹرڈ

ون۔اے۔ ۳/۷ ناظم آباد۔کراچی ۷۴۶۰۰

فون نمبر ۶۱۱۴۴۸

پتہ مؤلف — ۶۵۷۔ ایریا ۳۳/ای۔ نئی آبادی

کورنگی ۲/۱/۲۔ کراچی ۳۱

قیمت — (ستر) ۷۰ روپے

پیشگی اطلاع

مذہبی داستانوں کا چوتھا حصہ زیر ترتیب ہے انشاءاللہ جلد پیش خدمت کیا جائے گا۔

(ادارہ)

Marfat.com

عرضِ ناشر

اُس اللہ بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اس ناچیز ادارہ کو "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا تیسرا حصّہ ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

موضوعِ تالیف اور مدعائے تحریر کے متعلق تو کتاب ہذا کے پہلے اور دوسرے حصّے میں عرضِ ناشر کے زیرِ عنوان "گذارشِ احوالِ واقعی" میں "اظہاریہ" قدرے وضاحت کے ساتھ ضبطِ تحریر میں لایا جا چکا ہے اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت تو نہ تھی پھر بھی رسماً اور تبرکاً چند تاثرات پیش کئے جا رہے ہیں۔

یہ امر باعثِ تعجب نہیں کہ جب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کا پہلا اور اس کے بعد دوسرا حصّہ منظرِ عام پر آیا تو اس کی پذیرائی نہ صرف اہلِ علم اور دینی شغف رکھنے والے حضرات نے کی بلکہ ہمارے علومِ دینیہ کے مدارس نے بھی کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اصرار کیا کہ اس سلسلہ کو مزید وسعت دی جائے۔ اور وہ تمام غلط عقائد اور موضوع روایات جو ہمارے معاشرے میں مذہبی تقدس حاصل کر چکی ہیں انہیں نقد و نظر کی کسوٹی پر پرکھ کر اس کی اصل پوزیشن عوام الناس کے سامنے لائی جائے۔ یہ بڑا ہی صبر آزما اور کٹھن کام تھا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں میں عقائد اور فکر و نظر کی جو خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں اس کے پیشِ نظر اس پُرخطر گھاٹی سے گذرنا بھی ضروری تھا۔ ان موضوع روایات کا تواتر کے ساتھ عوام الناس کے کانوں تک پہونچانے کا فریضہ بڑے سلیقہ کے ساتھ ہمارے بیشتر صوفیائے کرام نے اپنی عقیدت اور سادگی کی بنا پر اور ہمارے

Marfat.com

واعظانِ خوش الحان نے اپنی سحر بیانی کے ساتھ انجام دیا ہے اس میں مزید چاشنی کا کام ہمارے نعت اور منقبت گو شعراء کرام نے ادا کیا ہے۔ پھر اس کو گائیکی کے روپ میں شہر شہر قریہ قریہ ایسے والہانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ کیا عوام اور کیا خواص سب ہی اس سحر سے متاثر ہوئے ہیں۔

روایت اور درایت کا فن گو بڑا قدیم ہے لیکن اس بات کی کم ہی کوشش کی گئی ہے کہ اس پورے ذخیرۂ علم سے سچ اور جھوٹ کو علیحدہ کیا جائے۔ عربی زبان میں تو اس سلسلہ میں کافی مواد موجود ہے۔ لیکن اردو زبان میں "موضوعات" پر سوائے دو ایک کتابوں کے اور وہ بھی عربی سے اردو میں ترجمہ کے علاوہ کوئی وقیع کام نہیں کیا گیا علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ اس طرف توجہ دی تھی لیکن ایک تو ان کے پاس کام کی کثرت تھی یا ہجوم مشاغل اور دوسرے یہ کہ عمر نے وفا نہ کی اس لئے زیادہ کام نہ ہو سکا۔ موجودہ زمانے میں محترم علامہ حبیب الرحمٰن صاحب صدیقی کاندھلوی یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود جوان عظم انتھک محنت اور شب و روز کی دیدہ ریزی کے بعد صحیح سمت میں ایک مثبت کوشش کی ہے اور اردو دان طبقے کے مطالعہ کے لئے خاصا مواد فراہم کیا ہے ان کی اس کاوش کو سراہنے کا وقت تو پچاس سال کے بعد ہی آئے گا لیکن جو نگاہ دوررس رکھتے ہیں انہوں نے ابھی سے محسوس کر لیا ہے کہ یہ پودا یقیناً بار آور ہوگا اور پھل پھول لا کر ایک نئی بہار کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کم سواد اخبارات و رسائل اور حکومت کے ذرائع ابلاغ جو بیشتر کم علم حضرات کی بلاتحقیق، دین کے نام پر لکھی ہوئی موضوع روایات پر مبنی مواد، شائع اور نشر عام کرتے رہتے ہیں اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے دین کی صحیح سمجھ رکھنے والے اہل علم و فضل علماء اور دانشور سامنے آئیں۔ اور اس

Marfat.com

چھان پھٹک کے کام میں اپنی توانائیاں صرف کریں۔ اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کر کے عوام الناس میں صحیح دینی مواد فراہم کریں۔ ساتھ ہی حکومت (مرکزی، صوبائی، بلدیاتی) کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ اور اسکول اور کالج کی سطح پر لکھی جانے والی نصابی کتابوں میں ضروری ردّو بدل کر کے آئندہ آنے والی نسلوں کو ان دیو مالائی داستانوں سے محفوظ کرنے میں سرگرمی سے عمل پیرا ہو۔

وما علینا الا البلاغ

۲۴ مئی ۱۹۸۸ء

الرحمان پبلشنگ ٹرسٹ

نوٹ :۔ بعض حضرات کو یہ اعتراض ہے کہ میں بہت سی روایات کے بارے میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھتا۔ اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ اگر وہ روایات میرے نزدیک درست نہ ہوتیں تو میں انہیں مذہبی داستان میں نقل نہ کرتا۔ گویا اس کتاب میں کسی روایت کا نقل کرنا خود اس امر کی دلیل ہے کہ روایت مذکور میرے نزدیک صرف ایک داستان ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حبیب الرحمان

Marfat.com

علامہ امین احسن اصلاحی کا تجزیہ

مخدومی حضرت علامہ صاحب زید مجدکم۔

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' !

پچھلے ماہ کے "اشراق" میں جب علامہ جاوید صاحب نے "مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت حصہ دوئم" کا مقدمہ چھاپا تو جناب اصلاحی صاحب نے پڑھ لیا بس پھر کیا تھا اپنے قریبی ساتھیوں کو بمعہ علامہ جاوید صاحب بلا لیا اور فرمانے لگے " میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ " علامہ " کے مستحق دیکھے ہیں ایک علامہ عبّاسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمٰن صاحب " تو حضرت یہ تھا تبصرہ اصلاحی صاحب کا۔ چند دن پہلے حضرت کا تازہ تبصرہ ایک صاحب مجھے لکھوا کر گئے ہیں وہ بھی سُن لیں۔ پہلی بات تو حضرت نے یہ پوچھی " کہ یہ نوجوان جنہوں نے " مذہبی داستانیں " لکھی ہے میری طرف سے ان کو کہیں کہ جیسے آپ نے میلادی حدیثیں دیکھی ہیں ایسی ہی فقہی حدیثوں کو بھی دیکھیں۔" جب ان کو بتایا گیا کہ یہ نوجوان نہیں بلکہ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں تو فرمانے لگے : " بھائی یہ تو بہت صدمے کی بات ہے' ان کی تحریر تو جوان ہے"۔ پھر بہ آواز بلند ایک گھنٹہ تک دعائیں کرتے رہے۔ اور سب کو تلقین کی۔ " میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں آپ لوگ جہاں تک پہونچا سکیں ان کی کتابیں خاص کر علماء حضرات تک پہونچائیں۔" اور فرمانے لگے : " میں ایک گھنٹے سے زیادہ مطالعہ نہیں کرسکتا لیکن ان کی کتاب لیکر بیٹھتا ہوں۔ جب تھک جاتا ہوں تو اِدھر اُدھر پھر پھرا کر پھر مطالعہ شروع کر دیتا ہوں۔" اور جن صاحب نے آپ کی کتاب پیش کی تھیں اُن کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔ " اس نے مجھے پھنسا دیا ہے میں کسی اور کتاب کو دیکھنے سے بھی رہا۔" جب

حضرت سے یہ کہا گیا کہ تیسری جلد بھی چھپ رہی ہے تو فرمانے لگے: "ان سے میری طرف سے درخواست کریں کہ جتنی جلد ہو سکے جلدی چھاپیں اور دعا کریں کہ میں پڑھ کر مروں۔" آخر میں سب سے کہا کہ "سب سن لو اگر تم نے ان کتابوں کو جگہ جگہ پھیلانے میں کوتاہی کی تو تم اللہ کے مجرم ہو گے۔"

تو حضرت یہ تھا تبصرہ جناب اصلاحی صاحب کا جو میرے ذمہ لگایا گیا تھا کہ آپ حضرت علامہ صاحب کو کراچی خط لکھیں۔ تو حضرت میں تو ان پڑھ آدمی ہوں۔ جیسے ٹوٹے پھوٹے الفاظ مجھ سے لکھے جاتے تھے لکھ دیئے ہیں۔ رمضان کی بابرکت راتوں میں آپ کی صحت اور عمر میں برکت کی دعائیں کر رہے ہیں — اللہ تعالیٰ امت پر رحم فرمائے اور آپ سے دین کا اتنا کام لے کہ سب کی نجات کا ذریعہ بن جائے۔

فقط والسلام

محمد معاویہ

۱۰ مئی ۱۹۸۸ء

حاجی پورہ ، باغبان پورہ

لاہور

Marfat.com

سُرخیاں

	صفحہ نمبر
مقدمہ ۔ ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری ۔	۲۱
اصطلاحات ۔	۹۳
پنج تن اور واقعہ مباہلہ ماخوذ از علامہ عبدالقدوس ہاشمی ۔	۹۸
حضرت علیؓ کی سپہ سالاری ۔	۱۱۰
جعفر بن سلیمان ۔	۱۱۲
میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں ۔	۱۱۶
میمون ابو عبداللہ ۔	۱۱۷
عدی بن ثابت ۔	۱۱۸
علی بن زید بن جدعان ۔	۱۱۹
سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں ۔	۱۲۶
عمرو بن میمون ۔	۱۲۶
ابراہیم بن المختار الرازی ۔	۱۲۷
محمد بن حمید الرازی ۔	۱۲۷
ابو بلج الفزاری ۔	۱۲۹

	صفحہ نمبر
حضرت علیؓ کی امارت حج ۔	۱۳۰
حنش بن المعتمر ۔	۱۳۰
انا مدینۃ العلم وعلی بابہا ۔	۱۳۲
اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے ۔	۱۴۱
پرندے کا گوشت کھانا ۔	۱۴۴
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے ۔	۱۴۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی ۔	۱۴۸
اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری	۱۵۰
میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کر سکتے ہیں ۔	۱۵۰
حضرت علیؓ کی فضیلت ۔	۱۵۱
عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن ۔	۱۵۲
حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ ۔	۱۵۵
حاتم بن اسماعیل ۔	۱۵۸
موسیٰ بن مسلم بن رومان	۱۵۹

Marfat.com

ابومعاویۃ الضریر۔	١٥٩	کپڑے استعمال فرماتے۔	
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے۔	١٦٢	عثمان بن ابی شیبہ۔	١٨٠
		محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلی۔	١٨٠
جمیع بن عمر التیمی۔	١٦٣	اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا	١٨١
جمیع بن عمیر۔	١٦٤		
ابوالجحاف	١٦٥	ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے	١٨٢
جعفر بن زیاد الاحمریؒ الکوفی۔	١٦٦	حکیم بن جبیر۔	١٨٣
عبداللہ بن عطار۔	١٦٧	سلمۃ بن الابرش۔	١٨٣
جوتے سجانے والا۔	١٦٨	محمد بن حمید الرازی۔	١٨٤
سفیان بن وکیع۔	١٧٠	علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں	١٨٥
قاضی شریک۔	١٧٠		
حضرت علیؓ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں۔	١٧٢	عمرو بن میمون۔	١٨٥
		یحیی بن ابی سلیم الفزاری	١٨٦
ابوہارون العبدی۔	١٧٣	ابراہیم بن المختار الرازی۔	١٨٦
جعفر بن سلیمان الضبعی	١٧٥	میمون ابوعبداللہ۔	١٨٩
اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں۔	١٧٦	عوف الاعرابی۔	١٨٩
		خثیمہ بن خلیفہ۔	١٩٠
		خثیمہ بن محمد الانصاری۔	١٩١
جابر بن صبیح۔	١٧٧	خثیمہ بن ابی خثیمہ۔	١٩١
ابوالجراح البہزی۔	١٧٧	خثیمہ بن عبدالرحمن الکوفی۔	١٩١
ابوعاصم۔	١٧٨	حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے گئے۔	١٩٢
حضرت علیؓ سردیوں میں گرمیوں کے	١٧٨		

Marfat.com

عبداللہ بن لہیعہ۔	۱۹۳
حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ۔	۱۹۶
حکیم بن حزام۔	۲۰۱
حضرت علیؓ نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرمادی تھی۔	۲۰۱
علی بن عابس۔	۲۰۲
اسمٰعیل بن موسیٰ۔	۲۰۳
اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے	۲۰۴
ابراہیم۔	۲۰۴
عبدالسلام بن صالح	۲۰۴
عبدالرزاق بن ہمام	۲۰۵
زید بن یثیع	۲۱۰
حضرت علیؓ سے سرگوشی	۲۱۱
علی بن المنذر۔	۲۱۲
محمد بن فضیل بن غزوان۔	۲۱۲
اے علیؓ تو عیسیٰ بن مریم کیطرح ہے	۲۱۳
حکیم بن عبدالملک۔	۲۱۳
خالد بن مخلد	۲۱۳
سفیان بن وکیع۔	۲۱۴
تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے۔	۲۱۴
مسلم بن خالد المخزومی۔	۲۱۵
حضرت علیؓ سید العرب ہیں۔	۲۱۶
محمد بن حمید۔	۲۱۶
خارجۃ بن معصب۔	۲۱۷
میری اولاد علیؓ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے۔	۲۱۸
یحییٰ بن العلاء۔	۲۱۸
میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔	۲۱۹
عمر بن عبداللہ بن یعلی۔	۲۲۰
حضرت علی ہر مسلم کے مولیٰ ہیں۔	۲۲۱
اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے۔	۲۲۳
عباد الکلبی۔	۲۲۳
حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے۔	۲۲۳
اسمٰعیل بن رجاء۔	۲۲۴
مومن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں۔	۲۲۴
اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔	۲۲۴
حسن بن بشر۔	۲۲۵
میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا۔	۲۲۵

Marfat.com

عیسیٰ بن عبداللہ۔	۲۲۶	رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی۔	۲۳۴
اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی۔	۲۲۶	عیسیٰ بن عبداللہ۔	۲۳۵
عمار بن سیف الضبی۔	۲۲۶	حضرت علیؓ کو مولینا کا خطاب۔	۲۳۶
محاربی۔	۲۲۶	حنش۔	۲۳۷
عمار بن سیف۔	۲۲۷	حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ	۲۳۸
علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہوں گے۔	۲۲۸	سرّی بن اسماعیل۔	۲۴۳
		شعیب۔	۲۴۵
علیؓ تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائیگا۔	۲۲۹	سب سے اوّل حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے۔	۲۴۵
علیؓ مقتول ہوکر مریں گے۔	۲۳۰		
ناصح۔	۲۳۱	ابومعاویۃ الزعفرانی۔	۲۴۵
اسمٰعیل بن ابان۔	۲۳۱	اے علیؓ تو میرا وارث ہے۔	۲۴۰
ناصح بن عبداللہ۔	۲۳۲	علیؓ کی خلافت۔	۲۴۸
اسماعیل بن ابان۔	۲۳۲	مینا۔	۲۴۹
علیؓ تو حضور کا نفس ہیں۔	۲۳۲	ہمام۔	۲۴۹
خالد بن اسماعیل۔	۲۳۳	اے علیؓ جب تم عائشہ پر غالب آؤ تو اسے امن کی جگہ پہنچا دینا۔	۲۴۹
محمد بن المہدی۔	۲۳۳		
سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔	۲۳۳	ابواسماء۔	۲۵۰
		محمد بن ابی یحییٰ۔	۲۵۰
		فضیل بن سلیمان۔	۲۵۰
عبداللہ بن ایوب۔	۲۳۳	ہبل کا بت اکھاڑنا۔	۲۵
ایوب بن ابی علاج	۲۳۴	ابومریم۔	۲۵۲

نعیم بن حکیم ۔ ۲۵۲
اسباط بن محمد القرشی ۔ ۲۵۲
آخری وصیتیں ۔ ۲۵۳
سورۃ توبہ کا قصہ ۔ ۲۵۴
زید بن یثیع الہمدانی ۔ ۲۵۴
حنش ۔ ۲۵۵
سماک ۔ ۲۵۶
محمد بن جابر ۔ ۲۵۶
اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے ۔ ۲۵۷
اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علی ہیں ۔ ۲۵۹
جعفر بن احمد ۔ ۲۶۰
صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں ۔ ۲۶۰
ذارع ۔ ۲۶۱
صدقۃ بن موسیٰ بن تمیم ۔ ۲۶۲
عباد بن یعقوب ۔ ۲۶۴
علی بن ہاشم ۔ ۲۶۴
محمد بن عبیداللہ ۔ ۲۶۴
علی بن ہاشم بن البرید ۔ ۲۶۴
اے علی میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے ۔ ۲۶۵
بشر بن ابراہیم ۔ ۲۶۵
حضرت علیؓ کی محبت شجر و حجر پر لازم ہے ۔ ۲۶۶
جُندی ۲۶۷
حوضِ کوثر پر حضرت علی کا جھنڈا ۔ ۲۶۷
ابو عبدالرحمٰن المسعودی ۔ ۲۶۸
حارث بن حصیرہ ۔ ۲۶۹
قیامت کے روز میرا جھنڈا علیؓ کے ہاتھ میں ہوگا ۔ ۲۶۹
لاہز بن عبداللہ ۔ ۲۷۰
ناصح بن عبداللہ المحلمی ۔ ۲۷۰
بغض علیؓ کے باعث اس امت سے بارش روک لی جائے گی ۔ ۲۷۱
ابو سعید التستری ۔ ۲۷۱
حسن بن عثمان ۔ ۲۷۲
تازہ کھجوروں کی شاخ ۔ ۲۷۲
اسحاق بن ابراہیم ۲۷۲
علیؓ سے بغض رکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ۔ ۲۷۲
علی بن قرین ۔ ۲۷۳
جارود بن یزید ۔ ۲۷۳
علیؓ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں ۔ ۲۷۴

علیؓ قیامت تک حجت ہیں۔	۲۷۴	کو کھا جاتی ہے۔	
مطر بن ابی مطر۔	۲۷۴	محمد بن مسلمۃ اللہ کنانی۔	[illegible]
اے علیؓ میں دجال نہیں ہوں۔	۲۷۵	حضرت علیؓ سید المرسلین ہیں۔	[illegible]
موسیٰ بن قیس۔	۲۷۶	علی بن عابس۔	[illegible]
اہلِ فضل کو اہلِ فضل ہی پہچانتے ہیں	۲۷۷	حارث بن حصیرہ	[illegible]
محمد بن ذکریا الغلابی۔	۲۷۸	ابراہیم بن محمد بن میمون۔	[illegible]
ذراع۔	۲۷۸	محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔	[illegible]
عباس بن بکار۔	۲۷۸	محمد بن احمد بن علی۔	[illegible]
صدقۃ بن موسےٰ۔	۲۷۸	علیؓ اور فاطمہؓ کی منت۔	[illegible]
میرے لئے صحیفہ اور دوات لاؤ۔	۲۷۹	اصبغ بن نباتہ۔	۲۹۰
عطیۃ العوفی۔	۲۸۰	محمد بن کثیر الکوفی	۲۹۰
نصر بن مزاحم۔	۲۸۰	میں (علیؓ) سترہ رمضان کو زخمی ہوں گا۔	۲۹۱
حضرت علیؓ کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی۔	۲۸۱	اصبغ بن نباتہ۔	[illegible]
حسن بن محمد الغنوی۔	۲۸۱	سعد الاسکاف۔	[illegible]
ابراہیم بن عبد اللہ۔	۲۸۱	میری شرمگاہ علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔	[illegible]
حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے۔	۲۸۱	یحییٰ بن یعلی الاسلمی۔	[illegible]
حضرت علیؓ میں پانچ انبیاء کی خصوصیات۔	۲۸۲	جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؓ آپ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے۔	۲۹۴
ابوعمر۔	۲۸۲		
حضرت علیؓ کی محبت برائیوں	۲۸۴	مسلم الملائی۔	۲۹۵

Marfat.com

حضرت علیؓ عرش کے بائیں طرف کھڑے ہوں گے۔	۲۹۶	جنت میں حضرت علیؓ کی سواری۔	۳۰۵
حکم بن ظہیر۔	۲۹۶	اصبغ بن نباتہ۔	۳۰۷
حکم بن ظہیر الفزاری۔	۲۹۸	عبایۃ الاسدی۔	۳۰۷
حضرت علیؓ قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے۔	۲۹۸	قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہو کر آئیں گے۔	۳۰۷
اسماعیل بن موسیٰ۔	۲۹۹	علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔	۳۰۸
دوزخ پر سے گزرنے کے لئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے۔	۲۹۹	حسن بن علی العدوی۔	۳۰۹
محمد بن فارس العبدی۔	۲۹۹	حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفر کا ایک خاص واقعہ۔	۳۱۱
اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔	۳۰۰	حبہ بن جوین الکوفی۔	۳۱۲
جمیع۔	۳۰۰	علیؓ خیر البشر ہیں۔	۳۱۳
سوار۔	۳۰۰	تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علی کو چھوڑ دیا۔	۳۱۴
علیؓ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گذر سکتا۔	۳۰۱	سفیان بن وکیع۔	۳۱۵
ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی۔	۳۰۱	مسند احمد کی ایک پُر لطف کہانی۔	۳۱۶
اے علی جس سے تم بغض رکھو اسے جہنم میں داخل کر دو۔	۳۰۲	عمرو بن میمون۔	۳۱۸
اسحاق النخعی۔	۳۰۳	ابو بلج۔ عمرو بن میمون۔	۳۱۸
یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی۔	۳۰۴	حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ ہیں۔	۳۲۰
دوزخ سے نجات کا پروانہ۔	۳۰۵	محمد بن اسماعیل۔	۳۲۲
		عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی۔	۳۲۲
		علاء بن صالح التیمی الکوفی۔	۳۲۳

Marfat.com

منہال بن عمرو الکوفی۔ ۲۲۳
عبّاد بن عبداللہ الاسدی الکوفی ۲۲۳
خلیفہ کی پہچان۔ ۲۲۵
ثابت بن ابی صفیہ۔ ۲۲۷
حضرت علیؓ کا محل کہاں ہوگا۔ ۲۲۹
حضرت علیؓ کے لئے عرش پر قبہ لگایا جائے گا۔ ۲۳۰
داؤد بن حصین۔ ۲۳۰
علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے۔ ۲۳۰
داھر
عبایۃ بن ربعی۔ ۲۳۰
میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا..... ۲۳۱
حضرت علیؓ خیر البریہ ہیں۔ ۲۳۲
حسن بن محمد۔ ۲۳۳
دبری۔ ۲۳۴
میرے بعد علم علیؓ اور سلمانؓ سے حاصل کرنا۔ ۲۳۴
اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعوی کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے ۲۳۵
حسین بن سلیمان۔ ۲۳۵
عبدالملک بن عمیر۔ ۲۳۶
حضرت علیؓ سے محبت کرنیوالے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔ ۲۳۶
حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ ۲۳۷
علی بن الحسین الہاشمی۔ ۲۳۷
لیث بن ابی سلیم۔ ۲۳۷
مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔ ۲۳۸
اونٹ کی خریداری۔ ۲۳۹
حفص بن اسلم الاصغر۔ ۲۴۰
مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔ ۲۴۱
حکم بن جبیر۔ ۲۴۲
فطر بن خلیفہ۔ ۲۴۲
عبیداللہ بن موسیٰ۔ ۲۴۳
علیؓ کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں۔ ۲۴۴
خلف بن المبارک۔ ۲۴۴
شریک بن عبداللہ۔ ۲۴۵
۲۴۶

حارث الاعور ۔	۲۴۷
حضرت علیؓ جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے ۔	۲۴۸
جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا ۔	۲۴۹
آلِ محمدؐ نبوت کے درخت ہیں	۲۵۰
ضحاک ۔	۲۵۱
جو یبر ۔	۲۵۱
بحر بن کثیر ۔	۲۵۲
اہل بیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اُٹھے گا ۔	۲۵۳
سدیف	۲۵۵
حرب ابن الحسن الطحان ۔	۲۵۵
شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہوں گے ۔	۲۵۵
محمد بن سالم ۔	۲۵۶
محمد بن علی ۔	۲۵۶
محمد بن علی الکندی ۔	۲۵۶
میری اُمت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں ۔	۲۵۶
وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے ۔	۲۵۷
جو شخص حضرت علیؓ کی جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے ۔	۲۵۸
سوید ۔	۲۵۹
حضورؐ کی تائید حضرت علیؓ سے کی گئی ۔	۲۵۹
عباس بن بکار ۔	۲۶۰
محمد بن السائب ۔	۲۶۰
علیؓ سے منافق کے سوا کوئی بغض نہیں رکھ سکتا ۔	۲۶۰
ربیع بن سہل ۔	۲۶۱
احمد بن بریح ۔	۲۶۱
دلال ۔	۲۶۱
اے علیؓ تجھ سے مومن کے سوا کوئی محبت نہیں کر سکتا ۔	۲۶۱
عبداللہ بن عبدالرحمان ۔	۲۶۲
مساور الحمیری ۔	۲۶۲
حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں ۔	۲۶۳
ابوعصام خالد بن عبید البصری ۔	۲۶۳
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی ۔	۲۶۳

عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی۔	۲۶۴
عثمان بن عبداللہ	۲۶۵
ہمام۔	۲۶۵
مینا ابن ابی مینا۔	۲۶۶
عبدالرزاق۔	۲۶۶
صباح بن یحییٰ۔	۲۶۷
حارث بن حصیرہ۔	۲۶۷
جمیع بن عفان۔	۲۶۷
سابقین تین ہیں۔	۲۶۷
حسین بن حسن۔	۲۶۸
حسین بن ابی السری العسقلانی۔	۲۶۸
حضرت علیؓ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں۔	۲۷۰
احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی۔	۲۷۰
عبدالرزاق بن ہمام۔	۲۷۰
عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔	۲۷۰
حاکم ذہبی کی نظر میں۔	۲۷۱
اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے۔	۲۷۲
عبدالصمد بن النعمان۔	
کیسان ابوعمرو۔	۲۷۳
یزید بن بلال۔	۲۷۳
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے	۲۷۷
محمد بن خلف۔	۲۷۷
حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا۔	۲۷۸
محمد بن عبیداللہ۔	۲۷۹
عباد بن عبدالصمد۔	۲۷۹
حضرت علیؓ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی۔	۲۸۰
حبۃ بن جوین	۲۸۰
اجلح	۲۸۱
علیؓ اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔	۲۸۱
خلف۔	۲۸۲
قیس بن الربیع۔	۲۸۳
اشعث بن سوار۔	۲۸۴
جنگ صفین میں ستر بدری موجود تھے۔	۲۸۷
ابراہیم بن عثمان۔	۲۸۷
حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں۔	۲۸۹

Marfat.com

ابراہیم بن محمد۔	۳۸۹	صوحانی کھجور کا اعلان۔	۳۹۸
قاسم بن جندب۔	۳۸۹	احمد بن نصر۔	۳۹۸
حارث بن حصیرہ۔	۳۸۹	صدقتہ۔	۳۹۹
علی بن عابس۔	۳۹۱	علی رضا۔	۳۹۹
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ۔	۳۹۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔	۴۰۰
رافضیوں کو قتل کر دو۔	۳۹۱		
ابوالحجاف۔	۳۹۲	میرے بعد فتنہ واقع ہوگا لہذا تم علی کو لازم پکڑ لینا۔	۴۰۱
میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کے لئے رکوں گا۔	۳۹۳	میں نے رسول اللہؐ کی تائید حضرت علیؓ کے ذریعہ کی ہے۔	۴۰۲
تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا	۳۹۴		
اصبغ بن نباتہ۔	۳۹۴	حضرت علیؓ کو شیطان ایک ہاتھی کی شکل میں نظر آیا۔	۴۰۵
علی بن الحزور۔	۳۹۴		
مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔	۳۹۴	ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔	۴۰۶
		شریک۔	۴۰۶
خلیل بن مرہ۔	۳۹۴	ابن اسحاق۔	۴۰۷
علی ہادی ہیں	۳۹۴	سلمۃ الابرش۔	۴۰۷
حسن بن الحسین	۳۹۵	حمید الرازی۔	۴۰۷
معاذ بن مسلم	۳۹۵		
عطا بن السائب	۳۹۵	ابو ربیعۃ الایادی۔	۴۰۷
اے علیؓ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا۔	۳۹۵	حضرت علیؓ خیر البشر ہیں۔	۴۰۷
		عطیہ۔	۴۰۷
		صالح الخیاط۔	۴۰۷
اسحاق بن محمد النخعی۔	۳۹۷	حضرت علیؓ کو دو سپید کپڑے پہنائے	۴۰۸

Marfat.com

جائیں گے۔	
عبدالمومن بن القاسم الانصاری۔	۴۰۸
ابان بن تغلب۔	۴۰۸
عمران بن مقسم۔	۴۰۸
منہال بن عمرو۔	۴۰۸
اے علیؓ تو قیامت کے روز لوگوں کو حوض کوثر سے بھگائے گا۔	۴۰۹
سلام بن سلیمان۔	۴۰۹
زید العمی۔	۴۰۹
حضرت علیؓ دوبارہ قتل ہونگے۔	۴۰۹
حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں سردار ہیں۔	۴۱۰
میرے بعد جو خود کو رسول کہلائے وہ کذاب ہے۔	۴۱۱
حارث بن حصیرۃ الازدی۔	۴۱۱
جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے۔	۴۱۲
بشر بن مہران الخصاف۔	۴۱۲
علیؑ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں۔	۴۱۳
عیسیٰ بن عبداللہ۔	۴۱۳
علیؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں جیسے میرا سر میرے بدن پر۔	۴۱۳
حسین الاشقر	۴۱۴
قیس بن الربیع	۴۱۴
حسین الاشقر	۴۱۴
علیؓ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے۔	۴۱۵
سلام۔	۴۱۵
سب سے پہلے حوض کوثر پہ حضرت علیؓ آئیں گے۔	۴۱۶
ماربی۔	۴۱۶
علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں کر سکتا	۴۱۶
نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمی۔	۴۱۷
حارث بن حصیرۃ الازدی۔	۴۱۸
قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے۔	۴۱۹
ناصح بن عبداللہ البجلی۔	۴۲۰
اسماعیل بن ابان الغنوی۔	۴۲۰
علیؓ سے کیا عہد لیا گیا تھا۔	۴۲۱
موسیٰ بن قیس	۴۲۱
مالک بن جعونہ۔	۴۲۱

Marfat.com

قیامت کے روز سب سے اوّل علیؑ مجھ سے ملاقات کریں گے۔ ۴۲۱
اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر۔ ۴۲۲
مہلہل عبدی۔ ۴۲۳
حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تھوک لگانا۔ ۴۲۳
معلیؒ۔ ۴۲۴
علیؑ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے۔ ۴۲۴
عبداللہ بن موسٰے۔ ۴۲۵
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی۔ ۴۲۵
اسحاق بن یحییٰ۔ ۴۲۶
عثمان بن فائد۔ ۴۲۶
خیبر کے روز تلوار جبرائیلؑ کے ہاتھ میں تھی۔ ۴۲۷
علیؑ انبیائے کرام کا ایک نمونہ۔ ۴۲۷
مسعر بن یحییٰ الہندی۔ ۴۲۸
حضرت علیؓ بادلوں میں۔ ۴۲۸
مسعدۃ۔ ۴۲۹
اے اللہ تو علیؓ سے دوستی رکھ۔ ۴۲۹
ہیاج بن بسطام الہروی۔ ۴۳۰
حضرت علیؓ کے کان۔ ۴۳۰
اہل بیت میں دو فرقے ہونا۔ ۴۳۱
نور کی چھڑی۔ ۴۳۲
جنّت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے۔ ۴۳۲
یونس بن خباب الاسیدی الکوفی۔ ۴۳۳
حضرت علیؓ امام المتقین ہیں۔ ۴۳۴
ہلال بن ابی حمید۔ ۴۳۵
عمرو بن الحصین العقیلی۔ ۴۳۵
جنّت کے خزانے حضرت علیؓ کے ہاتھ میں ہوں گے۔ ۴۳۵
لاہز ابو عمرو التیمی۔ ۴۳۶
بغض علیؑ کا انجام۔ ۴۳۶
شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوئے۔ ۴۳۷
عبید بن مہران۔ ۴۳۸
تو مجھ سے جنگ کریگا، حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا۔ ۴۳۸
عبدالملک بن مسلم الرقاشی۔ ۴۳۹
عبداللہ بن محمد الرقاشی۔ ۴۳۹
جعفر بن سلیمان الضبعی۔ ۴۳۹
علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا۔ ۴۳۹

عبدالرحمان بن محمد الحاسب۔	۴۴۰
حضرت علی کی شب عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔	۴۴۰
عبداللہ بن میمون القداح۔	۴۴۰
قتل عثمان کے روز علیؓ دلدل پر سوار ہو کر آئے۔	۴۴۱
ابراہیم بن علی الرافعی۔	۴۴۱
جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت کرنی چاہیئے	۴۴۱
عبداللہ بن حفص الوکیل۔	۴۴۱
حضرت علیؓ کے عمامہ باندھنا۔	۴۴۲
عبداللہ بن بسر الحرانی الحمصی۔	۴۴۲
علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل۔	۴۴۲
مسلم بن خالد الذنجی۔	۴۴۴
میرا قرض ادا کرنیوالا علیؓ ہے۔	۴۴۴
سماک بن حرب۔	۴۴۵
حضرت علیؓ باب حطہ ہیں۔	۴۴۶
شریک۔	۴۴۸
جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؓ رسول اللہ کے بھائی ہیں	۴۴۹
کادح بن رحمہ۔	۴۴۹
جنت میں داخلہ کے لئے علیؓ کی محبت لازمی ہے۔	۴۵۰
یحیی بن یعلی الاسلمی الکوفی۔	۴۵۰
عمار بن زریق۔	۴۵۰
ابواسحاق سبیعی۔	۴۵۰
زیاد بن مطرف۔	۴۵۱
اے علیؓ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے	۴۵۱
فضل بن عمیرۃ القیسی۔	۴۵۲
میمون۔	۴۵۲
اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے	۴۵۳
فضال بن جبیر	۴۵۳
آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؓ کی محبت ہے۔	۴۵۴
فارس بن حمدان بن عبدالرحمن العبدی	۴۵۴
شریک بن عبداللہ النخعی۔	۴۵۴
لیث بن ابی سلیم۔	۴۵۴
علیؓ کے فضائل حد شمار سے باہر ہیں۔	۴۵۴
محمد بن شاذان۔	۴۵۵
محمد بن زکریا الغلابی۔	۴۵۶

Marfat.com

فضائل علی کا شمار ممکن نہیں۔	۴۵۶
محمد بن احمد۔	۴۵۶
جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے۔	۴۵۷
قریش کے دو بدبخت۔	۴۵۷
اے اللہ جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔	۴۵۸
عمرو ذومر۔	۴۵۸
جابر بن حُر۔	۴۵۸
مخول بن ابراہیم۔	۴۵۸
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں۔	۴۵۹
اسباط بن نصر۔	۴۵۹
سماک بن حرب۔	۴۵۹
عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔	۴۶۰
حضرت علیؓ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے۔	۴۶۰
ابو جعفر الرازی۔	۴۶۰
میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ اپنا	۴۶۱
مالک بن مالک۔	۴۶۱
ضرار بن صرد۔	۴۶۱
حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی۔	۴۶۲
حضرت علیؓ ابوبکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔	۴۶۲
کثیر بن یحییٰ بن کثیر۔	۴۶۲
علیؓ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہوگا۔	۴۶۳
کثیر بن حبیب التیمی۔	۴۶۳
اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔	۴۶۳
کامل بن العلا السعدی۔	۴۶۴
ثعلبہ بن یزید الحمانی۔	۴۶۴
علیؓ سے محبت کرنیوالے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنت میں ایک شہر ملے گا۔	۴۶۴
علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔	۴۶۵
محمد بن اسماعیل الرازی۔	۴۶۵
موسیٰ بن نصر الرازی۔	۴۶۵
تین شخصوں نے اللہ کیساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔	۴۶۶
محمد بن المغیرہ۔	۴۶۷
یحییٰ بن الحسین۔	۴۶۷
رحمتِ الٰہی سے مراد علیؓ ہیں۔	۴۶۸

65964 ۳۴۷۷۷

Marfat.com

سدی۔	۴۶۶	اے علی جس شخص نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔	۴۷۶
کلبی۔	۴۶۶		
حضرت علیؓ سے دشمنی نہ رکھنے والا جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔	، ۴۶۸	صلصال۔	۴۷۶
محمد بن عبداللہ البلوی۔	۴۶۹	دس حصّوں میں سے نو حصّے حکمت علیؓ کو دی گئی۔	۴۷۷
ابراہیم۔	۴۶۹	احمد بن عمران بن سلمہ	۴۷۷
آسمان سے اخروٹ کا نزول۔	۴۷۰	سیب کی حور۔	۴۷۸
محمد بن ابی الزعیزعہ۔	۴۷۰	محمد بن السائب المعروف بہ کلبی۔	۴۷۸
چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے۔	۴۷۰	خدیجہؓ اور علیؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔	۴۸۱
فرشتے سات سال تک علیؓ پر درود پڑھتے رہے۔	۴۷۲	کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے	۴۸۳
عباد بن عبدالصمد	۴۷۲	حارث بن محمد	۴۸۴
حضرت علیؓ امیر البررہ ہیں۔	۴۷۳	زافر بن سلیمان	۴۸۵
احمد بن عبداللہ۔	۴۷۳	اپنی اولاد کو حبّ علیؓ پر پرورش کرو۔	۴۸۵
عبدالرزاق بن ہمام۔	۴۷۳	اے علیؓ تیرے لئے مسجد میں وہ امور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں۔	۴۸۶
ابن خثیم المکی۔	۴۷۴		
عبدالرحمان بن بہمان	۴۷۴	حرام بن عثمان	۴۸۷
ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔	۴۷۴	سوید بن سعید	۴۸۷
محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع۔	۴۷۵	قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا۔	۴۸۷

Marfat.com

حارث بن معکوف۔ ۴۸۸
ابوبکر بن عیاش۔ ۴۸۸
معروف بن خربوذ۔ ۴۸۸
شیعہ درخت کے پتے ہیں۔ ۴۸۸
مینا بن ابی مینا۔ ۴۸۹
ہمام۔ ۴۸۹
سابقین اولین سے کیا مراد ہے۔ ۴۹۰
حسن بن علی۔ ۴۹۰
تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میں اور علیؓ نور تھے۔ ۴۹۱
حسن بن علی بن زکریا بن صالح۔ ۴۹۲
خراش۔ ۴۹۳
ابوالاشعث۔ ۴۹۳
زاذان۔ ۴۹۳
قاسم بن مطیب۔ ۴۹۴
حسن بن عمرو بن سیف۔ ۴۹۴
اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؓ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؓ کا ایمان بھاری رہیگا۔ ۴۹۵
محمدؐ بن تسنیم۔ ۴۹۵
جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی۔ ۴۹۵
حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں۔ ۴۹۶
رشید الہجری۔ ۴۹۶
میں اس کا دشمن ہوں جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ ۴۹۸
زکریا بن یحییٰ۔ ۴۹۸
معلی بن عرفان۔ ۴۹۹
مومنین کے لئے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے۔ ۴۹۹
عباد بن یعقوب۔ ۵۰۰
سوید۔ ۵۰۱
خم غدیر کی ایک اور کہانی۔ براء بن عازب کی زبانی۔ ۵۰۳
ابواسحاق سبیعی۔ ۵۰۵
یونس بن ابی اسحاق۔ ۵۰۵
احوص بن جواب۔ ۵۰۶
ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے۔ ۵۰۶
جعفر بن احمد۔ ۵۰۷
رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ ۵۰۸
تلید بن سلیمان الکوفی۔ ۵۰۸
پل صراط پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہوں گے۔ ۵۰۹
عاصم بن سلیمان۔ ۵۱۰

جویبر ۔ ۵۱۰
ضحاک بن مزاحم البلخی ۵۱۰
علیؓ تو میرا نفس ہیں ۵۱۱
حجاج بن ارطات ۔ ۵۱۱
علیؓ میرے علم کا تھیلا ہیں ۔ ۵۱۲
ضرار بن صرد الکوفی ۔ ۵۱۲
یحیی بن عیسی الرملی ۔ ۵۱۲
عبایہ ۔ ۵۱۳
اے علیؓ تیرے بعد جو اختلاف ہو گا تو اسے ظاہر کریگا ۵۱۳
زکریا بن یحیی الکوفی ۔ ۵۱۳
یاقوت کی سرخ شاخ ۔ ۵۱۴
اے علیؓ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا ۔ ۵۱۵
ابو الجحاف ۔ ۵۱۵
علیؓ امام الاولیاء ہیں ۔ ۵۱۵
اے علیؓ! عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائیں گے ۔ ۵۱۶
کدیمی ۔ ۵۱۶
حماد بن عیسی الجہنی ۔ ۵۱۷
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں تہتر کھجوریں آئیں ۔ ۵۱۷
قاسم ملطی ۔ ۵۱۸

حضرت فاطمہؓ اور موضوع کہانیاں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں ۵۱۹
جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی ۔ ۵۲۰
عبداللہ بن عطار ۔ ۵۲۰
جمیع بن عمیر التیمی ۔ ۵۲۲
جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ و میکائیلؑ انکے دائیں اور بائیں چل رہے تھے ۔ ۵۲۲
حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے ۔ ۵۲۳
غلابی ۔ ۵۲۴
بشر بن ابراہیم ۔ ۵۲۴
محمد بن اسحاق الاہوازی ۔ ۵۲۴
عمرو بن غیاث ۔ ۵۲۵
تلید بن سلیمان ۔ ۵۲۶
حفص بن عمر الابلی ۔ ۵۲۷
سلام بن سلیمان بن سوار ۔ ۵۲۷
عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ ۵۲۸
عکرمہ مولی ابن عباس ۔ ۵۳۰
عبدالرحمن بن العسیل ۔ ۵۳۰

Marfat.com

صیفی بن ربعی۔	۵۲۰
اسمٰعیل بن موسیٰ۔	۵۲۱
محمد بن مرزوق۔	۵۲۱
احمد بن ماہبرام۔	۵۲۱
اے فاطمہؓ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے۔	۵۲۲
مخل بن عمرو الحمصی الکلاعی۔	۵۲۲
عبداللہ بن موسیٰ العبسی۔	۵۲۲
حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت جبرائیلؑ نے پڑھایا	۵۲۴
خالد بن عمرو الحمصی۔	۵۲۴
عبیداللہ بن موسیٰ العبسی۔	۵۲۴
قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے۔	۵۲۵
علی بن احمد بن مہدی۔	۵۲۶
علی بن موسیٰ الرضا۔	۵۲۶
موسیٰ کاظم۔	۵۲۷
حضرت فاطمہؓ کی تکفین وتدفین	۵۲۸
فرقہ سبائیہ کے ارشادات۔	۵۴۱
نماز جنازہ۔	۵۴۹
نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے۔	۵۴۹
تاریخی شواہد۔	۵۵۳
پہلا جنازہ۔	۵۵۳
دوسرا جنازہ۔	۵۵۳
تیسرا جنازہ۔	۵۵۴
چوتھا جنازہ۔	۵۵۴
پانچواں جنازہ۔	۵۵۴
چھٹا جنازہ۔	۵۵۵
ساتواں جنازہ۔	۵۵۵
رات میں دفن کرنا۔	۵۵۶
حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۵۵۷
کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرمالیا تھا؟	۵۶۰
حضرت فاطمہؓ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے۔	۵۶۲
احمد بن عبداللہ۔	۵۶۳
احمد بن محمد بن ربیع۔	۵۶۳
توبہ بن علوان۔	۵۶۳
عبدالرحمٰن بن محمد۔	۵۶۴

Marfat.com

فاطمہؓ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا۔
فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی۔ ۵۶۵
احمد بن علی الرقی۔ ۵۶۶
حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی۔ ۵۶۶
فارع۔ ۵۶۶
اللہ تعالیٰ نے فاطمہؓ کے لئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے۔ ۵۶۷
ایک عجیب وغریب تاج۔ ۵۶۸
اہل بیت کو لازم پکڑو۔ ۵۶۹
عطیہ۔ ۵۶۹
عبداللہ بن عبدالقدوس۔ ۵۶۹
عبداللہ بن داہر۔ ۵۷۰
اہل بیت کی محبت۔ ۵۷۰
احمد بن رزقویہ۔ ۵۷۱
ذارع۔ ۵۷۱
آلِ محمدؐ کون ہیں؟ ۵۷۱
نافع بن ہرمز۔ ۵۷۱
اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں۔ ۵۷۲
موسیٰ بن نعمان۔ ۵۷۲
نصر بن شعیب۔ ۵۷۲
محمد بن اسری۔ ۵۷۲
اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنجتن کے وسیلہ سے قبول کی۔ ۵۷۳
عمرؓ بن ثابت۔ ۵۷۳
حسین بن الحسن الاشقر۔ ۵۷۴
ابو معمر الہندی۔ ۵۷۴
محمد بن علی بن خلف العطار۔ ۵۷۴
پنج تن خطیرۃ القدس میں ہونگے۔ ۵۷۵
یونانی۔ ۵۷۵
اے فاطمہؓ اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے۔ ۵۷۵
حسین بن زید بن علی ۵۷۵
عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز۔ ۵۷۶

حضراتِ حسنینؓ سے متعلق موضوع کہانیاں

حسنؓ وحسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ ۵۷۷
اے اللہ میں حسنؓ وحسینؓ سے محبت رکھتا ہوں۔ ۵۸۰
فضیل بن مرزوق الاغر ۵۸۱

پنج تنی فارمولا۔ ۵۸۳
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ و حسینؓ کالعاب چوستے۔ ۵۸۵
اسرائیل بن موسیٰ البصری۔ ۵۸۵
حضرات حسنین کے تعویز بندھے ہوئے تھے۔ ۵۸۶
ابراہیم بن سلیمان۔ ۵۸۶
خلاد بن عیسیٰ۔ ۵۸۶
قیس بن الربیع۔ ۵۸۷
جنّت الفردوس کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے۔ ۵۸۷
احمد بن محمدؐ بن الحجاج۔ ۵۸۸
حمید بن علی۔ ۵۸۸
ابن لہیعہ۔ ۵۸۸
مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ۵۸۹
جنت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا۔ ۵۸۹
اسمٰعیل بن عیاش۔ ۵۹۰
ہانی بن متوکل الاسکندرانی۔ ۵۹۰
محمدؐ بن عیاض۔ ۵۹۰
جیسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ ۵۹۰
حسینؓ کو دیکھ لے۔
جو حسینؓ سے محبّت کریگا اللہ اس سے محبّت کرے گا۔ ۵۹۱
عبداللہ بن عثمان خثیم المکیؒ۔ ۵۹۲
یعقوب بن حمید الکاسب المدنی۔ ۵۹۲
جس نے حضرت حسنؓ و حسینؓ سے محبّت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ ۵۹۴
حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ۵۹۵
یعقوب بن حمید بن کاسب المدنی۔ ۵۹۶
یحییٰ بن سلیم۔ ۵۹۷
یحییٰ بن سلیم الطائفی۔ ۵۹۷
عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ ۵۹۸
سعید بن راشد۔ ۵۹۸
حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبّت فرماتا ہے۔ ۶۰۰
عبداللہ بن ابلج۔ ۶۰۱
ابلج۔ ۶۰۱
حضرت حسینؓ کے لئے آسمان سے تجلی کی آمد۔ ۶۰۳
موسےٰ بن عثمان۔ ۶۰۳

اولادِ فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے۔ ۶۰۳
شیبۃ بن نعمان۔ ۶۰۴
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے۔ ۶۰۵
حضرت حسینؓ سرزمین نینویٰ میں شہید ہوئے۔ ۶۰۶
نجی الحضرمی۔ ۶۰۶
عبداللہ بن نجی۔ ۶۰۷
حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو حسینؓ کے فدیہ میں دیا۔ ۶۰۷
نقاش۔ ۶۰۸
حسنؓ وحسینؓ سے محبت کرنے والا حضورؐ کے ساتھ ہوگا۔ ۶۰۹
جعفر بن محمد۔ ۶۰۹
مجالد بن سعید۔ ۶۱۱
موسیٰ کاظم۔ ۶۱۲
علی بن جعفر۔ ۶۱۲
اے اللہ تو ان لوگوں سے محبت کر جو حسنؓ وحسینؓ سے محبت کرتے ہوں۔ ۶۱۳
مسلم بن ابی سہل۔ ۶۱۳
عبداللہ بن ابی بکر۔ ۶۱۴
خالد بن مخلد الکوفی۔ ۶۱۴
موسیٰ بن یعقوب۔ ۶۱۴
حضرت امِ سلمہؓ کو حضرت حسینؓ کے قتل کی اطلاع۔ ۶۱۵
سلمیٰ بکریہ۔ ۶۱۶
حضرت امِ سلمہؓ کو قتلِ حسینؓ کی خبر ایک جناتنی نے پہنچائی تھی۔ ۶۱۷
شہر بن حوشب۔ ۶۱۷
عامر بن عبدالواحد۔ ۶۲۰
ابن عباسؓ کا ایک خواب۔ ۶۲۱
علی بن زید بن جدعان۔ ۶۲۲
حسنؓ وحسینؓ جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے۔ ۶۲۳
بزیغ بن حسان۔ ۶۲۴
حضرت حسینؓ ۶۰ھ میں قتل ہوں گے۔ ۶۲۵
اسماعیل بن ابان ۶۲۵
سعد بن طریف۔ ۶۲۵
حبان بن علی۔ ۶۲۵

خطبہ چھوڑ کر حسنؓ و حسینؓ کو گود میں اٹھانا۔	٦٢٦	ایک ساتھ پانچ سجدے۔	٦٣٤
		سامری۔	٦٣٥
حسین بن واقد۔	٦٢٧	جنت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟	٦٣٦
عبداللہ بن بریدہ۔	٦٢٧		
علی بن حسین بن واقد۔	٦٢٨	علی بن احمد المؤدب۔	٦٣٧
حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔	٦٢٩	جابر بن یزید الجعفی۔	٦٣٧
سعید بن راشد۔	٦٢٩	حضرت حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔	٦٤٠
عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔	٦٣٠	حضرت حسینؓ کے قتل کی پیشینگوئی	٦٤١
حسنؓ و حسینؓ کو سونگھنا۔	٦٣١	عبدالصمد بن حسان۔	٦٤٢
ابن عباسؓ کا ایک اور خواب۔	٦٣٢	عمارت بن زاذان البصری الصیدلانی۔	٦٤٣

ماخذ علمی

"مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" کو مرتب کرنے کے سلسلہ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان کے لئے "مذہبی داستانیں" حصہ دوئم کے صفحات ۴۴۹ تا ۴۵۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدمہ

ماخوذ از پروفیسر محمد ایوب قادری (مرحوم)

شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۲۵ رمضان ۱۱۵۹ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۷۴۶ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام "غلام حلیم" ہے علوم متداولہ کی تحصیل اپنے والد شاہ ولی اللہ سے کی۔ والد کے انتقال کے بعد شیخ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) خواجہ محمد امین کشمیری (م ــــــ) اور ان کے خسر مولوی نور اللہ بڈھانوی (م ۱۱۸۷ھ / ۷۴-۱۷۷۳ء) نے تربیت فرمائی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد کے جانشین ہوئے علوم معقول و منقول میں علامہ روزگار تھے نامور مدرس، مصنف، خطیب، واعظ، شیخ طریقت، مفتی، محدث اور مفسر تھے انہوں نے علوم دینیہ اور ملتِ اسلامیہ کی بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ مرجع علماء و مشائخ تھے تمام عمر درس و تدریس، افتاء، فصل خصومات، وعظ و پند اور تلامذہ کی تربیت و اصلاح میں صرف کر دی۔ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ مطابق ۵ جون ۱۸۲۴ء کو دہلی میں انتقال ہوا اور اپنے آبائی قبرستان مہندیوں میں دفن ہوئے۔ مومن دہلوی نے شاہ عبدالعزیزؒ کے انتقال پر جو قطعہ تاریخ کہا ہے اس کا آخری شعر نقل کیا جاتا ہے جس سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

بے سر و پا گشتہ از دست بیداد اجل
عقل و دین، لطف و کرم، فضل و ہنر، علم و عمل

ترجمہ: عقل و دین، لطف و کرم، فضل و عمل و علم و ہنر ظالم موت کے ہاتھوں بے دست و پا ہو گئے۔

۱۰۰ + ۱ + ۹ + ۲۰۰ + ۸۰۰ + ۵۰ + ۳۰ + ۴۰ = ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء

شاہ عبدالعزیز کے ایک ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری (م ۱۲۶۵ھ / ۱۸۴۹ء) لکھتے ہیں[1]:

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

"مولوی شاہ عبدالعزیزؒ علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرہ آفاق تھے، اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظرہ، اصطرلاب، جرثقیل، طبیعیات، الٰہیات منطق، ازمان اختلافات، ملل، نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق، مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے فن ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے منقول میں کلام اللہ اور حدیث سے دلیل پیش کرتے تھے اور معقول میں جو ثبوت مناسب سمجھتے خواہ مخواہ یونانیوں میں سے افلاطون، ارسطو اور متکلمین میں سے فخر رازی وغیرہ کے اقوال کی تائید میں مبتلا نہیں ہوتے تھے اور اپنی تحقیقات کو فن معقول میں صاف صاف بیان کرتے تھے چاہے وہ کسی کی رائے کے موافق ہو یا نہ ہو"

شاہ عبدالعزیز کا زمانہ ہندو پاکستان کے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا دور تھا وہ محمد شاہ بادشاہ (ف ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۸ء) کی حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے احمد شاہ (معزول ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۴ء) عالمگیر ثانی (ف ۱۱۷۳ھ/۱۷۵۹ء) شاہ عالم ثانی (ف ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) اور اکبر ثانی (ف ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) کا زوال پذیر دورِ حکومت دیکھا۔ یہ مغل بادشاہ اپنے وزراء اور امراء کے ہاتھوں مجبور اور بے بس تھے، شاہ عبدالعزیزؒ کے بچپن میں احمد شاہ اندھا کر کے قید کر دیا گیا۔ عالمگیر ثانی کو قتل کر کے اس کی نعش جمنا کی ریتی میں پھینک دی گئی، شاہ عالم ثانی مدتوں یورپ میں بھٹکتا پھرا۔ پھر انگریزوں نے معاہدہ کے بعد سیندھیا کی حمایت میں اس نے دہلی کے اجڑے تخت کو زینت بخشی، مگر بابر و اکبر کا یہ جانشین حسرت و یاس کی زندہ تصویر تھا تا آنکہ بصارت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا کس حسرت سے کہتا ہے ؎

صرصر حادثہ برخاست پے وخواری ما
داد بر باد سر و برگ جہانداری ما

ترجمہ: حادثات کی گرم ہوائیں چلیں ہمیں ذلیل کرنے کے لئے اور ہماری بادشاہت کے ساز و سامان کو برباد کر دیا۔

لہ علم وعمل (وقائع عبدالقادر خانی) مرتبہ محمد ایوب قادری جلد اول صفحہ ۲۴۶ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی سنہ ۱۹۶۰ء۔

Marfat.com

۱۸۰۳ء میں دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا۔ اکبر شاہ ثانی برائے نام پنشن خوار تھا۔ مغل متاخرین کے زمانہ میں غیر مسلم طاقتیں پوری قوت سے ملک میں ہنگامہ آرا تھیں۔ پنجاب میں سکھوں نے، آگرہ اور بھرت پور میں جاٹوں نے، اور تمام ملک میں مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ مرہٹوں کے ہاتھوں بستیاں ویران اور غیر آباد ہو چکی تھیں۔ کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ مرہٹوں نے سترہ حملے تو صرف بنگال پر کیے جن میں پہلا حملہ ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء اور آخری حملہ ۱۲۲۹ھ/۱۸۰۴ء میں ہوا۔ مرہٹوں نے چھ مرتبہ بنگال پر براہ راست کی پہلی مرتبہ ۱۱۵۵ھ/۱۷۴۲ء میں آخری مرتبہ ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۳ء میں حملہ آور ہوئے۔ مرزا ظہیر الدین اظفری لکھتے ہیں:[1]

"یہ تمام خرابیاں مرہٹوں کی بد عملی اور بد نظمی کی وجہ سے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دکھنیوں کی مملکت میں آبادی کیونکر باقی رہے گی۔ ہم نے تو اپنی زندگی میں یہی دیکھا کہ جب ہمارے ملک پر دکھنیوں کا تسلط ہوا تو کوئی ایسی خرابی نہ تھی جو ملک میں نہ آئی ہو۔ غرض ہندوستان کی یہ ساری تباہی دکھنیوں کے آنے کا نتیجہ ہے۔"

مرہٹوں اور سکھوں کے مظالم کے متعلق خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے چچا شاہ اہل اللہ (وفات ۱۱۸۷ھ/۱۷۷۳ء) کو منظوم عربی حکایت میں لکھا ہے:[2]

"اللہ تعالیٰ سکھوں اور مرہٹوں کو ہماری طرف سے مزہ چکھائے بہت برا مزہ بہت جلد بلا تاخیر و مہلت کے۔ ان شریروں نے اللہ کی بہت سی مخلوق کو شہید کر ڈالا اور غریب گڈریوں تک کو اپنے ظلم و ستم سے ستایا۔ ہر سال یہ ہماری بستیوں اور شہروں پر چڑھائی کرتے ہیں اور ہم پر صبح و شام حملہ کرتے رہتے ہیں۔"

مرکزی حکومت کی کمزوری اور بدحالی سے صوبے دار خودسر ہو چکے تھے۔ بنگال میں علی وردی خاں اور اودھ میں برہان الملک سعادت خاں نے اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ دکن پر آصف جاہ نظام الملک کا

---

[1] واقعات اظفری از مرزا ظہیر الدین اظفری، مرتبہ عبدالقادر، بہ تصحیح و ترجمہ محمد حسین محوی ص ۱۱ مدراس سنہ ۱۹۳۷ء

[2] تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ از مولانا مناظر احسن گیلانی ص ۳۹۲ (بساط ادب کراچی سنہ ۱۹۵۳ء)

اقتدار تھا. یہ تو سیاسی حالات کا ایک ہلکا سا جائزہ ہے. معاشی، اقتصادی، معاشرتی اور مذہبی حالات بد سے بدتر تھے. اس زمانہ کی عام تاریخیں، شخصی وقائع، روزنامچے، شعراء کے شہر آشوب اور دوسرا اہم عنصر ادب اس موضوع پر خاص معلومات فراہم کرتا ہے محمد شاہ کے زمانے میں دکن کے ایک رئیس درگاہ قلی خان (ن ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۸-۳۹ء) نے دہلی کی سیاحت کی. یہ سیاحت نامہ "مرقع دہلی" کے نام سے طبع ہو چکا ہے. اس کے پڑھنے سے شرم و حیا کی آنکھیں جھک جاتی ہیں اور غیرت و حمیت کو حجاب آتا ہے. سپاہی اور بادشاہ، عامی اور عالم ہر شخص حقیقت اور واقعیت سے فرار اختیار کرتا ہے. عمل سے گریز اس دور کی عام خصوصیت ہے، بدعات اور محدثات کا زور ہے. تفصیل کی گنجائش نہیں ہے. ایسے زمانے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی اصلاحی تحریک شروع کی. حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے یوں تو اصلاح و تبلیغ کے ہر مورچہ کو سنبھالا مگر "شیعیت اور تفضیلیت" کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس کوشش اور حسنِ تدبر سے روکا یہ انہیں کا حصہ تھا اور یہ اس زمانے کا سب سے اہم مسئلہ تھا. آئیے اب ذرا اس مسئلہ کا تاریخ کی روشنی میں جائزہ لیں۔

مغل متاخرین کے زمانے میں شاہی دربار میں ایرانی اور تورانی (شیعہ اور سُنّی) دو مستقل پارٹیاں تھیں، سیاسی اثر و اقتدار کے لئے ان دونوں پارٹیوں میں مسابقت ہوتی تھی۔ ایرانی پارٹی اگرچہ اقلیتی پارٹی تھی مگر اثر و اقتدار کے اعتبار سے بہت مضبوط اور مستقل تھی. وہ بہت تدبر اور تنظیم سے کام کرتی تھی. اور اکثر کامیاب ہوتی تھی. اس کا اثر دربار سے لے کر بازار تک تھا. یوں تو اس تنظیم و فکر کی بنیاد دکن کی شیعہ حکومتوں نے قائم کی مگر شمالی ہند میں ہمایوں کے دوبارہ ہندوستان آنے پر اس جماعت کو فروغ حاصل ہوا. اکبر کی پالیسی مذہبی معاملہ میں بڑی آزادانہ تھی، اس کا فائدہ بھی بلاواسطہ اسی جماعت کو ہوا. اس کے زمانے میں نور اللہ شوستری (ن ۱۰۱۹ھ / ۱۶۱۰-۱۱ء) دارالسلطنت لاہور کے قاضی مقرر ہوئے ان کی کتاب "مجالس المومنین" مشہور و معروف ہے، جس میں انہوں نے اہلِ سنت کے اکابر مشائخ و علماء کو "زمرۂ مومنین" میں دکھایا ہے، جہانگیر کے زمانے میں زمامِ حکومت نور جہاں کے ہاتھ میں تھی. شاہ جہاں کے زمانے میں نور جہاں کے بھائی آصف خاں اور اس کے خاندان کو اقتدار حاصل رہا، کیونکہ آصف خاں کی کوششوں سے شاہجہاں "تختِ شاہی" پر متمکن ہوا تھا اور اس کی بیٹی ممتاز محل شاہجہاں کی چہیتی بیگم تھی. اورنگ زیب عالمگیر یوں تو متعصب سُنّی مشہور رہے مگر اس کے امراء مصاحبین میں اہلِ تشیع کی ممتاز تعداد نظر آتی ہے

Marfat.com

اورنگ زیب کا فرزند بہادر شاہ اول جب تخت نشین ہوا تو اس نے شیعہ مسلک اختیار کیا۔ مؤلف سیر المتاخرین لکھتے ہیں۔[1]

"چون بہ تحقیق خود مذہب شیعہ امامیہ را حق می دانست تدبیر مسلک اختیار نمودہ در ترویج دادن مذہب شیعہ می کوشید۔"

چونکہ وہ اپنی تحقیق کے اعتبار سے مذہب شیعہ امامیہ کو ہی درست سمجھتا تھا چنانچہ اس مسلک کو اختیار کر کے مذہب شیعہ کی اشاعت اور استحکام کے لئے کوشاں رہا۔[2]

اس نے اپنے نام [illegible] "سید" کا اضافہ کیا اور چوتھے سال جلوس ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء میں اپنے شیعہ وزیر منعم خان کے مشورے سے حکم دیا کہ جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کے ذکر میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ "علی ولی اللہ وصی رسول اللہ" شامل کیا جائے اس حکم سے جمہور اہلِ سنت میں بددلی پیدا ہوئی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے احمد آباد گجرات میں ایک خطیب مارا گیا۔ لاہور میں بات اس سے بھی زیادہ بڑھی بہادر شاہ نے علمائے لاہور کو اپنے حضور میں طلب کیا مولانا یار محمد کی قیادت میں مولوی محمد مراد دوسرے تین علماء کے ہمراہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے خود مباحثہ مناظرہ کیا۔ مگر مولانا یار محمد نے نہایت جرأت اور استقامت سے اعلانِ حق کیا اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہے بادشاہ نے برانگیختہ ہو کر کہا کہ "تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا" تو اس مردِ مجاہد نے جواب دیا۔[3]

"میں اپنے خدا سے چار چیزوں کی آرزو رکھتا تھا اول تحصیلِ علم دوم حفظ کلام اللہ سوم حج چہارم شہادت، الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں عطا کیں۔ آرزوئے شہادت باقی ہے امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں ہوں۔"

اس مناظرہ کے نتیجہ کے سلسلہ میں شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی لکھتے ہیں۔[4]

---

[1] و [2] سیر المتاخرین جلد دوم از غلام حسین طباطبائی ص ۳۸۱، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء۔ [3] تاریخ ہندوستان جلد نہم از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی ص ۳۷، شمس المطابع دہلی ۱۸۹۶ء [4] تاریخ ہندوستان جلد نہم از مولوی ذکاء اللہ ص ۳۸۔

Marfat.com

"اس مباحثہ میں کئی روز لگے اور ایک آدمی جن میں بعض افغان نمک دار بھی تھے حاجی یار محمد سے متفق ہوئے شاہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا آخر کو جب حیدر نے خطبہ کیلئے زور دی تو بادشاہ نے اس پر حکم دیا کہ عالمگیر کے زمانے کی طرح خطبہ پڑھا جائے اس طرح جھگڑا ختم ہوا کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور ملاؤں کو جن سے وہ آشفتہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا۔"

اس کے بعد سید برادران قطب الملک عبداللہ خاں (م ۱۱۳۵ھ/۱۷۲۲ء) اور امیر الامرا حسین علی خاں (م ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء) کا دورِ وزارت آیا اور ان دونوں بھائیوں نے اس قدر اقتدار اور غلبہ حاصل کیا کہ "بادشاہ گر" مشہور رہے وہ ملکی سیاست پر پوری طرح چھا گئے۔ ان کے زمانہ میں شیعہ عقائد خوب اشاعت پذیر ہوئے اور انہیں قبولِ عام حاصل ہوا امیر الامرا حسین علی خان ہر مہینے کی بارہ اور بارہ تاریخ کو مجلس منعقد کرتے تھے صمصام الدولہ شاہنواز خاں لکھتے ہیں [1]

"احداث مجلس یازدہم و دوازدہم ہر ماہ در بلادِ عظیمہ دکن نمودہ کہ تا حال (۱۱۶۰ھ) است"

گیارہویں اور بارہویں کی مجلس ہر مہینے حیدر آباد دکن میں شروع ہو گئیں کہ آج تک یعنی (۱۱۶۰ھ) تک جاری ہے

فرخ سیر کے دور میں خان دوراں خان بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر ایک متصوف تھے، ان کے حالات میں تحریر ہے کہ ان کے گھر میں ائمہ طاہرین کی منقبت میں قوالیاں گائی جاتی تھیں، بعض مریدین و معتقدین سلام کی بجائے زمین بوس آداب کرتے تھے اور ائمہ اثنا عشریہ کی منقبت گاتے تھے، ملتان کے ایک واعظ شیخ عبداللہ دار السلطنت دہلی پہنچے تو انہوں نے اس رجحان پر گرفت کی اور کہا کہ [2]

"سجدہ سوائے معبودِ برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحابِ کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقہ سے دور ہے۔"

---

[1] اثر الامراء جلد اول از صمصام الدولہ شاہنواز خاں ص ۳۳۸ (کلکتہ ۱۸۹۰ء)

[2] تاریخ ہندوستان از شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ ص ۱۲۱۔

Marfat.com

اور شیخ عبداللہ ملتانی نے مسجد جامع میں جمعہ کے دن وعظ کہا کہ "حضرت علیؓ افضل صحابہ نہیں ہیں اور حادی و سید نہیں کہہ سکتے اور جو پنجتن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے کیا اور صحابہ کرام پاک نہ تھے۔"

انجام یہ ہوا کہ[1]

"جمعہ کے روز کچھ مغل زادے اوباش وضع کربلا کی تسبیحیں گردن اور بازو میں ڈالے ہوئے وعظ کے وقت پہنچے اس پر گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں۔ پس شیخ عبداللہ کے بدخواہوں نے قرشی سے استغاثہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ واعظ ملتان جائے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلے۔"

دہلی میں عزاداری اور مرثیہ خوانی بڑھ رہی سے ترقی تھی نواب درگاہ قلی خان نے اس سلسلہ میں خاصی تفصیل دی ہے، جس طرح دہلی میں "قدم شریف" کے نام سے ایک فرضی زیارت گاہ قائم کر کے مشہور کر دیا کہ یہ نقش قدم حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے[2] اسی طرح امامیہ حضرات نے دہلی میں "شاہ مرداں" اور "پنجہ شریف"[3] کی زیارت قائم کیں اور مشہور کر دیا کہ یہ حضرت علیؓ کا نقش قدم ہے[4]۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ[5]

---

[1] دکلہ تاریخ ہندوستان جلد نہم صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲

[2] قدم شریف کے فرضی ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو "مخدوم جہانیاں جہاں گشت" از محمد ایوب قادری صفحہ ۲۱۰، ۱۲۱ (ادارہ تحقیق و تصنیف، کراچی ۱۹۶۳ء)

[3] "پنجہ شریف" کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی انگلیوں کے نشان ہیں اور دہلی میں یہ شیعوں کا مشہور قبرستان ہے ملاحظہ ہو نجوم السما صفحہ ۳۶۰ و ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱۔

[4] ملاحظہ ہو مخدوم جہانیاں جہاں گشت صفحہ ۲۲، ۲۳ عوام کو بہکانے کے لئے اوچ، حیدرآباد (مغربی پاکستان) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم اور ٹھٹھہ میں حضرت حسین رضی کے نقش قدم شیعہ مجاوروں نے مشہور کر دیئے ہیں۔

[5] مرقع دہلی از نواب درگاہ قلی خاں صفحہ ۲۴ (مقدمہ ام ۳ رمتن) حیدرآباد دکن سن طباعت ندارد۔

"بروزِ شنبہ زائرین اور حاجت مندوں کا بڑا ہجوم ہوتا اور ۱۲ محرم کو بروزِ زیارت خاص اہل خیا خصوصیت سے اہل عزا برسم پرسہ داری گریاں و نالاں حاضر ہو کر مراسم تعزیت بجا لاتے تھے اس روز کوئی متنفس ایسا نہ ہوتا کہ زیارت سے محروم رہے"

مرثیہ خوانی کا بڑا زور ہوتا تھا درگاہ قلی خاں ایک مرثیہ خواں کے متعلق لکھتے ہیں [۱]

"بنائے مرثیہ بر عجب سوز و گداز	مرثیہ کی بنیاد نہایت سوز و گداز رکھتی ہے
ی گزار و معدن اندوہ است	اور غم و مصائب، آلام و الم کا خزانہ ہے
وکان الم خزانہ مصیبات است	اور مجلس عاشورے کا اہتمام و انتظام کے
و گنجینہ رنج، میر اہتمام عاشور خانہ	سربراہ جاوید خان ہوتے ہیں جو تعزیہ داروں
جاوید خاں است و بمراعات	و زیارت کرنے والوں کے لئے آرام و آسائش
زائراں و تعزیہ داراں می پردازد"	بہم پہنچاتے ہیں۔

دوسرے کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے [۲]

"میر عبداللہ از تعزیہ داراں	تعزیہ داروں میں میر عبداللہ جناب
جناب حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ	حضرت حسین رضؓ کی شان میں ندیم (عزیز ین
السلام است مرثیہ ہائے ندیم و	شعرا) کے مرثیے نہایت دردناک انداز
حزیں را قسمے باہنگ ہائے حزیں	میں پڑھتے ہیں کہ سامعین پر بہت ہی
می خواند کہ بے اختیار شور از نہادِ	رقت طاری ہو جاتی ہے۔ ان کے دل
سامعاں برمی خیزد از کثرتِ نوحہ	سے آہ و فغاں نکلتی ہے اور نوحہ اور فریاد
و فریاد گوش فلک کر می گردد۔	سے گویا آسمان کے کان بہرے ہو جاتے
.... در ماہ محرم مقدمش ہمہ جا	ہیں، محرم کے مہینے کی آمد ہر جگہ پر واجب
واجب الاحترام، بنوبت در	الاحترام ہے عمائدین کے تعزیے اور نوبت

---

[۱] و [۲] مرقع دہلی صفحہ ۵۰ - ۵۱، ۵۲

"تعزیہ خانہائے مردم عمدہ داری
شود و بتقدیم مراسم عزائی پردازند
خلائق در اماکن موجودہ بریک دگر
سبقت جستہ ہجوم می نمایند"

خانوں میں عزاداری کی مجلس کے مراسم
بڑے احترام کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لوگ
ان مقامات پر ایک دوسرے سے سبقت
لے جاتے ہیں جوق در جوق شرکت کرتے ہیں

ایک اور تعزیہ دار اور مرثیہ خواں کا ذکر ملاحظہ ہو[1]

"میر درویش حسین از تعزیہ داران
جناب خامس آل عبا است و
در تقدیم مراسم شیون بے ہمتا
آہنگ ہائے برجستہ، انتخابش
پیش ہمہ کس مسلم الثبوت است
وایرا درا دخلے نیست"

میر درویش پنجتن پاک کے تعزیہ داروں
میں سے ایک ہیں اور نالہ و فغاں کے رسوم
کی ادائیگی میں پیش پیش رہتے ہیں اور
اس سلسلے میں انہوں نے نئے انداز
پیدا کئے ہیں، اور ان کا انتخاب ہر ایک کیلئے
مانا ہوا ہے اس میں بناوٹ کو دخل نہیں"

دہلی میں تعزیہ داری دکن سے آئی دہلی کے رزیڈنٹ چارلس مٹکاف کے زمانے (۱۸۲۵ء تا ۱۸۲۶ء)
میں تعزیہ داری کے موقعہ پر جھگڑا ہو گیا تو اس نے مفتی اکرام الدین صدر الصدور دہلی (ف ۱۲۶۰ھ) سے اس کے آغاز و ابتدا
کے متعلق استفسار کیا تو مفتی صاحب نے بتایا کہ[2]

"ماہ محرم از قدیم است مگر
تعزیہ داری نبود ہرگاہ اورنگ
زیب عالمگیر بادشاہ در دکن رفتند
لشکریان شاہی از عبد اللہ
پیرزادہ دکن کردر آنجا تعزیہ

ماہ محرم تو مدتوں سے چلا آرہا ہے مگر
اس میں تعزیہ داری نہ تھی، جس وقت
بادشاہ دہلی اورنگ زیب عالمگیر
ملک دکن گئے شاہی لشکریوں نے
عبد اللہ پیرزادہ دکن سے جو کہ وہاں

---

[1] مرقع دہلی صفحہ ۵۳

[2] سیر کریمی از نواب کریم اللہ خاں رام پوری صفحہ ۶۳ (قلمی) مخزونہ صولتیہ لائبریری رام پور)

داری می کرد ایں رسم آموختند	تعزیہ داری کرتے تھے یہ رسم تعزیہ
از آں در شاہجہاں آباد نیز	داری سیکھ لی، اور اس طرح دہلی سے
رسم تعزیہ داری جاری گردید"	دہلی میں بھی تعزیہ داری کا رسم جاری ہوگئی

یہ حالات تھے کہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی نے دو معرکۃ الآرا تصانیف "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں۔ ازالۃ الخفاء کے آغاز میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: [1]

"دریں زماں بدعت تشیع	اس زمانے میں شیعیت کی بدعت شروع
آشکار شد و نفوس عوام شبہات	ہوگئی اور عوام کے دلوں میں ان لوگوں
ایشاں متشرب گشت	کی وجہ سے شکوک و شبہات نے جگہ پالی۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے ہم اس دور کی عام مذہبی زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امراء و وزراء کی سرپرستی میں شیعیت اور تفضیلیت کو کس قدر فروغ ہو رہا تھا کہ ہر شخص اسی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہب اور ادب ہر شعبۂ حیات میں اس کی چھاپ نظر آتی ہے اردو شاعری کے اساطین شعراء، میر (۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) فغاں (ف ۱۱۸۶ھ / ۱۷۷۲ء) سودا (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) سوز (۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۸ء) میر حسن (ف ۱۲۰۱ھ / ۱۷۸۶ء) انشا (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۷ء) سلیمان شکوہ (ف ۱۸۳۷ء) نظیر (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) آتش (ف ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء) ناسخ (ف ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) سب اسی جماعت کے ارکان ہیں اور اسی فکر و نظر کے مبلغ و منادی شعراء اور متصوفین کے ذریعہ یہ افکار و خیالات خوب اشاعت پذیر ہوئے اور تفضیلی مشائخ شاہ فخر الدین دہلوی (ف ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) وغیرہ نے تو اس کو آگے بڑھایا، جس کی تفصیل حسب موقع پیش کی جائے گی اس سلسلہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین رقمطراز ہیں: [2]

"ہندوستان میں جن حضرات نے تصوف کے پردہ میں تبلیغ دین فرمائی ان کو تمام تر سُنی المذہب قرار دینا غلط ہے اس لئے کہ اثنا عشری اور اسماعیلی شیعہ بھی تصوف کے بھیس میں ایران سے ہندوستان آتے رہے ہیں اور اپنے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ نزاری اور مستعلی

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء از شاہ ولی اللہ دہلوی ج ۱ (مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ)

[2] اردو مرثیہ اور شاہی سرپرستی از ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی پی ایچ ڈی (رضا کار لاہور، اربعین نمبر ۱۹۶۳ء)

اسماعیلیوں کی تبلیغ تمام تر تصوف کے پردے میں ہوتی ہے۔ پیر ناؤ نزاریوں سے پیر صدر الدین اور حسن کبیر الدین اس سلسلے میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ اثنا عشری علماء و مبلغین بھی تصوف کے پردے میں ہندوستان میں تبلیغ کرتے رہے جس کا ایک واضح اشارہ ابوالفضل نے بھی آئین اکبری میں کیا ہے۔"

یہ تو خاص مرکز دہلی کے حالات کا ایک بہت سا نامکمل جائزہ ہے۔ دکن، سندھ اور بنگال کا بھی یہی حال تھا۔ دکن میں یہ پودا سب سے پہلے بار آور ہوا اور دکن کی شیعہ حکومتوں نے اس مذہب کو پروان چڑھایا۔ ان میں ایران سے امراء و علماء آئے اور دکن میں قیام پذیر ہو کر اپنے اداروں کے نام سے امامیہ مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ آخر میں آصف جاہ نظام الملک نے حیدرآباد دکن میں جو ریاست قائم کی اس میں شیعہ امیروں، رئیسوں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے غلبہ و اقتدار کی وجہ سے [illegible] جو پہنچے۔ سندھ میں "امیران سندھ" کا بھی یہی مسلک تھا۔ تاریخ و ادب اور شعر و شاعری سب میں ان ہی افکار و خیالات کی صدا گونجتی نظر آرہی ہے۔ سندھی ادبی بورڈ نے اس دور کا جو فارسی لٹریچر شائع کیا ہے اس میں [illegible] تفصیل ہے یہاں صرف ایک مثال ملا محمد معین سندھی (م ۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) مصنف "دراسات اللبیب" کی پیش کی جاتی ہے ایک طرف تو وہ "غیر مقلدیت" کے مبلغ ہیں تو دوسری طرف "تفضیل و تشیع" میں ڈوبے ہوئے ہیں۔[1] اس دور کے متصوفین، شعراء اور امراء کا عام رجحان تھا۔ "امیران سندھ" کے اقتدار کی آخری نشانی ریاست خیرپور تھی، جس نے اس معاملہ میں اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا مستعدی سے پورا کیا۔ سندھ کے دوسرے امیروں اور متصوفین کا بھی یہی حال تھا۔ تاریخ اوچ کے مؤلف مولوی محمد حفیظ الرحمن بہاولپوری (م ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۹ء) اوچ میں شیعیت کا آغاز" کی سرخی کے تحت رقم طراز ہیں۔[2]

"جب دوسرے شاہ نے سندھ میں بالغ ہو کر ایک طوائف گوہر خاتون سے نکاح کر لیا اور میر بہار

---

[1] دراسات اللبیب کو مولانا محمد عبدالرشید نعمانی نے ایڈٹ کیا ہے اس کے مقدمہ میں انہوں نے ملا محمد معین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور ان کے افکار و معتقدات کا جائزہ لیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقدمہ دراسات اللبیب ص ۱۰۷ (سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۷ء)

[2] تاریخ اوچ از مولوی محمد حفیظ الرحمن صفحہ ۱۱۶ دہلی ۱۹۲۱ء۔

خان تالپر کے زیر تربیت و صحبت سے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اور ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوچ میں وارد ہوا اور مخدوم ناصر الدین سادس کے لقب سے سجادہ نشین خانقاہ حضرت جلال بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) بن گیا.... چند دوہ شاہ پہلا سجادہ نشین تھا جس نے سندھ سے مسلک شیعہ لا کر اوچ اور ریاست بہاولپور میں مروج کیا۔"

محمد فیروز شاہ کے مشہور سہروردی بزرگ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۸۵ھ/۱۳۸۴ء کی خانقاہ کا یہ حال ہے اور اس کے سجادہ نشین اب اہل تشیع ہیں۔ بنگال اس معاملہ میں سب سے آگے تھا نظامت مرشد آباد کے بانی مرشد قلی خاں ایک شیعہ امیر تھے۔ اس کے بعد جب مرشد آباد پر علی وردی خاں کی بالادستی قائم ہوئی تو مرشد آباد اور عظیم آباد اس مذہب کے دو خاص مراکز قائم ہو گئے علی وردی خاں نے ان رجحانات کی اشاعت میں خاصہ حصہ لیا ان کے زمانے میں فضلائے ایران جوق در جوق بنگال و بہار میں پہنچے اور حکومت کی سرپرستی میں اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوئے۔ نواب علی وردی خاں مہابت جنگ خود بھی روزانہ بعد عصر ان ایرانی افاضل و اکابر کے ساتھ مجلس مذاکرہ منعقد کرتے اس مجلس میں سید الافاضل میر محمد علی فاضل، تقی قلی خاں، حکیم ہادی خاں، مرزا محمد حسین صفوی وغیرہ شریک ہوتے کتاب کافی مصنفہ شیخ محمد بن یعقوب کلینی سے دو احادیث روزانہ پڑھی جاتیں اور میر محمد علی فاضل اس کی شرح کرتے تھے[1]

غلام حسین طباطبائی نے سیر المتاخرین کی ایک فصل میں ان افاضل ایران کا تفصیل سے ذکر کیا ہے[2]۔ جو علی وردی خاں کے زمانے میں وارد بنگال و بہار ہوئے ان حضرات کی تبلیغ کا انداز بھی خوب تھا۔ غلام حسین طباطبائی مؤلف سیر المتاخرین کی نانی کے حقیقی چچا شاہ حیدری کربلائی حائری تھے وہ اپنے معتقدات میں بہت پختہ تھے[3]۔

در تشیع نہایت دبے باک بود	وہ اپنے شیعی اعتقادات میں نہایت
کمال استغنا بود	نڈر اور بہت بے پروا اور پختہ تھے'

---

[1] ملاحظہ ہو سیر المتاخرین از غلام حسین طباطبائی صفحہ ۶۰۹-۶۱۰ - نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۷ء

[2] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۵ - ۶۲۰، [3] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۳ -

شاہ حیدری جب گلوبہ بہار میں مقیم تھے، وہاں کے ایک رئیس محمد غوث خاں بیمار ہوئے۔ ان ... نے کس طرح اپنے معتقدات کی تبلیغ کی ملاحظہ ہو[1]

محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار	محمد غوث خاں اتفاقاً بیمار ہوگئے
شد و بیماریش اشتداد یافتہ،	اور بیماری نے شدت اختیار کرلی
از حیاتش امیدے نماند،	زندگی کی امید نہ رہی اس وقت
دراں وقت شاہ حیدری کہ	شاہ حیدری جن کو مذہبی اختلاف
از مباینت مذہبش نفور اما	سے نفرت تھی لیکن ان کی بہادری
از شجاعتیش راضی و مسرور	سے وہ راضی وخوش تھے، تو وہ محمد غوث
بود بسر وقتش رسیدہ	خاں سے ملنے گئے اور ان کے سر
بشرط قبول مذہب تشیع	مذہب کے تبدیل کرلینے کی شرط پر شفا
ضامن شفائے او شدہ و	کی ضمانت دی اور انہوں نے قبول
او قبول نمودہ شفا یافت و	کرلیا اور اتفاق سے وہ تندرست
ارادت کامل با شاہ	ہوگئے اور عقیدت مندی کے ساتھ
حیدری بہم رسانیدہ	شاہ حیدری کے معتقد ہوگئے اور
مع اولاد مطیع و منقاد شاں	بال بچوں سمیت ان کی پیروی
بود	کرنے لگے۔

اس کے بعد ہم اودھ کی حکومت کا جائزہ لیتے ہیں اس کی مدت قیام بھی زیادہ رہی اور اس کے حکمرانوں نے اپنے اپنے عقائد و افکار کی اشاعت میں بہت سرگرمی دکھائی۔ اس حکومت کے بانی برہان الملک سعادت خاں (ف ۱۱۵۱ھ/۱۷۳۹ء) ہیں جن کو پہلے مرشد قلی خاں، ناظم مرشد آباد کی سرپرستی حاصل رہی اور (۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء) میں اودھ کے مستقل صوبیدار ہوئے۔ برہان الملک کی پیشانی پر سب سے بڑا داغ یہ ہے کہ انہوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کو تباہ و برباد

[1] سیر المتاخرین صفحہ ۶۱۳ –

Marfat.com

کرا حکیم نجم الغنی خاں تاریخ مظفری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔[۱]

"روز دیگر فردوس آرامگاہ خدمت	دوسرے دن بادشاہ نے نظام الملک
میر بخشی بر نظام الملک	فتح جنگ کو میر بخشی کی خلعت
فتح جنگ مرحمت فرمودند سعادت	دی حالانکہ سعادت علی خاں
خاں برہان الملک کہ امیدوار	برہان الملک اس کے امیدوار تھے
این خدمت بود ازحد رنجیدہ خاطر	وہ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور نادر شاہ
گشت و نادر شاہ را برفتن	کو دارالخلافہ (دہلی) جانے کی ترغیب
دارالخلافہ شاہجہان آباد ترغیب	دی اور اس طرح نمک حرامی کا
نمود و ادای نمک حرامی ادا کرد و خزائن	حق ادا کر دیا۔ اور وہاں کے پوشیدہ
و دفائن آنجا گوش زد کرد"	خزانوں و دفینوں کی نشاندہی کی۔

مفتاح التواریخ میں بھی اس بات کی تصریح کی گئی۔

"و از گفتن او (برہان الملک)	اور ان ہی (برہان الملک) کے
نادر شاہ از میدان قتال کرنال	کہنے پر نادر شاہ کرنال کے میدانِ
بہ بہانۂ ضیافت در قلعہ شاہجہان	جنگ سے دعوت کے بہانے دہلی
آباد داخل شدہ والا ارادۂ	کے قلعے میں داخل ہوئے حالانکہ
نادر شاہ چنیں نبود چنانچہ	نادر شاہ کا ارادہ ایسا نہ تھا
تاریخ وفاتش بزیادت یک عدد	چنانچہ برہان الملک کی وفات
چنیں یافتہ اند زہے سعادت	کی تاریخ ایک حرف کے اضافے
نمک حرام مرد"	سے یہ بنی۔ زہے سعادت نمک حرام مُرد

برہان الملک کے بعد ان کے جانشین ان کے داماد ابو المنصور خاں صفدر جنگ (ف ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۳ء) ہوئے

۱؎ تاریخ اودھ جلد اول از حکیم نجم الغنی ص۱۰۸ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

Marfat.com

جنہوں نے دہلی کی مرکزی حکومت میں وزارت کا منصب حاصل کیا۔ صوبہ اودھ سے ملحق علاقہ فرخ آباد و روہیل کھنڈ کے رہا ہیں تھیں جن کے حکمراں بنگش و روہیلہ پٹھان تھے، مرہٹہ گردی ہی نہیں اختلاف مذہب کی وجہ سے ان دونوں ریاستوں کا وجود صفدر جنگ کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا اور انہوں نے ان دونوں مسلم ریاستوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، ان کی اس آرزو کی تکمیل ان کے بیٹے شجاع الدولہ اور پوتے آصف الدولہ کے ہاتھوں ہوئی۔ برہان الملک اور صفدر جنگ کے زمانے میں بہت سے ایرانی اودھ میں آئے اور حکومت کے نظم و نسق میں ہاتھ بٹایا۔ نجم الغنی خاں لکھتے ہیں[1]

”ان صفدر جنگ کی سرکار میں سواران مغلیہ بیس ہزار تھے، لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میلان پا کر ان کا سا لباس پہن کر بات چیت کر کے تنخواہ پاتے تھے۔“

صاف ظاہر ہے کہ فوج کی ملازمت کے لئے ایرانی لباس و زبان ضروری تھے تو الناس علیٰ دین ملوکہم کے مصداق معلوم نہیں کتنوں نے آبائی عقائد کو خیرباد کہا ہوگا۔ اختلاف مذہب کی وجہ سے ان حکمرانوں کے زمانے میں سنی علماء و مشائخ کی بہت سی جائیدادیں ضبط ہو گئیں۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں[2]

”تا حدود ۱۱۳۰ھ ہنگامۂ علم	۱۱۳۰ھ کے زمانے تک علم و علماء کا
و علما درین گل زمین (بلگرام)	ہنگامہ رہا یعنی بلگرام کی سرزمین
گرمی داشت تا آنکہ برہان	میں گرم تھی یہاں تک کہ برہان الملک
الملک سعادت خاں نیشاپوری	سعادت خاں نیشاپوری محمد شاہ
در آغاز جلوس محمد شاہ حاکم	کے تخت نشینی کے آغاز میں اودھ
اودھ شد و اکثر بلاد عمدہ	کا حاکم ہو گیا اور اکثر بڑے بڑے
صوبہ الہ آباد نیز دارالخیر جون	علاقے الہ آباد کے صوبہ کے اندر
پور و بنارس و غازی پور و کترہ	جون پور، بنارس، غازی پور، کڑہ

[1] تاریخ اودھ جلد اول، نجم الغنی خاں، صفحہ ۲۹۷

[2] مآثر الکرام جلد اول از غلام علی آزاد صفحہ ۲۳۲ (آگرہ ۱۹۱۰ء)

Marfat.com

و مانک پور و کوڑہ جہان آباد
و نیز ضمیمہ حکومت گردید و
وظائف و سیورغالات خانوادہائے
قدیم و جدید یک قلم ضبط
شد و کار شرفاء و نجباء بہ
پریشانی کشید و اضطرار مردم
آنجا از کسب علم باز داشت
و رواج تدریس و تحصیل بآں
درجہ نماند و مدارسے کہ از عہد
قدیم معدن علم و فضل بود یک
قلم خراب افتاد انجمن ہائے
ارباب کمال بیشتر برہم خورد
انا للہ و انا الیہ راجعون
و بعد ارتحال برہان الملک
نوبت حکومت بخواہر زادہ
او ابوالمنصور خاں صفدر جنگ
رسید وظائف و اقطاعات
بدستور زیر ضبط ماند و در
اواخر عہد محمد شاہ ۱۱۵۹ھ صوبہ
داری الہ آباد نیز صفدر جنگ
مقرر شد و تتمہ وظائف آں صوبہ

مانک پور، کوڑہ جہاں آباد کو حکومت
کا حصہ بنا لیا پرانے پرانے خاندانوں
کے وظیفے اور مراعات وغیرہ
یک قلم ضبط کر لیے، شریف و
نجیب خاندانی لوگوں کا حال خراب ہو
گیا اور اس پریشانی نے لوگوں کو
حصول علم سے باز رکھا۔ اس لیے کہ
وہاں علم حاصل کرنے کا رواج و
آسانیاں پہلے کی طرح نہ رہیں۔ وہ
مدارس جو پرانے زمانے سے علم وفن
کے معدن تھے ایک دم تباہ ہو گئے،
اہلِ کمال کی انجمنیں اکثر درہم برہم
ہو گئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ
رَاجِعُوْنَ برہان الملک کے مرنے
کے بعد حکومت ان کے بھانجے
ابوالمنصور خاں صفدر جنگ کو ملی
ان کے زمانے میں بھی وظیفے اور
جاگیریں بدستور ضبط رہیں ۱۱۵۹ھ
میں الہ آباد کی صوبہ داری بھی صفدر
جنگ کو ملی اور اس صوبے کے
تھوڑے بہت آخری وظائف جو

Marfat.com

کرنا مال از آنجا ضبط محفوظ	اب تک ضبط سے محفوظ تھی
مانده بود بقبضه درآمده در عہد	بھی ضبط کر لی گئی بندوبست
جہاں دار شاہ صفدر جنگ	جہاں دار کے زمانے میں جو کہ
بپایہ وزارت اعلیٰ صعود نمود	وزارت اعلیٰ کے عہدے تک ترقی
نائب صوبہ کار برار باب وظائف	پا گیا تو وہ ارباب وظائف کو برابر
تنگ تر گرفت و تا حین تحریر	ختم کرتا گیا یعنی اس کتاب کی
کتاب این دیار پامال حوادث	تصنیف تک یہ علاقہ زمانے کی
روزگار است"	حوادث کا شکار رہا ہے۔

جائیداد اور املاک کی واگزاری کے لئے بہت سے قدیم خاندانوں نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا۔ اس سلسلہ میں ماثر الکرام کے مقدمہ میں بابائے اردو مولوی عبدالحق لکھتے ہیں[1]

"ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ میں خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ ان علماء و فضلائے بلگرام میں سے جن کا اس میں ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع میں سے نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہاں بعد کے زمانے میں رواج پایا۔"

حقیقت یہ ہے کہ سادات بلگرام نے معاشی اور معاشرتی مجبوریوں سے پہلے تفضیلیت اور پھر شیعیت اختیار کی اور آخر زمانے میں تو یہ رنگ بہت پختہ ہو گیا۔ یہاں کی تعزیہ داری نے دور دور تک شہرت پائی۔ بلگرام کے صرف ایک محلہ میدان پورہ کی تعزیہ داری کا حال ملاحظہ ہو[2]

"۱۰ محرم کو گیارہ بجے تک کل محلہ میدان پورہ کے تعزیئے جن کی فہرست درج ذیل معہ بنانے والوں کے ہے جو تعداد میں چوبیس، پچیس کے ہوتے ہمراہ سفید تعزیہ کے گشت میں شامل ہو کر کربلا جاتے مشہور تعزیوں میں بیٹوں کا تعزیہ، کنجڑوں کا تعزیہ کرم میاں پیرزادہ کا

---

[1] ماثر الکرام جلد اول (مقدمہ) صفحہ ۱۴۔

[2] تاریخ خطہ پاک بلگرام از قاضی شریف الحسن بلگرامی ص ۲۵۸ (علی گڑھ ۱۹۶۰ء)

خزینہ دار وانش۔ تعزیہ حیدری شیخ پورہ کے تعزیئے تھے اس کے بعد برقصابوں کا، قصابوں، خیاطوں، معماران جولاہوں، نذربازوں، گاڑی والوں کے تعزیئے امام باڑے میں اکثر یکجا ہوتے تھے اہلِ ہنود کے یہ لوگ تعزیہ بناتے تھے اور شریک تعزیہ داری ہوتے تھے: ایشری شاہ بقال، ہیرالال بھوربی، سوہن بقال، کوکل تنبولی، پھمن بقال، سوہن بنار... قریب ۵ بجے دن کے جبکہ تعزیہ متصل مکان مولوی محمد عالم صاحب پہنچتا تو شیخ مظہر حسین مذکور مرثیہ پڑھ۔

قتل جب رن میں ہوا سبط رسول الثقلین

"خاں اپنے چیدہ بازوں کے ساتھ بہت شان سے پڑھتے اس مرثیہ میں ہندی کے الفاظ کی تشبیہیں ہیں جو بہت درد آمیز اور بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ اس مرثیے کے سننے کے واسطے تمام بلگرام کے معززین اہل ہنود اور حکامانِ تحصیل و تھانہ آتے تھے مجمع نہایت کثیر اور پُر رونق ہوتا تھا ہجوم و ماں کی وجہ سے مرثیہ خواں مشکل ایک دو ہاتھ سے زیادہ نہیں بڑھ سکتے تھے اس مرثیہ کا جواب بھی اہل ہنود ہی پڑھا کرتے تھے بعدہٗ واپسی تعزیہ از کربلا تمام بزرگوار و اہالیان محلہ امام باڑہ میں موجود ہو کر غم امام علیہ السلام میں شریک ہوتے اور مجلس شربت کی ہوتی اور یہی مجلس سوم اور چہلم کو کربلا میں ہوا کرتی تھی"۔

اودھ اور روہیل کھنڈ میں تعزیہ داری کا یہ رنگ بھی نوابان اور شاہانِ اودھ کی ترغیب و تحریص اور ان کی سرپرستی کی وجہ سے پیدا ہوا، بلگرام کی تعزیہ داری کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے نام و مقام کو چھوڑ کر کم و بیش روہیل کھنڈ کے شہر و قصبات میں بھی تعزیہ داری کا یہی انداز تھا۔ تقسیم ہندوستان سے قبل آنولہ، بدایوں، اوجھانی، بریلی، پیلی بھیت، رام پور اور امروہہ وغیرہ میں اسی زور و شور سے تعزیہ داری ہوتی تھی۔ آج کراچی میں تقسیم کے بعد سے تعزیہ داری کا رنگ اس سے بھی چوکھا ہو گیا ہے بات ذرا آگے بڑھ گئی ذکر تھا صفدر جنگ کے جائیدادوں کے ضبط کرانے کا۔ آئینہ اودھ کے مصنف مؤلف ابوالحسن مانکپوری لکھتے ہیں۔

"سادات موضع بتی، پرگنہ بہوہ و فتح پور خاص میں مقیم ہوئے، مدت تک اولادان کی بہ مذہب آبائی اہلِ سنت قائم رہی لیکن بعہد ریاست ابوالمنصور خاں صفدر جنگ مذہب امامیہ اختیار

کرتے گئے ہیں[1]

ملا رشید غلام حسین ثانی ساکن بہرائچ کے دو پسر غلام محمد و غلام رسول ثانی ہوئے یہ معاصر تھے نواب شجاع الدولہ بہادر کے بعد شکست بکسر کے جب صلح نامہ گورنمنٹ انگلشیہ سے ہوا نواب ممدوح اذکرنے حکم ضبطی کل معافیات صوبہ اودھ کا صادر کیا یہ دونوں بھائی بہ مع بحالی معافی بہ تبدیلی مذہب آبائی (اہل سنت) پابند مذہب امامیہ ہوگئے[2]

صفدر جنگ کے بعد شجاع الدولہ (ف ۱۱۸۸ھ/۱۷۷۵ء) سریر آرائے حکومت ہوئے وہ اپنی مذہبی پالیسی میں اپنے والد بزرگوار کے سختی سے پابند رہے بلکہ ان کے زمانے میں یہ پودا اور بھی برگ و بار لایا۔ انہوں نے فرخ آباد کے بنگش اور روہیل کھنڈ کے روہیلہ حکمرانوں کا پورے طور سے استیصال کیا۔ احمد خاں بنگش کے صاحبزادے نواب دلیر ہمت خاں مظفر جنگ (ف ۱۲۱۱ھ/۱۷۹۶ء) کے زمانے میں ۳-۱۷۷۲ء میں ریاست فرخ آباد شجاع الدولہ کے ماتحت ہوگئی اور ۱۷۷۲ء میں نواب مظفر جنگ نے باقاعدہ شیعہ مسلک اختیار کرلیا۔ لوح تاریخی (تصنیف ۱۲۵۵ھ) کے مؤلف منور علی خاں لکھتے ہیں[3]

"کول (علی گڑھ) کی راہ میں ایک قصبہ جلالی ہے کہ سید اس میں رہتے ہیں وہاں محرم کا چاند دکھائی دیا تب نواب شجاع الدولہ نے وہیں قیام کیا اور تعزیہ داری وہیں کی۔ امام باڑہ کپڑے کا کھڑا کیا گیا اور چاندی کے تعزیئے رکھے گئے جو امیروں کے ہمراہ سفر میں ہوتے ہیں، چنانچہ نواب مظفر جنگ اس مقام پر شیعہ ہوئے"

شجاع الدولہ نے جلالی میں ایک صاحب حکیم خیرات علی کے امام باڑے کے لئے چار گاؤں مال پور، کمال پور، نورپور اور نزدلی معاف کئے[4]

---

[1] آئینہ اودھ از ابوالحسن مانک پوری صفحہ ۱۱۹ (مطبع نظامی کانپور ۱۸۸۰ء)

[2] آئینہ اودھ صفحہ ۱۵۵۔

[3] لوح تاریخی از منور علی خاں ورق ۱۲۰ الف (قلمی، سال کتابت ۱۲۷۳ھ) (مخزونہ مسلم یونیورسٹی لائبریری، علی گڑھ)

[4] حیات حافظ رحمت خاں از سید الطاف علی بریلوی صفحہ ۲۵۹ (طبع ثانی، کراچی ۱۹۶۳ء)

۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کی مدد سے روہیلوں پر چڑھائی کر دی، روہیلہ سردار حافظ الملک حافظ رحمت اللہ خاں میراں پور کٹرہ کی جنگ میں شہید ہوئے، تمام ریاست روہیل کھنڈ پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا اور اس کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی۔ اہلِ روہیل کھنڈ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، شہر و قصبات بُری طرح تاراج کئے گئے، امرا و رؤسا اور علماء و مشائخ کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔ شیو پرشاد کی کتاب فرح بخش کے حوالہ سے نجم الغنی خاں لکھتے ہیں لہ

"مسجدوں، مدرسوں، خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا دیتے اور کھانا پکاتے ہیں، آنولہ نواب علی محمد خاں کے عہد میں دار الاسلام تھا اور نواب ممدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلعہ اور مسجدیں تعمیر کرائی تھیں آنولہ کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا۔ شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہنچی کہ آخون محمد رحیم کی مسجد میں جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے رنڈیاں اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور اعلانیہ ان میں بیٹھ کر کسب کراتیں بدفعلی میں مشغول رہتیں ان سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔"

شجاع الدولہ نے فتح روہیل کھنڈ کے سلسلہ میں مشہور حق گو صوفی، شیخ، پیرزادہ مدن کی جائیداد ضبط کر لی اور ان کو قید کر دیا، قید ہی میں ان کا انتقال ہوا یہ وہی شاہ مدن ہیں جن کے متعلق مشہور ہے ؎

بڑھائی شیخ نے داڑھی اگرچہ سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

ضبطی جائیداد کے سلسلہ میں ہم عصر مورخ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی مرتب "رقعات" "رقعات لچھمی نرائن" لکھتے ہیں لہ

"بعد انقضائے مدت دہ سال
دس سال کی مدت گزرنے کے بعد

لہ تاریخ اودھ جلد دوم از نجم الغنی خاں صفحہ ۲۷۱ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۱۹ء)

لہ رقعات لچھمی نرائن مرتبہ منشی فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی صفحہ ۵ (مطبع جعفری کانپور ۱۲۷۵ھ)

Marfat.com

کہ صحبت شاہ مدن بجہات شتی
کہ اظہار آں محض طول مقال
است از وزیر الممالک نواب
شجاع الدولہ بہادر برہم خوردہ
و دیہات جاگیر ایشاں کہ قریب
بر محاصل یک لکھ روپیہ بود
بضبط سرکار دولت مدار
درآمد شاہ موصوف باین
ہمہ طنطنہ مشیخت و سیادت
محبوس زندان شدند"

شاہ مدن کی شہرت تمام اطراف
میں پھیلی جس کا یہاں بیان کرنا
محض بات کو طول دینا ہے اور شاہ
مدن کی شہرت سے نواب شجاع الدولہ
برہم ہوئے اور ان کے گاؤں کی
جاگیریں جن کی آمدنی ایک لاکھ روپے تھی
سرکار دولت مدار کی ضبطی میں آگئے
اور شاہ مدن موصوف تمام شان و
شوکت، مراتب، سرداری کے ساتھ قید خانہ
میں قید کر دیئے گئے۔

اس سلسلہ میں مزید تفصیل نامہ مظفری میں ملاحظہ ہو[1]
"شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہو بیگم کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب و
حاسد شخص تھے شاہ (مدن) صاحب کے احترام سے انہیں دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ
کے دل میں شاہ صاحب کی برائیاں جماتے تھے شاہ صاحب حافظ الملک کے نہ در طرف دار تھے
کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے ارادت مند تھے بلکہ بعض راوی حافظ صاحب کو شاہ
صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور ان کی جاگیریں ضبط کر لیں اور اسی
پر اکتفا نہ کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام میں اثاث البیت اور مستورات کے زیورات
تک شاہ صاحب سے منگوا لیئے اس کے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب
کے صبر اور حافظ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوش نصیب نہ ہونے دیا
حافظ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے

---

[1] نامہ مظفری حصہ دوم از منشی محمد مظفر حسین خاں صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ (مطبع مجتبائی لکھنؤ ۱۹۱۷ء)

Marfat.com

بعد عین شباب میں ۵۴ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا"

شجاع الدولہ کے عہد کے دو واقعات کی طرف اشارہ اور ضروری ہے کہ اس کے عہد میں اس زمانے کے دو نامور فاضل ملا عبدالعلی بحرالعلوم (م ۱۲۳۵ھ / ۱۸۲۰ء) اور ملا محمد حسن فرنگی محلی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) اختلاف عقائد کی وجہ سے لکھنؤ سے خارج البلد کئے گئے، اور ان ہستیوں کو پھر کبھی اپنا وطن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ ملا عبدالعلی بحرالعلوم نے ساری عمر شاہجہان پور، رام پور، بنگال اور مدراس میں غریب الوطنی میں گزاری اور مدراس ہی میں پیوند خاک ہوئے۔ ملا محمد حسن نے رام پور میں سکونت اختیار کرلی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ لکھنؤ کی سرزمین ان افاضل پر فخر کرتی ہے مگر یہ حقیقت بھی ہے کہ اہل لکھنؤ اور حاکم لکھنؤ شجاع الدولہ نے ان کے ساتھ کیسا ننگ انسانیت سلوک کیا۔ ع

آسمان را حق بود گر خوں ببارد بر زمین

ملا عبدالعلی بحرالعلوم کے سلسلہ میں مولانا فضل امام خیرآبادی لکھتے ہیں[1]

"بعد ازاں بہ سببے از اسباب لکھنؤ برآمدہ چندے در رام پور ماند و آنجا بہ افادہ و افاضہ پرداختند"۔	اور اس کے بعد کسی سبب کی بنا پر لکھنؤ سے نکل گئے اور کچھ عرصہ رام پور میں قیام کیا اور اس میں افادہ و افاضہ کرتے رہے۔

مؤلف اغصان اربعہ اس سبب کی کسی قدر نشاندہی کرتے ہیں[2]

"در اوائل حال اور ملا عبدالعلی بحرالعلوم، را سانحۂ عظیمے در وطن پیش آمد، بہ سبب آں صورت قیام در آنجا مناسب ندیدہ، ہر چند اعانت و امداد	ملا عبدالعلی بحرالعلوم کے ابتدائی حالات میں ایک بڑا سانحہ اپنے وطن (لکھنؤ) میں پیش آیا جس کی وجہ سے انہوں نے وہاں رہنا مناسب نہیں سمجھا اگرچہ کہ عزیز و اقارب نے

---

[1] تراجم الفضلاء از فضل امام خیرآبادی صفحہ ۱۲ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی۔ کراچی ۱۹۵۶ء)

[2] اغصان الاربعہ للشجرۃ الطیبہ از ولی اللہ لکھنوی صفحات ۱۲۲۔ ۱۲۳ (مطبع کارنامہ فرنگی محل لکھنؤ ۱۲۹۸ھ / ۱۸۸۱ء)

از خویشاں وعزیزاں درخواست	ان کو مدد دینے کی درخواست کی
آنہا ہم شریک او گشتند	لیکن انہوں نے کہا کہ ہم ہمیشہ
لاکن گفتند کہ ما یاں مدام در	گھر میں نہیں رہ سکتے۔ مذکورہ
خانہ نمی باشیم.... ملا مذکور فساد	ارباب شہر کے فساد کو دیکھ کر
ارباب شہر دیدہ قیام دریں	وہاں قیام نہ رکھ سکے۔ اور وہاں
شہر نتوانست دراہی شاہجہان پور	سے شاہجہاں پور چلے گئے۔ وہاں
گشت حاکم آنجا حافظ رحمت خاں	کے حاکم حافظ رحمت خاں مرحوم
مرحوم آمدن فرزند مولانا نظام الدین	نے مولانا نظام الدین کے بیٹے کو
در ملک خود غنیمت دانست	اپنے علاقے میں آنے کو غنیمت سمجھا
بکمال اعزاز واکرام او گرفتہ وجہ	اور بڑے عزت واحترام کے ساتھ
معقول برائے مصارف طلبہ علم	ان کے طلبا کے اخراجات ومصارف
مقرر ساخت ونواب شاہجہاں پور	کے لئے معقول وظیفہ مقرر کر دیا
عبداللہ خاں مرحوم آمدہ اندرون	اور نواب شاہجہاں پور عبداللہ
قلعہ در حویلی خود اورا جا داد تا	خاں مرحوم نے تو آگرہ اندرون قلعہ
حیات حافظ رحمت خاں مرحوم	اپنی حویلی میں ان کو جگہ دی۔ اور
ہما جا سکونت	حافظ رحمت اللہ خاں مرحوم کی زندگی
داشت "	تک وہ وہیں مقیم رہے۔

واقعہ یہ تھا کہ بلگرام کا ایک رئیس نور الحسن خاں ملا بحر العلوم کے مدرسے کے پاس ان کے ایک عزیز مولوی محب اللہ کے مکان میں علاج کی غرض سے مقیم تھا محرم کا مہینہ آگیا اس رئیس نے وہاں تعزیہ منگوایا اس بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بحر العلوم کو جان کے لالے پڑ گئے انکو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور پھر کبھی وطن نصیب نہ ہوا۔ ملا حسن بھی اسی نوع کے قضیے میں لکھنؤ سے نکالے گئے، مؤلف اغصان الاربعہ لکھتے ہیں[1]

---

[1] اغصان الاربعہ ص۸

"بشرارت بعضے از حساد مفسدہ عظیم در وطن رو دادہ کہ در آں ہلاک خود را مشاہدہ ساخت و طعام وطن ممکن ندانستہ راہی روہیل کھنڈ شد و بقیہ عمر در حمایت حکام آں ملک بسر برد و در رام پور وفات یافت"

بعض حاسدین نے وطن میں فساد عظیم برپا کر رکھا تھا اور انہیں اپنی ہلاکت کا خطرہ نظر آ رہا تھا وطن میں آب و دانہ نہ دیکھ کر روہیل کھنڈ چلے گئے اور باقی عمر اس ملک کی حمایت میں بسر کی رام پور میں وفات پائی۔

شجاع الدولہ کے بعد نواب آصف الدولہ (۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء) مسند نشین حکومت ہوئے چونکہ فتح روہیل کھنڈ کے بعد جلد ہی شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہٰذا نظم و نسق کے قیام کی تمام پالیسی آصف الدولہ کو وضع کرنی پڑی، آصف الدولہ نے بڑی حد تک اپنے باپ اور دادا کی روایات کو برقرار رکھا، قدیم جاگیرداروں کی جاگیریں ضبط ہوئیں روہیلوں کے مرکزی مقامات کے محلات اور سرائیں ضبط ہو کر ان شیعہ عمال اور افسران کو ملیں جو آصف الدولہ کی طرف سے ان مقامات پر مقرر ہوئے آنولہ میں نواب علی محمد خاں کے قلعہ میں شیعہ سادات آباد کئے گئے، یہ لوگ ۱۹۴۷ء تک قلعہ کے ایک حصہ جو برجی میں قابض و دخیل رہے، تقسیم ہند کے بعد یہ تتر بتر ہو گئے، سید الطاف علی بریلوی لکھتے ہیں[1]۔

"شاہان اودھ کے عہد حکومت میں اہل تشیع حضرات کی مہذب و ذی علم آبادی کا کافی اضافہ ہوا۔ روہیل کھنڈ کے ہر ایک ضلع میں ہمارے ان بھائیوں کے مشہور خاندان آ کر سکونت پذیر ہو گئے اور حکومت کی جانب سے ان کو معقول زمینداریاں اور جاگیریں عطا کی گئیں، بریلی میں حسینی باغ، گزری کی مسجد اور آصف الدولہ کا کالا امام باڑہ وغیرہ اسی عہد کی مشہور یادگاریں ہیں"۔

محرم کے عزاداری کے سلسلہ میں بریلوی صاحب رقمطراز ہیں[2]

"سرزمین روہیل کھنڈ میں موجودہ زمانے کی سی دھوم دھام کی محرم داری جس میں باجے تاشے،

---

[1] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحہ ۱۸۱

[2] حیات حافظ رحمت اللہ خاں (طبع دوم) صفحات ۳۲۵ - ۳۲۶ -

نوبت، علم، تخت، تعزیوں وغیرہ کے جلوس نکالے جاتے ہیں اس کا رومیلوں کے دورِ حکومت یا اس سے قبل کے زمانے میں جہاں تک تحقیق کی گئی، وجود نہیں ملتا اس قسم کی تعزیہ داری کا سلسلہ بعد شہادت حافظ الملک والیانِ اودھ کے بست و ہفت سالہ عہدِ سلطنت میں شروع ہوا، کالا امام باڑہ تعمیر کردہ نواب آصف الدولہ اور بریلی میں شیعہ حضرات کی دوسری عمارتیں بھی اسی زمانے کی یادگار ہیں"۔

بسولی میں نواب دوندے خاں کا تعمیر کردہ شیش محل تھا اس کی ایک پرانی محل سرا میں میر مشرف علی کو مقیم کیا جو شجاع الدولہ کے زمانے میں ایران سے وارد لکھنؤ ہوئے تھے، ان کی اولاد تقسیم ملک تک اس محل سرا میں رہتی تھی اور یہ حصہ حویلی سادات کہلاتا تھا۔ اس خاندان کے آخری نمائندے سید محمود علی تھے قیام پاکستان کے بعد بسولی میں وہ فوت ہوئے اسی طرح اوجھانی کا قلعہ جو نواب عبداللہ خاں ولد نواب علی محمد خاں کا تعمیر کردہ تھا وہ بھی شیعہ سادات کو ملا اسی خاندان کے آخری آدمی سید شید اعلی بن سید حمزہ علی تھے۔ آصف الدولہ کے زمانے میں اوجھیانی میں د محلہ سابو کارہ، ایک وسیع اور عالی شان امام باڑہ بھی بنا تھا نواب آصف الدولہ نے خادم حسین خاں متولی امام باڑہ کو چھ گاؤں برائے امام باڑہ وقف کئے تھے اس امام باڑہ کی تمام عمارت ختم ہو گئی صرف صدر دروازہ باقی ہے اس خاندان کے آخری آدمی مرزا صفدر حسین تھے جو کراچی میں اندھے ہو کر مرے انہوں نے امام باڑہ کی تمام موقوفہ جائداد موضع نانکھیڑا اور بیر پور (ضلع بدایوں) بیچ کر خرد برد کر دی تھی۔

غرض کہ آصف الدولہ کے دور میں روہیل کھنڈ میں اثنا عشری مسلک کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حکومت کی طرف سے تحریص و ترغیب اور تنبیہ و تخویف کے حربے بھی استعمال کئے گئے۔ گزیٹیر مراد آباد کا درج ذیل اقتباس ملاحظہ ہو[1]

"اکبر کے عہد سے (نوابان) اودھ کے تسلط و حکومت کے ابتدائی زمانہ تک امروہہ کے تمام سید موخر الذکر مذہب (اہلِ سنت و جماعت) کے پابند تھے نوابانِ اودھ چونکہ بذاتِ خود غالی شیعہ تھے اس لئے امروہہ کے بہت سے سیدوں نے اپنا قدیم مذہب[2] (شیعیت) پھر اختیار کر لیا اور

---

[1] گزیٹیر مراد آباد صفحہ ۱۸۴ (مطبوعہ الہ آباد ۱۹۱۱ء)

[2] گزیٹیر کا یہ بیان درست نہیں کہ ان کا قدیم مذہب شیعہ تھا بلکہ ان کا قدیم مذہب اہلِ سنت و جماعت تھا۔

اس طرح تبدیل مذہب کرنے سے انہیں بہت سے دنیوی فوائد یعنی صحرائی و سکنائی جائداد واملاک کے حصول کی صورت میں حاصل ہو گئے۔

اس سلسلہ میں آل حسن بخشی مؤلف نخبۃ التواریخ کا بیان ملاحظہ ہو[1]۔

"سید علی احمد در ابتداء مذہب	سید احمد علی شروع میں اہلِ سنت
قدیم اہل سنت و جماعت داشت	وجماعت کا مذہب رکھتے
چوں اور وہم دیگر سادات	تھے چونکہ ان کو اور امروہہ
جاگیرداران امروہہ را بہ استخلاص	کے دوسرے سادات کو جن کی
محال جاگیر ضبط کردۂ نواب آصف	جاگیریں آصف الدولہ نے
الدولہ کہ دراں وقت متصرف	ضبط کرلی تھیں اور اس وقت
ایں ممالک بود اتفاقاً بہ لکھنؤ	ان کے قبضے میں اپنی جائیداد
افتاد و چند گاہ آنجا اقامت	کو واگذار کرنے کے لئے اتفاقاً
اختیار کردند و صحبت ہائے	لکھنؤ آنا پڑا وہاں قیام کیا
شیعان آنجا کہ معاون کار آناں	اور وہاں کے شیعوں سے وہ ان
بودند، برداشتند، الصحبۃ مؤثرہ	کے معاون بنے اور بمصداق
مذہب تشیع اختیار کردند پیش از دوریں	صحبت کا اثر بہت ہوتا ہے شیعہ مذہب
سلسلہ کسے متہم بہ شیعیت نہ شد"	اختیار کرلیا۔ اس سے پہلے وہ شیعہ نہ تھے

مولوی محب علی خاں عباسی مؤلف آئینہ عباسی اس مسلک کی اشاعت کا چشم دید حال اس طرح بیان کرتے ہیں[2]:

"اس شہر (امروہہ) میں بعد سالار غازی کہ آٹھ سو برس ہوئے ہوں گے اہلِ اسلام سادات و شرفا بود و باش رکھتے ہیں۔ سب کا ایک مذہب اہلِ سنت وجماعت تھا جیسا کہ آثار واطوار

---

[1] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اوّل از محمود احمد عباسی صفحہ ۲۶۹ (دہلی سنہ ۱۹۳۰ء)

[2] بحوالہ تاریخ امروہہ جلد اوّل صفحہ ۲۷۸۔

Marfat.com

دنعائیون و اخبار سے بخوبی ثابت ہے اب عرصہ ۷۵ برس سے بوجہ آنے عملداری نواب وزیر کے یہی اس مذہب کا موجد ہندوستان میں ہے بمصداق الناس علی دین ملوکہم بعض بعض نے بہ طمع نفسانی اپنے بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر تشیع اختیار کیا اب ہمارے سامنے اس مذہب کی ترقی ہوئی۔"

جنہوں نے نوابان اودھ کے مذہب کو قبول نہیں کیا ان کا کیا حشر ہوا اس کی داستان بھی سنیئے مولف تذکرہ کاملان رام پور علی برادران (مولانا محمد علی و شوکت علی مرحومین) کی ننہال کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں[1]۔

" اودھ کے تسلط روہیل کھنڈ کے وقت امروہہ کے امرا نے تبدیل مذہب اور حاضری دربار کی بدولت اپنی جاگیروں کو قائم رکھا اس خاندان میں سے کوئی سلطنت اودھ کے دربار میں شریک نہیں ہوا اس لئے کثیر حصہ جائداد کا ضبط ہو گیا۔"

بدایوں میں حکومت اودھ کی طرف سے ۱۱۸۷ھ میں خواجہ آفتاب خاں پہلا عامل مقرر ہوا اور اپنے پیش رو فتح خاں خانساماں (ت ۱۱۸۷ھ / ۱۷۷۲ء) کی حویلی میں مقیم ہوا کیونکہ فتح خاں کا خاندان قید ہو کر لکھنؤ اور الہ آباد پہنچ چکا تھا اسی زمانے سے بدایوں میں تعزیہ داری شروع ہوئی شیعہ حکام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تعزیہ داری کے جلوس حکام کی قیام گاہ محلہ بھاجی ٹولہ (حسینی گلی) سے نکالے گئے خواجہ آفتاب کے بعد بدایوں کے عاملوں میں خواجہ عین الدین، مہدی علی خاں، الماس علی خاں اور حسین علی خاں آئے[2] ان شیعہ حکام کے قیام کی غرض سے اس گلی سے خاص طور سے تعزیہ داری کے جلوس گذرنے شروع ہوئے اور ان کے قیام کی وجہ سے ہی اس گلی کا نام "حسینی" گلی پڑ گیا[3] خواجہ عین الدین اس مسلک میں بڑے غالی تھے[4]

" وہ ائمہ اطہار سے بے حد محبت رکھتا تھا یہ روایت مشہور ہے کہ عشرۂ محرم میں معمول تھا کہ

---

[1] تذکرہ کاملان رام پور از حافظ احمد علی خاں صفحہ ۱۳۰ ۔

[2] تذکرۃ التواریخ (تاریخ بدایوں) از مولوی عبدالحی صفا بدایونی صفحہ ۳۸-۳۹ (مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۸۷۹ء)

[3] بدایوں کے اس تاریخی کوچہ "حسینی گلی" کی طرف ذرا اشارہ کرنا ضروری ہے ۱۸۸۶ء و ۱۸۷۷ء میں مسٹر لیمب کلکٹر بدایوں کے زمانے میں عشرۂ محرم اور دسہرہ ایک ساتھ پڑے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان بعض امور پر جھگڑا ہوا ہندو مانع تھے کہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

عاشورے کو تمام مال ومتاع ونقد وجنس اور عمارات اور زن ومرد بلکہ اپنی ذات سمیت جناب سید الشہدا کے نام خیرات کر دیتا تھا اور پھر قرض ادھار سے زر نقد پہنچا کر مول لیتا تھا جس جگہ تھوڑے دنوں کے لئے جاتا تو امام باڑہ اور مسجد کی پہلے نیو ڈالتا۔"

بدایوں میں اس مسلک کی ترویج واشاعت کے متعلق مولوی محمد سلیمان بدایونی (ف ۱۹۶۳ء) اپنے ایک مقالہ "بدایوں کے اہل تشیع" میں لکھتے ہیں[1]

"صورت نگھ نے بدایوں کا چارج لے کر اندازہ کیا کہ عوام کی تالیف قلوب عطیات سے کی جاوے اور علماء میں سے بھی انتخاب کر کے مخالفت کی آواز کو بالکل اٹھنے نہ دیا جائے چنانچہ اس کی نظر انتخاب مفتی محمد علی صدیقی حمیدی اور مولوی محمد علی عثمانی پر پڑی، مولوی صاحب (محمد علی عثمانی) نے موضع شادی پور تحصیل داتا گنج میں معافی کی اراضی لے کر سکوت اختیار کر لی۔ مفتی صاحب نے علاوہ ہدایا اور عطایا کے حکومت کا مذہب بھی اختیار کر لیا اور ان کی اولاد اس وقت تک شیعہ ہے۔ بر تمام ہیں مفتی جی کی ترویج شیعیت سے ان کے اکثر عم زادوں نے شیعیت اختیار کی مفتی جی کے بیٹے مفتی مظفر علی نے "مروج الشیعہ فی البدایوں" لکھی ایک امام باڑہ تعمیر کرایا جو بڑا امام باڑہ کہلاتا ہے یہ میرے مکان کی شمالی حد تھی اس امام باڑے کے نام موضع خیرپور[2] تحصیل

اس گلی سے تعزیے نہ نکلیں مسلمان معترض تھے کہ حسب معمول نکلنے چاہئیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ محلہ اور راستہ قطعاً ہندوؤں کی بستی ہے صرف ایک دو مکان مسلمانوں کے نہایت بعد اور ایک مزار اس گلی میں ضرور واقع ہیں، اس جھگڑے کے موقع پر مسٹر نیل کمشنر روہیل کھنڈ کے معائنہ کے وقت مسلمانوں نے اس مزار کا فرضی نام "سید حسین شہید" رکھ کر اسی نام سے "حسینی گلی" منسوب کیا۔ تنقیح طلب یہ ہے کہ یہ محلہ پورا ہندوؤں کا ہے اس راستے سے مسلمانوں کے علم، تعزیے اور جلوس کیوں نکلے جبکہ وہ محلہ میں آباد نہیں شہر کے اور راستے ہو سکتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ اودھ کے شیعہ حکام کی وجہ سے تعزیہ داری کے جلوس اسی گلی سے نکلے اور اسی وجہ سے اس گلی کا نام حسینی گلی پڑا۔ [4] تاریخ اودھ جلد سوم ص ۱۵۳

[1] بدایوں کے اہل تشیع از مولوی محمد سلیمان بدایونی صفحہ ۶، سائیکلو اسٹائلڈ، کراچی ۱۹۵۹ء ملوکہ محمد ایوب قادری۔

[2] اس امام باڑے کے لئے خیرپور (ضلع بدایوں) میں ۲۱۴ ایکڑ اراضی وقف تھی، ملاحظہ ہو۔ بدایوں کی معافیات کا داخل نامہ مورخہ ۹ اگست ۱۸۷۵ء جاری شدہ صدر بورڈ آف ریونیو شمالی مغربی صوبہ، آگرہ (محمد ایوب قادری)

Marfat.com

بدایوں میں بانی مطلب نواب آصف الدولہ ہے۔"

اسی زمانے میں بدایوں کے مشہور شاعر ظہور اللہ خاں نوا (ف ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۰ء) ولد مولوی علی بخش تلمیذ حمیدی نے بھی اثنا عشری مذہب اختیار کر لیا تھا۔ مدتوں لکھنؤ، حیدرآباد اور ایران کے درباروں میں رہے۔ ان ہی درباروں کے اثر سے یہ مسلک اختیار کیا ہوگا۔ بدایوں میں ایک اور امام باڑہ ۱۲۲۱ھ / ۱۸۰۶ء میں تعمیر ہوا۔ ضلع بدایوں کے قصبہ اسلام نگر میں بھی شیعہ سادات عہد آصفی کی یادگار ہیں۔ اسلام نگر میں ایک امام باڑہ بھی تھا۔ شیعہ سنی تعلقات کے سلسلہ میں مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں[1]:

"بدایوں میں شیعہ سنیوں میں اس وقت تک باہم دگر شادی و بیاہ ہوتے ہیں مگر دائماً شیعہ لڑکیوں کی اولاد شیعہ ہوتی ہے اور اکثر سنی لڑکیاں اپنے خاوندوں کے مذہب پر شیعہ ہو جاتی ہیں۔ بدایوں شہر (حدود میونسپلٹی) کا کوئی سید شیعہ نہیں ہے جتنے بھی ہیں شیخ صدیقی ہیں نہ حیدری نہ علوی نہ جعفری"

نواب آصف الدولہ نے ۱۲۰۹ھ / ۱۷۹۴ء میں رام پور پر چڑھائی کی اور ریاست کا ایک حصہ ضبط کر لیا اس واقعہ کی تہہ میں بھی مذہبی جذبہ کارفرما تھا۔ نواب فیض اللہ خاں کے انتقال کے بعد ان کے فرزند نواب محمد علی خاں مسند نشین ریاست ہوئے چونکہ وہ [illegible] آصف الدولہ کے دربار لکھنؤ میں رہ چکے تھے اس لئے نواب کی ترغیب سے انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ انہوں نے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد [illegible] پٹھانوں پر بھاری کیا انہوں نے غلام محمد خاں کو [illegible] محمد علی خاں کو قتل کر دیا پس پھر کیا تھا انگریزوں کو ساتھ لے کر آصف الدولہ نے فوج کشی کی اور مقتول کے صاحبزادے احمد علی خاں کو مسند نشین کیا۔ اسی زمانے سے رام پور میں شیعیت کا زور ہوا اور نواب کلب علی خاں کو چھوڑ کر رام پور کے تمام نواب اثنا عشری ہوئے۔ نواب محمد سعید خاں کے زمانے میں شاندار امام باڑہ تیار ہوا۔

مارہرہ ضلع ایٹہ کا مشہور قصبہ ہے یہاں پیرزادوں کا ایک قدیم مشہور خاندان ہے جس میں نامی گرامی مشائخ گذرے ہیں۔ ان کا تعلق بلگرام کے سادات سے ہے۔ ان میں اثنا عشری مسلک کی تردید کے سلسلہ میں اسی خاندان کے ایک مورخ مولوی سید محمد میاں مارہروی لکھتے ہیں[2]:

---

[1] بدایوں کے اہل تشیع صفحہ ۸۔

[2] خاندان برکات از مولوی سید محمد میاں صفحہ ۸۱ - ۸۲ (مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۹۲۷ء)

ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فی الحال سب بحمد اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آئے تھے اور اس دین متین و مذہب مہذب میں تعصب و تغلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے اور اگر اودھ کی رافضی سلطنت کے قرب اور اثر سے بلگرام اور اس کے نواح کے مقامات میں رہنے والے بعض ہماری نسل کے منتسبین میں شیعیت کا دخل ایک عرصہ کثیر و دراز سے ہو گیا تھا، جو بامتداد زمانہ بڑھتا رہا مگر بحمدہٖ تعالیٰ ہمارے اجداد کرام کے علم و فضل ظاہری و باطنی اور ان کی پختگی دین و مذہب و حفاظت شریعت نے ہمارے مارہرہ کی نسل میں اس ضلالت کو داخل نہ ہونے دیا جہاں تک معلوم ہوتا ہے اول جامیاں صاحب[1] لکھنؤ اور پورب کی صحبتوں سے اس طرف مائل ہوئے اور اب ان کا نام بختہ کی نسل کی جو حالت ہے وہ میں اوپر بتا چکا ہوں اور حضرت سید شاہ آل حسین سچے میاں صاحب قدس سرہٗ کے بعد ان کے دوسرے بیٹے سید محمد تقی خاں صاحب سے ان کی نسل میں بھی شیعیت کی کچھ کچھ داغ بیل پڑنا شروع ہوئی اور اب فقیر کے علم میں اس نسل کا کوئی بھی ایسا نہیں جو شیعہ بتفاوت مراتب نہ ہو اور ہمارے حضرات کی صاحبزادیوں کی بھی جو نسل مارہرہ سے باہر کوات، بلگرام، باڑی سانڈی وغیرہ میں ہے ان میں بھی ایک عرصے شیعیت گھس گئی ہے"

چونکہ آصف الدولہ کے دور میں علاقہ روہیل کھنڈ میں خاص طور سے اثنا عشری مسلک کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ تفصیلی جائزہ لیا ہے آصف الدولہ کو ان کے نائب سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں کی وجہ سے اس معاملہ میں خاصی دلچسپی تھی مولوی سید عبد الحئی مصنف گل رعنا لکھتے ہیں۔[2]

"نواب آصف الدولہ کے زمانے کا یہ کارنامہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ لہو ولعب میں مشغول ہونے کے ساتھ مذہب تشیع کی اشاعت میں انہوں نے دل سے کوشش کی ان کے نائب حسن رضا خاں بھی مذہبی آدمی تھے وہ بھی اس کوشش میں لگے رہتے تھے ان کی کوششوں سے ہزاروں

---

[1] جامیاں کا نام آل امام عرف بڑا تھا ہے ۱۱۹۰ھ میں پیدا ہوئے ۸ رمضان ۱۲۴۸ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے دیکھئے خاندان برکات ۲۴-۲۵ ۔ [2] گل رعنا از مولوی عبد الحئی صفحہ ۱۶۲-۱۶۳ ۔

خاندان سنی سے شیعہ ہو گئے اور ان کو جاگیریں ملیں اور جو اپنی سند پر قائم رہے ان کی جاگیریں جو شاہان مغلیہ کے وقت سے چلی آتی تھیں ضبط کی گئیں۔"

سید غلام علی نقوی مصنف عماد السعادت لکھتے ہیں۔[1]

"در بیان جمعہ و جماعت در اثنا	اثنا عشری شیعوں میں نماز جمعہ و
عشریان در لکھنو از حسن رضا	جماعت کی بنیاد حسن رضا
خاں بودہ است در ہیچ شہرے	خاں نے لکھنؤ میں رکھی ورنہ
از شہر ہائے ہندوستان نماز	ہندوستان کے کسی دوسرے شہر
جمعہ و جماعت در مذہب	میں نماز جمعہ و جماعت امامیہ
امامیہ رائج نبود بلکہ کسے را	مذہب میں رائج نہ تھی بلکہ
گمان این ہم نہ بود کہ در ایران	کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی
و بلاد عرب نماز جماعت در	کہ ایران اور عرب کے شہروں میں
عشریان گذاردہ می شود۔	شیعوں میں نماز ادا کی جاتی ہے

سید کمال الدین حیدر شہدی اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے لکھتے ہیں۔[2]

"دوسرا امر حسنات دینی یہ ہوا کہ لکھنؤ میں مؤمنین برائے نام شیعہ تھے اور اپنی عدم واقفیت سے اعمال عوام خلاف بھی کرتے تھے اس قدر ضروریات مذہب سے آگاہ نہ تھے اور بعض جواز راہ علم سے واقف تھے طریقہ ہدایت پند وعظ و جماعت نماز علی رؤس الاشہاد نہ کہہ سکتے تھے ہر چند اپنے ایمان میں کامل تھے یہ ترقی شریعت محمدی کی فقط مرزا حسن رضا خاں کی جہت سے ہوئی اتفاقاً اسی زمانے میں مرزا جواں بخت شاہزادے فرزند شاہ عالم ثانی مہمان جناب عالی (آصف الدولہ) تھے کس واسطے کہ وہ سُنی تھے پہلے نماز جمعہ جماعت میں جناب عالی

---

[1] عماد السعادت از سید غلام علی نقوی صفحہ ۱۳۷ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۴ء)

[2] قیصر التواریخ جلد اول ۱۱۳، ۱۱۴ (نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۹۶ء)

Marfat.com

(آصف الدولہ) بھی شریک ہوئے جناب غفران مآب سید دلدار علی زیارت عتبات عالیات اور تحصیل کتب فقہ امامیہ اور اجازت جہاد (اجتہاد؟) جناب میر سید علی صاحب طباطبائی نے کرائے تھے صائنین متقدسین جو اس زمانے میں صاحب احتیاط مشہور تھے ان کے صلاح و مشورت سے جناب غفران مآب کا جانا بھی عتبات عالیات کا ہوا تھا نظر باحتیاط امامت نماز اپنی گوارا نہ کی ان کے واسطے تجویز کی تھی دگر نہ جناب غفران مآب مرزا حسن خاں کے بیٹے کے معلم تھے غرض غفران مآب پیشوا و مقتدائے مومنین ہوئے چنانچہ ان کے فیضان صحبت سے بہت سے شیعہ نکلے بہت سے شاگرد رشید ہوئے جن کی تعلیم و تلقین سے اکثر جاہل ناواقف اپنے اعمال خلاف سے باز رہے توفیق ہدایت پائی اور رواج درس و تدریس و تصانیف ہونے لگا اور دستخط احکام مسائل اثنا عشریہ جاری ہوئے"۔

"صائنین و مقدسین" کی نشاندہی کرتے ہوئے سید عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں۔[۱]

"شاہ اکبر علی چشتی مودودی کے مشورہ اور ملا محمد علی فیض آبادی کی تحریک سے نواب حسن رضا خاں نے جمعہ و جماعت قائم کرکے سب سے پہلے مولوی سید دلدار علی نصیر آبادی کے اقتدا میں ۱۳ رجب سنہ ۱۲۰۰ھ کو نماز ادا کی یہ پہلا دن ہے کہ وسط ہند میں شیعوں نے اپنا جمعہ و جماعت علیحدہ کر لیا نائب امام کی حیثیت سے مجتہدین کے ہاتھ میں زمام مذہب دی"۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی مساعی جمیلہ کے سلسلہ میں مولوی مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں[۲]

"وقتیکہ جناب غفران مآب	جس وقت کہ غفران مآب نے ان شہروں
دریں بلاد بنائے اقامت جمعہ	میں نماز جمعہ قائم کرنے کی
و جماعت فرمودہ واشاعت شعائر	بنیاد رکھی اور شریعت کے طریقوں
شریعت نمودہ، باعث آں ملا	کو جاری کیا اس کا سبب
علی مذکور شد کہ بہ ترغیب و تحریص	ملا علی تھے کہ انہی کے کہنے سننے

۱؎ گل رعنا صفحہ ۱۵۴ ۔ ۲؎ نجوم السما از مرزا محمد علی صفحہ ۳۵۱ (مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ)

Marfat.com

او این امر خیر از نواب آصف	سے یہ کار خیر نواب آصف الدولہ
الدوله وزیرش نواب سرفراز	اور اس کے وزیر سرفراز الدولہ
الدوله مرزا حسن رضا خان مرحوم	مرزا حسن رضا خاں مرحوم و ملا
که از عقیدت مندان ملا علی بودند	علی کے عقیدتمندوں میں تھے ظہور
بظهور پیوست"	پذیر ہوا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کی "ترغیب و تحریص" کے سلسلہ میں یہی مصنف رقمطراز ہے۔[1]

"در این اثنا قدوة الافاضل و	اسی درمیان قدوة الافاضل فخر
فخر الاماجد والاماثل مقبول بارگاه	الاماجد درگاہ خداوندی میں مقبول
الاله ملا محمد علی کشمیری ملقب به	محمد علی کشمیری جن کا لقب پادشاہ طلبا
پادشاه طلاب طاب ثراه که در علم فقه	ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے جو علم و فقہ
علم اشتهار برافروخته و در فیض آباد	دین میں شہرت رکھتے تھے فیض آباد
رحل اقامت انداخته بود در رسالهٔ	اقامت پذیر تھے ایک رسالہ نماز
در بیان فضیلت نماز جمعه که	جمعہ کی فضیلت میں صحیح حدیثوں
از احادیث ماثوره وغیر آن با دله	اور قانون شریعت سے ثابت
شرعیه واضح است تالیف نموده	ہے تالیف کی اور نواب آصف الدولہ
و خطبهٔ آنرا بنام نامی جناب نواب	کے نام اس کا خطبہ مزین کیا
مرحوم آصف الدوله مزین فرموده	اس میں پانچ باب قائم کئے
و در پنج باب مبوب گردانیده و	اور اس کے چوتھے باب
باب چهارم آن را متضمن اسامی	میں تین نام جو ان کی تحقیق کی
هرکس را که برطبق تحقیق شان درین	بنا پر پیش نماز بننے کی

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۷

بلاد قابلیت پیش نمازی داشتند	قابلیت رکھتے تھے لکھے
نوشتہ باب پنجم را متضمن التماس	اور پانچواں باب وزیرالممالک
کہ بخدمت وزیرالممالک نواب	نواب آصف الدولہ سے
آصف الدولہ مرحوم کردہ دراں	التماس سے متعلق تھا ارسال
رسالہ مندرج ساختہ مرسل نمودہ"	خدمت کیا۔

ملا محمد علی فیض آبادی کے اس رسالہ کا خاطر خواہ اثر ہوا یہی مؤلف لکھتا ہے[1]

"در سخن ملا علی در دل نواب مرحوم	ملا علی کی تجویز نواب آصف الدولہ
(آصف الدولہ) استقرار یافت	کے دل کو لگی اور پکا قصد کیا
دچناں تصمیم فرمود کہ ہرگاہ اتفاق	کہ جب بھی جناب مولانا اپنے
مراجعت جناب مولانا از وطن	وطن سے لکھنؤ آئیں نماز جماعت
بلدۂ لکھنؤ افتد تکلیف گزاردن	ادا کرنے عالیجناب زحمت
نماز جماعت باں عالی جناب	فرمائیں۔ نواب جنت
نماید افتاد نواب جنت مکاں التماس	مکان نے نماز کا حکم دیا
گزاردن نماز بجماعت فرمودہ	اور سختی سے عمل کیا۔
دریں باب مبالغہ از حد گزرانید"	

آصف الدولہ نے لکھنؤ میں دس لاکھ روپے کی لاگت سے ایک بڑا امام باڑہ تیار کرایا اور نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی آصفی دور کی سب سے اہم دریافت "درگاہ حضرت عباس" کا قیام ہے، ایک شخص فقیرا نام نے ایک علم دریائے گومتی کے کنارے پوشیدہ دفن کردیا اور مشہور یہ کیا کہ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ "حضرت عباس کے ہاتھ میں جو علم معرکۂ کربلا میں تھا وہ فلاں مقام پر دفن ہے تو اس کو نکال لے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو علم نکلا رفتہ رفتہ اس بات کی شہرت

---

[1] نجوم السماء صفحہ ۳۴۹

Marfat.com

بدولت ضعیف الاعتقاد عوام منت مرادیں مانگنے لگے اتفاق سے ایک روز نواب آصف الدولہ اپنے کسی خدمت گار سے خفا ہو گیا اور کہا کہ کل تیری ناک کٹوا دوں گا۔ وہ بھی بھاگا ہوا درگاہ عباس پر منت مانگنے پہنچ گیا۔ آصف الدولہ کو دوسرے دن یاد بھی نہ رہا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ مہربان ہو گیا ایک روز خادم نے باتوں باتوں میں نواب کو اسی واقعہ یاد دلاتے ہوئے کہا "بعنایت خدا و بہ تصدق علم جناب عباس علیہ السلام و تفضلات حضور ناک غلام کی بچ گئی"۔ نواب آصف الدولہ نے علم کی کیفیت پوچھی، نواب آصف الدولہ نے فقیرا کو بلا کر ایک ہزار روپیہ دیا۔ نجم الغنی خان لکھتے ہیں:۔

"نواب آصف الدولہ ہزار جان و دل سے شہدائے کربلا کے جان نثار تھے اس علم کی زیارت کے لئے آئے گئے اور ایک گنبد اینٹوں کا وہاں تعمیر کرا دیا۔ یہ گنبد اور بھی موجب ترقی ہوا"۔[1]

نواب آصف الدولہ کے سریر آرائے حکومت ہونے کے بعد ان کے بھائی سعادت علی خاں (ف ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء) روز ایلکھنڈ کی صوبیداری سے معزول ہو کر بنارس پہنچے تو سعادت علی خاں نے نیت کی کہ اگر آصف الدولہ کے بعد لکھنؤ کی حکومت مجھے ملا گئی تو میں علم جناب عباس کی درگاہ کو رونق دوں گا چنانچہ آصف الدولہ کے متبنّیٰ وزیر علی خاں کے علیحدہ ہونے کے بعد سعادت علی خاں نواب اودھ بنے اور ان کی دلی مراد برآئی، نواب سعادت علی خاں نے درگاہ علم عباس کے گنبد خشتی کو طلائی کیا اور درگاہ کو وسعت دی۔ اس میں دو درجے زنانے اور مردانے قائم کئے اور وہاں کی رونق بہت بڑھ گئی اس کے بعد غازی الدین حیدر نے بلند نقار خانہ بنوایا۔ نوبت اور گھڑیال رکھے گئے اندرون درگاہ، دروازہ اور منبر چاندی کے بنائے گئے اور آرائش کا سامان رکھا گیا۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں ملکۂ زمانیہ نے درگاہ کا باورچی خانہ تعمیر کرایا۔[1] غرض اس قسم کی درگاہیں قائم کر کے عوام کے لئے عقیدت کے آستانے فراہم کئے گئے۔[2]

---

[1] درگاہ علم حضرت عباس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ اودھ از نجم الغنی خاں جلد سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۲، ۳

[2] ماہنامہ عارف" لاہور ستمبر ۱۹۶۳ء میں " رضا کار لاہور" مجریہ ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء سے ایک مضمون نقل ہوا ہے جس کا عنوان ہے " قافلہ بنوت لاہور میں" مضمون نگار کا نام حکیم خادم اسلم ہے، جنہوں نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی صاحبزادی رقیہ زوجہ مسلم بن عقیل کی پانچ بہنوں کے ہمراہ واقعہ کربلا (۶۱ھ) کے بعد ہندوستان آئیں اور لاہور میں " بیبیاں پاکدامناں" کی جو قبریں ہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہم نے اودھ کے پہلے چار حکمرانوں کے دور کا جائزہ لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اثنا عشری مسلک کی اشاعت میں بھرپور کوشش کی آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ انگریزوں کی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی۔ مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی لکھتے ہیں[1]

"نواب وزیر اودھ کے خاص محل کے ذاتی اثر نے اس (امامیہ مسلک) کو لکھنوی تمدن کا ایک نمایاں عنصر بنا دیا۔"

اسی زمانے میں دہلی میں ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا (ف ۱۱۹۶ھ / ۱۸۸۲ء) شاہ عالم ثانی کی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بنے ہوئے تھے ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم ثانی دہلی آئے تو انگریزوں نے نجف خاں کو سپہ سالار فوج کی حیثیت سے بادشاہ کے ساتھ بھیجا امرا کی آپس کی کمزوری، انفاق اور دشمنی نے موقع دیا کہ وہ سب پر بازی لے گئے وہ اپنے عقائد میں نہایت متصلب اور متعصب تھے مرزا محمد علی مؤلف نجوم السما لکھتے ہیں[2]

"نواب نجف خاں مرحوم کہ سرآمد امرائے روزگار، او از شیعان ائمہ اطہار بود"	نواب نجف خاں جو اپنے عہد کے بڑے امرا میں سے تھے وہ شیعان ائمہ اطہار میں تھے۔

شیخ غلام ہمدانی مصحفی لکھتے ہیں[3]

"در عہد شاہ عالم بادشاہ کہ بہ سبب بودن امیر الامرا ذوالفقار	شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں امیر الامرا ذوالفقار الدولہ بہادر

وہ ان ہی خواتین کی ہیں مضمون میں کشف و کرامات اور افسانے کے سوا کچھ نہیں ہے تاریخ کا منہ چڑایا گیا ہے۔ حیرت تو ہمیں مدیر "عارف" عبد الرحمٰن شوق مصنف تاریخ اسلام پر ہے کہ انہوں نے اپنے موقر جریدہ میں کیسے نقل کر دیا، پیر غلام دستگیر نامی (ف ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء) نے اس کی تردید فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو تاریخ جلیلہ از پیر دستگیر نامی صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ (لاہور ۱۹۶۰ء)

[1] لکھنؤ کا دبستان شاعری از ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صفحہ ۲۸ (لاہور ۱۹۵۵ء) [2] نجوم السما صفحہ ۳۵۳ —

[3] عقد ثریا از غلام ہمدانی مصحفی (مرتبہ مولوی عبد الحق) صفحہ ۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۴ء)

Marfat.com

الدولہ بہادر در دہلی علوی اہل	کی وجہ سے علوی شیعہ حضرات
تشیع بیشتر بود۔"	دلی میں بہت ہوئے۔

ذوالفقار الدولہ نجف خاں امیر الامرا کا دس گیارہ سال تک دہلی میں استیلا اور غلبہ رہا ان کے زمانے میں ان کے مسلک کو بڑا فروغ اور سنیوں کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ مرزا مظہر جان جاناں لکھتے ہیں۔[1]

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ	جس دن سے نجف خاں ہے اس
نجف خاں، است از شاہ	شہر میں امیر و غریب سب تباہ
تا گدا تباہ است"	حال ہیں۔

اکابر صحابۂ کرام مثل خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر حضرت مظہر جان جاناں جیسے شیخ کی موجودگی میں مرثیہ خواں تبرا کرتے تھے ملفوظات مظہری میں ہے۔[2]

"حضرت ایشاں (مرزا مظہر	حضرت مرزا جان جاناں فرماتے تھے
جان جاناں) می فرمود کہ یک بار	کہ ایک دفعہ مجھ فقیر کا شیعہ مرثیہ
فقیر را بر جمع از مرثیہ خوانان	خوانوں کے مجمع کی طرف گذر ہوا
شیعی اتفاق گذر افتاد ناگاہ	اچانک ان میں سے ایک نے حضرت
یکے از آناں بے ادبی در جناب	عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بے ادبی
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	کی زبان کھولی، جس کے برداشت
کشود چو تاب تحمل وطاقت	کی قوت نہ رہی اور اختیاری
ضبط آں نماند زمام اختیار	لگام ہاتھ سے جاتی رہی۔
از دست رفت"	

اس زمانے میں دہلی میں محرم کی مجالس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیائے عظام کے بعد حضرت

---

[1] کلمات طیبات (ملفوظات و مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں) مرتبہ ابو الخیر محمد بن احمد مراد آبادی صفحہ ۵۴ (مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولات مظہریہ از مولوی نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۵۰ (مجتبائی نظامی کانپور، ۱۲۷۵ھ)

شاہ عبدالعزیز دہلوی پر تبرا ہوتا تھا[1]۔ مرزا نجف خاں کے زمانے میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف بزرگ اور اجل شیخ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی شہادت ہوئی حضرت مرزا نے اس دور میں شیعیت کے طوفان کو بڑی پامردی سے روکا تھا اور عقائد اہل سنّت کی حکیمانہ انداز میں تبلیغ کی، مرزا صاحب کے مکتوبات اس پر شاہد ہیں[2]۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان کے ایک لشکری فولاد خاں شیعہ[3] نے مرزا صاحب کو شہید کیا ایک ہم عصر تذکرہ نگار لکھتا ہے[4]

"دردورۂ نواب نجف خاں بہ سبب اختلاف مذہب از دست شخصے شیعہ بضرب طپانچہ رخصت شہادت یافت" نواب نجف خاں کے عہد میں صرف مذہبی اختلاف کی وجہ ایک شیعہ کے ہاتھوں بندوق کی گولی سے شہید ہو گئے۔

ایک قریب العصر مورخ مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں[5]:

"جناب مرزا کو نواب نجف خاں کے ایک نادان شیعہ لشکری نے رات کے وقت آکر حضرت کو تنہا پا کر بندوق کی گولی مار دی اس شیعہ لشکری نے یہ کام مذہبی تعصب کی بنا پر کیا اس زخم نے مرزا مظہر جان جاناں کو ان کے بزرگوں کے پاس پہنچا دیا کہتے ہیں کہ شاہ عالم

---

[1] اخبار رنگیں از سعادت یار خاں رنگیں (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق) صفحہ ۲۰ (پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۹ء) مرزا محمد رفیع سودا نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ہجو کی ہے۔ قصیدہ کا مطلع ہے ؎

گردوں چمن میں اگر جائے غزل خوانی — تو بلبلیں ہوں میرے پیچھے کی دیوانی

تفصیل کے لئے دیکھیے "سودا" از شیخ چاند صفحہ ۲۵۵ (اورنگ آباد ۱۹۳۶ء)

[2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کلمات طیبات مرتبہ ابوالخیر محمد (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و مقامات مظہری مرتبہ شاہ غلام علی مجددی (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ) و معمولات مظہریہ مرتبہ مولوی نعیم اللہ بہرائچی (مطبع نظامی ۱۲۷۵ھ)

[3] آب حیات از شمس العلماء محمد حسین آزاد صفحہ ۱۴۴ (شیخ مبارک علی، لاہور)

[4] طبقات سخن از مبتلی میر ٹھی بحوالہ مرزا مظہر جان جاناں اور ان کا اردو کلام صفحہ ۹۴

[5] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد اول صفحہ ۲۲۹ ۔

Marfat.com

نے اس سانحہ کو سن کر انگریز ڈاکٹر کو معالجہ کے لئے تجویز فرمایا اور نجف خاں کو تاکید کی کہ ان کے قاتل کو پکڑ کر قصاص کے لیے حضور میں پیش کریں جناب مرزا نے اس حالت میں بادشاہ کو مضمون لکھا۔

دستِ شیعہ کے زخم کا علاج عیسائی سے کرانا اپنے کی شکایت غیر سے ہے جس کو میں اچھا نہیں سمجھتا اور فقیر کا قاتل اگر گرفتار ہو جائے تو اس کو احقر ہی کے حوالے کر دیں تاکہ بطریق معافی خود قصاص لے لوں۔[1]

علی ابراہیم نے گلزار ابراہیم میں لکھا ہے![2]

"گویند بہ سبب تعصب مذہب و منع تعزیہ سید الشہدا علیہ السلام نمی نمود بدیں حمیت از دست یکے از ساکنان دہلی در سنہ یک ہزار و یک صد و نود و چہار ہجری[2] کہ عمرش قریب صد بود کہ مقتول شد۔"

کہتے ہیں کہ مذہبی اختلاف اور سید الشہدائے کے تعزیے کے منع کرنے کی وجہ سے دلی کے ایک باشندے کے ہاتھوں ۱۱۹۴ ہجری جس وقت آپ کی عمر سو کے قریب تھی قتل کر دیئے گئے۔

علی لطف اس سلسلہ میں کچھ مزید گوہر افشانی فرماتے ہیں[3]۔

"کہتے ہیں کہ ہفتم روز عاشورہ کو لب بام پر اپنے گھر میں سر راہ بیٹھے تھے اور کوئی سردار روہیلوں کا بھی آیا تھا واسطے ان کی ملاقات کے ناگاہ گزر شیدوں کا انکے زیر بام سے ہوا اس روہیلے نے کھڑے ہو کر سینہ زنی بھی کی اور موافقت اسلام سے ہوا اور میرزائے مذکور جس طرح بیٹھے تھے اسی طرح بیٹھے رہے بلکہ متبسم ہو کر فرمانے لگے کہ بارہ سو برس

---

[1] علم و عمل (وقائع عبد القادر خانی) جلد اوّل صفحہ ۲۲۹

[2] گلشن ہند از مرزا علی لطف (تحشیہ و تصحیح از شبلی نعمانی و مقدمہ از مولوی عبد الحق) صفحہ ۲۱۶ (حیدر آباد دکن ۱۹۰۶ء)

[3] گلشن ہند صفحہ ۲۱۷ یہ تاریخ غلط ہے۔ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ / ۱۸۹۰ء کو یہ واقعہ ہوا۔

Marfat.com

جس مقدمہ کو ہو چکے ہوں ہر سال اسے زندہ کرنا کیا بدعت ہے اور لکڑیوں کو سلام و تسلیم کرنا نہایت عقل کی خفت ہے یہ گفتگو بجنسہ وہ لوگ جو علم اور رشد وں کے ساتھ تھے انہوں نے سنی اور تعصب کی مرزائے مذکور کے امام باڑوں میں اور محفلوں میں دو تین شب گفتگو رہی آخر شب شہادت کو کہ عبارت شب چہار دہم عاشورہ سے ہے کوئی شخص ان کے دروازہ پر آیا اور ان کو باہر بلوایا جب باہر آئے تو بے گفتگو ایک چوٹ طمنچے کی نذر کی اور کام ان کا پورا کر کے ناوہ راہ اپنے گھر کی لی۔

غرض نجف خاں کی امیر الامرائی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں جیسے اجل شیخ دن دہاڑے قتل ہو گئے جن کے ہزاروں مرید و معتقدین، پاک و ہند میں پھیلے ہوئے تھے خود دہلی میں ان کا بڑا اثر و قبولِ عام تھا اور پھر اس ظلم صریح کی داد نہ فریاد۔

شاہ غلام علی دہلوی لکھتے ہیں[1]

"نجف خاں کہ بر تغافلے او	نجف خاں کی شہ سے یہ جرم ہوا
مرتکب ایں امر و شہادت مرزا	اور مرزا کی موت واقع ہوئی اس
شدہ بود ند و دے در اجرائے	نے اس جرم پر حد جاری کرنے
حد تغافل کرد، عنقریب مرد	سے تغافل برتا وہ خود بھی مرا
و اتباع او باہم مجادلات نمودہ	اور اس کے متبعین میں باہم
رخت حیات بر بستند نشانے	فسادات ہوئے وہ مرے کہ ان
از آں ظالماں پیدا نیست۔"	ظالموں کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے[2] ع

نجف خاں نماند و نجف خانیش نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش

---

[1] مقاماتِ مظہری از شاہ غلام علی دہلوی صفحہ ۶۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ)

[2] معمولاتِ مظہریہ از محمد نعیم اللہ بہرائچی صفحہ ۱۴۲ (مطبع نظامی کانپور ۱۲۷۵ھ)

Marfat.com

نہ لشکر بماند و مرزا شفیع! شود حاکم تو بفضل ربیع

"نہ نجف خاں رہا اور نہ اس کی نجف خانی (ظالمیت) نہ افسر اسباب باقی رہا اور اس کے ہمدرد رہ گئے۔ نہ فوج رہ گئی اور ایام بہار میں مرزا شفیع کی حکومت ہو گئی"

خود شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان کو نجف خاں کے زمانے میں شدائد و مصائب اختیار کرنے پڑے اس کا سبب شاہ صاحب کا شیعیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد میں حصہ لینا تھا شاہ صاحب کی جائداد اور املاک ضبط ہوئی اور وہ شہر دہلی سے نکالے گئے مؤلف مناقب فخریہ کا بیان ہے[1]

"فرزندان شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ مرحوم مغفور کے فرزند
مغفور در انچہ متصدیان سلطانی	شاہی عمائد میں تھے حویلی ذاتی
حویلی علیحدہ ساختہ وحویلی را	تھی جو ضبط کر لی گئی تھی
بضبط آوردہ بودند"	

امیر الروایات میں ہے[2]

"(نجف خاں) نے شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ رفیع الدین کو اپنے قلمرو سے نکال دیا تھا اور یہ ہر دو صاحبان معہ زنانوں کے شاہدرہ تک پیدل آتے تھے اس کے بعد مولانا فخرالدین صاحب کی سعی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی تھی اور وہ پھلت روانہ ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز صاحب کو سواری نہ ملی تھی اور شاہ رفیع الدین صاحب پیدل لکھنؤ چلے گئے تھے ——— اور شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] مناقب فخریہ از غازی الدین خاں نظام صفحہ ۱۶ (مطبع احمد دہلی ۱۳۱۵ھ)

[2] حکایات اولیاء مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۴۴ (مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء)

شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین دہلوی کا دہلی سے نکالا جانا اور کسی تاریخی ماخذ یا ہم عصر لٹریچر میں نظر سے نہیں گزرا۔ پھر دہلی سے لکھنؤ یا جونپور جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ وہاں بھی نوابان اودھ کی حکومت تھی اگر جاتے تو روہیل کھنڈ (رام پور) وغیرہ جاتے اور پھر لکھنؤ یا جونپور کے اس دور کے کسی شخص نے ان بزرگوں کی آمد کا ذکر نہیں کیا ہے۔

Marfat.com

پیدل جونپور چلے گئے تھے کیونکہ ان دونوں بھائیوں کو نہ سوار ہونیکا حکم تھا اور نہ ساتھ رہنے کا۔"

اگرچہ یہ روایت قدرے مبالغہ آمیز ہے مگر ضبطیٔ جائداد کا واقعہ صحیح ہے کیونکہ جائداد کے متعلق تحریری حوالہ ملتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ۳۰ جون ۱۸۰۶ء کو ایک درخواست رزیڈنٹ دہلی کے توسط سے سیکریٹری پولٹیکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی جائداد ضبط ہو چکی ہے وہ واگذشت کی جائے[1] اس درخواست کو قابلِ اعتنا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت کے خانہ میں درج ہے۔

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the Assigned Territory and recommends that the land in Haveli Palam formerly owned by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him.

شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور ۱۰ جولائی ۱۸۰۶ء سیکرٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے رزیڈنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جائداد واگزاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے[1] معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو دہلی میں دوبارہ رہنے کی اجازت مل گئی تو وہ پرانی دہلی (کوچہ انبیاء) اور پھر حویلی خاں دوراں خاں (کلاں محل) میں مقیم رہے چنانچہ پرانی دہلی کے قیام میں بھی شیعہ حضرات کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ جاری رہا۔[2] پھر مکانات واگذاشت ہو گئے ہوں گے اور صحرائی جائداد باقی رہ گئی ہو گی جو انگریزی حکومت کے قیام کے بعد واگزاشت ہوئی۔ مگر ان شدائد و مصائب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے اپنے تبلیغی اور اصلاحی مشن کو جاری

---

[1] جائداد اور اس کی واگذاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ پریس لسٹ آف اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سیکرٹریٹ جلد اوّل (دہلی رزیڈنسی ۱۸۰۶ء–۱۸۵۷ء) (لاہور ۱۹۱۱ء) ممکن ہے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی یہ اصل درخواست لاہور کے ریکارڈ آفس میں موجود ہو۔

[2] ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز (ترجمہ مفتی انتظام اللہ شہابی، مولوی محمد علی) صفحہ ۵۵، ۱۱۲، ۱۱۶ (پاکستان ایجوکیشنل پبلشرز، کراچی ۱۹۶۰ء)

Marfat.com

رکھا۔ ملفوظات عزیزی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا:[1]

"غازی الدین حیدر یا منصب دار جاگیر مجھے طلب کرے تو میں جانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تعرض نہ کرے انشاء اللہ عاقبت انہی کو بڑی ہدایت ہوگی اور میں اپنی تقریروں میں مناسب تبدیلی کرکے ان کو مفید بنا دوں گا اور نئے انداز کی تقریریں کروں گا جو عوام میں مقبول ہوں گی اور لوگ فریفتہ ہوں گے۔"

اس زمانے میں تشیع کے فروغ کے ساتھ "تفضیلیت" کا بھی باقاعدہ پرچار ہوا بلکہ تشیع کا پہلا زینہ تفضیلیت ہی ہے یہ لوگ حضرت علیؓ کو شیخین السیدین حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر من حیث الوجوہ فضیلت دیتے ہیں۔ پنجتن پاک اور چہاردہ معصوم کا عقیدہ رکھتے ہیں، ائمہ طاہرین کا دم بھرتے اور محرم میں عزاداری کرتے ہیں۔ متصوفین کے ذریعے تفضیلیت کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہے۔ اکبر کے زمانے کے مشہور صوفی شیخ میر عبدالواحد بلگرامی (۱۰۱۷ھ / ۱۶۰۸ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف سبع سنابل کا پہلا سنبلہ (باب) تفضیلی عقائد اور مفضلہ سادات ہی کے رد میں لکھا ہے۔ شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں تفضیلی عقائد کی نشر و اشاعت میں حضرت شاہ فخرالدین دہلوی (م ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۴ء) نے سب سے زیادہ حصہ لیا۔ وہ باقاعدہ شیعہ حضرات کو بیعت کرتے تھے، علم باڑے جاتے، ایک روپیہ نذر کرتے اور پانی کی سبیل لگاتے بلکہ شیعہ لوگ ان کو شیعہ اور سُنی ان کو سُنی سمجھتے تھے[2]۔ ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز نے شیعوں کے بیعت کرنے پر شاہ فخر صاحب پر اعتراض کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ شیعہ اس طرح (بیعت کرنے سے) سب و شتم اور تبرا سے باز آجاتے ہیں[3]۔ اگرچہ یہ بات کسی حد تک درست ہو لیکن شیعوں کے دوسرے معتقدات کی اشاعت بھی عام سُنیوں میں اسی اختلاط کی وجہ سے ہوئی اور عوام اہل سُنت میں پنجتن پاک، ائمہ معصومین، چہاردہ معصومین، بارہ امام، امام ضامن، بی بی کی صحنک اور دوسرے شیعہ معتقدات و معمولات نے جڑ پکڑی اور پھر اس کا نقطۂ عروج مراسم محرم اور تعزیہ داری کی شکل میں ظاہر ہوا۔ حضرت شاہ فخر دہلویؒ کے خلیفہ شاہ نیاز احمد بریلویؒ (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) روہیل کھنڈ میں تفضیلی عقائد کے سب سے بڑے مبلغ ہیں ان کے افکار سمجھنے کے لئے صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے[4]۔

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۱۱، [2] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۱۲۱، [3] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۷

[4] راز و نیاز حصہ اول حالات و ملفوظات شاہ نیاز احمد بریلوی، مرتبہ نصیر الزماں خاں صفحہ ۶۹، نظامی پریس بدایوں (سال طباعت ندارد)

Marfat.com

"ایک روز ایسا ہوا کہ آپ وقت معین پر خانقاہ میں تشریف نہیں لائے ظہر کا وقت گزر گیا اور عصر کا وقت قریب آگیا اس وقت خادمان وغلامان موجود خانقاہ اس خلاف معمول امر سے سخت پریشان ہوئے اور زنانہ مکان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر سبب عدم تشریف آوری کا دریافت کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ میرے خانقاہ نہ آنے کا یہ باعث ہے کہ تم خانقاہ میں ایسی کتاب لائے ہو جس میں مولا علی کی شان میں طریق گستاخانہ کا استعمال کیا ہے اس کتاب کو ہماری خانقاہ سے باہر کرو جب خانقاہ میں آئیں گے یہ سُن کر حاضرین میں سے ایک صاحب نے معذرت کی کہ فی الحقیقت یہ خطا مجھ سے ہوئی ہے۔ آج دوپہر کو میں ایک دوست سے کتاب تحفہ اثنا عشریہ پڑھنے کے لئے خانقاہ میں لے آیا تھا اب فوراً کتاب واپس کرتا ہوں غرض جب کتاب خانقاہ سے چلی گئی۔ تب حضرت خانقاہ میں تشریف لائے کتاب تحفہ اثنا عشریہ درحقیقت تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہے اگرچہ انہوں نے اس کو اپنے ایک شاگرد کے نام سے شائع کیا۔"

اس کے بعد مؤلف راز و نیاز نصیر الدین صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی مزید تحقیق، تنقیص بلکہ تبرا کیا ہے[1]۔ اسی کے قریب زمانے میں حضرت شاہ دلدار علی مذاقؔ بدایونی (ف ۱۳۱۲ھ م ۱۸۹۴ء) مشہور تفضیلی بزرگ گذرے ہیں[2]۔ انہوں نے روہیل کھنڈ میں سب سے پہلے علی کرم اللہ وجہہ کا میلاد شریف "میلاد مصطفوی ومرتضوی" لکھا اور مروج کیا اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک سہرا لکھا جو اکثر شادی کے موقع پر گایا جاتا ہے اس سہرے کا پہلا شعر ہے ؎

علی نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا
ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

اودھ میں تفضیلیت کی اشاعت تکیۂ کاکوری کے مشہور قلندریہ مشائخ کے ذریعہ ہوئی انہوں نے یہ

---

[1] راز و نیاز (حصہ اوّل) صفحہ ۶۹ - ۷۰، [2] شاہ دلدار علی مذاقؔ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ الواصلین از رضی الدین بدایونی صفحہ ۲۶۲ - ۲۶۴ (نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء)

Marfat.com

نمو راتنی بلند آہنگی سے پھونکا کہ جس کی صدائے بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے۔ اضلاع سہارنپور، میرٹھ، مظفر نگر اور بلند شہر میں بھی تفضیلی عقائد تیزی سے پھیلے ان میں بعض تو شیعہ ہو گئے[1] دیوبند میں تو تمام شیخ عثمانی تفضیلی تھے[2] نانوتہ کے صدیقی شیخ زادگان میں شیخ تفضل حسین بن شیخ علی محمد شیعہ ہو گئے تھے[3] شیعہ اور سُنی حضرات میں آپس میں شادی بیاہ ہوتے تھے مولانا محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں[4]

"بنواحے کہ زاد و بوم احقر	وہ علاقہ جو میری جنم بھومی اور
است شیعان و سنیاں چناں	وطن ہے وہاں شیعوں اور سنیوں
مخلوط اند کہ رشتہ و رابطہ قرابت	میں بڑا خلط ملط ہے قرابت و
طرفین رابطرفین محکم و مستحکم است"	رشتہ داری باہم مضبوط و مستحکم ہیں'

دیوبند کے ایک عثمانی شیخ زادے شیخ احمد بن مولوی محمد وجیہہ الدین عثمانی نے تفضیلیت کے بعد شیعہ مسلک اختیار کیا اور اس کی تبلیغ کیلئے ایک کتاب الانوار الہدیٰ لکھی اس کتاب کے آغاز میں وہ خود لکھتے ہیں۔[5]

"خاکسار ذرۂ بے مقدار شیخ احمد بن جناب مولانا مولوی محمد وجیہہ الدین صاحب عثمانی ساکن دیوبند ضلع سہارن پور مضافات صوبہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد خدمت ارباب تحقیق میں عرض کرتا ہے کہ سن شعور سے از روئے عقیدۂ آبائی یہ عاجز متمسک طریقہ اہل سنت و جماعت کا تھا اور اس مذہب کے حق ہونے پر نہایت درجہ غلو رکھتا تھا اور فرقہ شیعہ سے بالخصوص ایک قسم کی نفرت تھی مگر خارج از مذہب ایک یہ عقیدہ کہ جناب علی مرتضیٰ جمیع صحابہ سے افضل ہیں در حقیقت در تدریج میں پہنچا تھا اور اگرچہ متمسکان طریقہ امامیہ سے ایک کاوش تھی لیکن اس عقیدہ پر نہایت مستقل طور سے

---

[1] حکایات اولیاء صفحہ ۱۴۱ ، [2] سوانح قاسمی جلد اوّل از مولانا مناظر احسن گیلانی صفحہ ۶۱

[3] سوانح قاسمی جلد اوّل صفحہ ۶۲، ۶۳

[4] فیوض قاسمیہ از مولانا محمد قاسم نانوتوی ۵، ۶ (کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سال طباعت ندارد)

[5] انوار الہدیٰ از شیخ احمد بن مولوی وجیہہ الدین عثمانی صفحہ ۲ (مطبع اثنا عشری دہلی ۱۳۰۹ھ)

قائم تھا اب اس عقیدہ کا نتیجہ کیا نکلا وہ ملاحظہ ہو۔[1]

"اب بالکل یقین اس بات کا ہو گیا کہ مذہب اہل سنت والجماعت کسی طرح مذہب حق نہیں ہے بلکہ مذہب امامیہ اثنا عشریہ برحق ہے اور معلوم ہوا کہ میاں جعفر زٹلی کا یہ قول صحیح ہے کہ "السنی متمسک مذہب ناحق بزدر مجادلہ"

حضرت شاہ عبدالعزیز کے زمانے میں بعض مشہور مشائخ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اوپر ہم نے حضرت فخرالدین دہلویؒ اور شاہ نیاز احمد بریلوی وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں ہم ایک واقعہ مجالس رنگین سے نقل کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ پیری مریدی کے ذریعہ سے بھی اثنا عشری مسلک کس خوبی سے پروان چڑھا سعادت یارخاں رنگیں لکھتے ہیں۔[2]

"سہارن پور کے قریب ایک اشرافوں کا شہر ہے اس کو منہاردں کا رام پور کہتے ہیں اس میں ایک جدی آدھے سنی آدھے شیعہ آباد ہیں مگر ہمیشہ ان سب میں باعث دین کے نزاع رہتی ہے پر ہر ایک اپنے مذہب سے دل شاد ہیں ہر گاہ فرقہ سنیوں کا کچھ لکھنؤ میں زیادتی شیعوں کی سنیوں پر سنتے ہیں تو باہم نہایت غم کرتے ہیں اور آزردہ ہوتے ہیں اور جب فرقہ شیعوں کا کچھ رام پور جو افغانوں کا ہے اس میں کچھ زیادتی سنیوں کی شیعوں پر سنتے ہیں تو باہم مل کر ماتم کر کے روتے ہیں، قصہ کوتاہ اب کی سال جو فرقہ شیعوں نے سنا کہ میاں صابر بخش پیرزادے نے امام باڑہ بنا کر تعزیہ داری اختیار کی اور پیر محمدی صاحب کو جو بڑے مشائخ سنیوں کے تھے انہوں نے حرم میں سر باز ان بھس اڑا کر اور سینہ زنی اور ماتم کر کے اپنی ماتم داری اظہار کی تو انہوں نے کمال اس بات کی شادی کی کہ سبحان اللہ ایسے دو مشائخ زبردست گروہ سنیوں میں سے اس مذہب کو اچھا جان کر داخل ہو کر ظاہر ہوئے اور فرقہ سنی یہ سمجھ کر نہایت خوش ہوئے کہ الحمد للہ کہ جو چور ہم میں چھپے ہوتے لوگوں کو مرید کر کے گمراہ کرتے تھے ہم ان سے باہر ہوئے۔"

---

[1] انوار الہدیٰ صفحہ ۴ ۔

[2] اخبار رنگیں صفحہ ۱۷، ۱۸ ۔

Marfat.com

شاہ میر محمدی (ف ۱۲۱۰ھ / ۱۸۲۰ء) حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے خلیفہ ہیں۔[1] ابوبخش (ف ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۰ء) چشتی صابری سلسلے کے دہلی کے مشہور بزرگ ہیں[2]۔ حضرت شاہ فخرالدین دہلوی کے ایک مرید و خلیفہ مشہور شاعر مرزا قمرالدین منت (ف ۱۲۰۸ھ / ۱۷۹۳ء) ہیں[3]۔ انہوں نے کھلم کھلا شیعہ مسلک اختیار کر لیا۔ قمرالدین منت کے متعلق مولوی عبدالقادر رامپوری لکھتے ہیں[4]:

"میر قمرالدین منت جناب شاہ عبدالعزیز صاحب کے عزیزوں میں سے ہیں اور یگانۂ آفاق جناب مولوی فخرالدین اورنگ آبادی مولد او دہلوی مرقد عالی جناب شہزادے کے مرید ہوئے اور ایک عالم کے مرشد ہو گئے ... قمرالدین منت نے کچھ عرصے کے بعد لکھنؤ میں نواب حسن رضا خاں اور حیدر بیگ خاں کا تقرب حاصل کر لیا اپنے کو اثنا عشری ظاہر کیا اور اس راہ و مذہب اہل سنت سے پھر گیا حیدر بیگ خاں کی رفاقت میں کلکتہ آیا اور مر گیا۔"

قمرالدین منت شاہ ولی اللہ کے پرورش یافتہ اور شاہ عبدالعزیز کے عزیز اور شاگرد تھے[5]۔ شاہ صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب "عجالۂ نافعہ" ان ہی کے لئے قلم بند فرمائی۔[6]

تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھ کر شاہ غلام علی مجددی (ف ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)

---

[1] میر محمدی بیدار کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) مقدمہ دیوان بیدار از جلیل احمد قدوائی صفحہ ۲ – ۱۴ (ہندوستانی اکیڈمی الٰہ آباد ۱۹۳۷ء) (۲) مجموعہ نغز از قدرت اللہ قاسم (مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸) (لاہور ۱۹۳۳ء)

[2] ملاحظہ ہو علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ آثار الصنادید صفحہ ۲۲، ۲۳ (باب چہارم) لکھنؤ ۱۸۷۶ء

[3] قمرالدین منت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ (۲) لکھنؤ کا دبستان شاعری از ابواللیث صدیقی صفحہ ۱۲۹، ۱۳۲ (لاہور ۱۹۵۵ء) (۳) مجموعہ نغز جلد دوم صفحہ ۲۱۵ (۴) فخرالطالبین (ملفوظات شاہ فخرالدین دہلوی مرتبہ نورالدین حسین صفحہ ۱۹ – ۲۰ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)

[4] علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی) جلد دوم صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱ –

[5] قمرالدین منت کے شیعہ ہونے کا اشارہ ملفوظات عزیزی میں بھی ملتا ہے ملاحظہ ہو ملفوظات شاہ عبدالعزیز ۹۲

[6] عجالۂ نافعہ از شاہ عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۲ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۸ھ)

اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔[1]

"درویشاں ایں شہر اسمائے
نخوانند و تعویذ ہا می نویسند
برائے تسخیر و رجوع خلق و
تفضیل جناب امیر المؤمنین
علی مرتضی رضی اللہ عنہ بر خلفاء
ثلٰثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم می
نمایند و تعزیہ ہا می سازند و
مرثیہ ہا می شنوند و امر می کنند
بایں دو کار و شنیدن طنبور و
سارنگی و بدعتہا طریقہ دارند"

اس شہر کے ایسے افراد جو خود کو
درویش کہتے ہیں تعویذیں لکھتے
ہیں قوالی کرتے ہیں اور اس طرح
مخلوق کی تسخیر کئے ہوئے ہیں اور
جناب علی مرتضیٰ رض کی فضیلت تینوں
خلفاء رضی اللہ عنہم پر لاتے ہیں
تعزیے بناتے ہیں مرثیے سنتے ہیں
اور دونوں کاموں کا دوسروں
کو حکم دیتے ہیں طبلہ و سارنگی سننے
کی بدعت کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔[2]

"تعزیہ ساختن و مرثیہ خواندن
و تصویر پیش خود داشتن و
تراشیدہ نام قدم پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم بر آں نہادہ
خلق را سنگ پرست ساختن
و قصر ریش کردن، و نماز
تبرک قوم و جلسہ و طمانیت

تعزیے بنانا مرثیہ و قوالی کرنا اپنے
سامنے تصویر رکھنا، پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم کے قدم مبارک کے
نقش کو اس پر رکھنا مخلوق کو
بت پرست بنانا، داڑھی کترانا
نماز کی برکت، قیام، جلسہ کی
طمانیت کو ضائع کرنا، کھیل کود

---

[1] مکاتیب شریفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی مرتبہ رؤف احمد مجددی صفحہ ۱۶۱ (لاہور ۱۳۷۱ھ)

[2] ایضاً صفحہ ۱۵۹ ۔

Marfat.com

"ضائع نمودن ولہو باد مرغ
جنگا نیدن و نغمہ تار طنبور
و اعمال جوگیاں وانواع اذکار
کہ از قدما مروی نیست معمول
داشتن طریقہ صحابہ نیست"

مرغ بازی، ستار طنبورے کا شغف
جوگیوں کی سی بدعات ایسے اعتقادات
جو قدماء سے ثابت نہیں ہیں
اس کو اپنا نا صحابہ کا طریقہ
نہیں۔

ایک اور خط میں لکھتے ہیں[1]

"شنیدن تار و نغمہ و تعزیہ باد
مرثیہ ہا وصور تصاویر معاذ
اللہ اکابر چشتیہ و قادریہ
رحمۃ اللہ علیہم ما مریداں را
بایں بدعتہا نفرمودہ اند"

تار و نغمہ سننا، تعزیہ بنانا
مرثیہ خوانی کرنا، تصویر سازی
اللہ کی پناہ بزرگان سلسلۂ چشتیہ
قادریہ رحمۃ اللہ علیہم نے ہم مریدوں
کو اس بدعت کا حکم نہیں دیا۔

یہ حضرات بعض اوقات امام مسجد اور پیش نماز بن کر بھی جمہور اہل سنت کی مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے اور اس طرح اپنے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ ایک مشہور شیعہ مشنری لقا حیدری بدایونی ان ۱۹۶۲ء اپنی خود نوشت حالات میں لکھتے ہیں[2]

"رنگوں کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاند صاحب (مہتمم مجالس) نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں میں نے منظور تو کر لیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے (شیعی مسلک) کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا۔ بہر حال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے ان کا حلیہ یہ تھا، بہت لانبی داڑھی، عبا و قبا و جبہ و دستار سے مزین لانبا عصا ہاتھ میں متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے، لوگ تعظیم کو کھڑے ہوئے میں نے بھی تعظیم کی، دعا دی چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے، پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیر المومنین کی شان میں شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

---

[1] ایضاً صفحہ ۱۴۹ [2] سرگزشت از لقا علی حیدری صفحہ ۳۶، ۳۷ (کراچی ۱۹۶۳ء)

پڑھا۔ پھر چند منٹ کچھ فضائل اہل بیت اور خاتمہ پر جناب علی اصغر کی شہادت بیان کی تقریر کے بعد کہنے لگے ، میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری صاحب کا بیان سننے آیا ہوں، وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہل بیت اطہار بیان کئے لوگ بے حد متاثر ہوئے، ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا "نجم الحسن[1] سے کہہ دینا کہ علی حسین ملا تھا"۔ جب میں نے لکھنؤ پہنچ کر قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں"۔

اس دور میں جو غیر مسلم داخل اسلام ہوتے تھے وہ اثنا عشری مسلک کے متبع نظر آتے ہیں اس سلسلہ میں محمد حسین قتیل فرید آبادی (ف ۱۲۳۳ھ / ۱۸۱۸ء) اور مکندر رام ندوی لاہور کی مثالیں موجود ہیں کہ یہ دونوں نومسلم عقیدتاً شیعہ تھے اور اس مسلک کا اس قدر غلبہ تھا کہ ہندو مصنفین بھی حمد و نعت کے بعد منقبت علیؑ یا ائمہ اطہار لکھنی ضرور سمجھتے تھے، وقائع عالم شاہی کا مؤلف کنور پریم کشور فراقی لکھتا ہے[2]

"صلوات بے غایات و نیاز بے نہایات برابن عم و وصی اعظم او کہ مظہر العجائب و اسد اللہ الغالب و صاحب ذو الفقار قسیم الجنۃ و النار است"

بے انتہا درود و نیاز حضورؐ کے چچا کے بیٹے اور ان کے وصی اعظم پر جو مظہر العجائب اسد اللہ الغالب صاحب ذو الفقار اور جنت تقسیم کرنے والے کو سزاوار ہیں،

دیا شنکر نسیم مثنوی گلزار نسیم میں لکھتے ہیں۔

پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے۔
یعنی کہ مطیع پنج تن ہے۔

---

[1] نجم الحسن مشہور مجتہد و مہتمم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

[2] وقائع عالم شاہی از کنور پریم کشور فراقی (مرتبہ امتیاز علی خاں عرشی صفحہ ۲۰ رام پور ۱۹۴۹ء)

راجا رتن سنگھ زخمی (ف ۱۲۶۷ھ) ایک قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں (۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء) میں لکھا ہے اس کے آخری بند کے تین شعر درج ذیل ہیں[1]:

تاب درد و غم ندارد بیش ازیں زخمی دگر
زود رحمے کن بحالش اے شہ والا مقام
تا بکے ایں درد غربت تا بکے ایں رنج سفر
در بریلی باز کے بینم دل خود را بکام
بر تو شاہا صد سلام و بر تو شاہا صد درود
زخمی غم دیدہ را بہر خدا دریاب زود[2]

زخمی اب اس سے زیادہ درد و غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے شہ والا مقام (حضرت علی) میرے حال زار پر جلد رحم فرمائیے، کب تک سفر کی سختیاں برداشت کروں اور مارا مارا پھروں۔ اپنے وطن بریلی میں کب اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا۔

شہ والا آپ پر سیکڑوں درود و سلام
غمگین زخمی کی مدد کو جلد پہنچیے۔

اس دور میں امارت و وزارت، جاگیرداری و منصب داری کے عہدوں پر شیعہ حضرات فائز تھے اور رفاہ معیشت بھی ان کو حاصل تھی اسی لئے فریقین اہل سنت و اہل تشیع میں مناکحت و مصاہرت کے رشتے بھی ہوتے تھے اور اس طرح بھی ان کے مسلک کی اشاعت ہوتی تھی قاضی ثناء اللہ پانی پتی (ف ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) اپنے وصیت نامہ میں ان امور کی طرف خاص طور سے نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں[3]۔

"از جملہ تقدیم مصلحت دینی   دینی مصلحت کو دنیوی مصلحت

---

[1] قصیدہ ہفت بند حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے دیکھئے مصنف علی گڑھ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۶ء۔

[2] بعض حضرات کا خیال ہے کہ فراقی اور زخمی مسلمان ہو گئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ فدوی اور تنبل کے ساتھ محسوب ہوں گے۔

[3] مجموعہ وصایا اربعہ مرتبہ محمد ایوب قادری صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ (شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ ۱۹۶۴ء)

برمصلحت دنیوی آنست کہ
درمناکحت دینداری کارمنظور
دارد وچوں دریں زمانہ
دریں شہر مذہب روافض
بسیار شیوع یافتہ است و شرفا
بیشتر بر علو نسب یا رفاہ معیشت
نظر می دارند اول رعایت ایں
باید کرد دختر بکسے رافضی یا
متہم برفض اگرچہ صاحب
دولت عالی نسب باشد نباید
داد روز قیامت سوائے دین
وتقوی ہیچ بکار نخواہد آمد و
نسب را نخواہند پرسید"

پر فوقیت دینے کا طریقہ کار یہ ہونا
چاہیئے کہ شادی بیاہ میں دینداری کو
مقدم سمجھا جائے چونکہ اس دور اور
اس شہر میں شیعی مذہب بہت
زیادہ پھیل گیا ہے اور شرفا زیادہ
تر عالی نسبی اور دولت و ثروت
کو دیکھتے ہیں، پہلی فوقیت اس
بات کو دینی چاہیئے کہ اپنی بیٹی کو
رافضی یا شیعیت کے قائل شخص کو
نہ دینی چاہیئے۔ وہ کتنا ہی عالی نسب
اور دولتمند کیوں نہ ہو، قیامت کیدن
تقویٰ کے علاوہ سب کچھ بیکار ہے
نسب کی کوئی پرسش نہ ہوگی۔

قاضی صاحب اپنی معرکۃ الآرا تصنیف السیف المسلول کے آغاز میں "مذہب روافض بسیار شیوع یافتہ است" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں[1]۔

"روافض خصوصاً اثنا عشریہ
وزیدیہ دریں وقت و
دیار مذہب اثنا عشریہ ظہورے
پیدا کردہ وبسبب جہل وحمق
اکثر اہل زماں خصوصاً بعض

رافضیوں اور خاص طور پر اثنا عشری
اور زیدیوں نے اس دور اور اس ملک
میں شیعی مذہب کو پھیلایا ہے۔ اور اپنی
بے علمی اور جہالت کے سبب اکثر اس دور کے
لوگ خصوصاً پانی پت کے باشندے جن کے

[1] السیف المسلول از قاضی ثناء اللہ پانی پتی صفحہ ۲ (مطبع احمدی دہلی ۱۲۶۸ھ)

Marfat.com

از اہل بلدہ پانی پت کہ آباؤ	باپ دادا سنی مذہب رکھتے تھے گمراہ ہوگئے
اجداد شاں اہل سنت و ایمان	اس لیے اس فقیر نے چاہا آسان
بودند گمراہ شدند فقیر خواست	فارسی میں ایک کتاب رافضیوں
کہ کتاب بعبارت فارسی آسان	کے رد میں لکھوں۔ تاکہ ہر آدمی
در رد روافض نویسد تا ہر عامی	اور اُن پڑھ اس سے فائدہ حاصل
ازاں نفع گیرد و شاید کہ کسے	کرے۔ شاید کہ کوئی شخص راہِ
براہ ہدایت آید و اجر و ثواب	ہدایت پائے اور اس کے لکھنے
براقسم عاید گردد"	والے کو ثواب ملے ۔

قاضی صاحب نے عبدالرحیم شیعی ملتانی کے رد میں ایک اور رسالہ "شہاب ثاقب لرد الروافض الشیاطین الماردین" تصنیف کیا جو مطبع محمدی دہلی میں طبع ہو چکا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ شیعیت و تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو اس دور میں اکابر مشائخ نقشبندیہ شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہم اللہ نے بڑی پامردی اور ہمت سے روکا اور ان حضرات کے بعد سب سے زیادہ کوشش اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ یہ سیلاب بڑھتے بڑھتے خود ان کے خاندان میں داخل ہو چکا تھا[1] ان کے شاگرد اور رشتہ دار قمرالدین منت شیعہ ہو چکے تھے ان حالات میں شاہ عبدالعزیز نے قلمی جہاد فرمایا اس سلسلہ میں ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دو معرکۃ الآرا تصانیف ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین نے مشعلِ راہ کا کام دیا ہوگا شاہ عبدالعزیز نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور "ہر چہ پدر تمام نہ کند پسر تمام کند" کے مقولہ کو ثابت کر دکھایا۔ اس سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز کی سب سے معرکۃ الآرا تصنیف "تحفہ اثنا عشریہ" ہے جو اپنے موضوع پر نہایت مدلل، مفصل، متوازن اور واضح کتاب ہے۔ علمائے محققین اس کی تعریف میں رطب اللسان اور علمائے مخالفین اس کے دلائل و براہین کے سامنے عاجز ہیں شاہ صاحب کا اندازِ بیان نہایت حکیمانہ اور متاثر کن ہے، کلامی مباحث

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز صفحہ ۹۲ ـ

Marfat.com

کو دل نشین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ رشتہ اعتدال کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے حوالے نہایت ذمہ داری اور احتیاط سے نقل کئے گئے ہیں۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں[1]

اس رسالے میں جو بھی شیعوں	دریں رسالہ انچہ کتب معتبر
کی کتابوں سے نقل کی گئی ہے،	شیعہ منقول است احتمال
اس میں افترا اور بہتان کی گنجائش	افترا و بہتان در آں گنجائش
نہیں، اس لئے کہ وہ کتابیں جن	ندہد زیرا کہ کتب منقول
سے نقل کیا گیا ہے معتبر اور مشہور	عنہا از مشاہیر کتب شیعہ
شیعوں کی ہیں، اس لئے ان	و معتبرات ایشاں اند باید
سے بے اعتنائی نہ کریں اور نقل کو	کہ بے دماغی نفرماید و نقل
اصل سے ملا لیں اور اس سے	را با اصل مطابقت دہد و
نہ ڈریں کہ اگر نقل صحیح نکلی تو ماننا	ازاں نترسد کہ اگر صحت نقل
پڑے گا۔"	ظاہر شود تقبل آں لازم گردد"

تحفۂ اثنا عشریہ کے سبب تالیف کے متعلق خود شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]

اس رسالے کو سیاہ کرنے اور اس	"عزمی از التسوید ایں رسالہ
مقالے کو تحریر کرنے کا مقصد یہ	و تحریر ایں مقالہ آں است
ہے کہ اس ملک میں جس کے ہم	کہ دریں بلاد کہ ما ساکن آنیم
باشندے ہیں جس میں ہم ہیں اثنا	و دریں زماں کہ ما در آنیم
عشری اور شیعیت کا رواج اس قدر	رواج مذہب اثنا عشریہ
بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی گھر ہو	و شیوع آں بحدے اتفاق

---

[1] تحفۂ اثنا عشریہ از شاہ عبدالعزیز صفحہ ۳، [2] تحفۂ اثنا عشریہ صفحہ ۲ (فخر المطابع دہلی ۱۲۶۹ھ)،

افتادہ کہ کم خانہ باشد کہ یک
دو کس ازاں خانہ باں مذہب
متمذہب نباشد و راغب
بایں عقیدہ نشوند لیکن اکثرے
از حلیہ علم تاریخ و اخبار خود
عاطل واز احوال اصول و
اسلاف خود بے خبر و غافل
می باشند و ہر گاہ در محافل
و مجالس با اہل سنت و جماعت
گفتگو می نمایند کج مج می گویند
و شتر گربہ می آرند حسبۃً للہ
تعالیٰ بتحریر ایں رسالہ پرداختہ
شد تا در وقت مناظرہ از جادہ
خود بیروں نروند و اصول خود
را منکر نشوند و در بعضے از
امور واقعی شک و تردد را
راہ ندہند و دریں رسالہ التزام
کردہ شد کہ در نقل مذہب
شیعہ و بیان اصول ایشاں و
والزاماتے کہ عائد بایشاں می
شود غیر از کتب معتبرہ ایشاں

جہاں ایک دو شخص اس مذہب
کے پیرو نہ ہوں یا اس مذہب کی
طرف ان کا رجحان نہ ہو۔ لیکن اکثریت
ان کی ایسی ہے جو زیور علم سے عاری
ہے اپنی تاریخ سے ناواقف اور
اپنی روایات سے بے بہرہ ہیں اور
اپنے اسلاف سے بے خبر و غافل
ہیں جب گروہ اہل سنت کی محفلوں
میں سنیوں سے کسی معاملے میں گفتگو
کرتے ہیں وہ فضول کہتے ہیں اور
بے سر پیر کی ہانکتے ہیں۔ یہ خالصتاً
اللہ واسطے یہ رسالہ ضبط تحریر
میں لایا گیا ہے۔ تاکہ آپسی مناظرے
میں راہ راست سے نہ ہٹ
سکیں۔ اور اپنے ہی اصول کے
منکر نہ بن سکیں اور بعض سچی باتوں
میں شک نہ کر سکیں اور اس میں
خاص طور پر یہ لحاظ رکھا گیا ہے
کہ مذہب شیعہ کے نقل میں اور ان
اصول کے بیان میں اور ان الزامات
میں جو ان پر عائد ہوتا ہے ان کی اپنی

Marfat.com

منقول عنہ نباشد" معتبر کتابوں کے علاوہ کوئی حوالہ نہ ہو

تحفہ کو بارہ اماموں کی نسبت سے مندرجہ ذیل بارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

باب اوّل، در کیفیت حدوث مذہب تشیع و انشعاب آں بفرق مختلفہ

باب دوم، در مکائد شیعہ و طرق اضلال و تلبیس

باب سوم، در ذکر اسلاف شیعہ علماء و کتب ایشاں

باب چہارم، در احوال اخبار شیعہ و ذکر رواۃ اینہا

باب پنجم، در الٰہیات

باب ششم، در نبوات

باب ہفتم، در امامت

باب ہشتم، در معاد

باب نہم، در مسائل فقہ

باب دہم، در مطاعن خلفائے ثلثہ و ام المؤمنین و دیگر صحابہ

باب یازدہم، در خواص مذہب شیعہ، اوہام، تعصبات، ہفوات

باب دوازدہم، در تولا و تبرا

باب اوّل، شیعہ مذہب کی جڑ اور مختلف فرقوں سے ان کا لگاؤ۔

باب دوم، شیعوں کی حیلہ بازی ان کی گمراہی کے طریقے اور تلبیس

باب سوم، شیعہ کے قدیم علماء اور ان کی کتابیں۔

باب چہارم، شیعوں کے احوال اور ان کے راویوں کا تذکرہ۔

باب پنجم، مسئلہ الٰہیات۔

باب ششم، نبوات کے بارے میں

باب ہفتم، مسئلہ امامت کے بارے میں۔

Marfat.com

باب ہشتم، مسئلہ آخرت کے بارے میں ۔

باب نہم، فقہی مسائل کے بارے میں ۔

باب دہم، خلفائے ثلاثہ کی شان میں برائی اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ و دیگر صحابہ کی مذمت میں ۔

باب یازدہم، شیعہ مذہب کے خواص، اوہام، تعصبات اور خرافات کے بارے میں ۔

باب دوازدہم، ولایت و تبرا کے بارے میں ۔

شاہ صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ بارھویں صدی کے گذرنے کے بعد لکھا ہے خود فرماتے ہیں :[1]

"بعد از انقضاء قرن ثانی عشر از ہجرت خیر البشر علیہ التحیۃ و السلام صورت تالیف پذیرفتہ و جلوہ ظہور گرفتہ۔"

خاتمہ کتاب میں لکھتے ہیں :[2]

"این نسخہ عجیبہ کہ مسمی بہ تحفہ اثنا عشریہ است بعد از گذشتن دوازدہ قرن صدی از ہجرت حضرت خیر الانام علیہ وعلی اہل بیتہ واصحابہ التحیۃ و السلام سمت تحریر یافت نقش اختتام پذیرفت۔"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارہ سو سال بعد یہ کتاب تالیف ہو کر منظر عام پر آئی۔ یہ عجیب و غریب نسخہ (رسالہ) جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے

یہ عجیب و غریب کتاب کہ جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے بارہ صدی ہجری گذرنے کے بعد ضبط تحریر میں آئی اور اختتام پذیر ہوئی ۔

تحفہ اثنا عشریہ ۱۲۰۴ھ / ۱۷۸۹-۹۰ء میں تالیف ہوا کسی نے تاریخ تالیف کہی ہے[3]

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱۰۴ ، [2] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲-۱۰۴ ، [3] ملفوظات عزیزی صفحہ ۷۰ ۔

Marfat.com

تحفہ رایک فن مداں کہ درد — سوئے ہر معرفت سراغ آمد
سوئے الفاظ معانی اش بنگر — ہست دریا کہ در ایاغ آمد
بسکہ نور ہدایت است ویقین — سال تصنیف او "چراغ" آمد

(قطعہ تاریخ) تحفۂ اثنا عشریہ کو محض ایک فن پارہ نہ سمجھنا بلکہ اس سے معرفت کا پتہ ملتا ہے۔ اس کے الفاظ و معانی پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے چونکہ یہ کتاب یقین و ہدایت کا نور ہے اس رعایت سے اس کی تصنیف کا سال "چراغ" سے نکلتا ہے

تحفۂ اثنا عشریہ کے رد میں شاہ صاحب کے ایک معاصر حکیم مرزا محمد المتخلص بہ کامل دہلوی (ف ۱۲۳۵ھ / ۲۰-۱۸۱۹ء) نے سب سے پہلے قلم اٹھایا اور انہوں نے تحفۂ اثنا عشریہ کی تالیف کے دو سال بعد ایک کتاب نزہت اثنا عشریہ ۱۲۰۶ھ / ۹۱-۱۷۹۱ء میں تالیف کی۔[1] تحفۂ اثنا عشریہ ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خاں امیر الامرا کے مرنے کے بعد لکھا گیا۔ مرزا کا انتقال ۶ اپریل ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء میں ہوا ہے۔

مرزا نجف خاں کے مرنے کے بعد دہلی کی سیاست پر مرزا نجف خاں کی بہن خدیجہ سلطان بیگم، اور اس کی پارٹی کے چار ممتاز رکن افراسیاب، مرزا شفیع، نجف قلی خاں اور محمد بیگ ہمدانی پوری طرح اثر انداز رہے[2] اول الذکر افراسیاب اور مرزا شفیع نجف خاں کے مرنے کے بعد ہی دونوں امیر الامرائی کے منصب پر قابض ہوئے[3] ان دونوں کے خاتمہ کے بعد مہاداجی سندھیا اور غلام قادر روہیلہ کا عمل دخل ہوا مگر اس وقت بھی شیعہ امرا زین العابدین (برادر مرزا نجف خاں) نجف قلی خاں، محمد بیگ ہمدانی اور اسماعیل بیگ ملکی سیاست پر بری طرح چھائے ہوئے تھے[4] ان لوگوں کے اقتدار تشیع کے عام غلبہ اور اودھ کے نواب وزیر کے سیاسی اثر و استیلاء کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز نے تحفۂ اثنا عشریہ میں بحیثیت مصنف اپنا نام لکھنا مناسب نہ سمجھا اور

[1] نجوم السماء کی تالیف ۱۲۸۶ھ میں ہوئی ہے اور اس وقت وہ لکھتا ہے کہ نزہت اثنا عشریہ کی تالیف کو اسّی سال ہو گئے (ملاحظہ ہو نجوم السماء صفحہ ۳۵۹)

[2،3] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۳ء)

[4] اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو فال آف دی مغل ایمپائر جلد سوم صفحہ ۱۶۴، ۱۹۷، (کلکتہ ۱۹۵۳ء)

Marfat.com

انہوں نے مصنف کی حیثیت سے اپنا خود وضع کردہ تاریخی نام "غلام حلیم بن شیخ قطب الدین احمد"[1] لکھا ہے۔ تحفہ اثنا عشریہ نے شیعیت اور تفضیلیت کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں بہت کام کیا۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں[2]

"غرض کہ منظور رد این مذہب	اس رسالے کا مقصد شیعہ مذہب
بود کہ مردم بدیدن این	کا رد تھا تاکہ لوگ اس کتاب کو
کتاب درآن اعتقاد سست	دیکھ کر اس مذہب کے بارے میں
شوند یا ترک نمایند الحمدللہ	سست اعتقاد ہو جائیں یا اس کو
کہ این معنی حاصل شد منظور	چھوڑ دیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ مقصد
فقیر ازین مقدمات سلوک	حاصل ہو گیا۔ اس فقیر کے پیش
این طریق جدید براذہان	نظر اس کتاب کے ذریعے عقلمندوں
اولی الالباب وطالبان را	کو راہ راست دکھانا اور حق جویوں
صواب بود الحمدللہ کہ حاصل	کو سیدھی راہ دکھانی تھی۔ اللہ کا
شد۔"	شکر کہ وہ پوری ہوئی۔

مرزا محمد علی مؤلف نجوم السماء لکھتے ہیں[3]

"چوں فاضل عزیز تحفۂ خود	جب فاضل عزیز (شاہ عبدالعزیز) نے اپنے
راظاہر نمود، ضلالت شیوع	تحفہ (تحفہ اثنا عشریہ) کو عام کیا تو شیعوں
گرفت و مردم جہاں	نے گمراہ کن باتیں کیں اور علاقہ کے ناعاقبت
دناحق بیں بطرف آں	اندیش لوگوں کو ان کی طرف کر دیا۔
گردیدند۔"	

---

[1] شاہ عبدالعزیز کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام قطب الدین احمد بھی تھا۔

[2] فتاویٰ عزیزی جلد اول (بہ تصحیح مولوی محمد احسن نانوتوی) صفحہ ۱۳۱۔ (مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۲ھ)

[3] نجوم السماء صفحہ ۳۵۲۔

Marfat.com

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق سرسید احمد خاں (ف ۱۸۹۸ء) لکھتے ہیں۔[1]

"اوائل حال میں فرقہ اثنا عشریہ نے شورش کو بلند کیا اور باعث تفرقہ خاطر جہال اہل تسنن کے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز نے بسبب التماس طالبین کمال کے کتاب تحفہ اثنا عشریہ کہ غایت شہرت محتاج بیان نہیں بدل توجہ قلیل بصرف اوقات وجیز سے باوں کثرت ضخامت تصنیف کی کہ وقت عبارت اس کتاب کی اس طرح سے زبانی ارشاد کرتے جاتے تھے کہ گویا ازبر یاد ہے اور حوالہ کتب شیعہ کے جن کو علمائے فرقہ مذکور نے شاید بجز نام کے سنا نہ ہوگا باعتماد حافظہ بیان ہوتے جاتے تھے اور اس پر متانت عبارت اور لطائف وظرافت جیسے ہیں ناظرین پر ہویدا ہے۔"

سرسید احمد خاں نے ۱۸۴۳ء میں تحفہ اثنا عشریہ کے دسویں اور بارہویں باب کا اردو ترجمہ "تحفہ حسن" کے نام سے شائع کیا۔[2] یہ دونوں باب خلفائے ثلثہ، ام المؤمنین اور صحابہ رض کے مطاعن کے جواب اور تولا و تبرا کے بیان میں ہیں، سرسید نے یہ ترجمہ اپنے استاد مولوی نورالحسن صاحب کی مدد سے کیا تھا چنانچہ سید صاحب خود اس میں لکھتے ہیں،

"مجھ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ جو میں اس کتاب کا ترجمہ کر سکتا لیکن استاذی مولوی نورالحسن کاندھلوی کی مدد سے یہ کام انجام کو پہنچا"[3]

یہ تحفہ اثنا عشریہ کا (جزوی طور سے) پہلا اردو ترجمہ ہے جو سرسید احمد خاں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوا کہ جنگ آزادی سے دس بارہ سال پہلے بھی اس مسلک کا اس قدر زور تھا کہ سرسید احمد خاں جیسے معتدل مصلح نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھنی ضروری سمجھی۔ حالانکہ جب علامہ شبلی نے "الفاروق" کی تالیف شروع کی تو سرسید احمد خاں کو خیال ہوا کہ کہیں شیعہ سنی بحث پھر شروع نہ ہو جائے۔

---

[1] تذکرہ اہل دہلی (آثار الصنادید باب چہارم از سرسید احمد خاں) مرتبہ احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۵۳، ۵۴ - (انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۵۵ء)

[2] سیرت فریدیہ از سرسید احمد خاں (مرتبہ حکیم محمود احمد برکاتی صفحہ ۷۱ (پاک اکیڈمی، کراچی ۱۹۶۴ء)

[3] سرسید کا علمی کارنامہ از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی صفحہ ۳۵ (ایجوکیشنل کانفرنس، کراچی ۱۹۶۴ء)

Marfat.com

تحفہ اثنا عشریہ کے متعلق شیخ محمد اکرم لکھتے ہیں۔[۱]

"تحفہ اثنا عشریہ فی الحقیقت ایک عہد آفریں کتاب ہے اور شاہ عبدالعزیز نے اس کی تالیف میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا اس سے پہلے مختلف شیعہ سنی مسائل پر کتابیں تصنیف ہوئیں خود شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، ازالۃ الخفاء اور بعض رسائل میں ان مسائل سے بحث کی تھی لیکن ایسی جامع ومانع کتاب کوئی نہ تھی فی الحقیقت تحفہ اثنا عشریہ شیعہ سنی مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا ہے کتاب کا مطبوعہ نول کشوری ایڈیشن بڑی تقطیع کے ساڑھے چھ سو صفحوں پر محیط ہے لیکن چونکہ بیان میں بڑے ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے اس لئے مطالب ومعانی دردلائل وحوالے بے شمار آگئے ہیں کتاب کے جامع ومانع ہونے کے علاوہ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ روایات وبیانات کے بیان میں فقط مستند اور معتبر شیعہ کتب پر انحصار کیا گیا ہے اور تواریخ وتفسیر میں سے فقط ان ہی چیزوں کو چنا ہے جن پر شیعہ سنی دونوں فریق متفق ہیں کتاب کی زبان اور طرز بیان بھی متین اور مہذبانہ ہے علمائے شیعہ نے تحفہ کے رد میں پوری کوشش کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی شاہ عبدالعزیز کے علمی وقار ومرتبہ کو بھی مجروح کرنے کی مذموم سعی کی ہے کبھی تو یہ الزام تراشا کہ اس کی تصنیف میں دوسرے علماء بھی شریک رہے ہیں اور اس بات کو شہرت دی کہ یہ کتاب مسروقہ ہے اور خواجہ نصر اللہ کابلی کی "صواعق موبقہ" کا فارسی ترجمہ ہے[۲] لکھنؤ میں یہ اعتراض بڑی شدومد سے کیا گیا چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے تلمیذ رشید مرزا حسن علی محدث لکھنوی (۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء) کے ایک استفسار کے جواب میں ایک طویل مکتوب ارقام فرمایا ہے جس سے نہ صرف یہ بے بنیاد اعتراض رفع ہوجاتا ہے بلکہ تحفہ اثنا عشریہ کے ماخذ اور اس کی ترتیب پر بھی روشنی پڑتی ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں[۳]

"دروقت تصنیف تحفہ اثنا عشریہ کے تصنیف کے

---

[۱] رود کوثر از شیخ محمد اکرم صفحہ ۵۰۲، ۵۷۵ (لاہور ۱۹۵۸ء)

[۲] نجوم السماء صفحہ ۳۵۳، ۵۳۸، [۳] فتاوی عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲۹، ۱۳۱ -

عشریہ از کتاب ہائے اہل سنت
کہ در رد مذہب شیعہ و کتب
شیعہ کہ در رد مذہب اہل سنت
تالیف شدہ دو قسم بہم رسیدہ
بود قسم اول در مبادلہ این
مسئلہ خاص یعنی اثبات خلافت
خلفائے ثلثہ و رد آں مثل
نواقض الروافض و مرافض
الروافض و صواعق محرقہ
و شرح تجرید از طرف اہل سنت
و مصائب النواصب و رد
شبہات الاعور و اظہار الحق
و سفینۃ النجات از طرف شیعہ
قسم دوم آں کتاب ہا است
کہ در مسئلہ امامت و شروط
آں و مواقع آں بہ تفصیل
تصنیف شدہ مثل بحث
امامت در شرح مقاصد و
شرح مواقف و طوالع الانوار
و اربعین از طرف اہل سنت
و تصانیف علامہ حلی و مقداد

وقت اہل سنت کی کتابیں جو مذہب
شیعہ کے رد میں تھیں اور شیعوں
کی کتابیں جو اہل سنت کے جواب
میں تھیں ان کی تین قسمیں پیش نظر
تھیں، پہلی قسم اثبات خلافت
خلفائے ثلاثہ کے جھگڑے، اور
اس کے رد میں سنیوں کی طرف
سے جو کتابیں سامنے تھیں وہ
نواقض الروافض و مرافض الروافض
وصواعق محرقہ، و شرح تجرید از
طرف اہل سنت و مصائب النواصب
در رد شبہات الاعور و اظہار الحق
سفینۃ النجات شیعوں کی طرف سے
دوسری قسم ان کتابوں کی جس میں
مسئلہ امامت اس کی شرائط اور
مواقع مفصل تصنیف ہوئی تھی
امامت کی بحث سے متعلق سنیوں
کی جانب سے شرح مواقف
طوالع الانوار واربعین اور
تصانیف علامہ حلی و مقداد اور
شیعوں کی جانب سے حدائق موبقہ

Marfat.com

دہ الف موافق در رد صواعق	صواعق محرقہ کے جواب میں ہیں
محرقہ و مقدار از طرف شیعہ	تیسری قسم ان تصانیف کی ہے
قسم سوم آں است کہ تمام	جس میں تمام شیعوں کے مذہبی
مذہب شیعہ را ہم در الٰہیات	اعتقادات، الٰہیات اور آخرت
وہم در معاد وہم در امامت	حدیثوں کے روایت کو رد کیا ہے
وہم در روایت احادیث وہم	
در اصول رد"	تمت بالخیر

اصطلاحات

مسند جس روایت کی سند ابتداء سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پائی جاتی ہو اور درمیان سے قطعاً منقطع نہ ہو۔

منقطع اگر درمیان سند سے ایک راوی گر جائے یا گرا دیا جائے تو اسے منقطع کہتے ہیں۔ ایسی روایت محدثین کے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کی سند متصل نہ ہو

انقطاع درمیان سے جب راوی گرایا جاتا ہے تو اس کرنے کے عمل کو انقطاع کہا جاتا ہے۔

مرسل اگر روایت کی سند میں سے صحابی کا نام غائب کر دیا جائے۔ یعنی تابعی یہ کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا۔ یا ایسا کوئی اور صحابی موجود نہ ہو تو اس روایت کو مرسل بولتے ہیں۔ اور محدثین کے نزدیک مرسل قابل قبول نہیں۔

مجہول درمیان سند میں کوئی راوی ایسا ہو جس کا حال کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ راوی مجہول ہے۔ اور وہ سند بھی مجہول ہے جس میں کوئی ایسا راوی پایا جائے۔ اور اس زمانہ روایت بھی مجہول ہے جس

Marfat.com

کہ سند میں کوئی مجہول راوی پایا جاتا ہو۔

عنعنہ

جو روایت راوی عن فلان کے ذریعہ کرے۔

معنعن

جو روایت عن فلان عن فلان کے ذریعہ مروی ہو۔

تدلیس

درمیان سے راوی غائب کرنا۔ وہ روایت جس کی سند میں سے کوئی راوی غائب کر دیا جائے اسے مدلَّس کہتے ہیں۔ اور جو شخص یہ کام انجام دے رہا ہے اسے مدلِّس (لام کے زیر کے ساتھ) بولتے ہیں۔ جس روایت میں تدلیس کی جاتی ہے۔ اس میں چونکہ یہ بھی امکان ہوتا ہے کہ درمیان سے متعدد افراد حذف کر دئے گئے ہوں جس کا پڑھنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ لہذا وہ روایت جس میں تدلیس پائی جاتی ہو قابل قبول نہیں۔ اور جس روایت کو مدلّس عن کے ذریعہ روایت کرے اس کی وہ روایت بھی قابل قبول نہیں مثلاً اہل کوفہ میں سے ابو اسحاق سبیعی اور اعمش وغیرہ مشہور مدلّس ہیں۔ اسی طرح اہل بصرہ میں سے سعید بن ابی عروبہ، قتادہ اور حسن بصری مشہور مدلّس ہیں۔ جب یہ حضرات کوئی روایت وہ بیان کریں جو انہوں نے نہ سنی ہو اور درمیان سے کوئی ضعیف راوی غایب کر دیا ہو اور وہ راوی ضعیف ہو۔ لہٰذا وہ روایت جو معنعن ہو اور اس کا راوی مدلّس ہو قابل قبول نہیں۔

امام بخاری نے اصول تو یہ بیان کیا ہے کہ مدلّس کی حدیث قابل قبول نہیں۔ لیکن اپنی صحیح میں مدلّس کی حدیث معنعن نقل کرتے ہیں اور خاموشی سے آگے گزر جاتے ہیں۔ مثلاً عن سعید بن عروبۃ عن قتادہ عن فلاں۔

تدلیس لغت میں بیچنے کے وقت مال میں عیب چھپانے کو بولتے ہیں۔ شُمُنّی کا کہنا ہے کہ علماء حدیث کے نزدیک تدلیس حرام ہے۔ اور وکیع بن جراح کا قول ہے کہ جب کپڑے کا عیب چھپانا جائز نہیں تو حدیث کا عیب چھپانا کیسے جائز ہوگا؟

مرفوع

اگر سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے حدیث مرفوع کہتے ہیں۔

Marfat.com

موقوف لیکن اگر بات صحابی پر پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے موقوف کہا جاتا ہے۔

مقطوع لیکن اگر یہ بات تابعی تک پہنچ کر ختم ہو جائے تو اسے مقطوع کہتے ہیں۔

سند راویوں کا وہ طریقہ جس کے ذریعہ حضور تک پہنچا جائے۔ یہ ذہن میں رہے کہ جس روایت کی سند نہ پائی جاتی ہو وہ قطعی لا اعتبار شے ہے۔ نیز اسے اسناد بھی کہتے ہیں

متصل اگر راوی حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائے تو اسے متصل کہتے ہیں

معضل اگر سند میں سے دو راوی گر جائیں تو اسے معضل کہتے ہیں۔

مردود لیکن اگر راوی معتبر ہے اور روایت ایسی نقل کر رہا ہے جو دیگر معتبر راویوں کے خلاف ہے تو ایسی روایت کو مردود بولتے ہیں۔

عدالت راوی میں ایسا ملکہ پایا جائے کہ جو اعمال بد فسق و بدعت وغیرہ سے انسان احتراز کرتا ہو اور جس انسان میں یہ صفات پائی جائیں تو اسے عادل کہتے ہیں۔

موضوع جس روایت کے کسی راوی کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے کہ وہ حدیث میں عمداً جھوٹ بولتا ہے۔ خواہ اس نے زندگی میں ایک بار ہی ایسا کیا ہو اس کی حدیث کو موضوع کہتے ہیں

متروک اگر راوی اپنے کذب و افتراء میں مشہور ہو گیا ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہ ہو تو اس راوی کو بھی متروک کہتے ہیں۔ اور اس کی روایت کو بھی متروک بولتے ہیں۔

مبہم اگر راوی کا نام یا اس کی ذات کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ ہے یا غیر ثقہ تو اسے مبہم کہتے ہیں۔ یہ امر ذہن میں رہے کہ مبہم راوی کی روایت قطعاً ناقابل قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ مبہم شخص صحابی ہے تو پھر روایت قابل قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں۔

نوٹ :- یہ امر ذہن میں رہے کہ صاحب جامع الاصول نے تحریر کیا ہے کہ محدثین کے

Marfat.com

ایک جماعت نے خوارج۔ قدری۔ شیعہ۔ رافضی اور دیگر اہل بدعات کی روایت قبول کی ہیں لیکن ایک جماعت نے اس معاملہ میں ان فرقوں میں سے کسی شخص کی روایت قبول نہیں کی۔ اور انہوں نے ان سے روایت لینے میں احتیاط سے کام لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ان فرقوں سے جو روایات لی جائیں گی وہ بہت احتیاط سے لی جائیں گی۔

تقاضائے احتیاط یہ کہ ان فرقوں سے روایات نہ لی جائیں۔ کیونکہ یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ یہ فرقے اپنے اپنے مذہب کی تردید کے لئے احادیث گھڑتے رہے اور بہت سوں نے توبہ کے بعد اس کا اقرار بھی کیا۔ مقدمہ مشکوۃ صہ ۹۔

راوی اگر حدیث روایت کرے لیکن وہ روایت میں غلطیاں بہت کرتا ہو تو اس کے لئے حدیث میں کثرۃ ہا غلط اور غفلت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

صحاح حدیث کی وہ مشہور کتابیں جن کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی ان پانچ پر تو اتفاق ہے۔ اس لئے صحاح کہتے ہیں۔ چھٹی کتاب میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مؤطا، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مقدمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔

کہ ان چاروں کتابوں یعنی ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں احادیث صحیح بھی ہیں، حسن بھی اور ضعیف بھی۔ اور انہیں صحاح ستہ اکثریت کے لحاظ سے کہا جاتا ہے۔ مصنف مصابیح نے ان چاروں کتابوں کی روایت کو حسن لکھا ہے۔ اور یہ لغوی معنی کے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ ایک نئی اصطلاح ہے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ چھٹی کتاب سنن دارمی کو شمار کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بہت کم راوی ضعیف ہیں۔ بہت کم اس کی احادیث منکر ہیں۔ اس میں شاذ روایات بہت کم ہیں۔ اس کی اسنادات بھی عالی ہیں۔ اور بخاری سے زیادہ ثلاثیات اس میں پائی جاتی ہیں۔

اربعہ :۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چار کتابیں۔

صحیحین:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔

کذاب: جس راوی کا حدیث کے معاملہ میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔

نکارت: منکر روایت بیان کرنا۔ ایسے شخص کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔

غالی:۔ حد سے بڑھا ہوا۔ یعنی بہت بد بودار رافضی، یا بہت بد بودار خارجی وغیرہ۔

شیعہ:۔ جو حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہو۔ ایسے لوگ حضرت علی کے دور میں موجود تھے۔ اور بعد میں آہستہ آہستہ کم ہوتے گئے۔

رافضی: جو خلفائے ثلثہ کو برا کہتا ہو۔

تشیع:۔ شیعہ ہونا۔

وضاع:۔ احادیث وضع کرنے والا۔

حافظ:۔ محدثین کی اصطلاح میں احادیث یاد رکھنے والے کو حافظ کہا جاتا ہے۔ یعنی حافظ الحدیث اس سے مراد حافظ القرآن نہیں ہوتی۔ ہم نے اپنی کتاب مذہبی داستان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔ اور اگر حافظ سے مراد حافظ قرآن ہوتی ہے تو حافظ قرآن کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

غریب: اسے خبر واحد بھی کہتے ہیں۔ یعنی جس حدیث کا صرف ایک راوی ہو۔ اگر وہ راوی معتبر ہے تو فقہاء کے نزدیک ایسی روایت قابل عمل تو ضرور ہے۔ لیکن اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر راوی ضعیف ہے تو وہ قابل عمل بھی نہیں۔ اور اگر وہ شدید ضعیف ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اس کی نسبت بھی حرام ہے۔

امام: ہر ماہر فن کو بولتے ہیں۔ اگر وہ ماہر فقہ ہے تو امام الفقہ مراد ہوتا ہے اور اگر ماہر حدیث ہے تو امام الحدیث مراد ہوتا ہے۔ ہم نے ہر جگہ یہ لفظ ماہر حدیث اور حدیث کے متن کو کہنے [illegible] استعمال کیا ہے۔

نوٹ:۔ اگر کوئی روایت ضعیف ہو تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا

یا اسے دین کا جزو تصور کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو"

گویا قرآن کی رو سے ہر مسلمان پر ہر خبر کی تحقیق لازمی ہے۔ اور جب تک کسی روایت کی صحت کی تحقیق نہ ہو جائے اُس وقت تک اسے بیان کرنا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تسلیم کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"مگر وہ لوگ جو حق کی شہادت دیں اور انہیں اس کا علم بھی ہو"

پنج تن اور واقعۂ مباہلہ

ماخوذ از
علامہ عبدالقدوس ہاشمی

سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ○

اور وَدّ۔ سُواع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر کو نہ چھوڑو۔

اس آیت میں قوم نوح کے پانچ بتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وَدّ۔ سُواع۔ یَغُوث۔ یَعُوق اور نَسر یہ پانچوں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ان کے گھر والوں کو شیطان نے سمجھایا کہ ان کی یادگار منانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قبریں بناؤ اور اس پر معتکف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس طرح یہ پانچوں افراد قوم نوح کی ایک نمایاں شخصیت بن گئے۔ یہ پانچوں قبریں حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد کے ذریعہ قوم نوح کو ورثہ میں ملیں۔ بھلا ایک تقلید پرست قوم اپنے بزرگوں کو کیسے چھوڑتی۔ لہٰذا یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرتے کہ ان بزرگانِ دین کو نہ چھوڑنا۔ ورنہ کہیں کے نہ رہو گے۔

گویا یہ پانچوں شخصیتیں قوم نوح کی نمایاں شخصیتیں تھیں جو بقول ابن عباسؓ قوم نوح کو ادریس علیہ السلام کے ذریعہ ورثہ میں ملی تھیں۔ اور قوم نوح نے انہیں معبود کا درجہ عطا کر دیا تھا۔ اس

Marfat.com

طرح یہ قوم نوحؑ کے الٰہ بن گئے تھے۔ ان میں سے سواع نامی ایک عورت تھی۔ جسے دیوی قرار دیا گیا۔ اور اس طرح تاریخ کے اولین پنج تن وجود میں آئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آنے والی اقوام میں پانچ دیوتاؤں اور دیویوں سے مل کر ہر قوم نے ایک مجموعہ پنج تن یا پنچاتن بنا لیا اور دیومالائی کہانیوں میں انہیں ایک بڑا اور معزز مقام حاصل رہا۔

حیرت تو اس پر ہے کہ تورات میں اگرچہ بہت سی ترمیمات ہو چکی ہیں لیکن اس کے باوجود آج جو کچھ بھی ہے اور جیسی بھی ہے اسے یہود نے پانچ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور اس مجموعہ کو وہ خمس کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ یہودیوں کے پانچ مقدس ذرائع کی نسبت سے ہوا ہے۔ اس طرح ہندوؤں کا پنج جنا جپ بھی ایک دیوی سیتا جی اور چار بزرگوں کے ناموں کا ذکر جہری ہے جو ایک خاص شکل میں بیٹھ کر سورج دیوتا کی طرف منہ کر کے کیا جاتا ہے۔ اور آخری اس ذکر میں بائیں طرف سر جھکا کر قلب پر ضرب لگائی جاتی ہے۔ جیسے ہمارے صوفیا اور ذاکرین دل پر ضرب لگاتے اور خاص شکل میں بیٹھتے ہیں۔

رام بھگتی۔ یہ جپ پانچ اشخاص کے دو مجموعوں سے لگائی جاتی ہے۔ جسکی شکل حسب ذیل ہے۔

۱۔ جے رگھو نندن۔ جے سیاہ رام۔ لودکیشو، سیتا رام

۲۔ جے رگھونندن۔ جے سیاہ رام، بھرت سیتا سترھن، سیتا رام

پہلے مجموعہ میں چندر لچھمن اور سیتا کے دونوں بچوں کے اسماء گرامی شامل ہیں اور دوسرے مجموعہ میں سیتا کے دونوں فرزندوں کی بجائے رام چندر جی کے دونوں سوتیلے بھائیوں بھرت جی اور سترھن جی کے نام شامل کئے گئے ہیں۔ الغرض ہر دو مجموعوں میں پانچ افراد ہیں۔ جن میں ایک خاتون سیتا جی شامل ہیں۔

اسی طرح مختلف اقوام قدیمہ کی دیومالائی کہانیوں میں ہمیں پانچ مقدس ہستیوں کا نشان ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قوت، تسلط اور گرفت ظاہر کرنے کے لئے کہیں پنجہ کا نشان بنایا گیا ہے۔ اور کہیں پانچ الگ الگ نشانات بنائے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ آشوریوں نے اپنے مقدس بیل کے پانچ پیر

Marfat.com

رکھے تھے۔ ان کے بیل کا بت سرزمین عراق میں دستیاب ہوا ہے۔ اس بیل کے دو ڈینے (مکھی) بھی ہیں ہوسکتا ہے کہ سرزمین نینوی کے باشندوں نے اس پنج تن کو جنم دیا ہو۔ کیونکہ فرقہ سبائیہ کے نزدیک ان کے ائمہ علوم نینوی کے وارث تھے۔ لہذا یہ پانچ ٹانگ کے بیل کو پوجنے والے اسلام میں بھی اس پنج جنا کو گھسیٹ لائے۔ اور اس طرح پانچ ٹانگوں کے بیل کو پنج تن کے روپ میں ڈھال دیا گیا۔ حتی کہ اگر آپ شیعہ کتب کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت حسین کو شہید نینوا بھی کہا جاتا ہے حالانکہ کربلا اور نینوا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر ہم حضرت حسین کو شہید نینوا مان لیں تو یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ حضرت حسین کی شہادت نہ کربلا میں ہوئی اور نہ ماہ محرم میں ہوئی۔

ظاہر ہے کہ دو ڈینوں والا پانچ پیروں کا بیل تو اشوریوں یعنی عراقیوں کو کہاں ملا ہوگا۔ یہ ان کی کافرانہ صورت گری کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

دیوی اور دیوتا کی پوجا کرنے والی اقوام کے دیومالائی تخیلات کے اظہار کی بڑی عجیب عجیب صورتیں مختلف دیومالاؤں میں ملتی ہیں۔ کہیں اس کرہ ارض کو اپنے دانتوں پر اٹھائے ہوئے سور نظر آتا ہے اور کہیں ایک سینگ پر اٹھائے ہوئے ایک گائے ملتی ہے۔ اور اسی لئے ہندو گئو ماتا کے پجاری ہیں اور جب وہ بے چاری گائے تھک ہار کر زمین کو دوسرے سینگ پر لیتی ہے تو زمین میں زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ اور کہیں کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی لکشمی دیوی نظر آتی ہے۔

انسان جب سرچشمۂ ہدایت یعنی کتاب اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بے گانہ بن کر سوچتا ہے تو عقل انسانی کو جولانیوں کی چھوٹ مل جاتی ہے۔ اور شیطان کی ذہانت انسانوں کے افکار کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ	انسانی اور جناتی شیاطین دھوکہ دہی کی غرض سے دھوکہ دہی کی باتیں القا کرتے رہے ہیں۔

قیاس یہ کہتا ہے کہ پانچ کے تقدس اور اس کی اہمیت کا ابتدائی تصور انسانی ذہن میں خود اپنے ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے سے آیا ہوگا۔ انسان نے جب یہ دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چار انگلیاں

اور ایک انگوٹھا ہے اور وہ ہر چیز انہی سے پکڑتا ہے لہٰذا اس نے اقتدار و قوت کا سرچشمہ ان پانچ انگلیوں کو قرار دیا۔ اور پنجہ بھی اقتدار اور گرفت کو بولا جانے لگا۔ حتیٰ کہ ہماری پارسی و اردو زبان میں بھی پنجہ گرفت اور اقتدار کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔

بت پرست انسان نے جب خالق کائنات کی صفات کو محسوس کیا۔ اور انہیں قابل ذکر شناس یہ مشخص کیا تو اس کارخانہ عالم کو چلانے کے لئے اس نے پانچ وزراء گھڑے جو پورے با اختیار تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد و قوت کے محتاج ضرور تھے۔ اور اس طرح وہ اللہ کے معین و حامی قرار پائے کوئی بارش کا مالک ہے۔ کوئی زمین کے نظم و نسق کا ذمہ دار ہے۔ کوئی دولت کی دیوی ہے اور کوئی علم و زندگی

اس طرح انسان کے تخیلات نے اللہ تعالیٰ کی وزارت بنائی۔ اور اس کے پانچ ارکان مقرر ہوئے۔ اس طرح دیومالا بن کر تیار ہوگئی۔ پھر رفتہ رفتہ پانچ کے عدد کو ایسا تقدس حاصل ہوا کہ آنے والے بت پرست اپنے گزرے ہوئے لوگوں کی دیومالا میں پھنستے چلے گئے۔

جب انسان کے علم میں اضافہ ہوا۔ اور اس نے اجرام فلکی کا مطالعہ شروع کیا تو اس نے چاند اور سورج کے علاوہ مزید پانچ ستارے معلوم کئے۔ ان ستاروں کو خمسہ متحیرہ کا لقب دیا گیا اور یہ تسلیم کیا گیا کہ زمین و آسمان میں جتنے حوادث پیش آتے ہیں وہ ان پانچ ستاروں کے تصرفات کے تحت ہوتے ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم اپنے مسلم ہونے کے دعویدار ہیں لیکن حق بات تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ ہر قسم کی لغویت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آج بھی اخبار جنگ اور دیگر جرائد اسی ستارہ پرستی کی تعلیم میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور شاید کوئی اخبار اس کفر سے پاک ہو۔ اور جب سے ہمارے اخبارات و رسائل پر رافضی اور شیعہ برادری کا قبضہ ہوا ہے۔ وہ اپنے اس مجوسی مسلک کو پھیلانے میں مصروف ہیں تاکہ قوم کا جو اللہ سے برائے نام تعلق ہے وہ بھی کالعدم ہو جائے۔

مختلف اقوام کے پنج تن

قوم نوح کی پانچ مقدس ہستیاں۔ ودّ۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ اور نسر۔ ان

Marfat.com

یں سے سوآنغ نامی ایک دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ یہ سب سے پہلے پنج تن ہیں جو ہمیں قرآن میں ملتے ہیں۔

۲۔ سمیرین قوم کے پنج تن۔

ان لیل۔ ان کی۔ ننا۔ اُتو۔ ماما

ان میں سے ماما دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔ زمانہ مابعد میں ننا کو بھی دیوی بولا جانے لگا۔

۳۔ اکادی قوم کے مقدس پانچ ارکان۔

ننگے۔ موتگے۔ ہیا۔ اروکی۔ ادد۔

ان میں سے ننگے دیوی ہے۔ اور باقی چار دیوتا ہیں۔

۴۔ بابلیوں کے مقدس پنج تن۔

شمس۔ سنی۔ نیبو۔ امرتوک۔ اتی

ان میں سے شمس دیوی ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج تک عربی زبان میں شمس کو مونث بولتے ہیں۔ اور بقیہ چار دیوتا ہیں۔

۵۔ اشوریوں کے مقدس پنج تن۔

اشور۔ آلو۔ بعل۔ ہیا۔ ددل۔

یہ پانچوں دیوتا ہیں۔ ان میں کوئی دیوی نہیں۔ اشوریوں کا ہر دار بیل بھی پانچ پاؤں کا ہے جو پانچ اشخاص کی قوت کا مظہر ہے۔

۶۔ قدیم مصری دیومالا کے پنج تن۔

اسیرس۔ ہورس، اسلیس۔ را۔ ایتم

ان میں سے اسلیس نامی دیوی ہے۔

۷۔ چینی دیومالا کے پنج تن۔

یانگ۔ آسمان۔ سورج۔ چاند۔ ہوا۔

Marfat.com

ان میں سے یانگ یعنی دھرتی ماتا دیوی ہے۔

۸۔ ہندو دیومالا کے مقدس پنج تن۔

پاربتی۔ ہری ہرا۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش ریشو

ان میں سے پاربتی (مادر عالم) دیوی ہے۔

۹۔ ایرانی دیومالا کے مقدس پنج تن۔

امور امشردا۔ انگرینو۔ آگ۔ سورج۔ زمین۔

ان میں سے زمین دیوی ہے۔

۱۰۔ یونانی دیومالا کے مقدس پنج تن

زیوس۔ پوزیڈان۔ ایرش۔ اپولو۔ ڈیمٹر

۱۱۔ رومن دیومالا کے مقدس پنج تن۔

مرکری۔ اپالو۔ سیروفا۔ بیگی کش۔ سرنونو۔

ان میں سیروفا دیوی ہے۔

۱۲۔ ٹیوٹانی دیومالا کے مقدس پنج تن

ہقور۔ وریون۔ فرج۔ بالدر۔ فریر۔

ان میں سے فریہ نامی دیوی ہے

۱۳۔ ساکوی دیومالا کے پنج تن۔

پرکوماس۔ اینڈکوسٹ۔ سوآن۔ ددلوس۔ ڈیمی وودل

ان میں سے سوآن نامی دیوی ہے۔

۱۴۔ رام بھگتی دیومالا کے پنج تن

رام لچھمن۔ لود۔ کیشو۔ سیتا۔

ان میں سیتا ایک خاتون ہے۔ لود۔ کیشو۔ ان کے فرزند ہیں۔ ایک فی الواقع ان کا

Marfat.com

بچہ ہے اور دوسرا لے پالک۔ رام جی اوتاران بکے شوہر اور لچھمن جی ان کے وفادار دیور ہیں۔

۱۵۔ بابلی فلکیات والوں نے چاند، سورج کو باپ بیٹا مان کر سب سے اونچا درجہ دیا تھا۔ باقی پانچ مقدس ہستیاں یہ ہیں۔

عطارد۔ زہرہ۔ مرسا (برہسپت) مشتری۔ شرم، زحل۔ (پنجر)

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مزید کچھ تحقیقات کی جائے تو شاید اس فہرست میں مزید کچھ اور اضافہ ہو جائے۔

یہودیوں نے کتاب مقدس یعنی تورات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور اپنے ابتدائی دور کے پانچ بزرگوں کو مقدس مقام عطا کر کے دیومالا کے مقدس پانچ ارکان کی تکمیل کی۔

دین اسلام کی بنیاد خالص توحید پر رکھی گئی تھی۔ اس میں کسی پنجنا کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ دین تین پانچ کی آلودگیوں سے پاک صاف تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی مفترض الطاعت نہ تھا۔ اور نہ دین اسلام میں کسی پاپائے اعظم کی کوئی گنجائش تھی۔ اس دین میں مساوات کی تعلیم دی گئی تھی۔ نسلی طور پر یا پیدائش کے لحاظ سے کوئی مکرم نہ تھا۔ اور نہ دوسروں کو کمزور قرار دیا جا سکتا تھا۔

اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں کہ کسی انسان کو نسلی لحاظ سے برتر یا کمتر قرار دیا جائے ایک حبشی اگر مسلمان ہو کر نماز پڑھنا اور پڑھانا سیکھ لے تو وہ نمازوں میں امامت کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم اور صحیح النسب ہاشمی وجعفری کو اس کی امامت میں نماز ادا کرنے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ عالم اور پیر و مرشد صاحب کا کیا مسئلہ ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عبدالرحمانؓ بن عوف کی امامت میں نماز ادا کی ہے۔ اور بعد میں حضرت علیؓ اور حضرات حسنین ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور جب حضرت علیؓ بقول سبائیہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو صحابہ کرام اسی اور نوے ہزار کے درمیان تھے لیکن پانچ چھ کے علاوہ کسی نے ان کی خلافت کو قبول نہیں کیا۔

Marfat.com

اسلام کی اس اصولی تعلیم کے بعد کسی کے لئے تین پانچ کرنے کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی لیکن انسانی دماغ کی کارستانیوں نے بہرحال اپنا کام کر دکھایا۔ اور اکثریت کو تثلیث کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ حضرت عثمان ذی النورین کے آخری دور میں تثلیث کے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

ایک یہودی عبداللہ بن سبا نے جاہل بدویوں میں مختلف قسم کے افکار پیدا کئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور اولاد علیؓ کے مقدس و محترم ہونے اور پیدائشی برتری کے عقائد پیدا کئے گئے۔ اس مقصد کے لئے بہت سی جھوٹی روایات وضع کی گئیں جن میں سے ایک روایت مباہلہ کی ہے اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب ۹ھ کے آخر یا [illegible]ھ کی ابتدا میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اور کسی طرح حق قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ندع أبناءنا وأبناءكم ونساءنا ونساءكم	ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔
وأنفسنا وأنفسكم ثم نبتهل فنجعل	ہم اپنی بیویوں کو بلائیں اور تم اپنی بیویوں کو اور
لعنت الله على الكاذبين	ہم اپنے دیگر ساتھیوں کو بلائیں اور تم دیگر ساتھیوں کو۔ پھر ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر یا کمبل میں حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو لپیٹ کر لائے۔ عیسائی ان بزرگوں کو دیکھ کر مباہلہ سے بھاگ گئے۔ اور مباہلہ پر راضی نہ ہوئے۔

یہ روایت بعض الفاظ کی کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے ساتھ مختلف مجموعہ ہائے احادیث اور کتب تفاسیر میں منقول ہیں۔ ہماری کتب تفاسیر سدی اور کلبی رافضی کی تفاسیر کا خاکہ ہیں۔ لہٰذا وہ اس سے زیادہ سوچ بھی نہیں سکتے۔ حالانکہ میں مذہبی داستان حصہ اول میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت حسین ۳ھ کے آخری ماہ یا ۹ھ کے ابتدا میں پیدا ہوئے۔ الغرض حضرت حسین وفات رسول تک اتنی عمر کے نہ تھے کہ انہیں جہاں چاہیں راوی کھینچ کر لے جائیں۔

Marfat.com

جہاں تک مسلم کی روایت کا تعلق ہے تو عامر بن سعدؓ بن وقاص سے سعید بن المسیب نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ آپ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ یہ واقعہ حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا ہے اور عامر نے بھی نقل کیا ہے۔ عامر سے نقل کرنے والے سعید بن المسیب اور بکیر بن مسمار ہیں۔ سعید نے صرف وہ مختصر سا واقعہ نقل کیا ہے۔ لیکن بکیر نے متعدد کہانیاں حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کی ہیں۔ جبکہ سعید بن المسیب نے سوائے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون سے تشبیہ کے علاوہ اور کوئی واقعہ بیان نہیں کیا۔ حضرت سعد سے اس واقعہ کو ان کے صاحبزادے مصعب نے بھی نقل کیا لیکن وہ بھی اس واقعہ کو بیان نہیں کرتے۔

پھر بکیر نے اس واقعہ کی ابتداء اس صورت میں کی ہے کہ امیر معاویہ نے سعد کو حکم دیا کہ تم علیؓ کو برا کیوں نہیں کہتے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے تین عذر پیش کئے جن میں سے ایک عذر یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ کُمْ

ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ۔ اور حسنؓ و حسینؓ کو بلایا اور فرمایا یہ میرے اہل ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

اول تو بکیر بن مسمار پر بعض محدثین نے اعتراض کیا ہے۔ مثلاً امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ یہ ابن عمرؓ اور عامر بن سعد سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے حاتم بن اسماعیل اور واقدی روایت کرتے ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۸

بکیر سے یہ روایت حاتم بن اسماعیل نے نقل کی ہے۔ حاتم سے اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت لی ہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس میں غفلت پائی جاتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۸

جب ہم اس امر پر غور کرتے ہیں کہ بکیر بن مسمار اور حاتم بن اسماعیل سے بڑا مقام سعید بن المسیب اور مصعب بن سعد کا ہے۔ لیکن وہ روایت کا مختصر سا حصہ نقل کرتے ہیں جو تبوک

Marfat.com

جانے سے متعلق ہے۔ بقیہ رام کہانی بیان نہیں کرتے۔ اس طرح یہ روایت پہلی روایت کے معارض ہوئی اور اگر راوی ثقہ بھی ہو لیکن اپنے سے زیادہ ثقہ روی کی مخالفت کرتا ہو تو اس کی وہ روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

گویا بکیر بن مسمار نے اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہذا بکیر کی روایت مصعب بن سعدؓ اور سعید بن المسیب کے مقابلے میں بے کار محض ہے۔ اور روایت کے ابتدائی الفاظ دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی حضرت علیؓ کا دشمن سوال کر رہا ہے۔ جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب تشیع کی کارستانیاں ہیں جو اس شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔

ہمارے نظریہ کے مطابق اگر حضرت حسینؑ پیدا بھی ہو گئے تھے تو زیادہ سے زیادہ ان کی عمر دو تین ماہ ہو گی۔ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو حضرت حسنؓ بھی زیادہ سے زیادہ دو سال کے بچے ہوں گے جن کو ان کی والدہ یا ان کے والد گود میں اٹھا کر لے گئے ہوں گے۔ اس طرح دونوں بچے گود میں اٹھانے کے قابل ہوں گے۔ ان دونوں بچوں کو حضور فاطمہؓ کے ذریعے اٹھا کر لے آئے لیکن زینبؓ بنت رسول کے صاحبزادے علیؓ بن زینب۔ اور رقیہؓ بنت رسول کے صاحبزادے عبد الرحمانؓ بن رقیہ اور ام کلثومؓ کے صاحبزادے عبد اللہ بن ام کلثوم حیات تھے۔ آخر ان تین نواسوں نے وہ کون سا قصور کیا تھا جس کی انہیں اتنی بڑی سزا ملی کہ انہیں نواسۂ رسول ہونے سے خارج کر دیا گیا۔ غالباً انہیں یہ سزا ان کے اموی ہونے کی وجہ سے ملی ہے۔

پھر صاحبزادیوں میں امامہؓ بنت زینبؓ۔ زینبؓ بنت فاطمہؓ۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہؓ ان لڑکیوں نے اس کے علاوہ کون سا قصور کیا تھا کہ وہ لڑکی تھیں۔ اور پنج تن کی تاریخ دیکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پنج تن میں تاریخی لحاظ سے ایک عورت تو شامل ہو سکتی ہے۔ بقیہ چار تن کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ لہذا یہ تو لازمی تھا کہ عورتوں کو اس سے خارج کرنا تھا۔ رہا علیؓ بن زینبؓ اور عبد الرحمانؓ بن رقیہؓ کا مسئلہ ان کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ وہ اپنے باپ کے لحاظ سے اموی تھے۔ اور ہمیں سبق یہ پڑھایا گیا ہے کہ اموی ہونا ایک جرم ہے جو قابل معافی نہیں۔ لہذا

سب سے پہلے یہ جرم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیاں امویوں میں دیں۔ اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اور چونکہ یہ حضرات اموی تھے اور آپؐ نے غلطی سے اپنی صاحبزادیاں امویوں میں دی تھیں جس کا احساس بعد میں آنے والی نسلوں کو ہوا۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ اگر حضرت فاطمہؓ کے لئے کوئی اور اموی جوان موجود ہوتا تو شاید حضرت فاطمہؓ بھی اس کے عقد میں ہوتیں۔

ان نواسے اور نواسیوں کے علاوہ آپ کے فرزند ابراہیم جو ماریہؓ قبطیہ سے تھے۔ ابھی حیات تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نواسوں اور نواسیوں کو چھوڑ کر صرف حسنؓ و حسینؓ کو عبا میں شریک کیا۔ اور تو اور خود حضرت فاطمہؓ کی دونوں صاحبزادیوں اُم کلثومؓ اور زینبؓ کو بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی صفت قرآن نے رحمۃ اللعالمین ہونا بیان کی ہے۔ وہ رحمۃ اللعالمین تو کیا ہوتے وہ تو بیاذاً باللہ اپنی اولاد کے بھی قاتل ٹھہرے۔ یہ ہے وہ فارمولا جو اہل تشیع نے ہمارے ہاتھوں میں تھمایا اور سنی صاحبان عموماً اور خصوصاً پیر پرست طبقہ اس کی ترویج میں مشغول ہو گیا اور بطور دلیل واقعہ مباہلہ پیش کرنا شروع کر دیا۔

قرآن مجید میں ابناء۔ نساء اور انفس جمع کے صیغے ہیں۔ اور عربی زبان میں جمع کے لئے کم از کم تین ہونا شرط ہے۔ ان میں اکیلے حضرت علیؓ کیسے آ گئے انہیں نہ تو ابناء میں داخل کیا جا سکتا ہے اور نہ نساء میں۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ آپ کی ازواج بھی موجود تھیں۔ جن کی کم از کم تعداد نو ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قطعاً لے کر نہیں جاتے۔ اور اس طرح ان کہانیوں کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے قرآن کے مخالف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتے ہیں

قرآن مجید کے تینوں الفاظ اسم جمع ہیں جو لازمی طور پر تین اشخاص یا اس سے زیادہ کے لئے آتے ہیں۔ لہذا اگر آپ مباہلہ کے لئے تشریف بھی لے گئے تھے۔ تو ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ آپ کے ساتھ کم از کم دو افراد مزید دعوت دینے والے ہوتے۔ اور اس طرح یہ تینوں حضرات

Marfat.com

مل کر اپنے بیٹوں کو لے کر آتے۔ ان کے ساتھ ان کی بیویاں بھی ہوتیں۔ اور وہ کچھ مزید اور افراد کو بھی دعوت دیتے۔ اس طرح قرآن کے نقطۂ نگاہ سے یہ حکم عام ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن قربان جایئے اس سبائی ذہن کے کہ اس نے اس کہانی کے تار پود بکھیر کر پھینک دیئے۔

در حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی اس دعوت مباہلہ کو عیسائیوں نے قبول ہی نہیں کیا ان کے لئے اسے قبول کرنا ممکن بھی نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو عبا یا کمبل میں چھپا کر نہیں لائے تھے۔ یہ سارا افسانہ پنجتن کا کھیل ہے۔ جس کے لئے قرآن کی صورت بگاڑی جا رہی ہے۔ یہ دیو مالائی پانچ اشخاص کا ایک مجموعہ دیگر اقوام کی طرح اسلام میں بھی پیدا کیا گیا۔ اور جب ایک بار پنجتن وجود میں آگئے تو اسے اتنی بار دہرایا گیا کہ ہر فرد بشر کے ذہن میں وہ بات رچ بس جائے اور دماغ اس کے خلاف سوچ بھی نہ سکے۔ الغرض پنجتن کا نشان بنایا گیا۔ گھوڑے کی تصویر پر سوار دکھایا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیان توحید دنیا کو اشخاص کی پرستش کی دعوت دینے لگے۔

جب پنجتن وجود میں آگئے تو پھر ان کے لئے ولایت و امامت کے جھگڑے کھڑے کئے گئے اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو اوروں پر فوقیت دی گئی۔ اور امویوں کو ذلیل و خوار کیا گیا تاکہ ہمارے سُنی حضرات حضورؐ کے ان نواسوں کا ذکر نہ کریں۔ جن کے باپ دادا اموی تھے۔ اسی لئے یہ فارمولا ترتیب دیا گیا کہ حضور کی صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ بقیہ تین چونکہ امویوں کے نکاح میں گئی تھیں۔ لہٰذا وہ اولاد ہونے سے بھی خارج ہو گئیں۔

حالانکہ اگر غور سے اسلامی تاریخ اور ان حضرات کا مطالعہ کیا جائے جو ابتداء میں اسلام لائے تھے تو یہ صاف محسوس ہوگا کہ ہمیشہ اسلام کی راہ میں جان قربان کرنے والے امویوں کی تعداد ہاشمیوں کے مقابلہ میں زیادہ رہی ہے۔ بلکہ اگر اس پر بھی غور کیا جائے کہ زوجیت رسول میں تمام خاندان کی عورتیں آئیں لیکن بنو ہاشم خاندان صرف اسی بات سے محروم رہا کہ قرآن نے آپ کے لئے شرط یہ لگا دی تھی

Marfat.com

اِلَّا هَاجَرْنَ مَعَكَ ــــ مگر انہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو

گویا کہ آپ کے نکاح میں آنے کے لئے از روئے قرآن مہاجر ہونا شرط تھا اور کوئی ہاشمی لڑکی یا عورت مہاجرہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے کوئی ہاشمی عورت آپ کے نکاح میں نہ آسکی اور کسی ہاشمی عورت کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل نہ ہو سکا۔ جب کہ بنو امیہ میں سے حضرت اُم حبیبہؓ کو امت کی ماں بننے کا فخر حاصل ہوا۔ اور یہ فخر ایسا ہے کہ قیامت تک قائم رہے گا۔ اور یہ اُم حبیبہؓ ابوسفیانؓ کی صاحبزادی۔ امیر معاویہؓ کی بہن اور یزید بن معاویہؓ کی پھوپھی ہیں

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضورؐ کی بقیہ صاحبزادیوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ سب اموی ہوئیں نہ کہ ہاشمی۔ اس طرح بنوامیہ کو بُرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ حضورؐ کے اُن نواسے اور نواسیوں کا خاتمہ کیا جائے جن کا تعلق بنو امیہ سے ہے اور حضورؐ کی تین صاحبزادیاں امویوں میں گئیں۔ اور ان کی اولاد اموی ہوئی۔

حضرت علیؓ کی سپہ سالاری

حضرت عمرانؓ بن حُصین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عامل متعین کیا۔ حضرت علیؓ اس دستے کو لے کر گئے۔ انھوں نے ایک باندی حاصل کی۔ اس پر صحابہؓ نے ان پر اعتراض کیا اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے عہد کیا کہ جب ہماری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگی تو حضرت علیؓ نے جو فعل کیا ہے اس سے حضورؐ کو مطلع کریں گے۔ اور صحابہؓ کا قاعدہ تھا کہ جب سفر سے لوٹتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ کو سلام کرتے اور پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ سریہ واپس آیا تو اس نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں اشخاص میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ علیؓ بن ابی طالب کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی ایسی حرکت کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی شکایت پیش کی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے وہی بات دہرائی۔ آپ نے ادھر سے بھی منہ پھیر لیا پھر چوتھے شخص نے کھڑے ہو کر وہی بات عرض کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرے سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور آپ غصہ میں سوال فرما رہے تھے تم علی رضی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی رضی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی رضی سے کیا چاہتے ہو۔ علی رضی مجھ سے ہیں اور میں علی رضی سے ہوں۔ اور میرے بعد علی رضی ہر مومن کے ولی ہیں۔

امام ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵

جیسا کہ ہم آگے لکھ رہے ہیں کہ واقعہ کی نوعیت کیا تھی حضرت علی رضی کسی جنگی لشکر کے امیر نہ بنائے گئے تھے بلکہ انھیں خمس لینے کے لئے یمن بھیجا گیا تھا جہاں تک ترمذی کی اس روایت کا تعلق ہے وہ جعفر بن سلیمان ضبعی کی تیار کردہ ہے کیونکہ بقول امام ترمذی جعفر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور جعفر بن سلیمان تبع تابعی ہے۔

وصول خمس کے بعد حضرت علی رضی کی واپسی حجۃ الوداع کے موقع پر ہوئی اور حج کے بعد خم غدیر میں شکایات کا دفتر کھلا حضور نے صحابہ کرام رضی کی شکایات پر یہ جواب دیا۔

فان لہ فی الخمس اکثر من ذالک — کیونکہ خمس میں علی کا اس سے بھی زیادہ حصہ ہے

اور اس واقعہ کے باعث حضرت بریدہ رضی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علی رضی سے بغض رکھتا ہوں جس پر حضور نے حضرت بریدہ رضی سے یہ الفاظ فرمائے کہ تو اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

واقعہ صرف اتنا تھا جس سے حضرت علی رضی کی بشری کمزوری اور غلطی ثابت ہو رہی تھی اور یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد خم غدیر کے مقام پر حضور سے صحابہ کرام رضی نے حضرت علی رضی سے اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اور حضور نے معاملہ کو رفع دفع کرنے کی کوشش کی تھی

Marfat.com

جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ تین ماہ کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا۔

لیکن شیعہ ذہن اس واقعہ کو جوں کا توں قبول نہ کرسکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خم غدیر کے موقع پر حضرت علیؓ کی ولایت اور وصیت کے اتنے افسانے وضع کئے کہ اہل سنت حضرات بھی اس سیلاب میں بہہ گئے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور میں اہل سنت اور اہل تشیع میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اور جو کمی رہ گئی تھی وہ تصوف کے ناطے پوری ہو گئی۔

جعفر بن سلیمان

ترمذی فرماتے ہیں اسے جعفر بن سلیمان الضبعی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ شیعہ تابعی ہے اور مخالف کیمپ کا آدمی ہے جو واقعہ کو جوں کا توں کبھی قبول نہ کرسکتا تھا۔ اس لئے اس نے روایت میں اپنی جانب سے ایسے الفاظ داخل کئے جس سے تمام صحابہؓ پر حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو اور اصل شکایت پر پردہ پڑ جائے۔ پھر بعد میں اس واقعہ کو حضرت علیؓ کی ولایت کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو غریب یعنی خبر واحد قرار دیا۔ اور فرمایا اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ لہٰذا اس روایت کی صحت و عدم صحت کا تمام تر دارومدار جعفر بن سلیمان کی ذات پر موقوف ہے۔

جعفر بن سلیمان بنو حارث کا غلام تھا اس نے بنو ضبیعہ خاندان میں سکونت اختیار کی اسی لئے ضبعی کہلاتا ہے۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد و متقی لوگوں میں ہوتا ہے بخاری کے علاوہ تمام محدثین ستہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں کوئی خاص عیب نہیں، جب یہ صنعا پہنچا تو لوگوں نے اس سے علم حاصل کیا۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید القطان اسے ضعیف کہتے اور اس کی حدیث نہ لکھتے۔ ابن سعد کا بیان ہے یہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن اس میں ضعف پایا جاتا ہے۔ اور شیعہ ہے۔

Marfat.com

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زریع کی مجلس میں بیٹھے تھے انھوں نے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث سے علم حاصل کرتا ہے وہ میرے پاس نہ آئے کیونکہ عبدالوارث معتزلی ہے اور جعفر بن سلیمان رافضی ہے۔

سہل بن ابی حدویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالیاں تو خیر نہیں دیتا لیکن ان دونوں سے بغض رکھتا ہوں۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں جریر بن یزید بن ہارون کے ذریعہ اس جعفر کا یہ قول نقل کیا ہے اور اس کے بعد جریر بن یزید بن ہارون نے مزید فرمایا یہ جعفر تو گدھے کی طرح رافضی ہے۔

عمر بن علی کا بیان ہے کہ میں نے امام عبداللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے سوال کر رہے تھے۔ انھوں نے سوال کیا۔ کیا تو نے ایوب بن ابی تمیمہ کو دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں۔ امام ابن المبارک نے سوال کیا کیا ابن عون کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا۔ ہاں۔ ابن المبارک نے سوال کیا۔ کہ کیا تو نے یونس بن یزید کو دیکھا ہے؟ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔ امام عبداللہ بن المبارک نے فرمایا جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تھا تو ان کی مجلس میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ اور ان سے علم کیوں نہ حاصل کیا؟ تو نے ان حضرات کو چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے روایات سنیں۔ اور عوف تو اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب اپنی ذات میں دو بدعتیں جمع نہیں کر لیتا۔ کیونکہ عوف بن ابی جمیلہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

امام یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز عبدالرزاق بن ہمام سے ایسی بات سنی جو اس کے رافضی ہونے کا ثبوت تھی۔ میں نے عبدالرزاق سے سوال کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے مثلاً معمرؒ، اوزاعیؒ، سفیان بن عیینہ اور مالک بن انس یہ سب اہل سنت تھے پھر تجھ میں یہ تشیع کہاں سے آیا؟ عبدالرزاق نے جواب دیا۔ ہمارے پاس جعفر بن سلیمان آیا (یعنی صنعاء میں)، میں نے اسے فاضل اور نیک پایا

لہٰذا میں نے اس سے یہ مذہب حاصل کیا۔

یعنی جعفر بن سلیمان نہ صرف خود رافضی تھا بلکہ زہد و تقوے کا لبادہ اوڑھ کر دوسروں کو بھی رافضی بناتا تھا حتیٰ کہ عبدالرزاق بن ہمام جیسا محدث بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت بھی سامنے آگئی کہ شیعوں نے ہمیشہ زہد و تقویٰ اور تصوف کا لبادہ اوڑھ کر تشیع کا زہر پھیلایا ہے۔ یہی وجہ ہے جو ہمارے صوفیا تشیع میں غرق نظر آتے ہیں حتیٰ کہ بلحاظ عقائد شیعوں اور سنیوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ بلکہ بسا اوقات یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے صوفیا فی الواقع جعفر بن سلیمان کا کردار ادا کر رہے ہوں۔ اور تقیہ کر کے زہد و تقویٰ کا لبادہ اوڑھ لیا ہو۔

امام حماد بن زید فرماتے ہیں اس جعفر بن سلیمان کی روایت نہ لکھی جائے۔

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ جعفر بن سلیمان شیعہ تھا وہ حضرت علیؓ کے فضائل میں احادیث بیان کرتا کیونکہ اہل بصرہ حضرت علیؓ کی مخالفت میں غلو کیا کرتے تھے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں اور علما کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔

ساجی کا بیان ہے کہ اس کے پاس دو باندیاں تھیں اور ان کا نام اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ رکھا تھا۔ اور انھیں ہر وقت اذیت پہنچاتا رہتا۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۸۹ بلا سوس

اس تمام تحقیق سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ جعفر بن سلیمان نے اصل روایت کی صورت بگاڑی ہے۔ اور ولایت علیؓ کے کرشمے سب کے سب اس کے خود ساختہ ہیں۔ لیکن جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے کہ حضرت علیؓ کا یمن بھیجنا۔ یا مال غنیمت میں سے بلا تقسیم امیر باندی لینا اور اسے تصرف میں لانا یہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے جس سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو حضرت علیؓ سے شکایت پیدا ہوئی تھی حتیٰ کہ حضرت بریدہؓ نے حضورؐ کے سامنے اس امر کا اقرار کیا کہ میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اور حضورؐ نے انھیں خارج از ایمان قرار نہیں دیا صرف اتنی بات فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

Marfat.com

کیونکہ مسلم سے بغض رکھنا جائز نہیں۔ اس لئے آپ نے ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ بلا تقسیم باندی سے صحبت جائز ہے یا نہیں۔ تو اس پہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ جائز نہیں لیکن اگر کسی نے ایسی حرکت کی تو اس پر حد جاری نہ ہوگی کیونکہ جس شے میں ملکیت کا کچھ نہ کچھ حق پایا جاتا ہو۔ اس پر حد جاری نہیں ہوتی۔ جیسے اگر کوئی باپ کسی بیٹے کا مال چرالے تو اس پر قطعاً حد جاری نہ ہوگی کیونکہ بیٹے کے مال میں باپ کا بھی حق ہے۔ اس طرح خمس میں ذوی القربیٰ۔ یتامیٰ۔ مساکین سائلین و مسافرین کا حق ہے۔ لہٰذا اس جرم پر حد جاری نہ ہوگی۔ لیکن یہ حرکت خود خلاف قانون ہے۔ اور اس مال کا نگران تو امیر وقت ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ کسی کو اجازت دیدے۔ اور لونڈی کو تقسیم کر دے تو اس شخص کیلئے اس کا استعمال جائز ہوگا۔ جیسے باندیاں امیر کی تقسیم سے جائز ہوتی ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خمس میں علیؓ کا اس سے زیادہ حصہ ہے تو یہ جملہ خود ایک اجازت متصور ہوگا۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ دوران جنگ جو عورتیں ہاتھ آتی ہیں اگر انھیں امیر تقسیم کر دے تو وہ جائز ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ان سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک انھیں حیض نہ آجائے یا اگر حمل ہے تو وضع حمل نہ ہو تاکہ دو شخصوں کا نطفہ مخلوط نہ ہو جائے۔ اسے اصطلاح شریعت میں استبراء کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس قانونی نقطہ کو کیسے نظر انداز کیا۔ ممکن ہے۔ وہ لڑکی کنواری ہو جس سے استبراء کی ضرورت نہ ہو۔ اور لفظ جاریہ سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جاریہ عربی زبان میں کنواری اور نابالغ لڑکی کو کہتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ حرکت اگرچہ اللہ کی نظروں میں بری نہ ہو لیکن صحابہ کرامؓ جو حضور کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ انھیں یہ غیر اخلاقی حرکت ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کے سبب اگرچہ صحابہؓ نے سکوت اختیار کر لیا لیکن

ایک عام شخص کے ذہن میں یہ تخیل ضرور پیدا ہوگا کہ اگر حضرت علیؓ ابن عم اور داماد نہ ہوتے۔ یا ان کی اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں نہ ہوتیں تو اس وقت حضورؐ کا ردعمل کیا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ تخیل کی پرواز نے عام لوگوں کے ذہنوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے کیا تاثر پیدا کیا ہوگا۔ اور ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس واقعہ کے صرف ڈھائی ماہ بعد لوگ آپ کی خلافت کو قبول کر لیں گے۔ ہمارا ذہن تو یہ کہتا ہے کہ شاید ایک فرد بشر بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اسی لئے شیعہ ذہن نے اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا اور ولایت علیؓ کے ڈھنڈورے پیٹنے شروع کر دیئے۔

یہ ہے خمِ غدیر کی اصل حقیقت جو شیعہ پروپیگنڈے کے سبب سنیوں کے ذہنوں سے بھی محو ہو چکی۔ بلکہ پاک و ہند کا سنی اس مسئلہ میں شیعوں کا ہمنوا بنا ہوا ہے۔ بلکہ ہمارے علماء بھی ترمذی وغیرہ کی روایت کو دیکھ کر شیعوں کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں۔

من کنت مولاہ فعلی مولاہ
میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اُس کے مولیٰ ہیں

ابو سریحہ یا زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولی ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں۔ اس روایت میں شعبہ کو شک ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ شعبہ نے یہ روایت میمون ابو عبداللہ کے واسطہ زید بن ارقم سے نقل کی ہے۔

ترمذی نے یہ بات کہہ کر اس امر کی جانب اشارہ کیا ہے کہ شُعبہ کو اس روایت میں شک و شبہ واقع ہو رہا ہے۔ اولیں شک تو یہ ہے کہ یہ روایت ابو سریحہ یعنی حذیفہ بن اسید سے مروی ہے یا زیدؓ بن ارقم سے۔

Marfat.com

دوسرا شک یہ ہے کہ شعبہ نے یہ روایت سلمۃ بن کہیل سے سنی یا میمون ابو عبداللہ سے اس طرح اس روایت میں اضطراب ہے۔ اور جس روایت میں اضطراب ہو وہ مضطرب کہلاتی ہے جو شدید قسم کی ضعیف اور ناقابل قبول ہوتی ہے خواہ اس کی سند کتنی ہی اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

ابن عدی اور ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت سلمۃ بن کہیل سے ہرگز مروی نہیں بلکہ یہ روایت میمون ابو عبداللہ سے مروی ہے کیونکہ شعبہ کے علاوہ اسے عوف نے بھی روایت کیا ہے۔ اور عوف نے میمون کا نام لیا ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کا تمام دار و مدار میمون ابو عبداللہ پر موقوف ہے۔

میمون ابو عبداللہ

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید اس سے کوئی روایت نہ لیتے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ شخص لاشئے ہے۔ خود شعبہ کا دعویٰ ہے کہ یہ ایک رذیل انسان تھا میزان جلد ۳ صـ ۲۳۵

حضرت براء بن العازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج فرمایا ہم اس حج میں شریک تھے۔ آپ نے راہ میں قیام کیا۔ اور لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میں تمام مسلمانوں کی ان کی جانوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کیوں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ علیؓ بھی حقدار ہے۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) اے اللہ جو علی کو دوست رکھے تو اسے دوست رکھ۔ اور جو علیؓ سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔ (ابن ماجہ مترجمہ ۔ ۱۹ صـ ۵

ترمذی نے حضرت براء عازب سے جو روایت نقل کی ہے وہ اس کہانی کے جواب کے

Marfat.com

نے کافی ہے۔ انشاء اللہ ہم آئندہ سطور میں اسے ضرور پیش کریں گے۔

عدی بن ثابت - براء سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عدیؔ بن ثابت ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ احمد بن حنبل، احمد العجلی، اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔

ذہبی اور ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شیعوں کا مجتہد۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام تھا۔ ان میں یہ سچا شمار ہوتا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام شیعہ اس عدی جیسے ہو جاتے تو شیعوں کا شر کچھ کم ہوتا یعنی اس کا شمار دس نمبریہ میں نہیں تھا۔

مسعودی کا خیال ہے کہ یہ شیعوں کے خیالات کو جس انداز میں پیش کرتا ہے اس سے بہتر انداز میں کوئی دوسرا شیعہ بیان نہیں کرتا۔ (یہ ذہن نشین رہے کہ مورخ مسعودی خالص تبرائی رافضی ہے)

جوزجانی کا بیان ہے کہ عدی راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۱

عبدالرحمن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم رازی سے سنا ہے وہ فرماتے تھے اس کا دادا اس کی ماں کا نانا عبداللہ بن یزید تھا۔ اس نے احادیث براءؓ بن العازب سے سنی ہیں۔ اس عدی سے احادیث نقل کرنے والے یحیٰی بن سعید الانصاری مسعر اور شعبہ ہیں۔ میں نے اپنے والد یعنی ابو حاتم سے اس عدی کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا یہ سچا شخص ہے شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا قصہ گو ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۲)

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب مسلک ایسی روایت بیان کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو وہ روایت ہرگز قابلِ قبول نہیں۔ اور شیعوں کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت و ولایت سے بڑھ کر کوئی دوسری شئے نہیں۔ لہٰذا اس روایت کے مردود ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کا راوی عدی بن ثابت شیعہ ہے

اگر آپ حضرات یہ تصور کرتے ہوں کہ اس روایت کا راوی بخاری و مسلم کا راوی ہے

لہذا یہ ناقابل قبول ہے۔ اگر فی الواقع یہی کچھ امر ہوتا تو بخاری و مسلم بھی اس سے یہ روایت نقل کرتے لیکن ان کا نقل نہ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ بخاری و مسلم کسی شیعہ راوی کی وہ روایات قبول نہیں کرتے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو۔ اور چونکہ اس روایت سے شیعہ مسلک کی تائید ہوتی ہے لہذا اس شیعہ کی یہ روایت ناقابل قبول ہے۔

اگر آپ حضرات یہ تصور فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں اتنا معمولی سا انساد ہے۔ تو شیعہ مذہب کا یہ اصول پیش نظر رکھئے کہ دین کے دس حصوں میں نو حصہ دین تقیہ یعنی جھوٹ بولنے پر موقوف ہے یعنی شیعہ جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سب کچھ جھوٹ ہوتا ہے اور ان کی بات کو سچا ماننے والا سب سے بڑا جھوٹا ہے جو خود فریب کا شکار ہے۔

اس روایت میں ایک اور بھی فساد موجود ہے اور اس مفسد کا نام علی بن زید بن جدعان

علی بن زید بن جدعان

اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر ابوملیکہ بن جدعان ہے۔ اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا شمار علما تابعین میں ہوتا ہے اس سے بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ یہ حضرت انسؓ، سعید بن المسیب اور ابوعثمان النہدی سے روایات نقل کرتا ہے۔

یہ شخص مختلف فیہ ہے جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے علی بن زید بن جدعان، قتادہ اور اشعث الحدانی۔

منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

شعبہ کہتے ہیں آخر عمر میں اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ منصور بن زاذان کا بیان ہے کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ ان کی جگہ سنبھالئے۔

Marfat.com

حماد بن زید کوفی کا بیان ہے کہ یہ احادیث میں تبدیلیاں کرتا تھا۔ فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان۔ اس کی روایت سے احتراز کرتے۔ امام سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل کہتے ہیں ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ان کا ایک قول یہ ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ یہ تو رافضی ہے۔
احمد العجلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے قوی نہیں۔ بخاری اور ابوحاتم کہتے ہیں یہ شخص حجت نہیں لیکن ابوحاتم کہتے ہیں: اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن یزید بن ابی زیاد مجھے اس سے زیادہ پسند ہے

نسوی کا بیان ہے کہ بڑھاپے میں دماغ جواب دے گیا تھا۔ ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ میں اس کی روایت خرابی حافظہ کے باعث قبول نہیں کرتا۔ ابن عدی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا۔ ۱۳۱ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ میزان جلد ۳ ص ۱۲۷

ابوحاتم کا بیان ہے کہ علی بن یزید بن جدعان ہم سے آج کچھ حدیث بیان کرتا اور کل کچھ اور اور وہ اس لائق نہ تھا کہ اس کی حدیث قبول کی جائے۔ ج ۲، ص ۱۸۶

صالح کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد اسے قوی نہیں سمجھتے تھے۔ الجراح والتعدیل

ترمذی نے حضرت براءؓ سے جو کہانی نقل کی ہے۔ اس سے کچھ اور ہی حالات سامنے آتے ہیں۔ قارئین کرام اس پر بھی نظر ڈال لیں۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو امیر متعین کیا۔ اور ایک پر خالدؓ بن الولید کو اور فرمایا جنگ کے وقت علیؓ امیر ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح فرمایا۔ اور اس قلعہ سے باندی لے لی۔ (یعنی اس سے ہمبستر ہوئے۔)

یہ واقعہ خالد بن الولیدؓ نے لکھ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

Marfat.com

روانہ کیا جس میں علیؓ کی شکایت کی گئی تھی۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے جب خط پڑھا تو آپ کے چہرے کی رنگت تبدیل ہو گئی اور فرمایا

تو اس شخص کے بارے میں جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتا ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں تجھ سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے عرض کیا میں اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ نے خاموشی فرمائی۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس ایک سند کے علاوہ کسی اور سند سے واقف نہیں ترمذی ج ۲ ص ۲۲۳

اس واقعہ میں کہاں تک حقیقت ہے۔ اور کہاں کہاں غلطی ہے ہم اس وقت اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ لیکن تمام روایات سے یہ امر یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے بلا اجازت مال فے میں سے ایک لڑکی الگ کر لی تھی۔ اور اس سے بلا اجازت رسول ہمبستر ہوئے تھے۔ اور مال خمس میں اصل حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور آپ کی مرضی پر موقوف تھا کہ باندی کو کسی کی ملکیت میں دیں یا آزاد کر دیں یہ صورت بہ نبی کی اجازت پر موقوف تھا اور یہاں بلا اجازت یہ فعل سرزد ہوا۔ تو لوگوں کو اس پر اعتراض واقع ہوا۔ اور صحابہ میں سے چار اشخاص نے تو یہ عہد کیا تھا کہ ہم واپس جانے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شکایت پیش کریں گے۔

چونکہ حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے قبل واپس نہ آ سکے تھے بلکہ سیدھے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حج میں مصروف تھے جب آپ حج سے فراغت کے بعد خم غدیر میں ٹھہرے تو وہاں شکایتوں کے دفتر کھلے جسے سبائیوں نے ابتدائی دور میں ردو بدل کر کے پیش کیا۔ اور جوں جوں ان کے اماموں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اتنا ہی ان روایات میں ردو بدل ہوتا گیا۔ ترمذی کی ایک اور روایت ملاحظہ کیجیے۔

Marfat.com

جو حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے۔ حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ اور اس پر علیؓ ابن ابی طالب کو امیر بنایا۔ وہ لشکر لے کر چلے اور راہ میں ایک باندی سے ہمبستر ہوئے جس پر لوگوں نے اعتراض کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چار صحابہ نے تو باہم عہد کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری ملاقات ہوگی۔ تو ہم علیؓ کی اس حرکت سے آپ کو مطلع کریں گے۔

مسلمانوں کا دستور یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پھر اپنے گھروں کو جاتے۔ جب یہ لشکر واپس پہنچا تو انھوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ ان چاروں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپؐ علیؓ کو نہیں دیکھتے کہ انھوں نے ایسی اور ویسی حرکت کی رسول اللہ صلی اللہ نے منہ پھیر لیا۔ تو دوسرے شخص نے کھڑے ہو کر یہی بات عرض کی۔ آپؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ پھر تیسرا شخص کھڑا ہوا اس نے بھی شکایت کی۔ آپ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر چوتھا شخص کھڑا ہوا۔ اس نے شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ اور فرمایا۔ آخر تم علیؓ سے کیا چاہتے ہو۔ علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اسے جعفر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵

ہمیں اس روایت پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ ہمیں تو قارئین کے سامنے صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ خم غدیر میں ولایت تقسیم نہیں ہو رہی تھی۔ بلکہ شکایات کے دفتر کھلے ہوئے تھے۔ جس کا اقرار جعفر بن سلیمان جیسا رافضی بھی کر رہا ہے۔ جو حضرت عمرانؓ کی حدیث کا راوی ہے۔

Marfat.com

ہاں ہم قارئین کرام کی خدمت میں یہ ضرور عرض کریں گے کہ نہ تو دو لشکر بھیجے گئے اور نہ حضرت علیؓ کو امیر بنایا گیا۔ بلکہ حضرت علیؓ کو یمن، حضرت خالدؓ بن ولید کے پاس خمس لانے کے لئے بھیجا تھا۔ جو یہ تمام جھگڑا درپیش آیا۔

صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ کے پاس حضرت علیؓ کو خمس لینے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت بریدہؓ کا بیان ہے مجھے علیؓ سے بغض پیدا ہوگیا۔ کیونکہ علیؓ نے غسل کیا تھا۔ (یعنی خمس میں سے ایک باندی کے ساتھ صحبت ہوئے تھے) میں نے خالدؓ سے کہا تم نے علیؓ کی یہ حرکت دیکھی۔

جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اس واقعہ کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تو علیؓ سے بغض نہ رکھ۔ کیونکہ اس کا خمس میں اس کا حصہ اس سے زیادہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

معلوم ہوا کہ خم غدیر میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ، کی تفہیم ﷺ نہیں ہورہی تھی۔ بلکہ وہاں تو سیکڑوں افراد شاکی کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ اس واقعہ کی بدولت بعض صحابہؓ کے دلوں میں حضرت علیؓ کی جانب سے بغض پیدا ہوگیا تھا۔ اور خاص طور پر حضرت بریدہؓ اس معاملہ میں اس طرح مشہور ہیں جیسے شیعہ راویوں نے ان کی جانب فضیلت علیؓ کی روایات وضع کرکے منسوب کی ہیں۔

یہ ہماری کوئی نرالی منطق نہیں بلکہ علامہ شمس الحق افغانی صاحب ترنگ زئی جو علمائے دیوبند میں ایک مستند اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک تقریظ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ انھوں نے یہ تقریظ علامہ محمد نافع صاحب کی ایک کتاب حدیث الثقلین پر لکھی ہے موصوف کے الفاظ ہیں۔

دراصل یہ بھی عترت والی بات درست نہیں کیونکہ خم غدیر میں مقصود اصلی حضرت علیؓ پر اعتراضات کا دفعیہ تھا۔ اور اعتراضات کی اصلیت عداوت تھی۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ کا تقابل

بتلا رہا ہے کہ اہل بیت مستحق محبت ہیں نہ محل عداوت۔ حدیث الثقلین ص۳۱

اب رہا یہ مسئلہ کہ مقام غدیر خم میں یہ سند کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں تقسیم بھی ہوئی تھی یا نہیں۔ ہماری عقل ہرگز بھی یہ امر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ اس قسم کے ناسازگار ماحول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں گے۔ یہ تو سراسر خلاف حکمت ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف جو محاذ قائم ہو رہا تھا۔ اس کے تدارک کے لئے آپنے یہ دعا فرمائی ہو۔ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو اس سے محبت فرما اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو اس سے عداوت رکھ یہی بات مولانا شمس الحق افغانی نے فرمائی کہ یہاں محبت وعداوت کا تقابل ہو رہا ہے مقصود عداوت دُور کرنا ہے تقسیم اسناد نہیں۔

حافظ جمال الدین زیلعی حنفی المتوفی ۷۶۲ھ مختلف روایات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کی روایات اگرچہ بہت ہیں لیکن وہ سب کی سب ضعیف ہیں۔ اور کتنی ہی روایات ہیں جن کے راوی بہت ہیں اور ان کے طرق متعدد ہیں۔ مگر حدیثیں ضعیف ہیں۔ جیسے حدیث طیر اور حدیث افطر الحاجم اور حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

بلکہ بعض اوقات کثرت طرق بجائے اس کے کہ نقصان ضعف کو پورا کرے اس ضعف کو اور آشکارا کر دیتا ہے۔ نصب الرایہ فی احادیث الہدایہ ج۱ ص۳۶

امام ابن تیمیہ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فلا یصح من طریق الثبوت اصلا — یہ روایت ثقہ اور معتبر طریقہ سے ہرگز ثابت نہیں

منہاج السنہ ج ۴ ص۸۶

ہم نے جہاں تک قرآن وسنت کا مطالعہ کیا ہے تو ہمیں اس روایت کے علاوہ جہاں بھی مولیٰ کا لفظ نظر آیا تو وہ یا تو اللہ کے لئے استعمال ہوا اور اگر کسی انسان کے لئے یہ مستعمل ہوا تو اس صورت میں ہوا جب کہ اس شخص کا کوئی زرخرید غلام پایا جاتا ہو۔ ارشاد الٰہی ہے۔

بل اللّٰہُ مولٰکم وھو خیر النّٰصرین ٥ بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مددگار ہے

نیز ارشاد ہے

انّ اللّٰہ ھو مولٰکم نعم المولٰی ونعم النّصیر ٥ یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ اچھا مولیٰ ہے اور اچھا مددگار ہے۔

نیز ارشاد ہے

انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین ٥ آپ ہی ہمارے مولیٰ ہیں، کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

نیز ارشاد ہے۔

مولٰھم الحق الا لہ الحکم ان کا مولیٰ حق ہے اور حکم اسی کے لئے ہے

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہوا۔ اور اس معنی کے لحاظ سے اس کا غیر اللہ کے لئے استعمال جائز نہ ہوگا۔ اور خاص طور پر ان حضرات کے لئے جو کسی انسان کے زرخرید غلام نہ ہوں۔

زمانۂ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولیٰ کہہ کر پکارتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لا تقولوا لسیدکم یا مولای بل قولوا یا سیدی — اپنے سردار سے اے میرے مولیٰ نہ کہو۔ بلکہ اے میرے سید کہا کرو۔

اور مالک اپنے غلام کو ذلیل وخوار تصور کرتے۔ اور اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو یا عبدی کہہ کر پکارتے۔ اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا اور مالکین کو حکم دیا وہ اپنے غلام کو مولیٰ کہیں۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی جس کا مولیٰ ہوں۔ علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالکین کے لئے اس لفظ کی ممانعت فرمائی۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف اپنے لئے بلکہ حضرت علیؓ

کے لئے بھی ان الفاظ کو استعمال فرماتے ۔ یہ تو ایک امر محال ہے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ پر کھلا اتہام ہے ۔ اس کہانی سے یہ نتیجہ ضرور ظاہر ہوا کہ پاک و ہند میں کروڑہا افراد مولی بن گئے ۔ جس نے داڑھی رکھ لی ۔ وہ مولی بن گیا ۔ خواہ اس نے فرنچ کٹ داڑھی ہی کیوں نہ رکھی ہو ۔ وہ مولی کہلایا ۔ اس طرح حضرت علیؓ کے واسطے سے یہ لفظ نہ صرف عام ہوا بلکہ داڑھی رکھنے والوں کیلئے ایک اچھی خاصی گالی بن گیا ۔

سب سے پہلے نماز پڑھنے والے حضرت علیؓ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی ہے ۔

اگر یہ روایت بلحاظ سند درست بھی ہوتی تب بھی ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں اس لئے کہ جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی ۔ اس وقت تک ابن عباسؓ وجود میں بھی نہ آئے ہونگے کیونکہ ابن عباسؓ ہجرت مدینہ سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے تھے ۔ اور جس وقت حضرت علیؓ نے یہ نماز پڑھی ہوگی ۔ تو شاید اس وقت ابن عباسؓ کے کوئی بڑے بھائی عالم وجود میں آنے کی تیاری فرما رہے ہوں گے ۔ لہٰذا جھوٹ کے لئے ایک ہنر کی ضرورت ہے ۔ اور یہ بھی ایک ہنر ہے کہ واقعہ کا ناقل اس شخص کو بنایا جائے جو عالم وجود میں بھی نہ آیا تھا ۔

ترمذی اس کہانی کو نقل کر کے لکھتے ہیں ۔ یہ روایت اس سند سے غریب ہے کیونکہ اسے شعبہ کے علاوہ کسی نے ابو بلج سے نقل نہیں کیا ۔ اور شعبہ سے محمد بن حمید کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا ۔ اور ابو بلج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے ۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳

ہم نے اس کی سند دیکھی تو اس کی سند حسب ذیل سامنے آئی ۔

محمد بن حمید، ابراہیم بن المختار، شعبہ، ابو بلج، عمرو بن میمون ابن عباسؓ

عمرو بن میمون اس کا آخری راوی عمرو بن میمون ہے ۔ اسے قتاد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ذہبی لکھتے ہیں ۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت

منکر ہوتی ہے جہاں تک شعبہ کا تعلق ہے تو یہ کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ اب یہ خبر نہیں کہ انھوں نے ایسے راوی سے روایت کیوں نقل کی۔ یا بعد کے راویوں نے ان کی جانب سے منسوب کردی بہرحال ہم بعد کے راویوں کی چھان بین کرتے ہیں۔

ابراہیم بن المختار الرازی۔ اس کی کنیت ابو اسماعیل ہے۔ ابن اسحاق کا شاگرد ہے۔ اس سے محمد بن حمید اور عمرو بن رافع القزوینی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں، اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زنیج کہتے ہیں، میں نے اس کی روایت ترک کردی ہے۔

(ابو غسان زنیج سے مراد محمد بن عمرو بن بکر الرازی ابو غسان ہے۔ وہ اپنی کنیت اور لقب سے مشہور ہیں) ان کا شاگرد محمد بن حمید ہے۔

محمد بن حمید الرازی۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں اس کا شمار حفاظ میں ہوتا ہے۔ ابن المبارک اور یعقوب قمی سے روایات نقل کرتا ہے اور یہ ضعیف ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کے یہاں منکرات بہت ہوتی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایات پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ رازی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میرے پاس ابن حمید کی پچاس ہزار روایات ہیں لیکن میں ان میں سے ایک حرف بھی بیان کرنا پسند نہیں کرتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی ہمیں سلمة الابرش کے واسطہ سے سنائی۔ اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ میں علی بن مہران کے

Marfat.com

باہر گیا۔ وہ ابن اسحاق کی وہ مغازی سنا رہا تھا جو محمد بن حُمَیْد نے سَلَمَۃ الا برش سے نقل کی ہے۔ اس نے جب یہ مغازی مجھ سے سنی۔ تو حیران ہو کر بولا۔ یہ کتاب تو محمد بن حمید نے مجھ سے سُنی ہے۔

کوسج کا بیان ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ محمّد بن حُمَید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ہم محمد بن حمید کو ہر معاملہ میں متہم سمجھتے ہیں۔ ہم نے اس شخص سے بڑھکر اللہ سے بے خوف کوئی نہیں دیکھا۔ وہ لوگوں کی احادیث لیتا اور ان میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ ہم سے ابن حمید نے بیان کیا ہے اور اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور دیگر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابن حمید اور ابن الشاذ کونی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

ابو علی النیسا پوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے سوال کیا کہ اگر آپ ابن حمید سے سند حاصل کرتے تو بہتر تھا کیونکہ احمد بن حنبل نے اس کی ثنا کی ہے۔ تو انھوں نے جواب دیا۔ احمد اسے صحیح طور پر پہچانتے نہ تھے۔ اگر وہ اسے پہچان لیتے۔ جیسے ہم نے اسے پہچانا ہے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

ابو احمد العسّال کا بیان ہے کہ میں نے فضلک الرازی سے سُنا ہے کہ میں محمد بن حمید کے پاس گیا وہ روایات کے لئے سندات وضع کر رہا تھا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قرآن حفظ نہ رکھ سکتا تھا۔

ابو بکر الصنعانی سے دریافت کیا گیا کیا آپ محمد بن حمید سے روایات کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہاں اس سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایات لی ہیں۔

محمد بن حمید کے شاگردوں میں محمد بن جریر طبری اور ابو القاسم البغوی ہیں۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

Marfat.com

اب ذرا آپ ابو بلج کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابو بلج الفزاری

یہ قبیلہ بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط میں مقیم تھا اس کا نام یحییٰ بن سلیم تھا۔ بخاری و مسلم کے علاوہ بقیہ چاروں اصحاب سنن نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے یحییٰ بن معین وغیرہ۔ ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں اچھا ہے۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے۔ یہ اللہ کا بہت ذکر کرتا تھا۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ خطا کیا کرتا تھا۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔

اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے۔ کہ آپ نے علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اور اس کی بکواسات میں سے ایک بکواس یہ بھی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمروؓ نے فرمایا جہنم پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کے دروازے آپس میں کھڑکھڑاتے ہوں گے اور وہاں کوئی نہ ہوگا۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اس روایت کو منکر قرار دیا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت بہت منکر ہے۔

میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۴

Marfat.com

حضرت علیؓ کی امارتِ حج

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ برارت کی دس آیات نازل ہوئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بلایا۔ اور انھیں اس کام پر مامور فرمایا کہ وہ جاکر اہلِ مکہ کو پڑھ کر سنائیں۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ اور فرمایا جاؤ، ابو بکرؓ سے جلد ملو۔ اور ان سے جہاں بھی ملاقات ہو میری تحریر لے لینا۔ اور اس تحریر کو اہل مکہ کے پاس لے کر جانا۔ اور پڑھ کر سنانا حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میں ابو بکرؓ سے جحفہ میں ملا۔ اور ان سے خط لے لیا۔ ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (بغیر حج کئے) لوٹ آئے۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے متعلق کچھ نازل ہوا ہے۔ ارشاد ہوا کہ نہیں، لیکن جبرائیل میرے پاس آئے تھے۔ اور مجھے حکم دیا کہ آپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ یا آپؐ خود جائیں یا اسے بھیجیں جو آپؐ میں سے ہو۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱

یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ نے محمد بن سلیمان لوین سے نقل کی ہے اس طرح اس روایت کو امام احمد کی جانب منسوب کرنا تو غلط ہے۔ ہاں یہ روایت امام احمد کے صاحبزادے عبد اللہ کی جانب منسوب کی جا سکتی ہے۔

محمد بن سلیمان لوین نے یہ روایت محمد بن جابر سے نقل کی ہے۔ اس نے سماک سے اس نے حنش سے اور اس نے حضرت علیؓ سے، ہم اسکے صرف دو راویوں پر کلام کریں گے۔ ایک حنش اور ایک سماک۔

حنش بن المعتمر:۔ اسے ابن ربیعہ الکنانی الکوفی بھی کہا جاتا ہے۔ ہم نے ایصال ثواب نامی کتاب میں تحریر کیا تھا کہ حضورؐ کی جانب سے حضرت علیؓ کو دو مینڈھوں کی وصیت کا

بنی مرادی یمنی شخص ہے۔ اس نے حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور اس سے حکم، سماک اور اسماعیل بن ابی خالد وغیرہ حدیث روایت کرتے ہیں۔

اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کا بیان ہے اگرچہ یہ شخص نیک ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور یہ کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۶

اسے ابو داؤد نے ضرور ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ نیک شخص ہے لیکن میں نے محدثین کو دیکھا وہ اسے حجت نہ سمجھتے تھے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ یہ حضرت علیؓ سے عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اور کہانی ثقہ راویوں کی حدیث کے مطابق نہیں ہوتیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۹

اور یہ پہلے بھی کئی بار عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے اہل کوفہ نقل کریں تو روایت اس وقت تک معتبر نہ ہوگی جب تک عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد اسے نقل نہ کریں۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے جتنے بھی ساتھی ہیں یہ سب قاتلین عثمان ہیں۔ اور سب جھوٹے ہیں۔ اس لئے محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ پر جتنا جھوٹ بولا گیا اتنا کسی فرد پر نہیں بولا گیا۔ لہذا اگر کوئی کوفی یا بالفاظ دیگر کوئی سبائی حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے وہ ہرگز قابل اعتبار نہیں۔ امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں اس سے سماک روایت کرتا ہے۔ قوی نہیں ص ۳۶۔ بخاری لکھتے ہیں حنش بن المعتمر الصنعانی۔ بعض لکھتے ہیں۔ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے اس نے حضرت علیؓ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے سماک اور حکم کوفی نے روایت نقل کی ہے۔ محدثین اس کی حدیث میں کلام کرتے ہیں۔ کتاب الضعفاء الصغیر ۳۸)

سماک بن حرب حنش سے یہ روایت نقل کرنے والا سماک ہے۔ اس کی کنیت ابو المغیرۃ الہذلی

Marfat.com

الکوفی ہے۔ بخاری کے علاوہ اس سے سب نے روایت لی ہے۔ یہ سچا ہے۔ نیک آدمی ہے۔

ابن المبارک نے سفیان سے نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے جریر الضبی کا بیان ہے کہ میں سماک کے پاس گیا۔ میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس آگیا اور دل میں سوچا کہ اس کا دماغ سٹھیا گیا ہے۔ لہذا میں نے اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ امام شعبہ اسے ضعیف کہتے ہیں احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے لیکن تب بھی یہ عبدالملک بن عمیر سے بہتر ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ صالح جزرہ کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

نسائی کا بیان ہے کہ جب کسی اصل میں منفرد ہو تو یہ حجت نہیں۔ لیکن اس میں یہ عیب ہے کہ اسے تلقین کی جاتی تو وہ اس تلقین کو قبول کر لیتا۔

حجاج نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے سماک سے کہنا شروع کیا۔ عکرمۃ عن ابن عباس وہ جواب دیتے ہاں۔

ابن عمار کا بیان ہے کہ حدیث میں غلطیاں کرتا۔ لوگ اس کی حدیث میں اختلاف کرتے ہیں عجلی کا بیان ہے۔ جائز الحدیث ہے۔ سفیان ثوری اسے تھوڑا بہت ضعیف کہا کرتے تھے۔ ابن المدینی کہتے ہیں اس کی روایت عکرمہ سے مضطرب ہے یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ یہ عکرمہ کے علاوہ اور لوگوں کی روایت میں ٹھیک ہے۔ لیکن ان لوگوں میں نہیں جس پر اعتماد کیا جائے۔

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

ترمذی نے حضرت علیؓ کے ذریعہ یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ انا دار الحکمۃ وعلی بابہا۔

میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب و منکر ہے۔ اسے بعض راویوں نے شریک سے نقل کیا ہے۔ اور اس میں صنابحی کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ اور ہم نے ثقہ راویوں میں سے سوائے شریک کے کسی اور کے پاس یہ روایت نہیں پائی۔

شاید امام ترمذی نے اس روایت کو اسی لئے منکر قرار دیا ہے۔ ابن جوزی اور سراج القزوینی جنھوں نے عربی میں ترمذی پر حاشیہ لکھا ہے۔ وہ اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔

شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن عمر الرومی ہے۔ ابوزرعہ کہتے ہیں اس میں کمزوری پائی جاتی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ یہ محمد بن عمر الرومی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو کس نے وضع کیا ہے۔ شریک نے یا محمد بن عمر الرومی نے یا اسمعیل بن موسیٰ الفزاری نے یہ مجھے معلوم نہیں۔ بہرصورت یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۶۸

اس کا آخری راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو ترمذی کا استاد ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ ابن ابی شیبہ اور ہناد کا بیان ہے کہ یہ فاسق ہے۔ اور سلف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۲۰۱

شریک سے یہ روایت نقل کرنے والے محمد بن عمران الرومی اور عبدالحمید بن بحر البصری ہیں۔ ابن الجوزی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اول تو یہ روایت سوید بن غفلہ سے نقل کیا۔ لیکن سوید نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ اور یہ روایت مضطرب ہے۔ اور سلمہ بن کہیل نے صنابحی سے کوئی روایت نہیں سنی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں اس روایت کی تین سندات ہیں۔ پہلی سند میں محمد بن عمران الرومی ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے جو ان حضرات نے کبھی بیان نہیں کی تھی۔ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ دیگر سندات میں عبدالحمید بن بحر ہے۔ جو

Marfat.com

اسے شریک سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ حدیث کا چور تھا۔ اور ثقہ راویوں سے ایسی روایات کرتا ہے، جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی روایت کسی حال میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

اس روایت کی ایک سند یہ ہے کہ ابو بکر بن مردویہ نے محمد بن قیس کے ذریعے شعبی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ حضرت علی رضؓ سے ناقل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں حکمت کا گھر ہوں، اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن قیس مجہول ہے پہلی دو روایتوں میں جناب شریک کا حال ابن الجوزی نے نقل نہیں کیا۔ ہم اس کا جائزہ قارئین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

شریک بن عبداللہ النخعی۔ ابو عبداللہ الکوفی قاضی ہیں۔ حافظ ہیں۔ صادق ہیں اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ علی بن الاقمر زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث روایت کرتے ہیں علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ اس شریک کو انتہائی ضعیف قرار دیتے۔

ابن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمن بن المہدی کو کبھی شریک سے حدیث روایت کرتے نہیں سنا۔

محمد بن یحییٰ بن سعید القطان نے اپنے والد یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں میں نے شریک کے اصول میں بہت خلط ملط دیکھا ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے میں یحییٰ بن سعید سے عرض کیا لوگوں کا گمان ہے کہ شریک کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور آخر عمر میں خلط ملط کرنے لگا تھا اس پر یحییٰ بن سعید نے فرمایا وہ ہمیشہ سے ہی روایات میں خلط ملط کرنے کا مریض تھا۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شریک بن عبداللہ، بن سنان، بن انس النخعی۔ اس کا دادا، سنان بن انس حسین بن علی کا قاتل ہے۔

Marfat.com

یحییٰ بن [illegible] کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اس شریک سے روایت کرتے۔

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں شریک کی حدیث کچھ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ اس شریک کا اختلاط خراب تھا۔ اسے حدیث میں اضطراب ہوتا اور تشیع کی جانب مائل تھا۔

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ شریک نے چار سو احادیث میں غلطیاں کی ہیں معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ شریک سچا ہے ثقہ ہے لیکن اگر اس کی روایت میں کوئی اس کا مخالف ہو تو مجھے اس کا مخالف اس سے زیادہ محبوب ہے۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین کو یہ کہتے سنا ہے کہ اگرچہ ثقہ ہے لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور احادیث میں احتیاط نہیں برتتا۔ اور خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر تصور کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار روایات تو جابر جعفی شیعوں کی کتابوں کا راوی کی تھیں اور دس ہزار غریب روایات تھیں

سعدویہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا ہے۔ شریک اہل کوفہ کی روایات سفیان سے زیادہ جانتا ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ شریک ان روایات میں قوی نہیں جن کی روایت میں وہ منفرد ہے

ابوتوبہ الحلبی کا قول ہے کہ ہم رملہ میں تھے تو لوگوں نے باہم اس امر کا تذکرہ کیا کہ

اس وقت امت میں سب سے اہم کون شخص ہے کچھ لوگ بولے کہ ابن لہیعہ ہیں۔ کچھ لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ وہ امام مالک ہیں ہم نے عیسیٰ بن یونس سے دریافت کیا وہ اس زمانے میں ہمارے پاس آئے ہوئے تھے انھوں نے فرمایا اس امت کا اہم آدمی شریک ہے۔ اور شریک اس وقت تک زندہ تھا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے انھوں نے فرمایا ابو اسحاق کے معاملہ میں مجھے شریک زہیر سے

Marfat.com

زیادہ پسند ہے۔ اور عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ابو اسحاق کی روایت کے معاملہ میں مجھے شریک اسرائیل سے زیادہ پسند ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ شریک سچا ہے مجھے ابو الاحوص سے زیادہ پسند ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے شریک کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ احادیث بکثرت روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی غلطیاں کرتا ہے۔ اس پر فضلک الصائغ نے ان سے فرمایا کہ شریک نے واسط میں باطل احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابو زرعہ نے اس پر فرمایا۔ ان روایات کو باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا۔ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں کسی صحابی کو کوئی فضیلت نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا یہ شخص احمق ہے۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ کو فضیلت دی گئی ہے۔

ایک روایت شریک سے یہ ہے کہ علیؓ کو ابوبکرؓ پر وہی شخص فضیلت دے سکتا ہے جو خوار و رسوا نہ ہو۔

ابو داؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ انھوں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ علیؓ خیر البشر ہیں۔ جو شخص اس سے انکار کرے۔ اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے کہا کیا آپ اپنے بھائی کی عیادت نہیں کر سکتے؟ اس نے سوال کیا، کون سا بھائی؟ میں نے عرض کیا، مالک بن مغول۔ اس نے جواب دیا۔ جو علیؓ اور عمارؓ پر نکتہ چینی کرے۔ وہ میرا بھائی نہیں۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے علی بن حکیم کے ذریعہ علی بن خادم سے نقل کیا ہے کہ عتاب ...... اور ایک اور شخص شریک کے پاس گئے۔ اور عرض کیا لوگ آپ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کو علیؓ کے حق ہونے کے معاملہ میں شک ہے۔ شریک نے جواب دیا اے احمق مجھے شک کیسے ہو سکتا ہے میں تو یہ پسند کرتا تھا کہ میں علیؓ کے ساتھ ہوتا۔ اور اپنی تلوار مخالفین کے خون سے

Marfat.com

رکیں کرتا۔ (یعنی زبیر، طلحہ اور امیر معاویہ)

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے خود شریک کو یہ کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو مسلمانوں نے ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنا لیا اگر ان لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص ابوبکرؓ سے افضل ہے تو سب اس پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ کو خلیفہ بنا دیا۔ اگرچہ اس نے حق اور عدل کو قائم کیا۔ لیکن جب اس پر موت کا وقت آیا تو اس نے چھ آدمیوں میں شوریٰ قائم کر دی۔ اور وہ عثمانؓ پر جمع ہو گئے۔ اگر ان لوگوں کو اس کا علم ہوتا کہ کوئی شخص ان میں سے عثمانؓ سے بھی افضل موجود ہے تو یہ لوگ گنہگار ہوئے تھے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انھوں نے فرمایا۔ تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے شریک سے حق بات اگلوائی۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے اور بخدا اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ہم نے شریک کے سامنے امیر معاویہ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ امیر معاویہ نہایت بردبار شخص تھے۔ اس پر شریک نے کہا وہ شخص کیسے بردبار ہو سکتا ہے کہ جس نے حق کو چھپایا اور علیؓ سے جنگ کی۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حدیث میں حسن بن صالح اس شریک سے زیادہ ثابت ہے۔ شریک تو اس کی پرواہ بھی نہ کرتا کہ وہ کیسی احادیث بیان کرتا ہے

امام ذہبی فرماتے ہیں اس کے باوجود شریک علم کا ایک کنیلا تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شریک میں کوئی برائی نہیں۔ مسلم نے متابعت میں اس شریک کی حدیث روایت کی ہے ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۰

جو روایت سطور بالا میں پیش کی گئی یعنی میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ اس روایت کے اگر دیگر راوی معتبر بھی ہوتے تب بھی یہ روایت شریک کے شیعہ ہونے

Marfat.com

کے باعث مردود ہوتی۔ اور اس صورت میں جب کہ دیگر روایات قطعاً مجہول ہیں، اس شریک کی روایات کا کیا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے علاوہ متعدد سندات سے ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن عباسؓ کی روایت کے الفاظ ہیں۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں" یہ روایت ابن عباسؓ سے مجاہد نے نقل کی ہے۔ مجاہد سے اعمش اور اعمش سے ابو معاویہ الضریر نے۔ اگرچہ اعمش اور ابو معاویہ ہر دو شیعہ ہیں۔ لیکن چونکہ ان سے تمام ائمہ حدیث نے حدیث روایت کی ہے لہٰذا ہم بھی اسے قبول کر لیتے ہیں۔ ورنہ محدثین کا اصول یہ ہے کہ اگر راوی کوئی حدیث روایت کرے جس سے راوی کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو وہ روایت قابل قبول نہیں۔ اس لحاظ سے اعمش اور ابو معاویۃ الضریر کی روایت بھی قابل قبول نہیں لیکن ہم نے ان پر جرح اس لئے نہیں کیا کہ اہل سنت والجماعت کے بیشتر ارکان ان اہل تشیع کے مداح ہیں۔ لیکن اس کے باوجود دیگر ایسے بھی راوی پائے جاتے ہیں جن پر ابن جوزی نے کلام کیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تلخیص پیش کئے دیتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے یہ روایت دس سندات سے مروی ہے۔ پہلی سند میں ابو معاویہ سے یہ روایت نقل کرنے والا جعفر بن محمد البغدادی الفقیہ ہے۔ لیکن وہ روایت کی چوری میں مشہور ہے۔

دوسری سند میں رجاء بن سلمہ ہے۔ رجاء بن سلمہ حدیث کی چوری میں متہم ہے

تیسری اور چوتھی سند میں عمر بن اسمٰعیل ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کچھ نہیں کذاب ہے خبیث ہے۔ برا آدمی ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں۔ یہ متروک ہے۔

پانچویں سند میں ابو الصلت الہروی ہے اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ وہ کذاب ہے۔ اس نے یہ روایت ابو معاویہ کے نام سے وضع کی اور پھر اس سے ایک جماعت نے اس روایت کو چوری

Marfat.com

کیا۔ اور روایت آگے بڑھائی۔

چھٹی سند میں احمد بن سلمہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے اور دوسروں کی احادیث چوری کرتا ہے۔

ساتویں سند میں سعید بن عقبہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور غیر ثقہ ہے۔

آٹھویں سند میں ابو سعید العدوی ہے جو مشہور کذاب ہے۔ اور وضاع الحدیث ہے۔

نویں سند میں اسمٰعیل بن محمد بن یوسف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ احادیث چوری کرتا اور سندیں تبدیل کرتا ہے اس کی روایت کو کسی صورت میں حجت سمجھنا جائز نہیں۔

دسویں سند میں حسن بن عثمان ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا

رہی حدیث جابر، اس کی پہلی سند میں احمد بن عبداللہ المکتب ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ روایات وضع کیا کرتا تھا۔

دوسری سند میں احمد بن طاہر بن حرملہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ حدیث جھوٹ ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابو الصلت کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے اس روایت کو ایک جماعت نے چوری کیا اور آگے بڑھایا۔ ابو حاتم بن حبان کا بیان ہے اس خبر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور نہ ابن عباس اور مجاہد سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور نہ اعمش اور ابو معاویہ نے کوئی حدیث بیان کی۔ اور جس شخص نے بھی یہ حدیث بیان کی سب نے اسے ابو الصلت سے چوری کیا ہے اور اس کی سند تبدیل کر دی۔

اس روایت کے سلسلہ میں امام احمد حنبل سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو الصلت کی صورت بگاڑے۔

دارقطنی نے ان لوگوں کے نام گنائے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو چوری کیا ہے ان

Marfat.com

ان میں سے عمر بن اسمٰعیل بن مجالد ہے، دوسرے محمد بن جعفر العبدی، تیسرے محمد بن یوسف ہے جو ابن مبارک کا شیخ ہے۔ اس نے ایک چوتھا شیخ کے ذریعہ ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے چوتھا ایک شامی شیخ ہے جو اسے ہشام بن عمار کے ذریعہ ابو معاویہ سے روایت کرتا ہے۔ ابن حبان نے ایک پانچویں راوی کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا نام عثمان بن خالد العثمانی ہے۔ یہ شخص یہ روایت عیسیٰ بن یونس کے ذریعہ اعمش سے روایت کرتا ہے اس کی روایت کو حجت سمجھنا جائز نہیں دارقطنی کا بیان ہے عیسیٰ بن یونس سے عثمان بن عبداللہ الاموی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی نے ایک چھٹے شخص کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے اسے ابو الصلت سے احمد بن سلمہ نے بھی چوری کیا ہے۔ اور یہ شخص ثقہ راویوں کے نام سے باطل احادیث روایت کرتا ہے ابن جوزی کا بیان ہے کہ اسے ساتویں شخص رجاء بن سلمہ اور آٹھویں شخص جعفر بن محمد البغدادی اور نویں شخص ابو سعید العدوی اور دسویں شخص ابن عقبہ نے بھی روایت کیا ہے اگرچہ ان سب نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس روایت کی کوئی اصل نہیں

موضوعات ا۔ ج ص ۳۴۹

یہ روایت خواہ کسی درجہ کی ہو لیکن ایک صحیح حدیث بھی جو بخاری وغیرہ نے ابن عمرؓ سے نقل کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔

ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں سو رہا تھا۔ اچانک خواب میں میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ حتیٰ کہ دودھ کی تری میرے ناخنوں سے ٹپکنے لگی۔ میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیدیا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی۔ فرمایا۔ علم

اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ در اصل باب العلم حضرت عمرؓ تھے اور چونکہ عمرؓ کے نام سے للٰہی بغض تھا۔ لہٰذا حضرت علیؓ کے لئے فوراً روایات وضع کی گئیں تاکہ

اس روایت کا جواب تیار ہو گئے۔ ورنہ دراصل باب العلم حضرت علیؓ تھے۔

اے علیؓ جو تجھ سے بغض رکھے وہ منافق ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا تھا کہ اے علیؓ! تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵ ابن ماجہ ص ۱۲

امام ترمذی نے حسب عادت اس روایت کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ لیکن ہمیں اس روایت پر متعدد اعتراض ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عدی بن ثابت ہے جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے اور اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں لیکن یہ کٹر شیعہ ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ شیعوں کا عالم ہے اور ان میں بڑا مشہور ہے۔ ایک قصہ گو انسان ہے اور شیعوں کی مسجد کا امام تھا۔ کاش اگر بقیہ شیعہ بھی ایسے ہی بن جاتے تو ان کا فتنہ کچھ کم ہو جاتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے عدی سے زیادہ درست بات کہنے والے کسی کو نہیں پایا اتفاق سے یہ مسعودی کٹر شیعہ ہے یعنی گواہ بھی گھر کا ہے۔ امام احمد نسائی اور احمد العجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ دارقطنی کا قول ہے یہ غالی رافضی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں راہ حق سے ہٹا ہوا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۱

اگر عدی کو شیعہ اور رافضی ہونے کے باوجود صادق القول بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی محدثین کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ کسی بدعتی فرقہ کے راوی کی وہ روایت ہرگز قبول نہیں ہوتی جس سے اس کی بدعت کی تائید ہوتی ہو۔ اس لحاظ سے یہ روایت ناقابل قبول ہے اور جو راوی

اپنی بدعت کی تائید میں حدیث روایت کرتا ہو۔ وہ متروک اور ضعیف تصور کیا جاتا ہے اور اس روایت سے تشیع کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً منکر ہے۔

عدی سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلیمان بن مہران الاعمش الکوفی ہے۔ ان کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ اہلسنت بھی اسے امام مانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ اور درمیان سے اکثر ضعیف راویوں کو گرا دیتا ہے اس لحاظ سے یہ مدلس بھی ہے اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔ جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت حرف عن سے مروی ہے۔

اس کا ایک راوی یحییٰ بن عیسیٰ ہے الرملی ہے۔ جو اصلاً کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور اس نے رملہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس لیے رملی کہلاتا ہے۔ امام احمد اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ ابو معاویہ کا قول ہے کہ اس کی حدیث لکھ لیا کرو۔ لیکن یہ ابو معاویہ خود زبق ثانی سے تعلق رکھتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی حدیث عمدہ ہوتی ہے۔

اس کے برعکس یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں احمد بن ابی مریم کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس یحییٰ بن عیسیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا اس کی حدیث نہ لکھو۔ نسائی لکھتے ہیں یہ یحییٰ بن عیسیٰ قوی نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ اس کا راوی بھی یحییٰ بن عیسیٰ ہے۔ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں اور کوئی دوسرا انھیں روایت نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۳

اس کا آخری راوی عیسیٰ بن عثمان ہے جو یحییٰ بن عثمان الرملی کا بھتیجا ہے امام ذہبی نے اس کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا آدمی ہے یعنی صدوق ہے۔ اور صدوق اس شخص پر بولا جاتا ہے جس کا جھوٹا ہونا ثابت نہ ہو۔ اور یہ ثقاہت کا سب ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ کیونکہ صدوق ہونے کے باوجود یہ ممکن ہے کہ وہ غلط روایات بیان

Marfat.com

کرے یا خود روایات میں غلطی کرے۔

ان تمام گفتگو سے یہ واضح ہو کر سامنے آیا کہ اس کے دو راوی شیعہ اور ایک ضعیف ہے اور یہ روایت رد کی ہے۔

اگر اس کے ساتھ بخاری کی وہ حدیث بھی شامل کر لی جائے جو حضرت براءؓ سے مروی ہے اور ثابت شیعہ نے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے۔

الانصار لا یحبہم الا مؤمن ولا یبغضہم الا منافق فمن احبہم احبہ اللہ ومن ابغضہم ابغضہ اللہ

بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۴

انصار سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کرتا اور ان سے منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھتا۔ جو ان سے محبت کرے گا۔ اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا۔ اللہ اس سے بغض رکھے گا۔

بخاری کی ایک اور روایت حضرت انسؓ بن مالک سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

آیت الایمان حب الانصار و آیت النفاق بغض الانصار

ایمان کی علامت انصار کی محبت اور منافق کی علامت انصار سے بغض ہے

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان انصار کو دیکھ کر فرمایا تھا۔

اللھم انتم من احب الناس الی

بخاری ج ۱ صفحہ ۵۳۴

اے اللہ۔ تم تمام لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔

اور یہ بات آپ نے تین بار فرمائی تھی۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابوایوبؓ اور دیگر صحابہؓ کے نام کا ورد کرنے والے اس کے قائل ہیں کہ حضورؐ کی وفات کے بعد صرف پانچ آدمی مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ یعنی حضرت علیؓ حضرت سلمانؓ حضرت مقدادؓ حضرت عمارؓ اور حضرت ابوذرؓ۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

Marfat.com

اب اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس طریقے سے مسلمان بنے۔

پرندے کا گوشت کھانا

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ آپ کے پاس ایک پرندے کا گوشت آیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ مخلوق میں جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ وہ میرے ساتھ شریک ہو کر اس پرندے کا گوشت کھائے۔ اتنے میں علیؓ آ گئے اور انھوں نے آکر حضور کے ساتھ وہ گوشت کھایا

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ اگرچہ یہ روایت اور سندات سے بھی مروی ہے۔ لیکن ہم اس روایت کو اسی سند سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔

اور سُدی کا نام اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے اس نے حضرت انسؓ بن مالک کا زمانہ پایا ہے۔ اور حسین بن علی کو بھی دیکھا ہے۔ ترمذی ج ۲ صـ۲۳۶

سُدی سے مراد سُدی کبیر یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک یہ سچا ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین لکھتے ہیں۔ اس کی روایات میں ضعف ہوتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔

سلام بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی اس سُدی کے پاس سے گزرے۔ وہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ یہ تفسیر قرآن نہیں بلکہ تفسیر قوم ہے۔ لوگوں نے ابراہیم سے عرض کیا' اسے قرآن کا بہت بڑا علم حاصل ہے۔ انہوں نے علم فرمایا نہیں بلکہ جہالت۔

عبدالرحمٰن بن مہدی کا بیان ہے کہ یہ سُدی ضعیف ہے۔ لیث کہتے ہیں کہ کوفہ میں

Marfat.com

دو شخص سب سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ ایک سدی اور ایک کلبی۔

حسین بن واقد کا بیان ہے۔ کہ میں سدی کے پاس روایت سننے گیا ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ میزان ج ۲۳۶

سدی سے یہ کہانی نقل کرنے والا عیسیٰ بن عمر ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے عیسیٰ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ یہ امام بخاری کا استاد ہے۔ اور صحیح بخاری میں اس سے روایات بھی مروی ہیں یحییٰ بن معین اور ابو حاتم رازی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم مزید فرماتے ہیں کہ عبید اللہ سے زیادہ محتاط تو ابو نعیم ہے۔

احمد بن عبد اللہ العجلی کا بیان ہے کہ وہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ بلکہ علم قرآن میں وہ استاد تصور کیا جاتا تھا۔ میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھاتے نہیں دیکھا۔ اور نہ اسے کبھی ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابوداؤد سجستانی کا قول ہے کہ وہ تو ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ عبید اللہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اس نے بدترین قسم کی احادیث روایت کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کا موجد وہ خود ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔

ذہبی کہتے ہیں بظاہر بہت عابد و زاہد تھا۔ اور حرام سے بہت پرہیز کرتا تھا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص۱۶

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ جب کوئی راوی کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس سے اس کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو اس کی وہ روایت ناقابلِ قبول ہوتی ہے اور خاص طور پر جب اس روایت سے شیعوں کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شیعہ راوی کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہ ہو گی

Marfat.com

جس میں حضرت علیؓ اور ان کے اہل خاندان کی فضیلت یا اموی اور دیگر صحابہؓ کی مذمت ہو۔ اس قسم کی تمام روایات راویوں کا جھوٹ تصور کی جائیں گی۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولنا ہے اور جو شخص جھوٹ نہیں بولتا اس کا دینداری سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس فرقہ کا عام جھوٹ صحابہ کرام کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اس لئے سدی اور عبید اللہ بن موسیٰ کی کوئی ایسی روایت قابل قبول نہیں جس سے صحابہ کی مذمت یا مفروضہ اہل بیت کی فضیلت کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے روایات لی ہیں تو بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ سے کوئی ایسی روایت نقل نہیں کی جس سے مذہب تشیع کی تائید ہوتی ہو۔ بخاری و مسلم ایسے شیعہ راوی سے روایت لیتے ہیں جس سے دیگر روات بھی روایت کر رہے ہوں۔ اس لئے بخاری نے عبید اللہ بن موسیٰ کی مناقب اہل بیت یا دیگر صحابہ کی مذمت میں کوئی روایت نہیں لی۔ بخاری و مسلم ان شیعہ راویوں سے عام طور پر ایسی روایات لیتے ہیں جو دوسرے راوی بھی روایت کر رہے ہوں۔

ہاں اگر اسے صرف شیعہ راوی روایت کر رہا ہو۔ اور اس شیعہ راوی سے جھوٹ بولنا بھی ثابت نہ ہو۔ اور وہ روایت شریعت کے کسی اصول کے خلاف نہ ہو تو اس شیعہ راوی کی روایت قبول کی جائے گی۔ عام محدثین کا فیصلہ یہی ہے اگرچہ بعض محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ شیعہ راوی کی کسی قسم کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ تقیہ نامی جھوٹ کو عین دین اور کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ اس کے برعکس خارجی، معتزلی، مرجئ وغیرہ جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان کی روایات قابل قبول ہیں۔ بشرطیکہ وہ اپنے مسلک کی تائید میں کوئی روایت نہ کریں

اس کا ایک اور راوی سفیان بن وکیع ہے اس کا کاتب اس کی روایات میں اضافہ کرتا رہتا اور یہ اپنے خرابی حافظہ کے باعث وہ روایت جیسی لکھی پاتے اسے جوں کا توں بیان کر دیتے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ اپنے والد وکیع بن الجراح الکوفی کی طرح شیعہ مذہب رکھتے ہوں

Marfat.com

اور اپنے جھوٹ کو کاتب کے سر منڈھتے ہوں۔

الغرض اس روایت کی سند میں چار راوی مجروح ہیں۔ اس لئے ابن جوزی نے العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ۔ اور سراج الدین قزوینی نے حاشیہ ترمذی میں اسے موضوع قرار دیا ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی فرماتے ہیں اس کی تمام سندات باطل ہیں۔

ہمیں حیرت تو خطیب بغدادی پر ہے کہ انھوں نے حاکم مصنف مستدرک کو اس لئے رافضی قرار دیا ہے کہ انھوں نے یہ روایت المستدرک میں نقل کی۔ لیکن ترمذی نے اسے اپنی جامع میں نقل کیا ہے اور اسے غریب قرار دیا۔ لیکن خطیب نے ترمذی کے سلسلہ میں خاموشی اختیار کی۔ حالانکہ ممکن ہے کہ حاکم نے ترمذی میں اسے دیکھ کر نقل کیا ہو۔ اس طرح اصل مجرم ترمذی بنتے ہیں۔ نہ کہ حاکم۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حاکم شیعہ ہیں۔ لہذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں۔ اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے مناقب میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں۔ واللہ اعلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینے میں مجھ سے ابتدا فرماتے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرتا تو آپ مجھے عطا فرماتے۔ اور جب خاموش رہتا تب بھی مجھ سے ابتدا فرماتے۔

ترمذی کہتے ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳

حضرت علیؓ سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عبداللہ بن عمرو بن ہند ہے۔ یہ سوائے حضرت علیؓ کے کسی سے روایت نہیں کرتا اور اس سے عوف اعرابی کے علاوہ کسی اور شخص نے روایت نہیں کی۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

اس عبداللہ بن عمرو بن ہند سے عوف اعرابی کے علاوہ دنیا کا کوئی شخص واقف نہیں۔

Marfat.com

اس لحاظ سے یہ راوی مجہول ہے۔ اور مجہول راوی کی روایت قابلِ قبول نہیں۔

عوف الاعرابی کی مرویات اکثر کتب صحیح میں پائی جاتی ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، تو اگر چند ہمعصروں کا باہم موازنہ کرے جیسے ابن عون اور ایوب کا عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحرانی کے ساتھ، حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور محمد بن سیرین کے شاگرد ہیں۔ تو تو ان چاروں میں صحت نقل اور فضیلت علمی کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق پائے گا۔ اگرچہ عوف اور اشعث بھی صادق اور امین سمجھے جاتے۔ لیکن عوف اور اشعث ہرگز ابن عون اور ایوب کے مقام کو نہیں پہنچتے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

عبداللہ بن المبارک نے جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا جب تو نے ابن عوف یونس اور ایوب کو دیکھا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تو نے انھیں چھوڑ کر عوف بن ابی جمیلہ سے احادیث سنی۔ اللہ کی قسم عوف دو بدعتوں سے کم پر راضی نہیں ہوتا۔ یعنی وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی۔

ایک بار بندار نے عوف کی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا عوف اللہ کی قسم قدری ہے رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵

اس لحاظ سے یہ روایت عوف بن ابی جمیلہ رافضی کی وضع کردہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چار شخصوں کی محبت فرض تھی

حضرت بریدہ رض کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار شخصوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان چار اشخاص کے نام بھی بتا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا

ان میں علی رض بھی ہیں۔ ان میں علیؓ بھی ہیں۔ یہ الفاظ تین بار دہرائے۔ پھر فرمایا۔ ابوذر رض مقداد رض اور سلمان رض۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۳۳۵

ملت سبائیہ اس کی قائل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔ صرف چند اشخاص مسلمان باقی رہ گئے تھے اصول کافی کی ایک روایت کی رو سے ان کی تعداد تین ہے ایک روایت میں چار افراد کا ذکر ہے۔ اور ایک میں پانچ کا۔ اس روایت میں حضرت عمارؓ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان سے کون سا ایسا قصور سرزد ہوا تھا جو ان کا شمار نہیں کیا گیا۔

مزید لطف یہ ہے کہ یہ روایت حضرت بُریدہ رض کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ سابقہ صفحات میں بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ حضرت بُریدہ رض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس امر کا اقرار کیا تھا کہ میں علی رض سے بغض رکھتا ہوں۔ اور آپؐ نے ان کو یہ ہدایت فرمائی کہ بغض نہ رکھو۔

اگر واقعتاً یہ روایت درست ہے اور انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی تو یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ ایک صحابی نبیؐ کی زبان سے ایسی بات سننے کے بعد حضرت علی رض سے بغض رکھے۔ لازماً ان دونوں روایات میں سے ایک روایت یقیناً غلط ہے۔

امام ترمذی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اسے شریک کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔

جناب شریک صاحب کا حال سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس کے اعادے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن عبداللہ بن ادریس کے یہ الفاظ ضرور ذہن میں رکھئے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔ اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

اور ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ روایت اس کے تشیع کا منہ بولتا ثبوت ہے

Marfat.com

اگر اس نے یہ روایت وضع نہیں کی۔ تب بھی اس روایت کی سند میں ایک اور زہریلا ناگ موجود ہے جس کا نام اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس پر بہت سے محدثین نے جرح کی ہے۔ کیونکہ یہ غالی شیعہ تھا۔ عبدان کا بیان ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور ہناد نے ہم پر اسمٰعیل کے پاس جانے پر اعتراض کیا اور فرمایا تم اس فاسق کے پاس کیوں جاتے ہو۔ جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۹۶

اس کی سند میں ایک اور راوی ابو ربیعۃ الایادی ہے جس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۹۶

الغرض اس روایت کی سند میں دو راوی رافضی اور ایک منکر الحدیث ہے۔ ایسی صورت میں اس بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا بھی گناہ عظیم ہے۔

میرا قرضہ صرف علیؓ ادا کر سکتے ہیں

حضرت حبشیؓ بن جنادہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے ہوں۔ اور میری جانب سے کسی چیز کی ادائیگی یا علیؓ کرینگے یا میں خود کروں گا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶۔ ابن ماجہ مترجمہ ج ۱ ص ۶۶

اس روایت کا پہلا راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے کہ وہ صحابہؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ سُدی کذاب رافضی کا بھانجا ہے۔ دوسرا راوی وہی شریک بن عبداللہ بن سنان ہے جس کا تفصیلی زائچہ سابقہ صفحات میں پیش کیا گیا ہے تیسرا راوی ابو اسحاق السبیعی ہے جو مشہور مدلس ہے۔ حتیٰ کہ امام عبداللہ المبارک نے یہاں تک فرمایا

کہ اہل کوفہ کو تدلیس کے مرض میں مبتلا کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں اور مدلس کی ایسی روایت قابل قبول نہیں جو حرف عن کے ذریعہ مروی ہو۔ ابن قتیبہ نے معارف میں، شہرستانی نے ملل والنحل میں اس ابو اسحاق کو شیعہ قرار دیا ہے۔ ذہبی میزان میں زبید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ محدثین اہل کوفہ کی ایک جماعت ایسی ہے کہ جن کے مذہب کی ہرگز تعریف نہیں کی جا سکتی۔ (یعنی شیعہ ہونے کے باعث) لیکن اس کے باوجود وہ محدثین کوفہ کے سردار ہیں مثلاً ابو اسحاق سبیعی، منصور، زبید الیامی اور اعمش وغیرہ اور ان کے ہم عصر۔ ان لوگوں کی صداقت کے باعث ان کی روایات قبول کی جاتی ہیں۔ لیکن مرسل روایات قبول نہیں کی جاتیں۔ المراجعات ص ۱۱۱ میزان ج ۲ ص ۶۶

گویا یہ چاروں افراد شیعہ ہیں اور ان چاروں کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں تشدد نظر نہیں آتا۔

جب ہم اس روایت پر معنوی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو دنیا یہ بات جانتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کا سارا قرضہ ابوبکرؓ نے ادا کیا اسی طرح مسجد نبوی کی زمین کا پیسہ ابوبکرؓ نے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں اضافہ کیا گیا اور زمین خریدی گئی تو اس کی ادائیگی عثمانؓ نے کی۔ تو کم از کم جھوٹ بولتے وقت کچھ عقل سے ہی کام لے لیا ہوتا۔ اسے تو لوگ خالص سپید جھوٹ تصور کریں گے۔

اس روایت کے تحت یہ جتنے قرضے ادا کئے گئے یہ سب کالعدم ہوئے۔ لہذا سبائی برادری ان قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کرے۔ جب وہ اہتمام کرے تو ہمیں ضرور مطلع کرے

حضرت علیؓ کی فضیلت

حضرت اسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک علیؓ اور

Marfat.com

عباسؓ اجازت طلب کرنے ہوئے آئے اور ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ اے اسامہؓ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ علیؓ اور عباسؓ اجازت طلب کرنا چاہتے ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں جاؤ انھیں آنے کی اجازت دو۔ میں نے انھیں جاکر اجازت دی وہ دونوں اندر داخل ہوئے ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اس لئے آئے ہیں کہ آپ سے یہ سوال کریں کہ آپ کے اہل میں آپ کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ فاطمہؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ ہم آپ سے آپ کے اہل کے بارے میں سوال کرنے نہیں آئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہستی ہے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے۔ یعنی۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔

ان دونوں حضرات نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ اسامہؓ کے بعد۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالب۔ اس پر حضرت عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو تو آخر میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس لئے کہ علیؓ نے آپ پر ہجرت میں سبقت کی ہے۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور شعبہ عمر بن ابی سلمہ کو ضعیف کہتے تھے ج ۲ ص ۲۴۷

امام ترمذی کے ان آخری الفاظ سے یہ امر واضح ہو کر سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک حسن وہ روایت ہوتی ہے جس کا راوی ضعیف ہو یعنی وہ ضعیف روایت کے لئے حسن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ہمارا دعویٰ بھی یہی ہے۔ کاش ہمارے علماء امام ترمذی کے اس دعویٰ کو قبول فرمالیں۔ لیکن امام ترمذی نے خود اقرار کرلیا ہے کہ وہ ضعیف کو حسن کہتے ہیں

عمر بن ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن

یہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے والد ابوسلمہ کا شمار

Marfat.com

مدینہ کے فقہائے سبعہ میں ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ مدینہ کے ناصحین سچے آدمی ہیں لیکن غلطیاں کرتے ہیں۔ تقریب ص۲۵۴ گویا یہ روایت غلطی سے ہو رہی ہے۔ امام ذہبیؒ میزان میں لکھتے ہیں۔ اس عمر بن ابی سلمہ کو شعبہ یحییٰ بن معین نسائی اور ابو حاتم نے ضعیف قرار دیا ہے اس نے ۱۳۲ھ میں اپنے ایک اموی ساتھی کے ساتھ مل کر بنو عباس کے خلاف بغاوت کی جو ناکام ہوگئی۔ اور عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اسے شام میں قتل کر دیا۔ میزان ج ۳ ص۲۰۱۔ نیز محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ عمر منکر روایات اپنے والد کی جانب منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔

بلحاظ سند تو ہم اس پر زیادہ کلام اس لئے کرنا نہیں چاہتے کہ امام ترمذی نے خود ہی اس کے ضعف کی وضاحت کر دی ہے۔ اور شعبہ کا قول نقل کر کے جو خاموشی اختیار کی اس سے یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ امام ترمذی شعبہ کے ہمنوا ہیں اور ان کے نزدیک عمر بن ابی سلمہ ضعیف ہے۔

لیکن جب ہم اس روایت پر معنوی لحاظ سے غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ روایت خلاف عقل اور خلاف اصول باتوں کا ایک پلندہ نظر آتی ہے۔ قارئین بھی ان امور پر غور فرمالیں

۱۔ یہ آیت اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ (اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور اے نبیؐ آپ نے بھی اس پر انعام کیا) حضرت اسامہؓ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ یہ ان کے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں آپؐ نے آزاد کر کے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا اور یہی آپؐ کا وہ انعام ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا جا رہا ہے۔ اس روایت میں اس آیت کا تعلق حضرت اسامہؓ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جو تاریخ، تفسیر، حدیث، اور علماء کے متفقہ فیصلہ کے بالکل خلاف ہے۔ اگر اس کی سند بھی معتبر ہوتی تب بھی یہ روایت مردود ہوتی۔

Marfat.com

۲۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے ایک سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا۔ ان دونوں نے عرض کیا ہم یہ سوال کرنا نہیں چاہتے تھے اور پھر ان دونوں حضرات نے دوبارہ سوال دہرایا اور دوبارہ اس سوال پر دوسرا جواب ملا۔

۳۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسامہؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں حالانکہ آج تک روئے زمین پر اس کا کوئی قائل نہیں رہا۔

۴۔ اس روایت کی رو سے آپ نے حضرت اسامہؓ کو اہل بیت میں شمار کیا اور چچا اور داماد کو اہل بیت سے خارج کیا۔ حالانکہ اگر اہل بیت سے مراد ازواج ہیں تو یہ سبھی خارج ہوتے ہیں۔ اور اگر اہل بیت سے مراد اہل خانہ ہیں تو یہ سب داخل ہوتے ہیں۔ آخر اس میں ایسی کیا پالیسی ہے کہ حضرت اسامہؓ تو اہل بیت میں داخل کئے جائیں۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو اس سے خارج کیا جائے۔

ہمارے نزدیک اس میں پالیسی یہ ہے کہ بنو امیہ کے خلاف جو تحریک چلی، وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ نے مل کر چلائی۔ گویا یہ دونوں خاندان بنی امیہ کی مخالفت پر متفق ہوئے اور عمر بن ابی سلمہ نے بنو امیہ کے ساتھ مل کر اس نئی حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی وہ بنو علیؓ اور بنو عباسؓ کو اپنا مخالف تصور کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے ان دونوں حضرات کی حیثیت گرانے کے لئے یہ روایت وضع کر ڈالی۔ اور اسی سیاست کے پیش نظر حضرت اسامہؓ کا مقام ان حضرات سے بلند کر کے دکھایا گیا۔

۵۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بلا اجازت داخل ہوتے اور چچا اور داماد کو اجازت طلب کرنی پڑتی جو ایک انتہائی حیرت ناک امر ہے۔

۶۔ اس روایت کی رو سے حضرت علیؓ حضرت عباسؓ سے اس لئے افضل ہیں کہ انھوں نے پہلے ہجرت کی۔ گویا جو پہلے ہجرت کرے گا وہ بعد کے مہاجرین سے افضل ہوگا

Marfat.com

اس سے یہ ثابت ہو گا کہ تمام مہاجرین حبشہ حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اور اسی طرح وہ مہاجرین مدینہ بھی افضل ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے قبل ہجرت کی۔ مثلاً حضرت مصعب بن عمیرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعون وغیرہ۔ اس قاعدے کے تحت صحابہ کرام کے مراتب از سر نو متعین کرنے ہوں گے۔

حضرت سعدؓ کا حضرت علیؓ کے بارے میں فیصلہ

عبدالرحمان بن سابط نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ اپنی کسی حج سے مدینہ تشریف لائے۔ تو حضرت سعدؓ ان سے ملنے کے لئے گئے۔ ان لوگوں نے حضرت علیؓ کا ذکر کیا تو امیر معاویہؓ نے انہیں کچھ برا بھلا کہا۔ اس پر سعد کو غصہ آیا اور کہنے لگے۔۔۔۔

کہ تو اس شخص کے بارے میں ایسی بات کہہ رہا ہے کہ جس کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں جس کا مولی ہوں علیؓ اس کے مولی ہیں اور میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا ... علیؓ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے۔ مگر میرےؐ بعد کوئی نبی نہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ میں آج اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔ (ابن ماجہ مترجم ص ...)

ہم نے جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اُس وقت بھی اس روایت پر ایک حاشیہ چڑھایا تھا لیکن اب ہمیں اس حاشیہ سے کافی اختلاف ہے۔ اس لئے ہم اپنے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ترجمہ والی کتابوں میں جو روایات نقل کی ہیں ان پر جو تبصرہ کیا ہے۔ ان پر روایاتی طور پر کلی اعتماد نہ کیا جائے۔ مثلاً نسائی ترجمہ ابن ماجہ۔ شرح حصن حصین۔ ترجمہ کتاب الاذکار۔ ترجمہ فتوح الغیب اور ترجمہ فوز الکبیر وغیرہ۔

یہ حدیث اتفاق سے صحیح مسلم میں پائی جاتی ہے۔ لیکن ابن ماجہ اور مسلم کی حدیث میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسلم کی اصل روایت تو بہت مختصر ہے جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو غزوۂ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو

Marfat.com

اس پر راضی نہیں ہے کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد کوئی نبی نہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸

حضرت سعدؓ سے صرف اتنی مختصر سی روایت مروی ہے جس کا تعلق غزوۂ تبوک سے ہے۔ اس میں مباہلہ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ حضرت سعدؓ سے اس روایت کو ان کے صاحبزادے مصعب، ابراہیم اور امام سعید بن المسیب روایت کرتے ہیں۔ اور ان سب سے یہ روایت متعدد صحیح سندات کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن اس اصل روایت میں ولایت علیؓ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ لیکن صورت حال یہ پیش آئی کہ کذابین اور ضعیف راویوں نے حضرت سعدؓ کی اس اصل روایت میں اضافے شروع کردئے۔ اور روایت کی صورت ہی بدل ڈالی۔

اس کا ثبوت خود مسلم کی ایک اسی روایت سے ملتا ہے جو امام مسلم نے ایاس بن بکیر کے حوالے سے حضرت سعدؓ سے نقل کی ہے۔ جو ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعدؓ کے ذریعہ حضرت سعدؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا کہ اے سعدؓ کیا وجہ کہ تم ابوترابؓ کو برا نہیں کہتے۔ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے تین باتیں فرمائیں چونکہ مجھے وہ یاد ہیں اس لئے میں ہرگز برا نہیں کہہ سکتا۔ اگر مجھے ان میں سے ایک خوبی بھی حاصل ہو جاتی تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں انہیں پیچھے چھوڑ دیا حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول آپؐ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو میری جگہ ایسا ہی بن جائے جیسا کہ ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرےؐ بعد نبوت نہیں۔

اور میں نے خیبر کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کے لئے امیدیں وابستہ کیں۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ لائے گئے تو ان کی آنکھیں دکھنے آرہی تھیں۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں تھوکا۔ اور انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔ اور اللہ نے ان کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائی۔

اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ ۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔ مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ ۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ اصول ہے کہ جو روایت کہ جس میں کسی صحابی پر الزام واضح ہوتا ہو اسے بغیر تاویل کے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اور چونکہ اس روایت میں یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو دوسروں سے برا کہلواتے تھے۔ لہٰذا اس روایت کو اصل صورت میں تو قبول نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تو بڑوں کی باتیں ہیں ہم تو چھوٹے آدمی ہیں۔ ہمارے ذہن میں تو موٹی موٹی باتیں آتی ہیں جو ہم بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے سعدؓ کو حکم دیا۔ اور حکم بیان نہیں کیا۔ بلکہ سوال پیش کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو راوی بھول گیا یا سسپنس پیدا کرنے کیلئے بات کو گول کر گیا۔

۲۔ امیر معاویہؓ نے حضرت سعدؓ سے جو خصوصاً سوال کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سعدؓ کے علاوہ بقیہ صحابہ تو حضرت علیؓ کو برا کہتے تھے۔ لیکن صرف ایک سعدؓ ایسے تھے جو یہ حرکت نہ کرتے تھے جس کے باعث امیر معاویہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس طرح ان دونوں باتوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے کہ راوی ایک جانب یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے انہیں برا کہنے کا حکم دیا۔ لیکن دوسرے جملے سے یہ ثابت کرتا ہے کہ امیر معاویہؓ صرف وجہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے حکم کچھ نہیں دیا۔

۳۔ مباہلہ واقع نہ ہوا ورنہ اس کی ضرورت پیش آتی۔ گویا راوی صرف پنج تن کو ثابت کرنے کے لئے یہ کہانی بیان کر رہا ہے۔

۴۔ راوی نے پوری آیت پیش نہیں کی۔ بلکہ آیت کا صرف وہ حصہ بیان کیا جس سے یہ پنج تن آیت کے تحت داخل ہو جائیں۔

۵۔ نجران کا وفد ۹ھ میں آیا۔ اور اس وقت امیر معاویہؓ کاتب وحی کی حیثیت سے مدینہ میں موجود تھے۔ کیا یہ بات ان کے علم میں نہ تھی۔

Marfat.com

۲ - اس روایت کو حضرت سعدؓ سے ان کے صاحبزادے عامر نے نقل کیا ہے۔ اور عامر سے بکیر بن مسمار نے جبکہ امام سعید بن المسیب نے اس عامر سے وہ مختصر الفاظ نقل کئے ہیں جو ہم نے شروع میں مسلم کے حوالہ سے پیش کئے ہیں۔ اور بکیر بن مسمار اور سعید بن المسیب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کجا سعید اور کجا بکیر۔ اور محدثین کا اصول ہے۔ جب ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی حدیث کے خلاف روایت بیان کرے تو اس کی روایت شاذ ہوگی۔ اور اس راوی کی روایت قبول کی جائے گی جو زیادہ ثقہ ہو۔ اور کمتر کی روایت مجروح ہوگی۔

یہی روایت نقل کرنے والے سعید بن المسیب محدثین کے نزدیک سید التابعین ہیں۔ جب کہ بکیر بن مسمار وہ راوی ہے کہ بخاری نے اس سے روایت نہیں لی۔ بلکہ انہوں نے فرمایا اس کی روایت قابل اعتراض ہوتی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۔

حاتم بن اسماعیل

نیز اس روایت کو حاتم بن اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں اس سے بخاری و مسلم نے روایات لی ہیں۔ ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ مشہور ہے۔ لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔

اسے ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس میں غفلت پائی جاتی ہے میزان ج ۱ ص ۴۲۸۔

گویا اس کی روایت سعید بن المسیب کی حدیث اور مصعب اور ابراہیم کی روایات کے مقابلہ میں ہرگز پیش نہیں کی جا سکتی۔ بلکہ ایسی صورت میں یہ روایت خود مجروح ہوگی۔

مسلم کی روایات تو ضمناً زیر بحث آگئیں۔ تاکہ قارئین کے سامنے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ راوی کا جتنا مقام گرتا جاتا ہے۔ روایت میں اضافے ہوتے چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کی اصل ہئیت بدل جاتی ہے۔

اب ابن ماجہ کی روایت پر نظر ڈالتے تو آپ کو صاف طور پر نظر آجائے گا کہ حضرت سعدؓ کی روایت میں چند باتیں زبردستی ٹانکی گئی ہیں۔

۱ - من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا جملہ حدیث میں زبردستی ٹانک دیا گیا ہے۔

۲ - ابن ماجہ کی روایت میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو برا کہتے۔

Marfat.com

۳۔ جب امیر معاویہؓ نے یہ حرکت کی تو حضرت سعدؓ کو بہت غصہ آیا۔ تب یہ فضائل ظاہر ہوئے۔

۴۔ دیگر صحابہؓ خاموش یہ تماشا دیکھتے رہے۔ نہ انہوں نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا اور نہ حضرت سعدؓ کی کسی بات کا رد کیا۔

۵۔ ان تینوں روایات میں ایک بات ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو غزوہ تبوک میں چھوڑ کر گئے۔ اور انہیں حضرت ہارونؑ سے تشبیہ دی۔ حضرت سعدؓ کی اصل روایت اتنی تھی۔ باقی یہ سب اضافات ہیں جو حضرت سعدؓ کی جانب زبردستی منسوب کر دیئے گئے ہیں۔

موسیٰ بن مُسلِم بن رومان

ابن ماجہ کی مذکورہ روایت کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم بن رومان ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ ازدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ صـ۲۲۲۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں اس کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کے حال سے لاعلم ہیں۔

ابومعاویۃ الضریر

موسیٰ بن مسلم سے یہ روایت نقل کرنے والا ابومعاویۃ الضریر ہے۔ اس کا نام محمد بن خازم ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بچپن ہی میں نابینا ہو گیا تھا۔ تمام صحاح میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ اعمش سے جو روایات نقل کرتے ہیں وہ درست ہوتی ہیں۔ لیکن اور لوگوں کی روایات میں انہیں وہم ہوتا ہے۔ تقریب صـ۲۹۵۔

اور یہ روایت چونکہ وہ موسیٰ بن مسلم سے نقل کر رہے ہیں لہٰذا یہ روایت ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ یہ موسیٰ بن مسلم راوی انہی کے وہم کی پیداوار ہو۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابن خراش کا قول ہے کہ ابومعاویہ اعمش کی روایت میں ثقہ ہیں۔ لیکن وہ جب اور لوگوں سے روایت کریں تو ان میں اضطراب ہوتا ہے۔ یہی امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔ بلکہ وہ تو واضح الفاظ میں فرماتے کہ ابومعاویہ اعمش کے علاوہ کسی کی روایت کو صحیح یاد نہیں رکھ سکتا۔

Marfat.com

حاتم کہتے ہیں اس ابومعاویہ سے اگرچہ بخاری ومسلم نے روایات نقل کی ہیں لیکن یہ غالی قسم کا شیعہ تھا یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ عبیداللہ سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یعقوب بن شیبہ اور عجلی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن مدلس ہے اور مُرجیٔ ہے۔ وکیع بن الجراح اس کے مرجی ہونے کے باعث اس کے نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوئے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ مُرجی تھا۔ میزان ج ۴ ص ۵۷۵۔

حاصل کلام یہ کہ ابومعاویہ مُرجیٔ تھا۔ مدلس تھا۔ اور غالی قسم کا شیعہ تھا۔ اور کسی شیعہ کی ایسی روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ شیعوں کا نظریہ ہے۔ لہٰذا یہ روایت تشیع کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ اور اس کا ایک راوی موسیٰ بن مسلم مجہول ہے۔

یہ روایت حضرت سعدؓ کی جانب منسوب کی گئی ہے حالانکہ حضرت سعدؓ ان صحابہ میں داخل ہیں۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت تک نہیں کی حیرت کا مقام ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی ولایت سے واقف ہونے کے باوجود ان کا ساتھ تک دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے بھی یہ حضرت سعدؓ پر اتہام ہے۔

اس مصنوعی روایت میں حضرت علیؓ کیلئے مولیٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ لغوی لحاظ سے مولیٰ مالک کو کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور مولیٰ نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ	بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔

نیز ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝	یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ ہے۔ وہ اچھا مددگار ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے۔

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝	اے اللہ آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

اس لحاظ سے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر اللہ کو مولیٰ کہنا حرام ہے۔ خواہ

Marfat.com

مولیٰ کہا جائے یا مولینا۔ زمانہ جاہلیت میں غلام اپنے آقا کو مولا کہہ کر پکارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی۔ ارشاد فرمایا۔

لاتقولوا سیدکم یا مولای — تم اپنے سردار کو اے مولا نہ کہو۔

اور زمانہ جاہلیت میں اپنے غلاموں کو [illegible] کرتے۔ اسی تصور کو پیش نظر رکھتے ہوئے غلام کو عبد کہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے مالک کے لئے لفظ مولیٰ کے استعمال کو منع فرمایا۔ بلکہ مالکین کو حکم دیا کہ تم اپنے غلاموں کو مولیٰ کہا کرو۔

لاتقولوا لعبدکم یا عبدی بل قولوا یا مولای۔ — اپنے غلاموں کو تم یا عبدی نہ کہو۔ بلکہ یا مولای کہو۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ ایک جانب تو غلام احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو اور دوسری جانب مالکین کے دماغ پر اپنے مالک ہونے کی رعونت کا بھوت سوار نہ ہو۔ حدیث و تاریخ میں یہ تصور اتنا عام ہوا کہ ہر غلام کو مولیٰ کہا جانے لگا مثلاً بلال مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر اور اسلم مولیٰ عمر وغیرہ۔ اس مولیٰ کی جمع موالی آتی ہے۔ تاریخ میں حکومت موالیین مشہور ہے۔

اگر اس روایت من کنت مولاہ میں مولیٰ کا مقصد مالک ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مالک کے لئے اس لفظ کے استعمال کی ممانعت فرما دی۔ اور قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی کے لئے نہیں ہونا چاہئے تو ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات فرمائیں۔

لیکن اگر اس روایت میں مولیٰ سے مراد غلام ہے تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی صریح توہین ہے۔ اس توہین پر تو ایسے اشخاص کو سزا دینی چاہئے۔ کیونکہ اس سے بڑی توہین کیا ہوگی کہ ان حضرات کو غلام قرار دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کسی انسان کے غلام نہ تھے۔

ہمارے علماء جو خود کو مولینا کہلوانے پر فخر کرتے ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ اس لفظ سے خود کو موسوم کرانے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اگر آپ اس سے مراد مالک لیتے ہیں تو وہ معنی تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ

مخصوص ہیں۔ اور اگر اس سے مراد غلامی ہے تو ہم کون جو اس پر اعتراض کریں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے عوام اس سے واقف نہیں کاش آپ حضرات انہیں بتا دیتے تاکہ انہیں بھی یہ محسوس ہو جاتا کہ جنھیں وہ سر پر اٹھائے ہوئے ہیں وہ خود بخود عوام کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ عوام کے غلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ پیٹ کے غلام ہیں۔ اور پیٹ انہیں عوام کا غلام بننے پر مجبور کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب حضرت علیؓ تھے

جُمَیعُ بن عُمیر تیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اُن سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ انہوں نے فرمایا فاطمہؓ۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا۔ انہوں نے فرمایا ان کے خاوند علیؓ اور جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت قیام کرنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۵۰۔

اس کی سند پر تو ہم بعد میں بحث کریں گے۔ لیکن سب سے اول دو باتیں ذہن نشین کر لیں۔

۱۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا اپنا ذاتی تخیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔

۲۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ جب کہ انہوں نے جو اس کے مخالف روایات پیش کی ہیں۔ انہیں حسن صحیح کہا ہے۔ اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ ترمذی جب کسی روایت کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ روایت متعدد سندات سے مروی ہیں۔ جس میں کچھ سندات صحیح ہیں اور کچھ حسن ہیں۔

ہم اس نقطۂ نگاہ سے جب دیکھتے ہیں تو ترمذی نے اس مضمون پر چند اور روایات بھی پیش کی ہیں۔ اولاً آپ انہیں ملاحظہ فرمالیں۔

ترمذی نے حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو سب

Marfat.com

سے زیادہ محبوب کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ میں نے عرض کیا مردوں میں کون محبوب ہے فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵

نیز حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ عرض کیا گیا کہ مردوں میں کون محبوب ہے۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۔

تمام علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل تھے۔ اور آپ کے سب سے بڑے رفیق اور محبوب تھے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ اور اس بات سے ایک ایک صحابی واقف تھا۔ اور پھر یہ روایت صحیح ہے۔ اور صحیح کی موجودگی میں غریب کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

پھر جمیع نے حضرت عائشہؓ کا قول پیش کیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی رائے قرار پائے گی بخلاف وہ ان کا قول ہوا اور حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پیش کر رہے ہیں۔ اور قول رسول کے مقابلہ میں قول صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں اس قول کو صحابی کی ذاتی رائے تصور کر کے رد کر دیا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ اقرار فرما رہے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہؓ اور ان کے باپ ہیں۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ ام المؤمنین اس کے برعکس اپنا کوئی اور خیال ظاہر فرمائیں۔ اگر واقعی ام المؤمنین نے ایسی بات فرمائی تھی تو پھر سبائی برادری کو اُن سے آخر کیوں ناراضگی ہے۔ اور اگر ہے تو انہیں اب اس ناراضگی کو دور کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کے اس قول کو اُن سے جُمیع بن عُمیر التیمی نے روایت کیا ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں۔ اس کا اتا پتہ حافظ ذہبی سے معلوم کیجئے۔

جُمیع بن عُمیر التیمی تیم اللہ بن ثعلبہ کا غلام تھا۔ اس سے ترمذی، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی نے اسکی بعض روایات کو حسن کہا ہے۔ اس کی سنن میں تین روایات

Marfat.com

پائی جاتی ہیں۔

...آثر کہتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے۔ نیک آدمی ہے۔ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہیں جنہیں اور کوئی بیان نہیں کرتا۔

بخاری کہتے ہیں اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر اعتراض ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ تو سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا۔ کہا کرتا تھا کہ کراکی نامی پرندہ فضا میں اڑتے ہوئے بچے دیتا ہے اور اس کے بچے زمین پر نہیں گرتے۔

یہ روایت کہ اے علیؓ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے اسی کی پیش کردہ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۱

یہ حضرت کتنے درجے کے رافضی ہیں اور ان کی روایت پیش کر کے ترمذی نے جو حسن کہا ہے فریق مخالف اس پر کس طرح تالیاں پیٹتا ہے۔ وہ عبدالحسین شرف الدین موسوی کی زبانی سنئے۔

جمیع بن عمیر

ابن حبان کہتے ہیں جیسا کہ میزان میں ہے رافضی ہے۔ اس سے علاء بن صالح صدقہ بن المثنی اور حکیم بن جبیر نے روایت نقل کی ہیں۔ اور یہ ان تینوں کا شیخ ہے۔

سنن میں اس کی تین روایات موجود ہیں۔ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے۔ اس کا اقرار ذہبی نے بھی کیا ہے۔ اس کا شمار تابعین میں بھی ہوتا ہے۔ اس نے ابن عمرؓ اور عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ابن عمرؓ سے اس نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اے علیؓ تو دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ المراجعات ص ۶۷

شرف الدین کے قول کا مقصد یہ ہے کہ ہم کوئی نئی بات تو نہیں کہہ رہے ہیں ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں جو اے سنیو تمہارے راویوں نے بیان کیں۔ اور تمہارے علماء نے انہیں اپنی کتابوں میں پیش کیا۔ اسی کو کہتے ہیں جس کا جوتا اسی کا سر۔ ۔ کاش ہمارے اہل سنت علماء کچھ سوجھ بوجھ سے کام لیں۔

اس جمیع سے یہ داستان نقل کرنے والا ابوالجحاف ہے۔ آئیے امام ذہبی کی زبانی اس کا حال بھی معلوم کر لیں۔

Marfat.com

ابوالجحاف اس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ترمذی کا یہ قول بھی موجود ہے کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ پسندیدہ انسان تھا۔ امام احمد اور یحییٰ ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن ماجہ نے اس کی روایات لی ہیں۔ لیکن

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اوّل تو یہ شیعہ ہے۔ اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ مثلاً۔

اے علی جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔

اے علی تو اور تیرے تمام شیعہ جنت میں جائیں گے۔ میزان ج ۲ ص۱۔

ہمارے اہل سنت بھائی غالباً اسی لئے شیعوں کے ساتھ اتحاد کے نعرے لگاتے ہیں کہ شاید شیعوں کی مہربانی سے انھیں بھی کوئی کوٹھی مل جائے جنت میں نہ سہی دنیا میں سہی۔

عبدالحسین موسوی نے یہاں کیا مزے لوٹے ہیں؟ تو آئیے کچھ آپ بھی مزے لوٹ لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔

ابن عدی نے اس داؤد کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں ہوتی ہیں۔ یہ شیعہ ہے۔

یاللعجب غور کیجئے کہ ابن عدی کے اس قول کی کیا حیثیت ہے کہ ان ناصبیوں (سنیوں) میں سے — سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری اور علی بن عابس نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ جن کا شمار اس دور کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور نسائی نے اس کی حدیث کو حجت مانا ہے۔ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ ذہبی نے یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں۔ اور کیا ہمارے لئے اے سنیوں اتنی بات کافی نہیں کہ ابوداؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں۔ المراجعات ص۸۴۔

اسے عوامی زبان میں کہا جاتا ہے۔ بھیگا ہوا جوتا۔ ہم تو اپنے اہل سنت بھائیوں سے یہی عرض کر

Marfat.com

سکتے ہیں کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

کیا اس روایت کے دو راوی سبائی ہیں۔ اور جمیع تو بہت بڑا فنکار ہے۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حضرت بریدہؓ کی جانب منسوب ہے۔ جو ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے محبوب فاطمہؓ اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب علیؓ تھے۔ ابراہیم جوہری جو ترمذی کے استاد ہیں ان کا بیان ہے کہ اس محبت کا تعلق اہل بیت سے ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کے علاوہ اس کی کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۵۰۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو حضرت بریدہؓ اپنا تخیل ظاہر فرما رہے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع بھی ان کا تخیل صحیح ہو۔ یہ ان کی ذاتی رائے ہے بشرطیکہ اسے تسلیم کر لیا جائے کہ انہوں نے اپنا اس قسم کا کوئی تخیل ظاہر فرمایا تھا۔ ہمارا تخیل یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کا اس قول سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ یہ بات ان کی جانب منسوب کر کے اندرونی راز پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔۔۔۔

کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس خمس کی وصول یابی کے لئے روانہ فرمایا۔۔۔۔ اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا۔ (اس خمس کی ایک باندی کے ساتھ ہم بستر ہو کر) میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ نے اس شخص کی حرکت دیکھی۔۔۔ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں؟ آپ نے فرمایا علیؓ سے بغض نہ رکھو کیونکہ علیؓ کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۲۳۔

اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کے وقت پیش آیا۔ اگر حضرت بریدہؓ کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے زیادہ

Marfat.com

محبوب بھی ہوتے تو حضرت بریدہؓ ہرگز ان سے بغض نہ رکھتے۔ یہ بات ان کی جانب اس لئے منسوب کی گئی ہے تاکہ خم غدیر کی اصل کہانی پر پردہ ڈالا جا سکے۔

حضرت بریدہؓ کی اس روایت کا ایک راوی جعفر بن زیاد ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمری الکوفی اس کی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ احمد فرماتے ہیں۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ عثمان الدارمی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین نے اسے بے کار قرار دیا۔

ابو داؤد کہتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں نیک آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں یہ بھاگ کر خراسان چلا گیا۔ وہاں حکومت کے خلاف سازش شروع کی۔ منصور کو اس کی اطلاع ملی۔ اس نے اس کے ساتھیوں کا قلع قمع کیا۔ اور اسے جیل میں ڈال دیا۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اس کے پوتے حسین بن علی کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر نے اسے خط بھی تحریر کیا تھا۔ پھر اسے ساجور مقام میں شیعوں کی ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کافی طویل عرصہ قید رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۷۔

گویا حضرت بریدہؓ کی یہ روایت ایک شیعہ کی عمل داری میں تیار ہوئی۔ رہ گیا محدثین کا یہ فرمان کہ فلاں شخص سچا ہے شیعہ ہے۔ یا فلاں شخص نیک ہے شیعہ ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی غلاظت دیکھ کر یہ کہے کہ یہ غلاظت ہے۔ لیکن اس میں سے خوشبو مہک رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور کم از کم موجودہ دور میں ہماری عقل اسے تسلیم نہیں کرتی۔

عبداللہ بن عطاء جعفر الاحمری یہ روایت عبداللہ بن عطاء الکوفی سے نقل کرتا ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ عبداللہ متروک ہے۔ اور نسائی کہتے ہیں کہ ضعیف ہے میزان ج ۲ ص ۴۶۱

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں غلطیاں کرتا ہے۔ اور مدلس ہے۔ تقریب ص ۱۸۲۔

یہ عبداللہ بن عطا یہ روایت حضرت بریدہؓ کے صاحبزادے سے نقل کر رہا ہے۔ اور صاحبزادے

کا نام بیان نہیں کرتا۔ اگر صاحبزادے سے مراد ان کا بیٹا سلیمان ہے تو انہوں نے اپنے والد سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اور اگر صاحبزادے سے مراد بریدہ کے بیٹے عبداللہ ہیں تو اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن محدثین ان کو پسند نہیں کرتے۔ وکیع کا قول ہے کہ عبداللہ سے بہتر ان کے بھائی سلیمان ہیں۔ سلیمان کی حدیث زیادہ صحیح ہوتی ہے۔

احمد بن محمد ہانی کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ان دونوں بھائیوں کے سلسلہ میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا سلیمان کی جانب سے تو میرے دل میں کوئی شک نہیں۔ لیکن عبداللہ ۔۔۔۔ اس کے بعد امام صاحب خاموش ہو گئے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶ ۔

ممکن ہے یہ روایت اسی عبداللہ سے مروی ہو۔ اور راوی نے دھوکہ دینے کی غرض سے اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔ لیکن عبداللہ بن بریدہ اتنے گئے گزرے نہیں جتنا جعفر الاحمر شیعہ یا جتنا عبداللہ بن عطاء الکوفی۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت ان دونوں میں سے کسی نے تیار کی ہے۔

جوتے بچانے والا

ربعیؒ بن حراش کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ نے رحبہ میں ہم سے بیان کیا کہ جب حدیبیہ کا دن آیا تو مشرکین کے کچھ افراد ہمارے پاس آئے جن میں سہیل بن عمرو بھی تھا اور مشرکین کے کچھ اور بھی سردار تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بچوں، بھائیوں اور غلاموں میں سے کچھ افراد بھاگ کر آپ کے پاس آ گئے ہیں۔ اور ان میں دین کی کچھ سوجھ بوجھ نہیں ہے۔ یہ لوگ مالوں اور جائدادوں سے بھاگ کر آ گئے ہیں۔ آپ انہیں واپس کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشر قریش یا تو تم اپنی حرکات سے باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اتار دے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس نے ان لوگوں کے ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے۔ ابوبکرؓ نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ خاصف النعل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے جوتے دیئے تھے جنہیں وہ

Marfat.com

بچایا کرتے تھے۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جو شخص مجھ پر جان کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ہمیں اس روایت کی یک سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص۲۳۵۔

یہ روایت اتنی مہمل ہے کہ اس پر بحث کرنا بھی ایک حماقت ہے حتیٰ کہ اس کی عبارت تک درست نہیں کہیں یہ کسی راوی کا کشف تو نہیں۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آج تک کسی مورخ و سیرت نگار نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ حالانکہ حدیبیہ کے مقام پر جو معاہدہ عمل میں لایا گیا۔ اسے حضرت علیؓ نے تحریر کیا تھا۔ اور اس میں انہوں نے محمد رسول اللہ لکھا تھا جسے سہیل بن عمرو نے یہ کہہ کر کٹوا دیا کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مان لیتے تو پھر اختلاف ہی کیا باقی رہتا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپ نے اسے کٹوا کر محمدؐ بن عبداللہ لکھوایا۔

لیکن اس روایت کا راوی اس روایت کی ابتدا میں بیان کرتا ہے کہ مشرکین نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ یعنی جب ان لوگوں نے آپ کو رسول اللہ مان لیا تھا تو پھر وجہ اختلاف کیا تھی۔

یہ بھی تاریخی اور حدیثی طور پر ثابت ہے کہ جو لوگ معاہدہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر آپ کے پاس آتے آپ نے انہیں واپس فرمایا۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت علیؓ کی اس مشکل کشائی اور اسد اللہی کا آج تک کسی کو علم نہ ہو سکا۔ نہ اہل خاندان کو نہ غیر اہل خاندان کو، نہ مسلم کو اور نہ کافر کو۔ اگر حضرت علیؓ واقعی اتنی خوبیوں کے مالک تھے کہ تن تنہا کافروں کی گردن کاٹ کر پھینک سکتے تھے۔ تو بجائے اس کے کہ حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا۔ تنہا حضرت علیؓ کو مکہ روانہ کر دیا جاتا۔ تاکہ وہ مکہ کو کفار سے پاک کر دیں۔ بلکہ یہ کام ہجرت سے قبل ہی انجام دے لینا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دب کر صلح فرمائی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک تمام راوی ثقہ ہوں لیکن ہمارے نزدیک دو راوی ناقابل قبول ہیں۔ سفیان بن وکیع اور شریک بن عبداللہ۔

Marfat.com

سفیان بن وکیع

اس سفیان سے ترمذی اور ابن ماجہ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ یہ وکیع بن الجراح کوفی کے صاحبزادے ہیں۔ امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں اس پر جھوٹی احادیث بیان کرنے کا الزام ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان پر اس لئے اعتراض ہے کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے اور ساتھ اپنی طرف سے کوئی بات کہتے یہ بات بھی حدیث میں داخل کر لیتے۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میرے والد فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کاتب ان کی احادیث میں تبدیلیاں کر دیتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی روایات کو غلط کر دیا۔ اور سفیان وہ روایات بیان کرنے لگے۔ (گویا یہ کوئی بہت پہنچے ہوئے صوفی تھے)

ابن عدی نے ان کی چند منکرات نقل کرنے کے بعد کہا ہے۔ کہ ان کی روایات میں جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ ان کے کاتب کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ وہ موقوف (قول صحابی) کو مرفوع (قول رسول) بناتا اور مرسل (جس میں سے راوی چھوٹ گیا ہو) کو موصول (جس کے پورے راوی موجود ہوں) بناتا اور سند میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔

ابن حبان لکھتے ہیں یہ خود تو بہت فاضل اور سچے آدمی تھے۔ لیکن ان کی روایات میں تمام خرابیاں ان کے کاتب کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۳ ۔

گویا حدیبیہ کی یہ داستان اسی کاتب کی وضع کردہ ہے۔ اس سفیان کی روایات تمام محدثین کے نزدیک نا قابل قبول ہیں۔ صرف امام ترمذی واحد شخص ہیں جنہوں نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے۔

اس روایت کا ایک اور راوی شریک بن عبداللہ ہے اس سے تمام محدثین نے روایات لی ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں اس کی روایات قابل اعتماد نہیں اس لئے کہ وہ سبائیت کا علمبردار ہے۔ اور محدثین کے نزدیک کسی شیعہ کی وہ روایت ہرگز قابل قبول نہیں جس کا تعلق اہل بیت سے ہو۔

قاضی شریک

حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔ یہ شریک سچا آدمی ہے۔ واسط کا قاضی تھا۔ نہایت عادل۔ فاضل۔ عبادت گزار اور بدعات کی مخالفت میں بہت سخت تھا۔ آخر میں کوفہ کا قاضی بنا۔ اس وقت سے اس کا حافظ

Marfat.com

خراب ہوگیا۔ تقریب ص ۱۴۵

کوفہ کی آب و ہوا ہی ماشاء اللہ ایسی ہی تھی کہ اچھے اچھوں کا نہ صرف حافظہ بلکہ ذہن تک خراب کر دیتی تھی قارئین آیئے ذرا حافظ ذہبی سے معلوم کریں کہ ان کا واقعتاً حافظہ خراب تھا یا دماغ میں کوئی خرابی تھی

شریک بن عبداللہ نخعی کوفی اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ قاضی تھا حافظ الحدیث تھا سچا تھا اور اماموں میں سے ایک امام تھا بخاری کے علاوہ سب نے اس سے روایات لی ہیں۔ اس نے سلمہ بن کہیل، زیاد بن علاقہ اور متعدد تابعین سے احادیث نقل کی ہیں۔

امام علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اسے انتہائی ضعیف قرار دیتے تھے۔ ابن المثنیٰ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمان بن مہدی کو اس کی کوئی حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔ یحییٰ بن سعید القطان مزید فرماتے ہیں کہ شریک کی اصل روایات میں خلط ملط ہے۔

عبدالجبار بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان سے عرض کیا لوگوں کا خیال ہے کہ شریک آخر عمر میں روایات میں خلط ملط کرنے لگا تھا۔ انہوں نے فرمایا وہ تو ہمیشہ ہی خلط ملط کرتا رہا ہے (یعنی حافظہ کی خرابی کا تو بہانہ ہے)

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں کہ اس شریک کا نسب نامہ یہ ہے۔ شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس النخعی ہے۔ اس کا دادا سنان بن انس قاتل حسین ہے۔ امام ابن المبارک کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی جوزجانی لکھتے ہیں۔ اس کا حافظہ بہت خراب تھا۔ اس کی حدیث مضطرب ہوتی ہے۔ یہ مائل تھا (یعنی تشیع کی جانب)

ابراہیم بن سعید الجوہری کا بیان ہے کہ اس نے چار سو روایات میں غلطیاں کی ہیں۔ معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ شریک ثقہ ہے۔ سچا ہے۔ لیکن اگر کوئی اور اس کی روایت کے خلاف روایت کرے تو وہ دوسرا شخص ہمیں پسند ہے۔ ابو یعلیٰ نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شریک اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن غلطیاں کرتا ہے۔ اور حدیث کو صحیح طور پر یاد نہیں رکھتا۔ اور اس کے باوجود خود کو سفیان اور شعبہ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن شریک کا قول ہے کہ میرے باپ شریک کے پاس دس ہزار مسائل تو جابر جُعفی کے بیان کردہ تھے (جابر جعفی فقہ جعفریہ کا راوی ہے) اور ان کے پاس دس ہزار غریب روایات تھیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ شریک سفیانؒ سے زیادہ اہل کوفہ کی روایات کو جانتا تھا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ جب شریک کوئی ایسی روایت بیان کرے جسے کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو شریک قوی نہیں یعنی یہ کسی دوسرے سہارے کا محتاج ہے۔

ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے ابوزرعہ سے دریافت کیا کہ کیا شریک کی روایت کو حجت سمجھا جائے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بہت زیادہ احادیث روایت کرتا ہے۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا ہے اور غلطیاں کرتا ہے اس پر شنک الصائغ نے ان سے فرمایا۔ اس نے واسط میں رہتے ہوئے تو باطل روایات بیان کی تھیں۔ ابوزرعہ بولے کہ باطل نہ کہو۔

ابراہیم بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے شریک سے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی صحابی کو کسی پر فضیلت نہ دے تو کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ احمق ہے کیا ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت نہیں دی گئی۔

ابوداؤد الرہاوی کا بیان ہے کہ میں نے شریک کو یہ کہتے سنا کہ علیؓ خیر البشر ہیں، اور جو شخص اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

عبدالسلام بن حرب کہتے ہیں میں نے ایک روز شریک سے کہا کہ آپ اپنے بھائی مالک بن مغولؒ کی عیادت کو نہیں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا جو علی اور عمار پر تنقید کرے وہ میرا بھائی نہیں۔

علی بن خادم کا بیان ہے کہ عتاب اور ایک اور شخص شریک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ لوگوں نے شریک سے سوال کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تجھے صحابہ کے معاملہ میں شک ہے۔ اس نے جواب دیا اسے احمق میں شک کرسکتا ہوں۔ میری تو آرزو یہ تھی کہ کاش میں اس زمانہ میں ہوتا۔ اور علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر ان صحابہؓ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا۔ (جس طرح شریک کے دادا سنان نے اپنے ہاتھوں کو حضرت حسین کے خون سے رنگا)

حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے شریک سے خود یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

وفات ہوئی۔ اور مسلمانوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ان لوگوں میں ایک بھی شخص بھی موجود ہے جو ابوبکر سے افضل ہے تو اگر انہیں یہ معلوم ہوتا تو یہ سب اسے گھیر لیتے۔ پھر ابوبکر نے عمر کو خلیفہ بنا دیا۔

اگرچہ اس نے حق اور انصاف کو قائم کیا۔ لیکن جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے چھ افراد کی مجلس شوریٰ قائم کر دی۔ اور ان سب نے عثمان کو خلیفہ بنایا۔ اگر انہیں یہ معلوم ہوتا کہ ان میں کوئی عثمان سے بھی افضل ہے تو یہ سب اسے گھیر لیتے۔

جب یہ بات عبداللہ بن ادریس کے پاس پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ شریک نے اس سے قبل اپنی زبان سے واضح بات ظاہر کر دی (یعنی خلاف تقیہ) اللہ کی قسم شریک شیعہ ہے۔

نیز اس شریک کے بارے میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا اور کہا وہ بہت بردبار تھے۔ اس پر شریک نے جواب دیا جس نے حق کو چھپایا اور علیؓ سے قتال کیا وہ بردبار نہیں ہو سکتا۔ یہ شریک ۹۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۔

عبدالحسین شرف الدین موسوی کہتے ہیں۔

کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شریک اہل بیت کے مذہب کی طرف مائل تھا۔ اس نے یہ روایت بیان کی علیؓ میرے وصی اور وارث ہیں اور یہی وہ ہستی ہے جس نے بنی امیہ کے دور میں امیر المومنین کے فضائل کی اشاعت کی۔ اور اسی شریک نے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب معاویہ کو تم میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ المراجعات ص۔

ہمیں افسوس یہ ہے کہ شریک نے یہ روایت اس وقت بیان کی جب امیر معاویہؓ کی روح بھی دنیا سے اٹھ گئی تھی۔ اسے تو یہ روایت اس وقت بیان کرنی چاہیئے تھی جب امیر معاویہؓ منبر رسول پہ تشریف فرما تھے۔ اور اس وقت تک جناب شریک پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا بھی ہو جاتے تو مدینہ منورہ اور دمشق کو اللہ نے شیعہ کی غلاظت سے پاک رکھا تھا۔ اسی لئے کسی سبائی بچہ کو اس کی ہمت نہ ہو سکی۔

قارئین کرام آپ سفیان بن وکیع اور شریک کا حال ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ہم تو ایسی صورت میں ایسی روایت کو حدیث کے لفظ سے تعبیر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔ کجا کہ حدیبیہ کے اس واقعہ کو متن صحیح قرار دیا جائے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ منافقین کی پہچان کا ذریعہ ہیں

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں ہم انصار منافقین کو بغض علیؓ سے پہچانا کرتے تھے ترمذی کہتے ہیں یہ روایت غریب ہے۔ اور شعبہ نے ابو ہارون عبدی کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور یہ روایت اعمش سے بھی روایت کی گئی ہے اور اعمش نے ابو صالح سے اور ابو صالح نے ابو سعید سے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۵۔

یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت علیؓ نے منافقین کے خلاف کون سا خصوصی کارنامہ انجام دیا تھا۔ جو وہ تعارف کا ذریعہ بن گئے۔ اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ منافقین کی اصطلاح ان معنی میں استعمال ہوتی ہو۔ جن معنی میں یہ سبائی طبقہ اس لفظ کو استعمال کرتا ہے۔ سبائیوں کے نزدیک منافقین سے مراد ابوبکرؓ و عمرؓ اور مہاجرین مکہ ہوتے ہیں۔

ترمذی نے خود اس روایت کو غریب قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس کے راوی ابو ہارون العبدی کی ذات پر شعبہ کو اعتراض ہے۔

ابوہارون العبدی

اس ابو ہارون کا نام عمارۃ بن جوین ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ امام شعبہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ یا تو ابو ہارون کی روایت قبول کرو یا خود اپنا گلا کٹوانا منظور کرو تو مجھے اپنا گلا کٹوانا قبول ہوگا لیکن اس کی روایت بیان کرنا نہیں۔

یہی شعبہ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسافر سے اس کا حال معلوم کرتا۔ اتفاق سے یہ ہمارے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت میں منکر روایات جمع تھیں۔ حمّاد بن زید کا قول ہے یہ ابو ہارون کذاب ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ کذاب ہے مُفتری ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ ابن معین کہتے ہیں اس کی کسی روایت کو ہرگز سچا نہ مانا جائے نسائی لکھتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ متلوّن مزاج ہے۔ کبھی خارجی بن جاتا ہے اور کبھی رافضی۔ اور ابن حبّان لکھتے ہیں یہ حضرت ابو سعیدؓ خدری کے نام سے ایسی روایات بیان کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔

شُعبہ کہتے ہیں میں نے اس کے پاس جو کتاب دیکھی تھی اس میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی جانب یہ بات بھی

Marfat.com

منسوب کی گئی تھی کہ جب عثمانؓ کو قبر میں اتارا گیا تو وہ اللہ کا کافر بن چکا تھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں وہ یہی اس کتاب کو صحیفۃ الوحی کہا کرتا تھا۔ صالح بن محمد کا قول ہے کہ وہ ملعون سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۔

ابو ہارون سے یہ کہانی نقل کرنے والا جعفر بن سُلیمان الضُّبعی ہے۔ اب ذرا اس کا بھی کچھ حال ملاحظہ کر لیجئے۔

جعفر بن سُلیمان الضُّبعی

مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ یہ بنو حارث کا غلام تھا۔ اور خاندان بنی ضبیعہ میں اس نے قیام کیا تھا۔ شیعہ ہونے کے باوجود اس کا شمار زاہد علماء میں ہوتا ہے۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں جعفر ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ بن سعید اس کو ضعیف قرار دیتے اور اس کی کوئی روایت نہ لکھتے۔ امام احمد کہتے ہیں اس میں کوئی برائی نہیں۔ یہ صنعا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس سے روایات نقل کیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں یہ امّی تھا۔

ابن سعد لکھتے ہیں یہ ثقہ ہے اگرچہ اس میں کچھ ضعف ہے اور یہ شیعہ تھا۔

احمد بن المقدام کا بیان ہے کہ ہم یزید بن زُریع کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے لوگوں سے فرمایا جو شخص جعفر بن سلیمان اور عبدالوارث کے پاس جائے وہ میری مجلس میں نہ آئے۔ اس لئے عبدالوارث معتزلی سمجھا جاتا تھا۔ اور جعفر بن سلیمان رافضی۔

سہل بن ابی حذویہ کا بیان ہے کہ میں نے جعفر سے سوال کیا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ جعفر نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔

جریر بن یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پیغام دے کر جعفر الضبعی کے پاس بھیجا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا گالیاں تو نہیں دیتا لیکن بغض ضرور رکھتا ہوں۔ جریر بن یزید بن ہارون فرماتے ہیں یہ جعفر رافضی ہے اور قطعاً گدھے کی طرح ہے۔

Marfat.com

عمرو بن علی کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن المبارک کو دیکھا کہ وہ جعفر بن سلیمان سے کچھ سوالات کر رہے تھے۔ انہوں نے سوال کیا۔ تم نے ایوب بن ابی تیمہ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے کہا ہاں۔ کیا تو نے ابن عونؒ کو دیکھا ہے؟ جعفر نے جواب دیا ہاں۔ کیا تو نے یونس کو دیکھا ہے؟ کہا ہاں۔ ابن المبارک نے آخری سوال کیا کہ جب تو نے ان حضرات کو دیکھا تو تو نے ان کے پاس بیٹھ کر کیوں نہ علم حاصل کیا۔ اور بیوقوف کے پاس بیٹھ کر علم حاصل کرتا ہے [illegible] عوف اعرابی تک خوش نہیں ہوتا جب تک اپنی ذات میں دو بدعات جمع نہیں کر لیتا کیونکہ وہ قدری بھی ہے اور شیعہ بھی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۷۔

اس طرح سے اس روایت کی تمام سندی حیثیت قارئین کے سامنے آگئی ہے۔ اب ذرا ایک اور لحاظ سے بھی اس پر نظر ڈال لیں تو بہتر ہے۔

خود ترمذی نے حضرت براء بن عازبؓ انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ان سے جو محبت کرے گا وہ مومن ہوگا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ترمذی ج ۲ ص ۲۵۲۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

نیز بخاری نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار کی محبت اور نفاق کی علامت انصار کا بغض ہے۔ بخاری ج ۱ ص ۵۳۴۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ منافقین کی پہچان کا ذریعہ انصار ہیں حضرت علیؓ نہیں۔ اصل میں سبائی برادری کا ایک اصول یہ ہے کہ جہاں انہیں کسی صحابی کی کوئی فضیلت نظر آئی اس میں ترمیم کر کے حضرت علیؓ پر چسپاں کر دی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی ذات ان فرضی اور مصنوعی فضائل سے بہت بلند ہے۔

اے اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علیؓ کو نہ دیکھ لوں

حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرتے سنا اے اللہ تو مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک مجھے علیؓ کو نہ دکھا دے۔

Marfat.com

امام ترمذیؔ یہ روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ روایت حسن غریب ہے۔ ہمیں اس کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ ترمذی ج ۲ ص۲۳۶۔

حضرت امِ عطیہؓ صحابیہ سے روایت کرنے والی عورت امِ جمیل ہے۔ یہ کون ہے؟ ذہبی کہتے ہیں: اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور جابر بن صُبیح کے علاوہ اس سے کوئی روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص۶۱۳۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔ تقریب ص۴۰۵

یعنی یہ عورت مفقود الخبر ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ امام ترمذی اس سے واقف تھے یا نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے لاپتہ لوگوں کی کھوج لگائی ہے۔ لیکن یہاں انہوں نے اس سلسلہ میں کوئی اشارہ تک نہیں کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام ترمذی کو بھی اس کا کوئی کھوج نہیں ملا۔ لیکن پھر یہ روایت حسن کیسے بن گئی۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ہم اپنی کم علمی کے باعث آج تک یہ نہیں سمجھ سکے کہ حسن آخر کون سی چیز ہے؟ جو کبھی صحیح روایت کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور کبھی منکر روایت کے ساتھ۔ ہم آج تک اس میں یہ عقدہ حل نہ کر سکے۔ اور ہمارے متاخرین علماء جب کسی موضوع اور منکر روایت پر اپنے اجتہاد کی بنیاد رکھتے ہیں تو سب سے اول اسے حسن قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم جیسے دھوکہ کھا کر یہ تصور کر بیٹھتے ہیں کہ یہ روایت عمدہ ہے اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور امام ترمذی نے بہت سی روایات کو حسن کہہ کر ہم سے بڑے بڑے پتھر ہضم کروائے ہیں۔ حیرت تو ہمیں متاخرین علماء کے ہاضمہ پر ہے کہ ان کے [illegible] میں پتھر بھی چبھن پیدا نہیں کر سکے۔ ہمارا تو ان روایات کا نام سن کر ہی ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے۔

جابر بن صُبیح ام شراحیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا جابر بن صبیح ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں اس کی روایات ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی کنیت ابو بشر ہے بصرہ کا باشندہ ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ازدی کا قول ہے کہ اس کی روایت درست نہیں۔ [illegible] میزان ج ۱ ص۳۷۷۔

ابو الجراح المہری جابر بن صُبیح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو الجراح المہری ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہ مجہول ہے۔ تقریب ص۳۹۹۔ ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو ترمذی نے

حسن کہا ہے۔ لیکن اس ابو الجراح سے کوئی شخص بھی واقف نہیں۔ اور اس سے ابو عاصم کے علاوہ کوئی یہ روایت نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۱۱ ۔

ابو عاصم

ابو الجراح سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو عاصم ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں؟ اس کا اتا پتہ اس کے فرشتے ہی بتا سکتے ہیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ کون شخص ہے دنیا کے تمام افراد اس کے حال اور نام سے ناواقف ہیں۔ اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم الکاہلی ہے تو ابن المدینی کہتے ہیں یہ شخص مجہول ہے اور اگر ابو عاصم سے مراد ابو عاصم العبادانی ہے تو یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ حافظ عقیلی کہتے ہیں ابو عاصم عبادانی منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص ۵۴۳ ۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں ابو عاصم العبادانی کو کمزور قرار دیا اس پر ق کی علامت بنائی ہے۔ تقریب میں ق کی علامت بنانا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر ترمذی میں بھی اس کی روایات موجود ہوتیں تو ابن حجر اس کے نام کے ساتھ ت کی علامت بھی بناتے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ابو عاصم نامی کوئی موسمی پرندہ ہے جو یہ داستان گا کر چلا گیا۔ اور کسی کو یہ پتہ نہ چل سکا کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا تھا۔

ماحصل کلام یہ کہ اس روایت کی سند میں چار راوی ہیں تین راوی مفقود الخبر ہیں۔ اور ایک ضعیف ہے لیکن پھر بھی ہمارا اس پر ایمان ہے کیونکہ امام ترمذی نے اسے نقل کر کے حسن قرار دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ہم نے راویوں کے حالات پیش کر دئے ہیں۔ اب علماء کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس روایت کا کیا درجہ ہے۔ یا قارئین خود فیصلہ کر لیں ۔ ۔ ۔ ۔ ہمیں اس کے لئے مجبور نہ فرمائیں۔

حضرت علی سردیوں میں گرمیوں کے کپڑے استعمال فرماتے

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلی کا بیان ہے کہ حضرت ابو لیلیٰؓ حضرت علیؓ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ گرمیوں کے کپڑے سردیوں میں اور سردیوں کے کپڑے گرمیوں میں پہنتے تھے۔ ہم نے ابو لیلیٰ سے

Marfat.com

عرض کیا کہ آپ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے سوال کریں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن مجھے بلوایا۔ اس وقت میری آنکھیں دکھنے آ رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری آنکھیں دکھنے آ رہی ہیں۔ آپ نے میری آنکھوں میں تھوک دیا پھر آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس سے سردی اور گرمی دور فرما۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد سے آج تک میں نے گرمی اور سردی محسوس نہیں کی۔ (ابن ماجہ ترجمہ [illegible])

[illegible]

[illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] کپڑوں کے موٹے جھوٹے کپڑے جو سردیوں میں استعمال ہوتے وہی گرمیوں میں استعمال کیے جاتے۔ حتیٰ کہ مسجد میں پسینہ سے بدبو پھیل جاتی۔ اسی لئے جمعہ کے غسل کا حکم دیا گیا [illegible] معمول طبقے کے چند افراد جیسے [illegible] موسم کے مطابق باریک کپڑے استعمال کرتے تھے۔ لیکن یہ سلسلہ بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ فتوحات کے بعد شروع ہوا۔ اور حضرت علیؓ کا شمار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں [illegible] چند افراد میں نہیں ہوا۔

ہمارے تخیل میں یہ دعا عقلاً ناممکن نہیں لیکن اس کا جو مفہوم راوی پیش کرنا چاہتا ہے۔ اور جس کے اظہار کے لئے اس نے یہ کہانی وضع کی ہے۔ وہ قطعاً ناکافی ہے۔ دراصل گرمی دور ہونے سے مقصد نکاہ ہونا کی گرمی ہے۔ کیونکہ آنکھیں اکثر گرمی کے باعث دکھنے آتی ہیں۔ آپ کا آنکھوں کی اس حدت کو دور کرنے کے لئے دعا فرمانا اسی طرح ممکن ہے جس طرح آنکھوں میں تھوک لگانا۔ لیکن تاریخی معاملات میں یہ عقلی دوڑ نہیں چلتی اس کے لئے تاریخی طور پر یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا یا نہیں۔ اگر ابن ماجہ کی اس روایت کی سند عمدہ ہوتی تو ہم خود اسے ایک ثبوت قرار دیتے۔ لیکن اس کی سند اس لائق نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جاسکے اس کی سند کے ابتدائی دو راوی قابل اعتراض ہیں یعنی عثمان بن ابی شیبہ اور محمد بن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ

عثمان بن ابی شیبہ

ابوبکر بن ابی شیبہ کے بھائی ہیں۔ ان کا شمار حدیث کے بڑے علماء میں ہوتا ہے ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ اکثر علماء نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ایسی روایات نقل کرتے ہیں جنہیں کوئی اور نقل نہیں کرتا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں عثمان کسی دوسرے مددگار کے محتاج نہیں۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان سے منقول ہوتی ہیں۔ لیکن امام احمد نے ان کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے بھی ان کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ ان حضرات کو ہزار ہا احادیث یاد تھیں۔ لیکن قرآن کی کبھی ایک آیت بھی صحیح طور پر یاد نہیں ہوئی تفصیل کے لئے ان کا حال آپ ہماری کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" ملاحظہ کیجئے۔

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ

عثمان بن ابی شیبہ نے یہ روایت محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔ جو تاریخ میں ابن ابی لیلیٰ کے نام سے مشہور ہیں جو کوفہ کے بہت بڑے فقیہ اور پابند سنت انسان تھے۔ لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں۔ افسوس انہیں جتنا قوی ہونا چاہیے تھا یہ اتنے قوی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ان کی احادیث میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ امام شعبہ فرماتے ہیں میں نے اتنے کمزور حافظہ کا کوئی اور انسان نہیں دیکھا۔ نسائی، یحییٰ بن سعید القطان اور ترمذی نے ان کی روایات کو ضعیف قرار دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ان کا حافظہ خراب تھا۔ فحش غلطیاں کرتے جس کے باعث ان کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۶۱۳۔

اس لحاظ سے یہ روایت ابن ابی لیلیٰ کی منکرات میں شمار ہوگی۔ لیکن ان سے زیادہ خطرناک عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ کیونکہ ہمارا ذہن ہرگز یہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جسے ہزار ہا روایات یاد ہوں وہ قرآن کی کوئی آیت صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکے۔ بلکہ وہ ہمارے نزدیک قرآن میں عمداً تحریف کرتا ہے۔ اور تقیہ کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے اور اس نے متعدد موضوع کہانیاں بیان کی ہیں۔ قرآن میں افترا کا حال ہم نے "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" پیش کیا ہے۔

اوصیاء کا خاتمہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ذریعہ ہوا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ اور ان کی ذریت قیامت کے روز تک اوصیاء کو ختم کریں گے۔

اس روایت کا راوی بھی وہی نسابہ ہے۔ اور اس روایت کو وہ ذہبی سے نقل کرتا ہے۔ اور وہ عبدالرزاق سے۔ یہ ہر دو روایت ایک ہی درجہ کی ہیں۔ اور ان کے راوی بھی وہی ہیں جو سابقہ روایات میں پائے جاتے تھے۔

چونکہ ہمارا تعلق اوصیاء سے نہیں اس لئے عرض یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی پانچ اولادیں ہوئیں یعنی حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، زینبؓ اور ام کلثومؓ۔ لیکن لڑکیوں کو ان کی اولاد ہونے سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا۔ محسنؓ بے چارے بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ رہ گئے حضرت حسنؓ چونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لحاظ سے ان کی اولاد وصایت و ولایت سے محروم ہوئی۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ اور چونکہ پہلی تینوں صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ لہٰذا ان کے نام بھی لینا جرم ہے۔

اس طرح یہ وصایت و ولایت تین صاحبزادیوں اور ان کی اولاد کو محروم کر کے بلکہ انھیں اولادِ رسولؐ ہونے سے خارج کر کے ایک بیٹی اور اس کی اولاد پر یہ عمارت تعمیر کی گئی۔ لیکن حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیاں چونکہ دشمنوں کے نکاح میں گئیں یا ان کے ساتھ رہیں۔ اس لئے وہ بھی ولایت و وصایت کے منصوبے سے خارج ہوئیں۔ اور چونکہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اور یہ سب معاملہ اس وقت پیش آیا جس وقت حسنؓ جانشین بن چکے تھے۔ اور انھوں نے ایک اموی سے صلح کی اور یہ ناقابل معافی جرم تھا۔ لہٰذا جہاں اولادِ حسنؓ خلافت سے محروم ہوئی۔ وہاں ایک لازمہ یہ بھی قرار پایا کہ بنو امیہ ہمیشہ کے لئے مبغوض بن گئے۔ اور اس بغض کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایران اور برصغیر میں کوئی اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی کی اولاد قرار نہیں دیتا۔ ہاں یہ ضرور

Marfat.com

ہوتا رہا کہ تاریخ میں جب بھی کوئی انقلاب آیا تو کچھ نئے لوگ سید ضرور بن گئے ۔ اور خود کو اولاد فاطمہ کہلانے لگے ۔ اس طرح تاریخ میں ہزاروں بار سادات کی پود میں اضافہ ہوتا رہا ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ رافضی سید بن گیا جس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں ۔

ہر نبی کا ایک جانشین ہوتا ہے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا گیا ، کہ جس سے یہ بیان کیا گیا ہو کہ اس کے بعد یہ کام کس کی ذمہ داری میں ہوگا ۔ کیا اللہ نے آپؐ سے بھی یہ بات بیان فرمائی ہے ۔ آپ نے جواب دیا ہاں وہ شخص علیؓ ہے ۔ میزان ج ا ص ۲۷۵

یہ کون سا اصول تھا جس کی تعلیم سلمانؓ کی زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جا رہی ہے ۔ اگر واقعتا یہ اصول ہمیشہ کارفرما رہے تو بتاتے کہ حضرت یوسفؑ ، حضرت شعیبؑ ، حضرت یونسؑ ، حضرت لوطؑ اور حضرت عیسٰیؑ کے بعد کون ان کا جانشین ہوا ، اور کون ان کے قریب رہا ہے ۔

راوی کا بیان ہے کہ سلمانؓ سے یہ روایت حضرت ابوہریرہ نے نقل کی ہے ہمارے نزدیک بلحاظ علم حضرت ابوہریرہؓ کا مقام حضرت سلمانؓ سے بہت زیادہ ہے ۔ اور کوئی ایسی روایت نہیں جو حضرت ابوہریرہؓ نے سلمانؓ سے نقل کی ہو ۔

حکیم بن جبیر اس کا راوی حکیم بن جبیر ہے ۔ اس حکیم سے تمام اصحاب ستہ نے احادیث نقل کی ہیں ۔ یہ سعید بن جبیر اور ابوجحیفہ سے روایات نقل کرتا ہے ۔ اس سے شعبہ اور زائدہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں ، یہ شیعہ ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں ضعیف ہے منکر الحدیث ہے ۔ بخاری کہتے ہیں شعبہ کو اس پر اعتراض تھا ۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں ۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے ۔ معاذ کہتے ہیں میں نے شعبہ سے عرض کیا کہ مجھے حکیم بن جبیر کی حدیث سنائیے فرمایا اس کی حدیث بیان کرنے سے مجھے جہنم میں جانے

Marfat.com

کا خوف پیدا ہوتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں شعبہ نے اس کی روایت ترک کردی تھی۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا۔ اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ شعبہ نے حدیث منذر کے باعث اس کی روایت ترک کردی تھیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اس کی روایات بیان کرتے اور عبدالرحمٰن قطعاً نہ بیان کرتے۔ اس سے بہت تھوڑی سی روایات مروی ہیں۔ اور اس میں بھی منکرات پائی جاتی ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے۔ اور حکیم نے اس روایت کو عبدالعزیز بن مروان کی جانب منسوب کیا ہے اور عبدالعزیز بن مروان تو حضرت علیؑ کا مخالف تھا۔ وہ ایسی کہانی کیسے نقل کرتا۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۴

حکیم بن جبیر سے یہ کہانی نقل کرنے والا مشہور دجال زمانہ یعنی مؤرخ محمد بن اسحاق ہے جس کا حال بارہا پیش کیا جا چکا ہے۔

سلمۃ بن الابرش

مورخ ابن اسحاق سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا سلمۃ بن الفضل الابرش ہے۔ اس نے ابن اسحاق سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابوداؤد میں پائی جاتی ہیں۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس کی بعض احادیث منکر ہوتی ہیں یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے غزوات کی روایات لکھی ہیں۔ اور غزوات کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مکمل کسی کی کتاب نہیں۔ (بات مکمل کی نہیں ہورہی ہے۔ بلکہ صحیح کی ہورہی ہے)۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ذنیج کا بیان ہے کہ میں نے سلمۃ الابرش سے سنا ہے کہ میں نے ابن اسحاق سے اس کی مغازی دو بار سُنی ہے۔ اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں ہیں لے اس کی اور

Marfat.com

روایات لکھی ہیں۔

ابن عدی کہتے ہیں اس کی کوئی روایت ایسی نہیں ملی جو ازحد منکر ہو۔ لیکن علی ابن المدینی فرماتے ہیں۔ ہم رتے سے جب واپس چلے تو ہم نے اس کی تمام لکھی ہوئی روایات لغو سمجھ کر زمین پر پھینک دیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ سلمہ رازی ہے شیعہ تھا۔ اس کی روایت لکھی جاتی ہیں بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں۔

ابو حاتم رازی کہتے ہیں۔ اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا قول ہے۔ کہ رتے کے باشندے اسے پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اول تو اس کا مذہب بدترین تھا۔ اور دوسرے رتے کے لوگوں پر اس نے مظالم بھی بہت کئے تھے۔ ۱۹۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

سلمۃ الرازی سے یہ روایت نقل کرنے والا محمد بن حمید الرازی ہے۔

محمد بن حمید الرازی

یہ مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ سلمۃ بن الابرش سے ابن اسحاق کی مغازی کا ناقل ہے۔ اسکی روایات ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہیں۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں۔ معلومات اس کی کافی وسیع تھیں۔ یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس کی احادیث پر اعتراض ہے۔

امام ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ فضلک الرازی فرماتے ہیں میرے پاس اس کی پچاس ہزار روایات لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی روایت کا بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔

اسحاق الکوسج کا بیان ہے کہ ہمیں محمد بن حمید نے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھ کر سنائی اور دعویٰ کیا کہ اس نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ اس کے بعد میرا علی بن مہران کے پاس جانا ہوا۔ وہ کتاب المغازی پڑھ کر سنا رہے تھے۔ ان کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ انھوں نے یہ کتاب سلمۃ الابرش سے سنی ہے۔ میں نے سوال کیا۔ کیا محمد بن حمید نے بھی یہ کتاب سلمۃ سے پڑھی تھی؟ وہ حیرت میں

Marfat.com

بڑکنے اور فرمایا۔ اس نے یہ کتاب مجھ سے پڑھی ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید جھوٹا ہے۔

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ محمد بن حمید جتنی روایات بیان کرتا ہے۔ ہم سب اس کی روایات کو جھوٹ سمجھتے ہیں۔ میں نے اس سے بڑھ کر کوئی ایسا انسان نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ اللہ سے بے خوف ہو۔ اس کے یہاں اللہ سے ڈر کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ یہ دوسرے راویوں کی روایات لے کر ان میں ردّ و بدل کرتا اور پھر انھیں اپنی جانب منسوب کرتا۔

ابن خراش فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ابن حمید جھوٹا ہے۔ اور دیگر اکثر محدثین کا قول ہے کہ یہ حدیث چور ہے۔ دوسروں کی روایات چوری کر کے اپنی جانب منسوب کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے اور صالح جزرہ کہتے ہیں۔ میں نے محمد بن حمید اور ابن الشاذکونی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا یہ اس فن کے ماہر تھے۔

ابو علی النیسابوری کا بیان ہے کہ میں نے ابن خزیمہ سے عرض کیا۔ آپ محمد بن حمید کی روایات کیوں نہیں بیان کرتے۔ حالانکہ امام احمد بن حنبل تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا امام احمد کو اس کے حالات کی خبر نہ تھی۔ اگر انھیں اس کے صحیح حالات معلوم ہوتے تو کبھی اس کی تعریف نہ کرتے۔

امام فضلک الرازی کا بیان ہے کہ میں ایک روز محمد بن حمید رازی کے پاس گیا وہ اس وقت روایات کی سندات وضع کر رہا تھا۔ اس کا انتقال ۲۴۸ھ میں ہوا۔

اس تمام تفصیل سے یہ بات سامنے آئی کہ اس روایت کا ہر راوی شیعہ اور ہر راوی فارس و ایران کا باشندہ ہے۔ اور تین راوی اپنے اپنے دور کے مشہور مؤرخ اور مشہور کذاب ہیں۔

علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں

عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں" ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ شعبہ سے اس

Marfat.com

سند کے علاوہ کسی اور سند سے یہ روایت مروی نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ ساری کہانی اس صحیح حدیث کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔ جو حضرت ابوبکرؓ کے سلسلہ میں مروی ہے "کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کر دو"۔

حافظ ابن حجرؒ اپنی روایت پرستی کے زعم میں رقم طراز ہیں۔ اس روایت کی متعدد سندات ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت کا باعث ہیں۔ لہذا یہ روایت حسن ہے۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اسے رافضیوں نے اس حدیث صحیح کے مقابلہ پر وضع کیا ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت میں مروی ہے۔

ہمارے نزدیک ان سبائیوں کا یہ خاص دستور ہے کہ جہاں بھی انھیں کسی صحابی میں کوئی فضیلت نظر آئی۔ فوراً حضرت علیؓ کے لئے وہ کہانی تیار ہو گئی۔ حافظ ابن حجرؒ جو روایت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں اور صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی متعدد سندات مروی ہیں یا نہیں تو سبائی بچوں نے تحریف قرآن کے سلسلہ میں دو ہزار روایات پیش کی ہیں اور تقریباً اتنی ہی روایات ولایت و امامت کے سلسلہ میں مروی ہیں تو کثرت سندات کے باعث ان پر بھی ایمان لانا فرض ہوگا۔ اس نظریہ کے پجاریوں کو ذرا سوچ سمجھ کر بات کہنی چاہئے۔ اور عقل سے کام لے کر کوئی نیا اصول وضع کرنا ہوگا۔ ورنہ کثرت سندات کے باعث امامت اور تحریف قرآن پر ایمان لانا لازمی ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک اس روایت کے واضعین کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ ابوبکرؓ کا مکان مسجد کے قرب و جوار میں نہ تھا جو اس کے جواب کے لئے یہ دروازے والی کہانی وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کا مکان تو عقیق میں تھا۔ اور حضورؐ کا یہ فرمانا کہ ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دو۔ اس روایت میں کھڑکی سے مراد خلافت ہے جو ابوبکرؓ کو حاصل ہو کر رہی۔ سبائیوں کا اگر دل چاہے تو بیشک وہ حضرت علیؓ کے پورے گھر کو دروازوں میں تبدیل کر دیں ـــــ سنیوں کا مقصد تو حاصل ہو چکا۔

ترمذی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کی ایک سند کے علاوہ کوئی اور سند نہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ بقیہ سندات جس سے ابن حجر بھی دھوکہ کھا گئے، ترمذی کے بعد تیار کی گئیں۔ ترمذی کے زمانہ

Marfat.com

یعنی تیسری صدی ہجری تک ان سندات کا وجود نہ تھا۔ اگر یہ سندات موجود ہوتے تو ابن معین، الدوری اور بخاری میں ضرور ذکر کی جاتیں تو اس کا علم امام ترمذی کو ہرگز نہ ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو بہت بعد کے قلیل الاحتمال راوی تھے

عمرو بن میمون

اس روایت کا اولین راوی عمرو بن میمون ہے جو قناد کے لقب سے موسوم ہے۔ حیثیت اس کی یہ ہے کہ ابن عدی، ذہبی، بخاری، نسائی اور دیگر ائمہ رجال نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ صرف عبدالرحمن بن مہدی نے یہ تحریر کیا ہے کہ یہ ابو نعیم عبدالرحمان بن معرا سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اور اس سے صالح بن زیاد الرقی نے روایت نقل کی ہے۔

عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد ابوحاتم سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں اسے نہیں پہچانتا یہ کون ہے اور اس کی یہ حدیث منکر ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۶ صفحہ ۲۵

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ عمرو بن میمون القناد، عبدالرحمن بن معرا سے روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۳۶۰

گویا ابوحاتم کے علاوہ کسی نے اس پر تبصرہ نہیں کیا۔

یحیٰی بن ابی سلیم الفزاری

اس کی کنیت ابو بلج ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ اسے یحیٰی بن معین، نسائی، دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا یہ اکثر اللہ کا ذکر کرتا رہتا۔ لیکن امام بخاری فرماتے ہیں اس کی حدیث پر اعتراض ہے۔ امام بخاری یہ جملہ اس وقت فرماتے ہیں جب کسی راوی کو وہ جھوٹا سمجھتے ہوں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس نے یہ حدیث منکر روایت کی ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کہتے ہیں یہ روایت اس کی منکرات میں داخل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ غلطیاں کرتا ہے۔ ثابت البنانی کہتے ہیں میں نے اس روایت کا تذکرہ حسن بصری کے سامنے کیا۔ انھوں نے اس روایت کا انکار کر دیا۔

Marfat.com

ابراہیم بن المختار الرازی

اس کی سند کا ایک راوی ابراہیم بن المختار الرازی ہے۔ یہ مؤرخ محمد بن اسحاق کا شاگرد ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ابو غسان زُنیج کہتے ہیں میں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵

ترمذی کی سند کا آخری راوی محمد بن حمید الرازی ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے محمد بن اسحاق کی مغازی نقل کی ہے۔ اور مؤرخ ابن جریر کا استاد ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں

حاصل کلام یہ کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

اس روایت کو امام احمد اور نسائی نے یحییٰ بن ابی سلیم کے ذریعہ عمرو بن میمون سے نقل کیا ہے اور عمرو بن میمون نے ابن عباس سے یہ کہانی نقل کی ہے اور عمرو بن میمون ناقابل اعتبار ہے۔ اور یحییٰ بن ابی سلیم بھی قابل وثوق نہیں۔

امام احمد نے یہ روایت زید بن ارقم سے بھی نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ اس طرح پیش کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلے ہوتے تھے۔ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا علی کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دو۔ یہ سنکر چند حضرات نے آپ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا۔ امابعد میں نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا تھا لیکن تم میں سے بعض افراد نے اس پر اعتراض کیا۔ اللہ کی قسم نہ میں نے اپنی مرضی سے بند کئے اور نہ اپنی مرضی سے کھولے لیکن مجھے جس چیز کا حکم دیا گیا میں نے اس کی اتباع کی ہے۔

یہ روایت حضرت زید بن ارقم سے میمون ابو عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اور میمون سے نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے اور اس سے محمد بن جعفر نے روایت کی ہے۔ جس سے امام احمد روایت کر رہے ہیں۔ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۲

میمون ابوعبداللہ

یہ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ کا غلام تھا۔ اس کی روایات نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحیٰی بن محمد بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے تھے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ شعبہ کہتے ہیں یہ تو ایک رذیل انسان تھا۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۵

عوف الاعرابی

میمون سے یہ رام کہانی نقل کرنے والا عوف بن ابی جمیلہ ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ابوسہل اس کی کنیت ہے۔ تمام اصحاب ستہ نے اس سے روایت لی ہیں۔ اس سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔ اور ایک جماعت نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

عمرو بن علی المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو دیکھا وہ جعفر بن سلیمان سے کہہ رہے تھے۔ تو نے ابن عون، ایوب اور یونس کو دیکھا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ تو ان کے پاس نہیں بیٹھا اور ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ اور تو نے انھیں چھوڑ کر عوف کی صحبت اختیار کی۔ اللہ کی قسم عوف کا دل ایک بدعت پر خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرے۔ ایک تو وہ قدری ہے اور ایک شیعہ ہے۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ جب تو چند ہم عصر لوگوں میں مقابلہ کر کے دیکھے گا مثلاً ابن عون اور ایوب کا مقابلہ عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث الحرانی سے کرکے دیکھے گا۔ حالانکہ یہ دونوں حسن بصری کے شاگرد ہیں۔ جس طرح ابن عون اور ایوب ان کے شاگرد ہیں۔ تو ان دونوں پارٹیوں میں تجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ بلحاظ فضیلت بھی اور بلحاظ نقل روایات بھی اگرچہ عوف اور اشعث کی روایات کو بھی رد نہیں کیا جاتا لیکن ان دونوں میں احتیاط کا وہ مادہ نہیں پایا جاتا جو ابن عون اور ایوب میں موجود ہے۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کہتے ہیں۔ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ عوف کو مار رہے تھے

اور کہہ رہے تھے اے قدری۔

بندار یعنی محمد بن جعفر لوگوں کو اس عوف کی روایات سنا رہے تھے۔ سنانے کے بعد انھوں نے فرمایا۔ اللہ کی قسم عوف قدری تھا۔ رافضی تھا۔ **شیطان تھا۔ میزان ج ۳ ص ۳۰۵**

اتفاق سے عوف سے یہ روایت بندار ہی نے نقل کی ہے۔ اور انھوں نے یہ بھی بیان کر دیا ہے۔ کہ وہ رافضی ہے۔ اور یہ روایت اس کی رافضیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس روایت کے راوی شیعہ ہیں۔

پھر بندار کا دعوی تو یہ ہے کہ عوف نے اس روایت کو حضرت زید بن ارقم رض کی جانب منسوب کیا اور ابو الاشہب کا بیان ہے۔ کہ اس نے یہ روایت حضرت براء بن عازب رض کی جانب منسوب کی۔ اس طرح ایک روایت کی بجائے دو روایتیں تیار ہو گئیں۔ ابو الاشہب کا نام جعفر بن الحارث ہے۔ محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابو یعلی موصلی نے یہ روایت حضرت سعد رض سے ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ علی رض کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ لوگوں نے اس پر باتیں بنائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ دروازہ خود نہیں کھولا بلکہ اسے اللہ نے کھولا ہے۔

ہمارے لئے تو اس روایت کی تردید کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اور صحابہ کرام اس پر اعتراض کریں اور اسے تسلیم نہ کریں۔ یہ خالص سبائی منطق ہے ابو یعلی نے جو سند بیان کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سعد سے اسے نقل کرنے والا خیثمہ ہے۔ یہ کون ذات شریف ہیں، ان کے والد محترم کون ہیں اور یہ کہاں کے باشندے ہیں یہ سب کچھ بعد کے راوی نے اپنے پیٹ میں ہضم کر لیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا ہاضمہ خراب ہو گیا۔ اور ہم نے تمام خیثمہ نامی افراد کو تلاش کر ڈالا۔ معلوم ہوا خیثمہ نامی چار افراد گزرے ہیں۔

Marfat.com

خیثمہ بن خلیفہ یہ ربیعۃ الرائے سے روایت نقل کرتا ہے۔ ابوالفتح الازدی کہتے ہیں یہ انتہائی ضعیف ہے۔ یہ امام مالک کا ہمعصر ہے۔ گویا تبع تابعی ہے۔ اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ ربیعۃ الرائے جو اس کے استاد ہیں انھوں نے صرف حضرت انسؓ کو دیکھا ہے جن کا انتقال ۹۳ھ میں ہوا اور حضرت سعدؓ تو ۵۵ھ میں وفات فرما چکے تھے۔

خیثمہ بن محمد الانصاری ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے۔ یہ [illegible]

خیثمہ بن ابی خیثمہ اس کی روایات ترمذی اور نسائی میں پائی جاتی ہیں۔ حضرت [illegible] سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ [illegible]

خیثمہ بن عبدالرحمٰن الکوفی ثقہ ہے لیکن مرسل روایات نقل [illegible] کے بعد اس کا انتقال ہوا۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی ایسا خیثمہ موجود نہیں جس نے حضرت سعدؓ سے روایات نقل کی ہوں۔ اور جو بھی یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ وہ درمیان سے کسی خبیث کو گرا رہا ہے۔ حضرت سعدؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً جھوٹ ہے۔

ہمیں حیرت حافظ ابن کثیر پر ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو دروازہ کھلا رہنے کی [illegible] سے اجازت دی تھی جو آپ کی حیات تک تھی لیکن جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو یہ اجازت بھی ختم ہوگئی تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اجازت وفات رسولؐ تک محدود تھی؟ اس طرح حافظ صاحب نے اس کا وجود تسلیم کرلیا۔ اور ان روایات پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جبھی تو ان کے شاگرد ابن حجر نے یہ فرمایا کہ یہ روایت حسن ہے۔

خیثمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا ام مسلم نامی کوئی فرد ہے۔ ہم نے جب مسلم نامی افراد پر نظر ڈالی تو عقدہ یہ کھلا کہ مسلم نامی اکیاون (۵۱) افراد کا ذکر حافظ ابن حجر نے اپنی تقریب میں کیا ہے۔ اور سینتیس افراد کا ذکر ذہبی نے میزان میں کیا ہے۔ اب ہم نے اس مسلم کی تلاش کرنی شروع کی جو خیثمہ سے روایت نقل

Marfat.com

کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ معلوم کرنا تو بہت آسان ہے کہ یہ فلانے کھیت کی مولی ہے۔ لیکن ایسے مسلم کو تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔

ہم نے اس سے آگے بڑھ کر مسلم کے شاگرد غسان بن ربیع الکاہلی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ معلوم ہوا کہ ہم اتنے کابل الوجود ہیں کہ اب ہمیں مزید کسی کاہلی کی کوئی حاجت نہیں۔ مجبور ہو کر ہم نے ان کاہلی کے شاگرد محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الطحان کی تلاش شروع کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب ہی موسیٰ پرندے تھے۔ ان کی تلاش میں زندگی ختم ہو جائے گی۔ افسوس تو یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر جیسے حضرات اس کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

حضرت علیؓ کو علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے گئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دیئے جس میں سے ہر باب سے مزید علم کے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ج ا صـ ۶۲۴

اس روایت کا راوی حیی بن عبداللہ بن شریح بن معافر المصری ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن کہا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ اس سے نقل کرنے والا ثقہ ہو۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ ابن عدی نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ اس کی تقریباً بیس روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان روایات میں تمام تر نکبت بعد کے راویوں کی جانب سے پیدا

Marfat.com

ہوا ہے۔ یہ تمام روایات عبداللہ بن لہیعہ نقل کرتا ہے۔ لہٰذا یہ الزام عبداللہ بن لہیعہ پر قائم ہوتا ہے نہ کہ حُیَیّ بن عبداللہ بن شُریح پر۔ گویا امام ذہبی کے نزدیک ایسی بے ہودہ روایات کا مجرم عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ لہٰذا خود حافظ ذہبی کی زبانی اس کا خاکہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ بن لہیعہ

اس کی کنیت عبدالرحمٰن ہے۔ مصر کا قاضی تھا۔ اور وہاں کے علماء میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ اس نے کبار تابعین سے علم حاصل کیا تھا۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے اور اس کی روایات حجت نہیں۔ حمیدی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اسے ہیچ تصور کرتے۔ نعیم بن حماد کا بیان ہے کہ عبدالرحمان بن مہدی فرماتے تھے۔ میں ابن لہیعہ سے جو بھی روایت سنتا ہوں اس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ علی المدینی نے عبدالرحمان بن مہدی سے نقل کیا ہے کہ میں ابن لہیعہ کی کوئی روایت لینے کے لئے تیار نہیں۔

یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے کہ ۱۷۰ھ میں اس کے مکان میں آگ لگ گئی۔ اور اس کی سب تحریرات جل گئیں۔ لہٰذا اس کے بعد اس نے حافظہ پر بھروسہ کرتے ہوئے احادیث بیان کیں جس میں غلطیاں کیں۔

عثمان بن صالح کا بیان ہے کہ یہ بھی ابن لہیعہ کا ایک جھوٹ ہے کہ اس کی تحریرات جل گئیں۔ اس کے مسودات میں کوئی آگ نہ لگی تھی میں نے عمارہ بن غزیہ نے روایات اس کی تحریرات سے آگ کے واقعہ کے بعد نقل کیں ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہوا تھا کہ جب اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اس کے روبرو چند اوراق رکھے ہوئے تھے وہ جل گئے تھے۔ (اس نے اس معمولی سی بات کا افسانہ بنا دیا۔ بلکہ اس واقعہ کو اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا)

عثمان بن صالح مزید فرماتے ہیں میں اس کی اصل بیماری سے واقف ہوں۔ قصہ یہ

Marfat.com

پیش آیا تھا کہ میں اور عثمان بن عتیق نمازِ جمعہ کے لئے جا رہے تھے۔ ہمارے آگے ایک گدھے پر سوار ابن لہیعہ جا رہا تھا۔ اچانک اس پر فالج گرا۔ اور وہ زمین پر گر پڑا۔ عثمان بن عتیق یہ دیکھ کر جلدی سے لپکے اور ابن لہیعہ کو اٹھا کر بٹھایا۔ اور ہم اسے اٹھا کر گھر لے گئے یہیں سے اس کی بیماری کی ابتدا ہوئی۔ (غالباً عثمان بن صالح کا مقصد یہ ہے کہ فالج گرنے کے باعث اس کا دماغ جواب دے گیا تھا)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس نے عمرو بن شعیب کی حدیثیں محمد بن المثنیٰ سے سنی تھیں۔ بعد میں دعویٰ کرنے لگا کہ اس نے عمرو بن شعیب سے یہ حدیثیں براہ راست سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے عبداللہ بن لہیعہ آگ لگنے سے پہلے بھی ضعیف تھا۔ اور آگ لگنے کے بعد بھی ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ مجھے بشر بن السری نے نصیحت کی کہ اگر تیری ملاقات ابن لہیعہ سے ہو تو اس کی کوئی روایت نہ لینا۔

فلاس کہتے ہیں آگ لگنے سے قبل اس کی روایات معتبر ہیں۔ اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر اس سے ابن المبارک اور مُقری وغیرہ روایت کریں تو صحیح ہے۔ لیکن ابو زرعہ کہتے ہیں یہ بات قابل اعتبار نہیں۔ رہا ابن المبارک اور ابن وہب کا اس سے روایت لینا تو اس کا سبب یہ نہیں کہ وہ معتبر تھا۔ بلکہ یہ دونوں خود امام الحدیث تھے۔ وہ صرف اس سے صحیح روایات لیتے

ابن ابی مریم کا قول ہے کہ میں آخر عمر میں ابن لہیعہ کے پاس گیا۔ اُس وقت اس کے پاس بربریوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ اور یہ انہیں احادیث سُنا رہا تھا۔ اور یہ تمام احادیث منصور اعمش اور اہل کوفہ کی تھیں۔ میں نے ابن لہیعہ سے سوال کیا تم نے اہل کوفہ کی احادیث کہاں سے سُنیں تیرے تو تمام استاد مصری ہیں۔ کہنے لگا ایسے ہی کان میں پڑ گئی تھیں۔ میں انھیں لکھ نہ سکا تھا۔ اس لئے بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ محدثین کے نزدیک ایسی صورت میں روایت

Marfat.com

بیان کرنا جائز نہیں۔

جوزجانی کہتے ہیں ابن لہیعہ کی روایت میں کوئی نور نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کی روایت قابل حجت ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ ۹۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۷۴ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ خود نیک آدمی تھا لیکن اس میں عیب یہ تھا کہ ضعیف راویوں سے روایت لیتا اور پھر ان کے نام درمیان سے حذف کر دیتا۔

ابن عدی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا۔ اور یہ ساری آفات خود اس کی ڈھائی ہوئی ہیں میزان ج ۲ ص۴۷۵

عبدالحسین شرف الدین موسوی نے اپنی کتاب میں اس کا شمار شیعہ علماء میں کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ اس کی روایت ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ پھر عبدالحسین نے اس کی ایک روایت پیش کی جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ المراجعات ص۹۹

ابن عدی نے بھی وہ روایت پیش کی اور ذہبی نے بھی بیان کی۔ اور ان دونوں حضرات نے اسے غالی شیعہ قرار دیا۔ ہمارے قارئین کرام بھی اس روایت کو ملاحظہ فرمالیں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا میرے بھائی کو بلاؤ تو ابوبکر بلائے گئے۔ آپ نے ابوبکر کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا میرے لئے میرے بھائی کو بلاؤ تو عثمان بلائے گئے۔ آپ نے ان کی جانب سے بھی منہ پھیر لیا۔ پھر علی بلائے گئے آپ نے دیکھ کر انھیں اپنے کپڑے میں چھپا لیا۔ اور ان پر جھک گئے۔

جب علی آپ کے پاس سے باہر آگئے تو لوگوں نے ان سے سوال کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا حضور نے مجھے علم کے ایک ہزار باب تعلیم دئے۔ ہر باب سے ایک ہزار باب کھلتے تھے۔ میزان ۲ ص۴۸۲ ۔ المراجعات ص۹۹

Marfat.com

یہی روایت شیعوں کی امامت اور صوفیاء کے علم سینہ بسینہ کا ماخذ ہے۔ گویا تیئیس سال تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ اور حضرت علیؓ کو تعلیم دیتے رہے وہ تو ایک لایعنی شے تھی۔ اصل تعلیم تو یہ تھی جو چند منٹ میں پھونک مار کر پلادی گئی جس طرح عثمان ہرونیؒ نے معین الدین اجمیری کو پھونک مار کر انگلی شہادت میں اٹھارہ ہزار عالم دکھا دئے تھے۔ اور وہ انہوں نے پلک جھپکتے میں گن بھی لئے تھے ہمارا خیال یہ ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں میں کچھ کمزوری تھی جو صرف اٹھارہ ہزار عالم نظر آئے۔ ورنہ ایک ہزار کو ایک ہزار سے ضرب دو تو ایک لاکھ بنتے ہیں۔ حضرت علیؓ اور پیر اجمیری صاحب نے ایک پھونک میں سلوک کی منزلیں طے کرلیں اور پھر اس کے پھونک کا اتنا پھیلا کہ مادر زاد ولی پیدا ہونے لگے۔

حضرت علیؓ کی زرہ کا قصہ

حضرت علیؓ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ان کی زرہ ایک یہودی نے اٹھالی۔ مقدمہ قاضی کے یہاں پہنچا۔ لیکن حضرت علیؓ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت علیؓ کے اس عدل وانصاف کو دیکھ کر وہ یہودی مسلمان ہوگیا قصہ نویسوں نے اس قصے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔ لیکن قارئین اب آپ اصل قصہ جو راوی نے بیان کیا تھا حافظ ابن عدی اور حافظ ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

راوی نے ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ یہودی کے پاس دیکھی اور اسے پہچان لیا۔ اور فرمایا کہ یہ میری زرہ ہے جو فلاں روز گر گئی تھی۔ اس پر یہودی نے جواب دیا یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ لہٰذا میرا اور آپ کا فیصلہ قاضی المسلمین کر سکتا ہے۔

الغرض یہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے۔ جب قاضی شریح نے حضرت علیؓ کو دیکھا تو اپنی کرسی عدالت چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت علیؓ ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا۔

اگر میرا دشمن مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھتا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ نہ تو غیر مسلموں کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھاؤ۔ اور نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ بلکہ انھیں

Marfat.com

راہ میں بھی تنگ سے تنگ جگہ چلنے پر مجبور کر دو۔ اگر وہ تمہیں بُرا کہیں تو ان کی پٹائی کرو۔ اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انھیں قتل کر دو۔ پھر اس یہودی کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا یہ میری زرہ ہے۔

یہودی نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین سچ کہتے ہیں لیکن گواہ لائیے۔ حضرت علیؓ نے اپنے غلام قنبر اور اپنے بیٹے حسنؓ کو بلایا۔ انہوں نے شہادت دی۔ اس پر قاضی شریح نے فرمایا غلام کی شہادت تو قبول ہے لیکن بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں۔ کیا تو نے عمرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں سنا کہ حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔ شریح نے جواب دیا اللہ کی قسم ایسا ہی ہوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تو حسنؓ کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تو بھی ہمارے پاس فیصلہ لے کر آئے گا۔ یقیناً اس کے گھر والوں کے درمیان چالیس روز کے اندر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد آپ نے زرہ یہودی کو دے دی۔

اس یہودی نے عرض کیا ایک تو امیر المؤمنین آپ میرے کہنے سے قاضی کے پاس جانے پر راضی ہو گئے پھر آپ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ آپ اس پر بھی راضی ہو گئے تو یہ آپ ہی کی زرہ ہے جو میں نے پڑی ہوئی اٹھائی تھی۔ یہ لیجئے۔ اور اس کے بعد وہ یہودی اسلام لے آیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اچھا جا یہ زرہ بھی تیری۔ جا یہ گھوڑا بھی لے جا۔ اور پھر حضرت علیؓ نے اس کا وظیفہ متعین کر دیا۔ آخر کار وہ یہودی جنگ صفین میں قتل ہوا۔ میزان ج ا صفحہ ۵۸۵۔

ہم اس کی سند اور اس کے رواۃ پر تو بعد میں بحث کریں گے۔ اول تو اس کی معنوی حیثیت پر غور کر لیا جائے کہ عدل و انصاف کے نام سے کیا کیا خرافات جمع کی گئی ہیں۔

۱۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے تو یہ روایت قطعاً منکر ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے تو یہ سرے سے مروی نہیں۔ اور اگر یہ روایت بالفرض درست بھی ہو تو اس سے عدالتوں کے فیصلوں میں کیا فرق واقع ہوتا ہے۔ اسلامی قضا کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ بیٹے کی باپ کے حق میں اور باپ کی بیٹے کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ کیا اس قانون کو توڑنے کا نام عدل و انصاف

Marfat.com

ہے۔ میرے نزدیک تو یہ حضرت علیؓ کی ذات پر ایک بہت بڑا اتہام ہے۔ جس سے ان کی عظمت میں بھی فرق آتا ہے اور اسلام کا بھی مذاق اڑتا ہے۔

۲۔ جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ غیر مسلموں کے نہ برابر بیٹھو، نہ ان کی تیمارداری کرو، بلکہ انہیں تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کرو۔ اگر ان میں سے کوئی تمہیں بُرا کہے تو مارو اور اگر وہ تمہیں ماریں تو انہیں قتل کرو۔ یہ روایت پڑھنے کے بعد ہمیں برہمن مذہب یاد آگیا۔ ان کے یہاں اسی قسم کے اصول اچھوتوں کے ساتھ اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہمیں تو قرآن نے غیر مسلموں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا ہے۔

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ۔ البقرہ	اگر وہ تم پر زیادتی کریں تو تم ان پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی انہوں نے کی تھی ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کفار و مشرکین بھی آکر بیٹھتے، آپ ان کے بیماروں کی تیمارداری فرماتے۔ تمام صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ آپ کے اور صحابہ کے یہ اخلاق دیکھ کر لوگ مسلمان ہوئے۔ جہاں تک بُرا کہنے پر مارنے کا تعلق ہے تو ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۔	بُرائی کا بدلہ اتنی ہی بُرائی ہے ۔ لیکن اگر کسی نے معاف کیا اور صلح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ اللہ ظالموں سے محبت نہیں فرماتا۔

لہٰذا یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک صریح جھوٹ ہے۔ جس نے پورے دین اسلام کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ بلکہ یہ روایت جس نے وضع کی وہ کوئی انتہائی قسم کا جاہل ہے یا اول درجہ کا دجّال ہے۔ جس نے حضرت علیؓ کے عدل و انصاف کے پردے میں ان کے علم کا مذاق اڑایا ہے بلکہ ان کی عزت کو داغدار کیا ہے ۔

۳۔ یہ کون سا شرعی اصول اور انصاف ہے کہ جب کوئی امیر مدعی بن کر عدالت میں جائے تو قاضی یا جج کو کرسی سے ہٹا کر خود جج بن کر بیٹھ جائے اور جب جج قانونی اعتراض اٹھائے تو مدعا علیہ کو دھونس دی جائے۔ اور اسے اس کے بیوی بچوں سے علیحدہ کرنے کی دھمکی دے جائے ۔ ایسا اصول تو آج کل کے

ہمارے قانون میں بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔ جیسے بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت قبول نہیں۔ اسی طرح غلام کی مالک کے حق میں شہادت قابل قبول نہیں۔ یہ دونوں ہی شہادتیں باطل تھیں۔

۵۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ قاضی کی عدالت میں پہنچے تو قاضی شریحؒ انھیں دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ ان کا یہ فعل قانون عدالت کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں ان کا کوئی فیصلہ قابل قبول نہیں۔

۶۔ جب قاضی شریح نے اپنی کرسی چھوڑ دی۔ اور حضرت علیؓ اس پر بیٹھ گئے۔ تو مدعی اور مدعا علیہ برابر کہاں رہے۔ اور جب عدالت مدعی کا ساتھ دے تو اس فیصلہ کی پوزیشن کیا ہے۔ اس خبیث راوی نے حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ دونوں کو بدنام کیا ہے۔

۷۔ کیا کوئی سبائی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ یہ واقعہ کس جگہ پیش آیا۔ اور وہ کونسی سرزمین تھی جہاں مسلمان یہود کے ساتھ آباد تھے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ کوفہ کا ہے تو اس حد تک بات درست ہے کہ شریح کوفہ کے قاضی تھے۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضرت علیؓ کا دار الخلافہ کوفہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس وقت وہاں کچھ یہودی بھی بستے ہوں لیکن ہماری معلومات تو یہ کہتی ہے کہ جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے شام کا رخ کیا۔ اور شام کی سرحد پر چھ ماہ تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ پھر ۳۷ھ میں جنگ صفین واقع ہوئی اور اس جنگ میں وہ یہودی قتل بھی ہو گیا۔

حضرت علیؓ جمل و صفین کے درمیان صرف چند روز کے لئے کوفہ آئے تھے۔ بقول مؤرخ طبری چند روز کوفہ میں قیام کر کے اور لشکر تیار کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ تو کیا اس دوران میں یہ سانحہ پیش آگیا۔

کیونکہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ واقعہ جنگ صفین کے بعد پیش آیا۔ تو وہ یہودی نومسلم جنگ صفین میں قتل ہو چکا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسے مقتول ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ رہتا تو تردید کا امکان باقی رہتا۔ اسی لئے اس کا نام پتہ تک بیان نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

۸ - اس روایت میں ہے کہ اس کا وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ لیکن وہ اس کی وصولیابی سے قبل ہی چل بسا۔

۹ - اس واقعہ کو نقل کرنے والے آخری راوی ابراہیم تیمی ہیں جو اس واقعہ کے ناقل بیان کئے جاتے ہیں۔ ابراہیم تیمی سے مراد ابراہیم بن محمد بن طلحہ التیمی ہیں۔ یہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ ان کا انتقال ۱۱۰ھ میں چوہتر سال کی عمر میں ہوا۔ تقریب ص ۲۳۔ اس لحاظ سے یہ ۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور جس وقت جنگ صفین پیش آئی اور وہ یہودی مقتول ہوا تو یہ اس وقت مدینہ میں اپنی والدہ کا دودھ پی رہے تھے اور چند ماہ کے بچہ تھے۔ لہٰذا یہاں دو ہی امکان پیدا ہو سکتے ہیں۔

۱ - یا تو کسی نے یہ واقعہ گھڑ کر ان کی جانب منسوب کیا۔

۲ - یا انہوں نے یہ واقعہ کسی گھڑے راوی سے سنا تھا۔ انہوں نے اس کا نام بیان نہیں کیا۔ اور اس طرح بلا تحقیق یہ روایت مرسلاً بیان کر دی۔ اور لوگوں میں پھیل گئی۔ اور ابراہیم اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

ابراہیم تیمی سے یہ روایت نقل کرنے والے اعمش ہیں۔ ان کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے لیکن اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ تدلیس سے کام لیتے اور ضعیف اور سبائی بچوں سے روایات لیتے اور درمیان سے ان کا نام غائب کر دیتے۔ حتیٰ کہ امام ابن المبارک اور مغیرہ کا بیان تو یہ ہے کہ اہل کوفہ کو خراب کرنے والے یعنی تدلیس کا مرض پیدا کرنے والے دو شخص ہیں۔ ابو اسحاق سبیعی اور اعمش۔ اور ویسے بھی ماشاءاللہ وہ شیعہ تھے۔ اور اس روایت کے راوی وہی ہیں کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے روز میں سے جنت اور دوزخ تقسیم کروں گا۔ ان کا تفصیلی حال تو ہم اور کسی جگہ پیش کریں گے۔ ان کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہے۔ ہاں ہمیں یہ شبہ ضرور ہے کہ ابراہیم تیمی مدنی سے ان کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی جو انہوں نے اعمش کو یہ افسانہ سنا ڈالا۔ ہو سکتا ہے کہ اعمش اور ابراہیم کے درمیان اسی طرح ایک راوی غائب کر دیا گیا ہو جس طرح حضرت علیؓ اور ابراہیم کے درمیان غائب کر دیا گیا۔

اگر ابراہیم سے مراد ابراہیم النخعی ہیں جو اعمش کے استاد ہیں اور کوفہ کے عالم ہیں تو وہ تو حضرت علیؓ کی شہادت کے چار سال بعد پیدا ہوئے۔ اور ان کی ذات اس قسم کی لغویات سے پاک ہے۔

Marfat.com

حکیم بن خزام

اعمش سے اسے نقل کرنے والا حکیم بن خزام ہے۔ قواریری کا بیان ہے کہ میں اس سے ملا ہوں یہ اللہ کا ایک بہت نیک بندہ تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۸۵۔

نیک بندہ ہونا بظاہر بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ مدح ملیح ہے۔ کیونکہ محدثین جب یہ کہتے ہیں کہ فلاں بہت نیک آدمی تھا تو ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عبادت کے باعث حفظ حدیث کی جانب اس کی توجہ نہ تھی۔ یہ نیک لوگ جو بات سنتے اس کو حدیث بنا دیتے۔ اسی لئے نیک لوگوں کی روایت پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاتا۔ امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں میں نے ان نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں جھوٹ بولتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور امام مسلم اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ لوگ عمداً تو جھوٹ نہ بولتے لیکن ان کی زبانوں پر ہر وقت جھوٹ جاری رہتا۔

اس کی اگر تصدیق کرنی ہو تو صوفیاء کی کتابوں کی روایات کا رجال اور کتب حدیث کی رو سے مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اگر ایک فی صد بھی صحیح روایت مل جائے تو یہ بھی ایک عجوبہ ہوگا۔ کیونکہ صوفیاء کا ایک طبقہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو کار ثواب تصور کرتا رہا۔ حکیم بن خزام سے یہ کہانی نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ابو الاشعث العجلی ہے۔

الغرض یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی رضی اور زمانی شریح سب پر مخفی تبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت علی رضی نے نبوت کے دوسرے روز نماز پڑھنی شروع فرما دی تھی

حضرت انس رضی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے روز مبعوث ہوئے۔ اور منگل کے روز حضرت علی رضی نے نماز پڑھی۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے اور اسے مسلم الاعور کے علاوہ کوئی

Marfat.com

روایت نہیں کرتا۔ اور مسلم الاعور محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ نیز اس مسلم نے یہ روایت حبہ کے ذریعہ حضرت علیؓ سے بھی نقل کی ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۔

محدثین کا دستور یہ ہے کہ اگر کسی راوی کی سند میں متعدد راوی ضعیف ہوں تو وہ صرف ایک راوی پر جرح کر کے اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔ امام ترمذی نے یہاں صرف مسلم پر جرح کی ورنہ اس روایت کی سند میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں۔

لیکن سب سے اوّل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت انسؓ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جو مدینہ کے باشندہ تھے اور وہ اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ اس طرح یہ روایت مرسل صحابی ہوئی۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب حضرت علیؓ اسلام لائے تو ان کی عمر کیا تھی بعض مؤرخین نے پانچ اور بعض نے سات سال بیان کی ہے اور بعضوں نے اس سے کچھ زیادہ بھی لیکن اس سے بھی اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب غار حرا میں سورۃ علق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو اس کے بعد ایک سال تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور سورۂ علق کی ابتدائی آیات میں نماز کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ ایک سال بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ پھر سورۂ مزمل۔ سورۃ مزمل میں رات کو نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ گویا نماز کی ابتدا نبوت کے ایک سال بعد ہوئی تو حضرت علیؓ نے اگلے روز نماز کیسے پڑھ لی۔ یہ سبائی طبقہ اس قسم کی بے پر کی گپیں اڑا کر لوگوں کو اسی طرح بے وقوف بناتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سنیوں کو اس طبقہ کے شر سے بچائے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں اس کا راوی مسلم الاعور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ بلکہ یہ اپنے دل سے روایت اور سند وضع کرتا ہے۔ امام جعفر بن غیاث کا بیان ہے کہ اس نے میرے سامنے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ حدیث کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا ابراہیم نخعی سے اور وہ علقمہ سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عبداللہؓ بن مسعودؓ سے۔

یہاں تک تو بات درست معلوم ہوتی تھی۔ کیونکہ ابراہیم علقمہ کے شاگرد ہیں اور علقمہ عبداللہ بن

مسعود کے۔ لیکن جعفر بن غیاث نے فوراً سوال کیا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

حالانکہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بھی نہیں سنی۔ انہوں نے ایک آدھ روایت حضرت ابوبکرؓ سے سنی ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کو عبد اللہ بن مسعودؓ کے استاد ہونے کا فخر حاصل نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے صحابہ کو ان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

گویا یہ مسلم الاعور یا تو نمبر ایک کا احمق تھا جسے اتنی سی معمولی بات کی بھی خبر نہ تھی۔ اور اگر وہ جاہل نہ تھا تو پھر دس نمبر یہ چال باز تھا۔ اور روایات خود دل سے وضع کر کے بڑے بڑے اکابر کی طرف منسوب کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ جھوٹ کسی وقت کھل بھی سکتا ہے۔

فلاسؒ کہتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایت قطعاً نہیں لی جاتی۔ یحییٰ کہتے ہیں ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ نسائی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۱۰۶۔

علی بن عابس

مسلم الملائی سے اس داستان کو نقل کرنے والا علی بن عابس ہے۔ امام ترمذی نے اس کے سلسلہ میں سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کا لقب ازرق ہے۔ تمیم بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی، جوزجانی اور ازدی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں فحش غلطیاں کرتا ہے۔ لہٰذا یہ ترک کر دینے کا مستحق ہے۔ تہذیب ج ۷ صفحہ ۱۳۶

اسمٰعیل بن موسیٰ

اس کا ایک راوی اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ہے۔ جو خود کو سدی کا بھانجا کہتا ہے۔ ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

امام ابوحاتم رازی کہتے ہیں کہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ یہ سدی کا بھانجا ہے۔ سدی سے اس کی بہت دور کی قرابت ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ کیونکہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

Marfat.com

عبدان کا بیان ہے کہ ہم پر ہناد اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اعتراض کیا کہ کیونکہ ہم اسماعیل سے احادیث سننے جاتے۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اس فاسق کے پاس جاتے ہو جو اسلاف کو گالیاں دیتا ہے میزان ج ۱ ص ۲۵۱۔

عبدالحسین موسوی نے اسے علمائے شیعہ میں شمار کیا ہے (المراجعات)

اللہ تعالیٰ نے باشندگان زمین سے

صرف دو شخصوں کو پسند کیا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر رخصت کیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا۔ آپ نے میرا نکاح ایسے فقیر سے کیا جس کے پاس کوئی مال نہیں۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان میں صرف دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے ایک تیرے خاوند کا اور ایک تیرے باپ کا۔

ابراہیم اس کا راوی ابراہیم بن الحجاج ہے جو اسے عبدالرزاق سے روایت کر رہا ہے۔ اسے کوئی شخص نہیں جانتا اور اس کی روایت باطل ہے۔ اور یہ ابراہیم بن الحجاج نہ شامی ہے اور نہ نیلی ہے۔ بلکہ کوئی تیسرا شخص ہے جسے کوئی نہیں جانتا۔

عبدالسلام بن صالح اس روایت کو عبدالرزاق سے عبدالسلام بن صالح نے روایت کیا ہے جو ہالکین میں سے ایک ہے۔ امام ذہبی کے الفاظ میں

یہ عبدالسلام بن صالح کون ہے۔ ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس کی کنیت ابوالصلت ہے۔ ہرات کا باشندہ ہے۔ علی رضا سے روایت کرتا ہے۔ بلکہ کٹر شیعہ ہے۔ علی رضا کے نام سے اس نے ایک کتاب وضع کی ہے۔ جس میں متعدد خرافات بھری ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ابو حاتم رازی کہتے ہیں یہ شخص میرے نزدیک سچا نہیں۔ ابو زرعہ نے اس کی روایت پر [illegible] ہاتھ مارا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ رافضی ہے خبیث ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ متہم ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں رافضی ہے خبیث ہے۔ احادیث وضع کرتا تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ صحابہ کی مذمت میں روایات وضع کرتا تھا۔ اس نے ایک کتاب وضع کی جس میں وضاحت کے ساتھ یہ بات لکھی گئی ہے کہ مومن کتا خنزیر سے بدتر ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۱۶۔

ابراہیم بن الحجاج اور عبد السلام بن صالح۔ ہر دو شخص یہ روایت عبد الرزاق بن ہمام سے نقل کر رہے ہیں۔ ان کی صحیح حیثیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پر کچھ تبصرہ کریں گے تو اہل اعلیٰ حضرات ہم سے ناراض ہو جائیں گے۔ لہٰذا ہم خود کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ امام ذہبی نے ان کے بارے میں اچھا یا برا جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ہم قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اپنی جانب سے کچھ نہیں لکھا بلکہ ابن عدی کی تلخیص پیش کی ہے۔

عبد الرزاق بن ہمام

امام ہیں۔ ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ صنعا کے باشندہ ہیں مشہور لوگوں میں سے ایک ہیں ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور بیس سال کی عمر میں طلب علم میں مشغول ہوئے۔ سات سال تک امام معمر سے حدیث حاصل کرتے رہے۔ تجارت کی غرض سے شام گئے اور حج بھی کیا۔ اور دوران سفر ابن جریج۔ عبید اللہ بن عمر، عبد اللہ بن سعید ابی ہند۔ ثور بن یزید، اوزاعی اور ایک بڑی جماعت سے علم حاصل کیا۔ اور بہت سی احادیث لکھیں اور ایک کتاب جامع کبیر تصنیف کی۔

ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل۔ محمد بن یحیٰ ذہلی۔ اسحاق بن راہویہ اور رمادی جیسے حضرات نے سفر کر کے ان سے علم حاصل کیا۔

ابو زرعہ دمشقی کا بیان ہے کہ میں نے احمد بن حنبل سے دریافت کیا۔ کہ کیا عبد الرزاق معمر کی احادیث یاد رکھتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ان سے دریافت کیا ابن جریج کے بارے میں کون زیادہ قابل اعتماد ہے۔ ابن جریج یا برسانی۔ انہوں نے جواب دیا عبد الرزاق۔ اور ہم عبد الرزاق کے پاس ۲۰۰ھ

سے قبول کئے تھے۔ اس وقت تک اس کی بینائی بھی خراب نہ ہوئی تھی۔ اور جن لوگوں نے عبدالرزاق سے بینائی جانے رہنے کے بعد روایات سنی ہیں۔ وہ قابل اعتماد نہیں۔ اس لئے کہ وہ سننے میں ضعیف تھا۔

ہشام بن یوسف کا بیان ہے کہ ابن جریج ۲۱۸ھ میں جب یمن پہنچا تو عبدالرزاق اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اثرم کا بیان ہے کہ ابوعبداللہ (یعنی احمد بن حنبل) سے دریافت کیا گیا کہ یہ روایت النار جبار کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا یہ روایت باطل ہے۔ اسے عبدالرزاق سے کس نے روایت کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے احمد بن شبویہ نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ان لوگوں نے عبدالرزاق سے جو روایات سنی تھی وہ اس کے نابینا ہونے کے بعد سنی تھیں۔ یہ روایات اس کی کتابوں میں موجود نہیں۔ ان لوگوں نے عبدالرزاق سے ایسی مسند احادیث بیان کی ہیں جو عبدالرزاق کی کتاب میں موجود تھیں۔ ہوتا یہ تھا کہ عبدالرزاق کے نابینا ہونے کے بعد لوگ اسے جو بتاتے تھے وہ اسے اپنی حدیث سمجھ کر لوگوں سے بیان کرتا۔ اور ان لوگوں نے اس طرح اس کی روایات اپنی کتابوں میں درج کرلیں۔

نسائی کا بیان ہے جن لوگوں نے اس سے بعد میں روایات لکھیں ان کی روایات پر اعتراض ہے۔ ان سے متعدد منکر روایات مروی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ انہوں نے فضائل میں ایسی روایات بیان کی ہیں جن پر ان کی کوئی موافقت نہیں کرتا۔ اسی طرح کچھ صحابہ کی مذمت میں روایات بیان کیں۔ اور محدثین اسے تشیع کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

دار قطنی کا قول ہے کہ یہ عبدالرزاق اگرچہ ثقہ ہے لیکن یہ معمر کی احادیث میں غلطیاں کرتا ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحیٰی سے سنا ہے۔ کہ عبدالرزاق کہ میں احادیث بیان کرتا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہ تمام روایات تم نے اپنے اساتذہ سے سنی ہیں۔ وہ بولا کہ اس میں بعض سنی ہیں۔ بعض اسناد کے سامنے پیش کی گئیں۔ اور بعض کا ان کے سامنے تذکرہ آیا۔

Marfat.com

اور اس طرح قل سنی ہوئی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ میں نے عبدالرزاق سے اس کی کتاب کے علاوہ کوئی روایت نہیں لکھی۔ بجز ایک حدیث کے۔

امام بخاری کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب سے جو روایات لکھی ہیں وہ صحیح ہیں۔

محمد بن ابی بکر المقدمی کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے وہ روایات نہیں سنی جو جعفر بن سلیمان وغیرہ نے برباد کر کے اس سے بیان کی تھیں۔

ابو زرعہ عبید اللہ نے عبداللہ المسندی سے نقل کیا ہے کہ میں نے جب مکہ سے رخصت کا ارادہ کیا تو سفیان بن عیینہ نے رخصت طلب کی اور ان سے عرض کیا۔ اب میں آپ کے پاس سے عبدالرزاق کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ان لوگوں میں داخل نہ ہو کہ جن کی دوڑ دنیا کی زندگی میں برباد ہو چکی ہے۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے دریافت کیا کہ کیا عبدالرزاق غالی شیعہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا میں نے اس قسم کی کوئی بات تو اس سے نہیں سنی تھی لیکن وہ ایسا شخص ضرور ہے کہ جسے لوگوں کی بیان کردہ باتیں زیادہ پسند تھیں۔

عقیلی نے بالواسطہ مخلد الشعیری سے نقل کیا ہے ان کا بیان ہے کہ میں عبدالرزاق کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کسی نے اس کے سامنے امیر معاویہؓ کا تذکرہ کیا۔ اس نے جواب دیا ہماری مجلس کو ابو سفیانؓ کی اولاد کے ذکر سے ناپاک کرو یعنی ہم ایسی روایات سننا نہیں چاہتے۔

محمد بن عثمان الثقفی البصری کا بیان ہے کہ جب عباس بن عبدالعظیم العنبری صنعاء سے عبدالرزاق کے پاس ہوتے ہوئے ہمارے پاس آئے تو اس وقت ہم اور ہمارے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ ہم سے انہوں نے فرمایا۔ ہم ایک جماعت کے ساتھ مل کر عبدالرزاق کے پاس گئے اور اس کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں یقیناً عبدالرزاق کذاب ہے اور واقدی اس سے زیادہ سچا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس قسم کے معاملات میں امام مسلم نے عباس بن عبدالعظیم کی حمایت

Marfat.com

کی ہے۔ اور تمام علماء اس کی روایات کو حجت سمجھتے ہیں۔ لیکن ان متعینہ منکرات میں جو شمار ہو سکتی ہیں اسے حجت نہیں مانتے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ میں نے علی بن عبداللہ بن المبارک صنعانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زید بن المبارک عبدالرزاق کے پاس ایک عرصہ تک رہے اور اس سے کافی روایات لکھیں۔ پھر عبدالرزاق کی کتابیں پھاڑ دیں۔ اور محمد بن ثور کی خدمت میں رہنے لگے۔

ہم نے علی بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ پیش آئی۔ انہوں نے جواب دیا ہم عبدالرزاق کے پاس بیٹھے تھے اس نے مالک بن اوس بن حدثان کی حدیث بیان کی۔ لیکن جب حضرت عمرؓ کا یہ قول بیان کیا کہ انہوں نے علیؓ اور عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تو یعنی عباسؓ تو اپنے بھتیجے کی میراث طلب کر رہا تھا اور یہ علیؓ اپنی بیوی کی جو اسے باپ کی جانب سے ملنی چاہیے تھی میراث طلب کر رہا تھا عبدالرزاق نے اس پر یہ جملہ کہا کہ اس احمق کو دیکھو کہ بھتیجا اور بیوی کا باپ کہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتا۔ زید بن المبارک کا بیان ہے کہ میں اس کے بعد عبدالرزاق کے پاس نہیں گیا اور نہ میں اس سے کوئی روایت نقل کرتا ہوں۔

جعفر بن ابی عثمان الطیالسی کا بیان ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات سنی کہ میں نے عبدالرزاق سے کچھ ایسی گفتگو سنی جس سے میں اس کے شیعہ ہونے کا استدلال کر سکتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے جتنے بھی استاد تھے وہ سب اصحاب سنت تھے۔ مثلاً معمر، مالک، ابن جریج سفیان۔ اور اوزاعی۔ تو آخر یہ بدعت کن افراد سے سیکھی۔

اس نے جواب دیا ہمارے پاس جعفر بن سلیمان الضبعی آیا۔ میں نے اسے فاضل اور اچھی ہدایت والا پایا۔ میں نے یہ تمام باتیں اسی سے سیکھیں۔

احمد بن ابی خیثمہ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے یہ بات اس وقت سنی کہ امام احمد یہ فرماتے تھے کہ عبیداللہ بن موسیٰ نے تشیع کے باعث اس کی حدیث رد کر دی تھی۔ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم عبدالرزاق تو عبیداللہ سے سو درجہ زیادہ غالی ہے بلکہ سو درجہ سے بھی زیادہ میں نے عبدالرزاق

Marfat.com

سے ایسی باتیں سنی ہیں جو حبۃ اللہ سے بھی نہیں سنی۔

سلمۃ بن شبیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو یہ کہتے سنا: اللہ کی قسم مجھے اس امر پر اب تک شرح صدر نہیں ہوا کہ میں علیؓ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دوں۔

احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق کو کہتے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو فضیلت دی تھی، اس لئے میں انہیں فضیلت دیتا ہوں، اور اگر فضیلت نہ دیتا تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں علیؓ سے محبت رکھتا ہوں اور ان کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

محمد بن ابی السری کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرزاق سے دریافت کیا: تمہاری فضیلت معاملہ کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا: سفیان ابوبکرؓ و عمرؓ کہتے اور خاموش ہو جاتے اور مالک کہتے ابوبکرؓ و عمرؓ اور خاموش ہو جاتے۔

ابو صالح محمد بن اسماعیل الفرارنی کا بیان ہے کہ ہم صنعاء میں عبدالرزاق کے پاس تھے کہ وہاں یہ اطلاع ملی کہ احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے عبدالرزاق کی حدیث ترک کر دی ہے یا یہ حضرات اسے برا تصور کرنے لگے ہیں۔ ہم اس بات سے بہت غم زدہ ہوئے اور ہم نے دل میں سوچا کہ ہم نے اتنا مال خرچ کیا، اتنا طویل سفر کیا اور اتنے مصائب برداشت کئے۔ پھر ہم حج کیلئے آئے، وہاں ہماری ملاقات یحییٰ سے ہوئی۔ ہم نے ان سے اس معاملے میں دریافت کیا۔

انہوں نے جواب دیا: اے ابو صالح اگر عبدالرزاق اسلام سے مرتد بھی (یعنی رافضی) ہو جائے تو تب بھی ہم اس کی حدیث ترک نہیں کر سکتے۔

عبدالرزاق نے سفیان ثوری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”کہ اگر یہ لوگ علیؓ کو اپنا ولی بنائیں تو اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پائیں گے۔“

عبدالرزاق سے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ روایت سفیان ثوری سے سنی ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سے نعمان بن ابی شیبہ اور یحییٰ بن العلاء نے بیان کی تھی۔

Marfat.com

نعمان مجہول ہے۔ اور یحییٰ بن العلاء ہلاکت پھیلانے والا ہے۔

اسے اسرائیل نے ابو اسحاق سے۔ اسرائیل سے عبد الحمید [illegible] نے نقل کیا ہے۔ نیز زید بن الحباب نے فضیل بن مرزوق کے ذریعہ ابو اسحاق سے [illegible] ہے۔ اس سند سے روایت ابو اسحاق سے تو محفوظ ہے۔ لیکن ابو اسحاق کے استاد [illegible] بن نثیع کے بارے میں میں کسی جرح سے واقف نہیں۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔

امام ابو محمد بن الصلاح امام احمد کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں جس نے عبد الرزاق سے اس کے نابینا ہونے کے بعد روایات سنی ہیں وہ قابل اعتبار نہیں۔ میں نے اس کی متعدد احادیث دبری کے ذریعہ عبد الرزاق سے نقل کی ہیں۔ جنہیں میں منکر تصور کرتا ہوں جنہیں میں یہاں بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ان میں سب سے بدترین روایت ہے جسے احمد بن ابی الازہر نے عبد الرزاق سے نقل کیا ہے اور عبد الرزاق نے تنہائی میں معمر عن الزہری عن عبید اللہ بن ابن عباس کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپؐ نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا۔ تو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار رہے گا۔ جس نے اے علیؓ تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جو ہم نے حذف کر دی ہیں۔ عبد الرزاق کا انتقال شوال ۲۱۱ھ میں ہوا۔

انہی مذکورہ روایات میں ذہبی نے عبد الرزاق کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی جو ہم نے بطور مرفی پیش کی ہیں۔ اگرچہ ذہبی نے اس کا سہرہ ابو الصلت الہروی کے سر باندھا ہے میزان ج ۲ ص ۶۰۹

زید بن یثیع اس سے ترمذی کے علاوہ صحاح میں سے کسی نے روایت نہیں لی۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا ہے حضرت علیؓ اور حضرت ابوذرؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اور ابو اسحاق کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی۔ بعض حضرات نے اس کا نام اباں بن تغلب بن زید بن نُفیع بیان کیا ہے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے میزان ج ۲ ص ۱۰۷

ابن ابی حاتم نے اس کا نام زید بن نفیع بیان کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ حضرت علیؓ حضرت ابوذرؓ اور حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۳ صفحہ ۵۷۳۔

الغرض اس روایت کے تمام راوی جو اسحاق کے علاوہ ہیں یا وہ سب باطل ہیں یا مختلف فیہ ہیں۔ اور عبدالرزاق سے نقل کرنے والے سراسر باطل اور کالعدم ہیں۔ لہٰذا یہ روایت باطل ہوئی۔

ایسی صورت میں اس روایت کا کیا مقام ہے۔ اس کا فیصلہ خود قارئین فرمالیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمان غنیؓ پر تبرا ہے۔ کیونکہ ہر دو داماد صاحب مال و زر تھے۔ یعنی ابوالعاصؓ اور عثمانؓ۔ اسی لیے حضرت علیؓ کے فقر و فاقہ کو جھوٹ کے پردے میں چھپانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چونکہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کے یہاں ہمیشہ تنگی اور فقر و فاقہ میں گزاری۔ اس لیے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کے خلاف تبرا بھی کیا گیا کہ اس کے پاس مال نہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ اسے پردے میں چھپایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تیرے باپ اور علیؓ کے علاوہ کوئی محبوب نہیں۔ لیکن سچ یہ ہے کہ حقیقت لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپتی۔ اگر حضرت فاطمہؓ نکاح کے وقت انکار فرمادیتیں تو ہو سکتا ہے کہ حالات تبدیل ہو جاتے۔ اور ہماری تاریخ کے اتنے اوراق کسی اور رنگ میں رنگین ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت عبدالرزاق جیسے بھی سنی ہوتے۔

حضرت علیؓ سے سرگوشی

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے روز علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی فرمانے لگے۔ اس پر لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج تو آپؐ نے اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ بہت طویل سرگوشی کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں نے اس سے کوئی سرگوشی نہیں کی۔ اس سے تو اللہ نے سرگوشی کی ہے۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے اجلح کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور

محمد بن فضیل کے علاوہ جن لوگوں نے اجلح سے روایت نقل کی ہے انہوں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس جملے "کہ اس سے اللہ نے سرگوشی کی ہے" کا مقصد یہ ہے کہ اللہ نے مجھے علی رض کے ساتھ سرگوشی کا حکم دیا تھا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۰۔

اس روایت کا اولین راوی جو ترمذی کا استاد ہے وہ علی بن المنذر الطریقی ہے۔

علی بن المنذر

اس سے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہیں۔ عبد الرحمان بن ابی حاتم کہتے ہیں یہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن نسائی نے اگرچہ اس سے روایت لی ہے لیکن یہ وہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ خالص شیعہ ہے۔ ۲۵۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۷

عبد الحسین عراقی نے اسے شیعہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۰۹۔

محمد بن فضیل بن غزوان

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں یہ ضبی ہے کوفی ہے۔ سچا عارف ہے لیکن اسے شیعہ کہا جاتا ہے اس سے تمام اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۳۱۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ یحیٰی بن معین اسے ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی احادیث اچھی ہوتی ہے لیکن یہ شیعہ ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ بعض محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ابو داؤد کہتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۔

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اسے شیعہ علماء میں شمار کیا ہے۔ عبد الحسین موسوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کے شیعہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ المراجعات ص ۱۱۵۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اسے اجلح بن عبد اللہ بن حجیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو حجیہ ہے قبیلہ کندہ کا ایک فرد ہے۔ اس کی روایات اربعہ میں موجود ہیں لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص ۲۵۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یحیٰی بن معین اور احمد بن عبد اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے اور بدترین مذہب رکھتا تھا۔

یحیٰی بن سعید القطان کہتے ہیں۔ میرے دل میں تو اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی کہتے

Marfat.com

ہیں اگرچہ سچا ہے لیکن شیعہ ہے جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ زبردست افترا پرداز ہے ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ا ص ۔

اس طرح اس روایت کے تینوں راوی شیعہ ہوئے۔ اور اس میں مزید خرابی یہ ہے کہ اجلح نے یہ روایت ابو الزبیر سے نقل کی ہے اور ابو الزبیر اسے عن جابر کہہ کر نقل کر رہے ہیں اور وہ مدلس ہیں۔ اور محدثین کا دعوی ہے کہ اگر ابو الزبیر سے لیث نقل کریں تو وہ روایت صحیح ہوتی ہے۔ ورنہ ابو الزبیر کی بقیہ روایت میں تدلیس ہوتی ہے۔

اے علیؓ تو عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے

حضرت علیؓ کا کہنا ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تجھ میں عیسیٰؑ کی مثال پائی جاتی ہے کہ ان سے یہود کو اتنا بغض پیدا ہوا کہ ان کی ماں پر تہمت لگا بیٹھے اور ان سے نصاریٰ نے اتنی محبت کی کہ انھیں اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ نہ تھے۔

خبردار میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا کہ مجھ پر وہ باتیں منسوب کرے جو مجھ میں نہیں پائی جاتیں۔ اور وہ عداوت رکھنے والا جو میرے مزاج کو برداشت نہیں کر سکے حتیٰ کہ مجھ پر تہمت لگانا شروع کر دی۔ خبردار میں نہ تو نبی ہوں اور نہ میرے پاس وحی کی جاتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث صحیح نہیں۔

حکیم بن عبدالملک یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عبدالملک ثقہ نہیں بلکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ابوداؤد کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ا ص ۵۸۶ حکم بن عبدالملک قوی نہیں کتاب الضعفاء والمترکین للنسائی ص ۳۰۔

خالد بن مخلد امام احمد فرماتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ (پہلے حال گذر چکا)

Marfat.com

سفیان بن وکیع نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں جب اسے بات کی تلقین کی جاتی تو یہ وہی اختیار کر لیتا ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۷۔

ان تین راویوں کے علاوہ اس روایت کے اور بھی راوی ناقابل اعتبار ہیں مثلاً حارث بن حصیرہ رجعت پر ایمان رکھتا۔ ابو صادق اور ربیعہ بن ناجد یہ سب مجہول لوگ ہیں۔ ہاں یہ روایت ایک اور سند سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ اس امت میں تیری مثال عیسیٰؑ بن مریم کی طرح ہے۔ جس سے ایک قوم نے محبت کی اور اس میں افراط سے کام لیا اور ایک قوم نے اس سے بغض رکھا تو اس میں حد سے بڑھ گئے اور ان لوگوں نے بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا جو عیسیٰؑ کے پاس موجود تھے۔ اس پر کفار مکہ بولے ذرا اس پر غور کرو کہ یہ اپنے چچا کے بیٹے کو عیسیٰؑ سے کیسے تشبیہ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل کی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا	اور جب ابن مریمؑ کی مثال بیان کی جاتی ہے
قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ۝	تو تیری قوم اس سے اعراض کرتی ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ جو اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۸۔

دار قطنی کا بیان ہے کہ اسے مبارک بھی کہا جاتا۔ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

تیرا بھائی علیؓ بہتر بھائی ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب مجھے ساتویں

Marfat.com

آسمان پر لیجایا گیا تو مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا اے محمدؐ آگے بڑھو۔ اللہ کی قسم اس مقام پر کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل آج تک نہیں پہنچا۔ ہاں پروردگار نے مجھ سے کچھ وعدے فرمائے۔ لیکن جب میں واپس لوٹا تو ایک منادی نے پردہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی۔ تیرا باپ ابراہیم اچھا باپ تھا۔ اور تیرا بھائی علیؑ تیرا اچھا بھائی ہے۔ اسے خیر کی وصیت کرنا۔

میں نے کہا اے جبرئیلؑ میں قریش کو بتا دوں کہ میں نے اپنے رب کی زیارت کی ہے۔ جواب ملا کہ ہاں۔ میں نے کہا کہ قریش میری تکذیب کریں گے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان میں ابوبکرؓ بھی موجود ہیں۔ جو اللہ کے نزدیک صدیق ہیں۔ اور وہ اے محمدؐ تمہاری تصدیق کریں گے اور عمرؓ سے بھی میرا سلام کہہ دینا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ مسلم بن خالد کچھ نہیں۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص۲۲۰۔

حافظ ابن حجر کا بیان ہے۔

مسلم بن خالد المخزومی ان کے مالک مکہ کے باشندہ تھے۔ زنجی کے لقب سے موسوم ہیں فقیہ ہیں۔ سچے ہیں لیکن انہیں وہم بہت ہوتا ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ان سے روایت لی ہے۔ تقریب التہذیب ص۳۳۵۔

بخاری کا بیان ہے مسلم بن خالد الزنجی۔ اس کی کنیت ابوخالد ہے۔ ہشام بن عروہ اور ابن جریج سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۰۸۔

نسائی رقم طراز ہیں۔ مسلم بن خالد الزنجی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۹۸۔

امام ذہبی لکھتے ہیں۔

مسلم بن خالد الزنجی المکی۔ فقیہ ہیں۔ ان کی کنیت ابوخالد ہے بنو مخزوم کے غلام ہیں۔ ابن ابی ملیکہ اور عمرو بن کثیر سے روایات نقل کرتے ہیں۔ ان سے شافعی، حمیدی، مسدد اور دیگر مخلوق نے روایات لی ہیں۔

Marfat.com

یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ ان میں کوئی حرج نہیں اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ ہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا ضعیف ہیں ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ تقدیر کے منکر تھے بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس کی روایت حجت نہیں۔ اور ابو داؤد نے اسے ضعیف کہا ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ازرقی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہیں۔ عابد ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے۔ ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ یہ اہل مکہ کے فقیہ تھے۔ ابن سعد کہتے ہیں یہ بہت سپید تھے۔ انھیں جو لقب دیا گیا وہ ضد میں دیا یا۔ ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۲

حضرت علیؓ سید العرب ہیں

سلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزر ہوا۔ اور اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ موجود تھیں۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا اے عائشہؓ اگر تو سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی کیا آپ سید العرب نہیں۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں امام المسلمین اور سید المتقین ہوں تو اگر سید عرب کو دیکھنا چاہے تو علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اس کی سند منقطع ہے۔ اور **محمد بن حمید** کو ابن دارہ اور ابو زرعہ نے کذاب کہا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ لوگوں سے روایات میں تبدیلیاں کر کے نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

Marfat.com

یہ محمد بن حمید مشہور مؤرخ ہے جس نے ابن اسحٰق کی مغازی نقل کی ہے۔ ہم اس کا تفصیلی زائچہ پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اس لئے اعادے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اس موضوع پر ایک اور روایت ابن عباس سے ان الفاظ میں مروی ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں اور علیؑ عرب کے سردار ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں کہ خارجہ بن مصعب ثقہ نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اسے تو حجت میں بھی پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱۶۔

خارجہ بن مصعب

اس کی کنیت ابوالحجاج السرخسی ہے۔ فقیہ ہے۔ اس کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد نے واہی اور یحییٰ بن معین نے غیر ثقہ قرار دیا حتی کہ ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ بخاری کا کہنا ہے اسے ابن المبارک اور وکیع نے چھوڑ دیا ہے۔ دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ لیکن ابن عدی کہتے ہیں یہ ان لوگوں میں داخل ہے جن کی روایات لکھی جاتی ہیں۔

ابن عدی نے اس کی بیس کے قریب منکر اور غریب روایات نقل کیں اور اس کے بعد کہا اس سے بہت سی روایات مروی ہیں جن میں سے کچھ مسند ہیں اور کچھ منقطع۔ بہر صورت یہ ان لوگوں میں داخل ہے جس کی روایات لکھی جاتی ہیں۔ یہ ان میں غلطیاں کرتا ہے لیکن عمداً ایسا نہیں کرتا۔ اس کا ۱۶۸ھ میں انتقال ہوا۔ اور خراسان میں یہ بہت بڑا آدمی شمار ہوتا تھا۔ میزان ج ۱ ص ۶۲۵۔

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔ خارجہ بن مصعب۔ اس کی کنیت ابوالحجاج ہے۔ متروک ہے اور کذاب لوگوں سے تدلیس کرتا۔ یحییٰ بن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۸۷۔

دار قطنی لکھتے ہیں خارجہ بن مصعب سرخسی ہے متروک ہے ۔کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۸۵

بخاری رقم طراز ہیں خارجہ بن مصعب اس کی کنیت ابو الحجاج ہے خراسانی ہے ضبعی ہے ۔ زید بن اسلم سے روایات نقل کرتا ہے ۔ وکیع نے اس کی روایت ترک کی ۔ یہ خارجہ غیاث بن ابراہیم سے تدلیس کرتا ہے اور غیاث کی حدیث ردی ہوتی ہے اور اس خارجہ کے علاوہ غیاث سے کوئی صحیح طور پر نقل نہیں کرتا ۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱ ۔

نسائی لکھتے ہیں ۔ خارجہ بن مصعب خراسانی ہے متروک الحدیث ہے ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۳۷ ۔

میری اولاد علیؑ کی پشت سے پیدا کی گئی ہے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے لیکن میری اولاد علی کی پشت میں رکھ دی ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ۔

یحیی بن العلاء کذاب ہے احادیث ، وضع کیا کرتا تھا ۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ اس کی مرویات موضوع ہوتی ہیں العلل المتناہیہ ج ۱ ص۲۱۵ ۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن العلاء بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے ۔ رے کا باشندہ ہے یہ زہری اور زید بن اسلم سے روایات لیتا ۔ اس سے عبد الرزاق اور جبارۃ بن المغلس روایات نقل کرتے ہیں ۔ اس کی مرویات ابو داؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں یہ بہت فصیح تھا اور بولنے میں خوب ماہر تھا اس کا شمار عاقلوں میں ہوتا تھا ۔

ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں ۔ ابن معین اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے دار قطنی کہتے ہیں یہ متروک ہے ۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے یہ کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا ۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ شخص قابل بھروسہ نہیں۔ عبدالرزاق کا بیان ہے کہ میں نے وکیع سے اس یحییٰ بن العلاء کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ تو اس کی فصاحت نہیں دیکھتا۔ میں نے سوال کیا پھر آپ اس کی روایات کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کیا یہ بات کافی ہے کہ وہ کھانے کے وقت چیل تارے کے بیس بیس احادیث بیان کرتا ہے۔

اس نے ایک تو حدیث بالا بیان کی۔ اور ایک یہ روایت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کے بارے میں مجھے تین باتوں کی وحی کی ہے اول وہ سید المسلمین ہیں، دوسرے امام المتقین ہیں اور تیسرے ان لوگوں کے قائد ہیں جن کے اعضاء وضو سپید ہوں گے۔ میزان ج ۴ ص ۳

امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس یحییٰ کے بارے میں وکیع نے کلام کیا ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۲۱۔

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن العلاء رازی متروک الحدیث ہے۔ اس سے عبدالرزاق روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص [illegible]

دارقطنی کا بیان ہے یحییٰ بن العلاء الرازی البجلی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص [illegible]۔

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔ یحییٰ بن العلاء البجلی۔ اس کی کنیت ابوعمرو یا ابوسلمہ ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے تقریب التہذیب ص ۳۸۵

قرآن نے ہمیں اس امر کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک بہت منصفانہ بات ہے

میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں

یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور علیؑ کو چھوڑ دیا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے لوگوں کے درمیان بھائی چارہ کرایا اور مجھے

Marfat.com

چھوڑ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں کس لئے چھوڑا ہے تجھے معلوم ہے؟ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔ اگر تجھ سے اس سلسلہ میں (چچازاد بھائی ہونے میں) کوئی جھگڑے۔ تو تم کہنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ تیرے بعد جو اس کا دعویٰ کرے وہ کذاب ہے۔

یعنی اگر کوئی اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ یا بھائی ہونے کا دعویٰ کرے تو غرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے اور ان سب کے اولاد تھی۔ اور ان میں سے بہت سے حضرت علیؓ کی وفات کے وقت تک حیات تھے حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی عقیلؓ چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حیات تھے۔ گویا کہ یہ سب عیاذاً باللہ جھوٹے لوگ تھے۔ حالانکہ دراصل جھوٹے لوگ تو یہ روایت گھڑنے والے ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی

عمر بن عبداللہ بن یعلی ہے۔ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں عمر کوئی شے نہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے متروک ہے۔ السلسلة الاحادیث الضعیفہ ج ا ص۲۱۷۔

بخاری لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ اس سے مسعودی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتا ہے۔ محدثین کو اس میں کلام ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۸۰۔

نسائی لکھتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ بن یعلی ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۸۲

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ۔ قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ۔ کبھی یہ اپنے دادا کی جانب منسوب ہوتا ہے۔ ضعیف ہے۔ اس سے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص۲۵۵۔

دارقطنی لکھتے ہیں۔ عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ ثقفی اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ________________ اس کے باپ کو کوئی نہیں جانتا مگر اس کے بتانے سے اس کا علم ہوا۔ اس نے زیاد بن علاقہ کے ذریعہ

Marfat.com

منہال بن عمرو سے بھی روایت لی ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۲۶۔

ذہبی میزان میں ترجمہ از ہیں۔

عمر بن عبداللہ بن یعلی بن مرہ الثقفی۔ کوفہ کا باشندہ ہے اپنے باپ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ... اور ان ... پائی جاتی ہیں۔

اسے امام احمد، یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ بخاری لکھتے ہیں محدثین کو اس کے سلسلہ میں کلام ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ زائدہ کہتے ہیں میں نے اسے ... پیتے دیکھا ہے۔ میزان الاعتدال ص ۲۱۵۔

حضرت علیؓ ہر مسلم کے مولیٰ ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ جس شخص نے اٹھارہ ذی الحجہ کو روزہ رکھا تو اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب لکھے گا۔ اور یہ غدیر خم کا دن ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کیا میں مومنین کا مولیٰ نہیں ہوں۔ لوگوں نے جواب دیا کیوں نہیں آپ نے ارشاد فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور جس نے ستائیس رجب کا روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ ماہ کے روزے لکھے جائیں گے۔ اور یہ پہلا روزہ ہے کہ جبرئیلؑ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رسالت لے کر نازل ہوئے۔

یہ ہم پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں کہ عربی زبان میں لفظ مولی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اول اللہ کے معنی میں اور قرآن کی متعدد آیات ہم نے پیش کیں۔ یا دوسرے غلام یا آزاد شدہ غلام کے معنی ہیں۔

۱۔ پہلے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علیؓ کے لئے اس کا استعمال صریح کفر

Marfat.com

ہے ۔ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی کی توہین ہے جو ممنوع ہے ۔

۲ ۔ اٹھارہ ذی الحجہ کو حضرت عثمان رضی شہید ہوئے ۔ شیعہ ان کی شہادت کی خوشی منانے کے لئے خم غدیر کا نام لیتے ہیں اور حضرت عثمان رضی اکیس تاریخ کو دفن کئے گئے ان تین روز تک شیعہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتے حتی کہ رات کو زنا جس میں ماں بہنیں سب حلال ہو جاتی ہیں ۔

۳ ۔ یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم صبح کے وقت عرفہ کے میدان میں ۹ ذی الحجہ کو نازل ہوئی نہ کہ ۱۸ ذی الحجہ کو ۔

۴ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماہ رمضان میں ملی جیسا کہ قرآن اس پر شاہد ہے ۔ شیعوں نے ستائیس رجب مشہور کی حتی کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس رات خوشیاں منانے لگے ۔

۵ ۔ اس روایت میں حبشون بن موسیٰ اور ابوہریرہ رضی کے درمیان متعدد ضعیف راوی ہیں ۔ جس کے باعث اس حدیث کو حجت میں پیش نہیں کیا جاسکتا ۔

محدثین نے ان راویوں پر جو کلام کیا ہے اس پر تفصیلی بحث کرنے سے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے ۔

شہر بن حوشب قوی نہیں ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۶ ۔

مطر بن طہمان الوراق قوی نہیں ۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۹۸ ۔

یہ ہم نے صرف دو اشارے کئے ہیں ۔ ورنہ اس روایت میں اور بھی ضعیف راوی موجود ہیں ۔

پھر سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ روزوں کی فضیلت حضرت ابوہریرہ رضی کی جانب منسوب کی گئی ہے اور حضور کے نام کا ذکر نہیں کیا گیا ۔ تو ابوہریرہ رضی کو ان فضیلتوں کا کیسے علم ہوا ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو بطور حجت پیش کرنا بھی جائز نہیں ۔ اور حبشون اور ابوہریرہ رضی کے درمیان متعدد راوی ضعیف ہیں ۔ اور آیت بلاشک وشبہ عرفہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے ۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۲۶ ۔

ابن کثیر کا بیان ہے کہ یہ روایت کئی وجوہات سے منکر ہے ۔ جس میں سے ایک وجہ آیت

Marfat.com

الیوم اکملت لکم دینکم ہ نازل ہوئی جو عرفہ کے دن نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اسی کے مثل ایک روایت ابو سعید خدری سے بھی مروی ہے لیکن ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں

یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی جیسا کہ صحیحین میں حضرت عمر سے مروی ہے۔

[illegible] کی جانب [illegible] منسوب کی گئی ہے [illegible] علی ان کے مولی ہیں ان سب کی سندات ضعیف ہیں البدایۃ والنہایہ صفحہ ۳

یہ امر ذہن میں رہے کہ ۱۸ تا ۲۲ ذی الحجہ شیعہ طبقہ عید غدیر کے نام سے خوشیاں مناتا ہے۔ یعنی عثمانؓ کی شہادت کی خوشی میں۔

اللہ تعالیٰ نے علیؓ کی مخصوص طور پر مغفرت فرمائی ہے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام ہمارے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدولت تم پر فخر کیا ہے۔ کہ تم لوگوں کی عام طور پر مغفرت فرمائی اور علیؓ کی خاص طور پر مغفرت کی ہے۔ میں اللہ کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اور نہ اپنے قرابت داروں سے محبت کرتا ہوں۔ یہ جبرئیل ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں نیک بخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد محبت کرتا ہو۔ اور بدبخت وہ ہے جو علیؓ سے ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد بغض رکھتا ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت صحیح نہیں۔ اور عباد الکلبی کوئی شے نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الموضوعہ صفحہ ۲۲۰۔

حضرت علیؓ تاویل قرآن پر جنگ کریں گے

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔

Marfat.com

کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے چپل ٹوٹ گئے تھے۔ آپ نے وہ چپل علی کے پاس پھینک دیئے اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص تاویل قرآن پر اس طرح جنگ کرے گا جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر جنگ کی ہے۔ ابوبکرؓ بولے یا رسول اللہ کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ حضرت عمرؓ بولے کیا وہ شخص میں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن وہ شخص یہ جوتے والا ہے۔

اسمعیل بن رجاء دارقطنی کا بیان ہے کہ اسمعیل بن رجا ضعیف ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ثقہ راویوں سے ایسی باتیں نقل کرتا ہے جو انہوں نے نہیں کہی ہوتیں۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۴۲۔

مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ ہیں

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ مؤمن کے صحیفہ کا عنوان علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ اور ابن جوزی مجہول راویوں سے روایت نقل کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۴۵۔

خطیب لکھتے ہیں کہ یہ شخص مجہول ہے اور اس کی روایت میں غریب اور منکرات کافی پائی جاتی ہیں۔ حاشیہ العلل المتناہیہ۔

اے علیؓ تیرا ایک بیٹا ہوگا جس کا نام میرے نام پر ہوگا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تیرا ایک لڑکا ہوگا

Marfat.com

جس کا نام میرے نام پر ہوگا۔ اور جس کی کنیت بھی میری کنیت پر ہوگی۔ (یعنی محمد بن حنفیہ)

حسن بن بشر ۔ بجیلہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کی پیداوار ہے۔ اس سے بخاری نسائی اور ترمذی نے روایات لی ہیں۔ اس کی کنیت ابو علی الکوفی ہے۔ یہ اسباط بن نصر اور زہیر بن معاویہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے بخاری، ابراہیم حربی اور متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو حاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ سچا ہے۔ ابن خراش کہتے ہیں منکر الحدیث۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد بن حنبل کو اس میں تردد ہے۔ ۲۵۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۴۸۱۔

نسائی کا بیان ہے کہ حسن بن بشر بن سلم قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۴۔

میں نے اللہ تعالیٰ سے علیؓ کے بارے میں پانچ امور کا سوال کیا تھا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ میں نے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا تھا تو اللہ نے مجھے چار چیزیں عنایت کیں اور ایک چیز سے منع کر دیا۔

اس نے مجھے تیرے بارے میں جو چیزیں عطا کیں اس میں سے اول یہ ہے کہ تو سب سے پہلا وہ شخص ہے جس کی قیامت کے دن قبر پھٹے گی اور تو میرے ساتھ ہوگا۔ تیرے ساتھ لواء الحمد ہوگا اور تو اسے اٹھائے گا۔ اور مجھے یہ بھی عطا کیا کہ تو میرے بعد ولی المومنین ہوگا۔

گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام بھی حضرت علیؓ کے بعد قبر سے برآمد ہونگے۔ اسی باعث حضرت علیؓ لواء الحمد اپنے ہاتھ میں سنبھال لیں گے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نعمت سے محروم ہوں گے۔ جیسا کہ مذہب شیعہ میں یہ سب حقوق حضرت علی کے لئے مخصوص ہیں

ابن جوزی کا بیان ہے۔ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ اور ہم نے پہلے۔

Marfat.com

ابن حبان کا قول نقل کیا تھا کہ ۔۔۔

عیسیٰ بن عبداللہ بن عمر بن علی بن ابی طالب اپنے باپ دادا کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا تھا العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا صـ ۲۲۷۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اسے مبارک بھی کہا جاتا ہے۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۳۱۵

اے علیؓ تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کا بیان ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سامنے تشریف لائے۔ آپ کے صحابہ جمع تھے آپ نے ان سے فرمایا اے اصحاب محمد اللہ نے مجھے اس جگہ پر تمہاری منزلیں دکھا دیں ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اے علیؓ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے سامنے ہوگی؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں میری منزل تیری منزل کے بالمقابل ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ کیونکہ

عمار بن سیف الضبی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے

محاربی اس کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث

Marfat.com

الراہیہ ج صہ ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عمار بن سیف

بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ احمد عجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوزرعہ اور ابوحاتم کا بیان ہے ضعیف ہے۔ عثمان بن یحیی بن معین نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے ثقہ ہے لیکن احمد بن زہیر نے یحیٰی سے یہ نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے یہ مہمل انسان تھا۔ صرف عجلی کا یہ بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے ثابت ہے عبادت گزار ہے۔ سنت کا پابند ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۱۶۵۔

حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں۔

اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے کوفہ کا باشندہ ہے حدیث میں کمزور ہے عبادت گزار ہے۔ نویں طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب صہ ۲۵۰۔

محاربی کا نام عبدالرحمان بن محمد المحاربی ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مدلس تھا۔ تقریب التہذیب صہ ۲۰۹۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

عبدالرحمان بن محمد المحاربی سے تمام اصحاب صحاح نے روایات لی ہیں ذہبی کہتے ہیں ثقہ ہیں حدیث کے ماہر ہیں۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ یہ مجہول راویوں سے منکر روایات نقل کرتے ہیں ابوحاتم رازی کہتے ہیں یہ سچے ہیں لیکن مجہول راویوں سے منکر احادیث نقل کرتے ہیں۔ اسی کے باعث ان کی حدیث خراب ہوگئی۔ وکیع کہتے ہیں یہ طویل روایتوں کے کتنے بڑے حافظ ہیں۔

ابونعیم کا بیان ہے کہ ہم سفیان کے پاس ہوتے۔ سفیان جب ایسی حدیث سے گزرتے جس کا تعلق احادیث زہد سے ہوتا تو کہتے یہ روایت تم لے لو۔ اس کا تعلق تم سے ہے۔ عبدالرحمان بن احمد کا بیان ہے انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ محاربی تدلیس کرتا اور ہم یہ نہیں جانتے

کہ اس نے معمر سے کوئی روایت سنی ہے۔ ان کا انتقال ۱۹۰ھ کے بعد ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۵
اس کی روایت سے بچنا ضروری ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اس روایت کا ایک راوی علی بن الحسن الغروجردی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۲۲۔

سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عرش کی داہنی طرف حضور اور بائیں طرف حضرت ابراہیمؑ اور درمیان میں ہمیں خبر نہیں کہ عرش معلی پر اللہ تعالیٰ ہوگا یا حضرت علیؓ ہوں گے۔

ہم بے خبر اس لئے ہیں کہ پہلی روایت کی رو سے دونوں کے محل جنت میں ہوں گے اور حضرت علیؓ درمیان میں اور اس روایت کی رو سے یہ تمام قصہ عرش کے ساتھ پیش آئے گا۔ اور چونکہ درمیان میں اللہ تعالیٰ کا عرش ہوگا۔ اس لئے وہاں حضرت علیؑ کو بٹھایا گیا کہتے ہیں جب حضور معراج کو گئے تو عرش پر سے ایک ہاتھ نکلا جو حضرت علیؓ کا ہاتھ تھا۔

علیؓ بن ابی طالب جنت میں صبح کے تارے کی طرح چمکتے ہونگے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ جنت میں ایسے چمکتے ہوں گے جیسا کہ اہل دنیا کے لئے صبح کا ستارہ چمکتا ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات صحیح طور پر ثابت نہیں۔ اور فاطمی متہم ہے اور ابراہیم بن ابی یحیٰی متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۲۔

اس روایت کے ایک راوی حماد بن سلمہ ہیں اگرچہ ان کے ثقہ اور محدث ہونے پر سب کا اعتماد ہے۔ لیکن یہ بھی متفق علیہ مسئلہ ہے کہ ان سے بے پناہ غلطیاں ہوئی ہیں۔ اور اسی باعث بخاریؒ نے ان سے روایت نہیں لی۔

Marfat.com

اگر اس روایت کا سابقہ روایات کے پیش نظر مطالعہ کیا جائے تو ہمارے قارئین کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ تمام روایات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور دروغ گوئی کا ایک مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون زیادہ جھوٹ بولتا ہے۔ آپ حضرات بھی ان جھوٹوں کا مطالعہ کریں اور اس جھوٹ پر ان حضرات کو نمبر عنایت کریں۔

علیؑ تمہیں صراط مستقیم پر چلائے گا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اگر ابوبکرؓ کو والی بناؤ گے تو انہیں دنیا میں زاہد، اور آخرت پر راغب پاؤ گے۔ اگرچہ ان کے جسم میں کمزوری پائی جاتی ہے اور اگر تم عمرؓ کو ولایت سپرد کرو گے تو انہیں قوی پاؤ گے امین پاؤ گے۔ اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔ اور اگر تم علیؓ کو ولی بناؤ گے تو انہیں ہدایت کرنے والا ہدایت پر چلنے والا پاؤ گے اور وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت زید بن یثیع نے نقل کی ہے اور ان سے ابو اسحاق نے دراصل یہ روایت سفیان نے ابو اسحاق سے نقل کی ہے اور وہ زید بن یثیع سے نقل کرتا ہے۔ اور زید بن یثیع کبھی حذیفہؓ کا نام لیتا ہے۔ کبھی سلمانؓ کا اور کبھی علیؓ کا گویا اس زید کو خود یہ خبر نہیں کہ یہ روایت کس سے مروی ہے۔

ایک روایت میں یہ زید بن یثیع حضرت علیؓ سے ناقل ہے کہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین پاؤ گے۔ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب پاؤ گے۔ اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو اسے قوی امین پاؤ گے اللہ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہ کرے گا اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی پاؤ گے مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

Marfat.com

اس زید بن یثیع نے حضرت سلمان فارسی سے یہ آخری الفاظ نقل کئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخر وقت فرمایا کہ اگر تم ابوبکرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو اسے اللہ کے کام میں قوی اور اپنی ذات کے معاملہ میں کمزور پاؤ گے۔ اور اگر تم عمرؓ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں اللہ کے کام میں بھی قوی پاؤ گے اور اپنی ذات کے معاملہ میں بھی۔ اور اگر تم علیؓ کو خلیفہ بناؤ گے اور تم ہرگز بھی ایسا نہ کرو گے تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے وہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

اس روایت کے الفاظ پر غور کیجئے تو ان میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اور ہر روایت میں حضرت عثمانؓ کا نام ضرور حذف کیا گیا ہے کیونکہ ان کا نام سامنے آنے سے دوسرا داماد سامنے آتا ہے اور وہ ڈبل داماد تھے اور ان کا تعلق بنو امیہ سے ہے۔ لہٰذا اس کا حل یہی ہے کہ ان کے نام کو حذف کر دیا جائے۔

ہمارے قارئین پہلے تو یہ ذہن میں رکھیں کہ زید بن یثیع سے ابو اسحاق کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی جانتا ہے۔ جہاں تک ابو اسحاق کا تعلق ہے انھیں اگرچہ ثقہ مانا جاتا ہے لیکن یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ مدلس ہیں۔ اور مدلس کی وہ حدیث قابل قبول نہیں جو عن کے ذریعہ مروی ہو۔ اور یہ روایت بھی عن کے ذریعہ مروی ہے۔

علیؓ مقتول ہو کر مریں گے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیمار تھے۔ میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ابھی کچھ دیر نہیں گزری تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بھی ایک جگہ بیٹھ گئے اور علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنے لگے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ علیہما السلام نے حضور کی جانب دیکھ کر فرمایا اے اللہ کے نبی ہم آپ کو رنجیدہ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اس وقت ہرگز نہ مرے گا اور تیری موت قتل

کی حالت میں ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کا راوی

ناصح ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اسمٰعیل بن ابان

امام احمد فرماتے ہیں اس نے بہت سی موضوع روایات بیان کیں اس لئے ہم نے اس سے روایات لینا چھوڑ دیا۔ یحییٰ بن معین اور ابو حاتم الرازی کا بیان ہے کہ یہ اسمٰعیل کذاب ہے۔ بخاری، مسلم، نسائی اور دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات بیان کرتا۔ موضوعات ج ا ص ۴۰۲

ذہبی لکھتے ہیں کہ ناصح کے باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ جولاہا تھا۔ یہ سماک بن حرب اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اسمٰعیل بن عمرو البجلی روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

نسائی وغیرہ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاس کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اور ایک بار فرمایا یہ ثقہ نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ حسن بن صالح نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا یہ نیک آدمی ہے اچھا آدمی ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی تین منکر روایات پیش کیں۔ جن میں سے دو روایات ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۴۰۔

اس کا دوسرا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یہ درزی تھا۔ اسے یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ ہم نے پہلے اس کے ذریعہ ہشام بن عروہ کی روایات لکھی ہیں پھر اس نے فطر وغیرہ سے موضوع روایات نقل کیں۔ لہٰذا ہم نے اس کی روایات چھوڑ دی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ یحییٰ بن معین کا کہنا ہے اس نے سفیان کے نام سے ایسی روایات منسوب کیں جو سفیان نے بیان نہ کی تھیں۔ مسلم اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ اور نسائی نے ایک بار کہا ثقہ نہیں

ہے۔ میزان ج ا ص۲۱۱ ۔

بخاری لکھتے ہیں کہ ناصح بن عبداللہ یہ سماک وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۱۶ ۔

نسائی لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۱۰۱

ناصح بن عبداللہ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۶۷ للنسائی

اسمٰعیل بن ابان الغنوی۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو اسحاق ہے۔ حکم، عطیہ اور فضیل بن عمرو الخیاط کے ذریعہ ہشام بن عروہ سے نقل کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۵۷ ۔

اسمٰعیل بن ابان ہشام بن عروہ سے روایات لیتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۱۶ ۔

اس طرح دونوں راوی ناقابل اعتبار ہیں۔

علیؓ تو حضورؐ کا نفس ہیں

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد سب سے بہتر کون ہے آپؐ نے جواب دیا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ابوبکرؓ کے بعد کون بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا عمرؓ۔ فاطمہؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے علیؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے فاطمہؓ علیؓ میرا نفس ہیں اور کوئی شخص اپنے نفس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضع کی گئی ہے۔

اس روایت کا راوی

Marfat.com

خالد بن اسمٰعیل ثقہ راویوں کے نام سے روایات وضع کرتا۔ ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

محمد بن المہدی۔ دارقطنی کہتے ہیں محمد بن المہدی کذاب ہے۔ موضوعات ج ا ص ۳۰۰

خالد بن اسمٰعیل یہ مدینہ کا باشندہ ہے۔ بنی مخزوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالولید ہے۔ ہشام بن عروہ، ابن جریج اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کیا کرتا۔ دارقطنی کا بیان ہے متروک ہے اور ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سے کسی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ا ص ۶۲۷۔

شیعہ مذہب کی رد سے حضرت علیؓ کو امام ہونے کی حیثیت سے وہی مقام حاصل ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے بلکہ بعض صورتوں میں حضرت علیؓ کا مقام حضورؐ سے بڑھ کر ہے۔

سب سے پہلے جس کی روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے تمام ارواح جسموں سے دو ہزار قبل پیدا فرمائی تھیں۔ پھر وہ عرش کے نیچے گھومنے لگیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں میری اطاعت کا حکم دیا۔ تو سب سے قبل جس روح نے مجھے سلام کیا وہ علیؓ کی روح تھی۔

یہ روایت موضوع ہے۔

عبداللہ بن ایوب ازدی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ایوب اور اس کا باپ دونوں کذاب ہیں جن سے روایت نقل کرنا حلال نہیں۔ موضوعات ج ا ص ۳۰۰۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

Marfat.com

عبداللہ بن ایوب بن ابی علاج الموصلی ۔ سفیان بن عیینہ اور امام مالک سے روایات نقل کرتا ہے ۔ بہت بڑے نیک لوگوں میں سے تھا ۔ یعنی پہنچا ہوا بزرگ تھا ۔ لیکن مشہور کذاب تھا ۔ وضع حدیث میں مشہور تھا ۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ بہت عبادت گزار تھا ۔ وعظ کا بٹا کرتا اور اس میں نگینے پرتا ۔ اور جو کچھ اس کی روزی سے فاضل ہوتا وہ صدقہ کر دیتا ۔ اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد موضوع اور منکر روایات پیش کیں جو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں ۔ اور یہ باطل روایات ہیں ۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ حمیدی نے علی بن حرب کی والدہ کو لکھا کہ رہی تھیں کہ اس عبداللہ بن ایوب سے توبہ کراؤ اور اسے ادب سکھاؤ ۔ (یعنی پارسا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ہر کواس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جائے جو ہمیشہ صوفیا کرتے رہے)

ایوب بن ابی علاج اس عبداللہ بن ایوب کے والد ایوب بن ابی علاج ہیں ۔ یہ ابوجعفر محمد بن علی سے (یعنی جنھیں امام باقر کہا جاتا ہے) روایات نقل کرتا ہے ۔ یہ جھوٹ کے ساتھ متہم ہے ۔ ساقط الاعتبار ہے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن ایوب اس سے کہیں زیادہ واہی ہیں ۔ میزان ج ا ص ۲۹۲ ۔

رکوع کی حالت میں زکوٰۃ کی ادائیگی

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے جن میں کچھ رکوع میں تھے اور کچھ قیام میں اور ایک سائل سوال کر رہا تھا ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سوال کیا کیا تجھے کسی نے کچھ دیا ہے ۔ اس نے کہا نہیں ۔ مگر اس رکوع کرنے والے نے اور اس نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا کہ

انہوں نے مجھے اپنی انگوٹھی دی ہے۔

عیسیٰ بن عبداللہ یہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ذہبی نے اس کی متعدد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔

ابن حبان کا دعویٰ ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۳ (۱)

یہ روایت ابن مردویہ، ابن جریر اور عبدالرزاق بن ہمام نے بھی نقل کی ہے۔ اس کی ایک سند حسب ذیل ہے۔ عبدالرزاق۔ عبدالوہاب بن مجاہد، مجاہد بن جبیر، ابن عباس۔

لیکن ذہبی عبدالوہاب بن مجاہد کے حالات میں رقم طراز ہیں۔ کہ ابن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری نے وکیع سے نقل کیا ہے کہ اس عبدالوہاب نے اپنے والد سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جن کی کوئی متابعت نہیں کرتا میزان ج ۲ ۱۸۲

عبدالرزاق آخر عمر میں رافضی ہوگیا تھا اور ۲۰۰ھ میں نابینا بھی ہو گیا تھا۔ اس لئے اس کی روایات قابل قبول نہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت کسی سند سے ثابت نہیں ہے۔ اور حضرت علی کی فضیلت میں قرآن کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ یہ آیت

اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ — تو تو اے نبی ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کے لئے ہدایت ہے۔ (ہدایت گذار)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا — اور لوگوں کو محبت کے باوجود مسکین یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور اسی طرح یہ آیت

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ — کیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی عمارت

Marfat.com

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ — تعمیر کرنا کیا اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے

آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ — جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔

اسی طرح کچھ اور آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں اور اسی طرح ابن عباسؓ کا یہ قول کہ علیؓ کے بارے میں جتنا قرآن نازل ہوا ہے اتنا کسی کے بارے میں نازل نہیں ہوا نیز یہ روایت کہ علیؓ کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئیں۔ ان میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے نہ یہ اور نہ وہ۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۵۸

حضرت علیؓ کو مولیٰنا کا خطاب

امام احمد نے رباح بن الحرث سے نقل کیا ہے کہ رحبہ میں حضرت علیؓ کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی۔ السلام علیک یا مولانا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں تمہارا مولا کیسے بن سکتا ہوں حالانکہ تم تو عرب قوم ہو۔

انہوں نے عرض کیا ہم نے غدیر خم کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولا ہیں۔

رباح بن الحرث کا بیان ہے جب یہ لوگ چلے گئے تو میں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا اور لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا یہ کون لوگ تھے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انصار کی ایک جماعت تھی جس میں ابو ایوبؓ انصاری بھی تھے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۳۴۸۔

حافظ ابن کثیر نے مسند احمد کے حوالہ سے البدایہ میں یہ روایت نقل کی ہے۔ لیکن مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے یہ روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ رباح بن الحرث کا بیان ہے کہ ہم رحبہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کے پاس ایک شخص آیا جس پر سفر کے نشانات تھے اور اس نے آکر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مَوْلَاىَ۔ لوگوں نے پوچھا یہ مولا کون ہے ابو ایوبؓ نے

Marfat.com

جواب دیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے میں جس کا مولا ہوں علیؓ اس کے مولا ہیں البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص ۳۴۷۔

یعنی اس بے چارے ریاحؒ بن الحرث کو یہ بھی معلوم نہیں آنے والے کتنے حضرات تھے۔ کبھی ایک جماعت کی حاضری کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی اکیلے ابو ایوبؓ کی آمد کا ہیں اور وہ بھی غالباً حضرت علیؓ کی مولایت کے اظہار کے لئے تشریف لائے تھے اور یہ بات کہتے ہی فوراً واپس چلے گئے۔

سب سے اہم اس روایت میں نکتہ یہ ہے کہ بقول راوی حضرت علیؓ صرف اس کے مولیٰ بن سکتے ہیں جو عرب نہ ہو۔ اور جس کا تعلق عربوں سے ہو وہ اس کے مولیٰ نہیں ہو سکتے۔ لہذا ہند و پاکستان میں جتنے علوی۔ صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری اور اہل عرب کی نسل سے پائے جاتے ہیں حضرت علیؓ ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے اور جن کا تعلق کوفہ اور ایران سے ہو بے شک حضرت علیؓ انکے مولیٰ بن سکتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی شرط یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان غلاموں کے مالک رہے ہوں۔ اور جن کے وہ مالک نہیں رہے ان کے مولیٰ نہیں بن سکتے۔ کم از کم ہم تو اس روایت کا مطلب یہی سمجھتے ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کے راویوں میں سے ایک راوی

حنش نامی ہیں۔ انھیں حنش بن المعتمر بھی کہا جاتا ہے۔ ابو داؤد، نسائی اور ترمذی نے ان سے روایات لی ہیں۔ یہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابو ذرؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے حکم، سماک، اسمٰعیل بن ابی خالد اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

اسے ابو داؤد نے ثقہ کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ نیک آدمی ہے لیکن محدثین اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں یہ حضرت علیؓ سے ایسی نرالی باتیں نقل کرتا ہے جو ثقہ راویوں کی روایات کے مشابہ نہیں ہوتیں بخاری نے اس کا کتاب الضعفاء میں تذکرہ کیا ہے۔

Marfat.com

اس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی جانب سے دو مینڈھے ذبح کروں۔ اور میں اس کام کا کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ میزان ج ا ص ۶۱۹

بخاری لکھتے ہیں۔ حنش بن المعتمر الصنعانی۔ اس کی کنیت ابوالمعتمر ہے۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ اس کا نام حنش بن ربیعہ ہے۔ اس سے سماک اور حکم بن قتیبہ کوفی روایت کرتے ہیں۔ محدثین کو اس کی حدیث میں کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۳۸

نسائی کا بیان ہے کہ حنش بن المعتمر اس سے سماک نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں ص ۳۶۔

حضرت حسنؓ اور حضرت علیؓ کا مکالمہ

طبری نے اپنی سند سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس کا راوی طارق بن شہاب ہے

واقعہ بیان کرنے سے قبل ہم یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مورخ طبری نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ سے حضرت حسینؓ کے واقعہ تک جو بھی قصے نقل کئے ہیں ان میں بیشتر واقعات میں یہ نظر آئے گا کہ فلاں واقعہ فلاں داستان مجھے فلاں نے لکھ کر روانہ کی گویا طبری نے صرف اتنا کام کیا ہے کہ وہ داستانیں قارئین کے سامنے پیش کر دیں۔

گویا جن راویوں سے انہوں نے یہ روایات نقل کی ہیں ان میں سے بیشتر حضرات سے انہوں نے ملاقات بھی نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے اپنے گھر کو دفتر اطلاعات بنا رکھا تھا کہ جس نے جو چاہا لکھ کر بھیج دیا۔ اور جناب طبری نے آنکھیں بند کر کے اسے نقل کر دیا اور خاص طور پر سری بن اسمٰعیل کی جتنی روایات ہیں وہ سب سری کے مراسلات ہیں جو اس نے طبری کو قبر ہی سے لکھ کر روانہ کئے ہیں۔ کیونکہ یہ سری بن اسمٰعیل عامر شعبی کا چچازاد بھائی ہے اور شعبی حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں پیدا ہوئے لازماً ان کا یہ چچازاد بھائی اگر ان سے بیس سال بھی چھوٹا ہوا تب بھی یہ ۱۵۰ھ سے قبل مر گیا ہوگا۔ اور تحریرات لکھ کر بھیج رہا ہے طبری کو جو ۲۲۴ھ میں پیدا ہوا۔ لیکن پھر بھی طبری

Marfat.com

نے ان تمام روایات کو عوام الناس کے سامنے چھان پھٹک کر پیش کیا ہے۔ ہم ان چھانی ہوئی داستانوں میں سے ایک داستان ۔۔۔ صاحب کے معتقدین کی خدمت میں پیش کرنے کی جرأت کر رہے ہیں۔ یہ داستان سری بن اسمٰعیل نے اپنی وفات کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد طبری کو کوفہ سے طبرستان روانہ کی تھی۔ طبری نے وہ داستان کتاب میں تحریر کر کے لوگوں کے سامنے پیش کر دی۔

اس داستان کے آخری راوی طارق بن شہاب ہیں جن کے بارے میں ابوداؤد کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ گویا یہ صحابی رسول ہیں۔ ان کا انتقال ۸۳ھ میں ہوا۔

حضرت طارق بن شہاب کا بیان ہے کہ ہم لوگ کوفے سے حج کے خیال سے چلے۔ اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمانؓ شہید ہو چکے تھے۔ ہم کوفے سے چل کر ربذہ پہنچے۔ یہی صبح کا وقت تھا۔ دیکھا لوگ چلا چلا کر ایک دوسرے کو بلا رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں۔

لشکری۔ یہ امیر المومنین ہیں۔

طارق۔ آخر امیر المومنین کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔

لشکری۔ طلحہؓ و زبیرؓ نے بغاوت کی ہے۔ امیر المومنین ان دونوں کے پاس اس لئے جا رہے ہیں تاکہ انھیں واپس لوٹا لائیں لیکن ربذہ میں حضرت علیؓ کو یہ خبر ملی کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے۔ اس وقت حضرت علیؓ نے ان دونوں کا پیچھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھی۔ اور یہ سوچنے لگا کہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ میں علیؓ کے ساتھ مل کر طلحہؓ و زبیرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کروں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے ساتھ مل کر علیؓ کے مقابلہ پر کھڑا ہوں۔

میں حضرت علیؓ سے ملنے کے لئے اپنے خیمہ سے باہر نکلا تو نماز کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ نے جب نماز کا سلام پھیرا تو ان کے صاحبزادے جناب حسنؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔

"میں نے آپ سے ایک بات کہی تھی لیکن آپ نے میری بات نہ مانی۔ نتیجۃً آپ بھی کل بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے اور آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(یہ ترجمہ آزاد ہے۔ ورنہ اصل میں عبارت کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا وغیرہ وغیرہ)

حضرت علیؓ: تو تو ہمیشہ لونڈیوں کی طرح روتا رہتا ہے۔ آخر وہ کیا بات تھی جو تو نے مجھ سے کہی تھی اور میں نے اس کی نافرمانی کی ہے۔

حضرت حسنؓ: جب حضرت عثمانؓ محصور ہوئے تھے تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا آپ کے لئے بہتر نہیں۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو میں نے آپ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ ہرگز اس وقت تک خلافت قبول نہ کیجئے۔ جب تک تمام شہروں سے آپ کی خلافت کے لئے وفد نہ آجائیں۔ اور تمام اہل شہر آپ کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب نہ کر لیں۔ پھر جب طلحہؓ و زبیرؓ نے آپ کی مخالفت کی تھی تو میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ اب آپ اپنے گھر بیٹھ جائیں۔ اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کر لیں میں نے آپ سے یہ بھی عرض کیا تھا کہ بہتر یہ ہے کہ فساد کی بنیاد آپ کے ہاتھوں نہ ہو۔ اس کی بنیاد کوئی اور ہی رکھے تو اچھا ہے۔ لیکن آپ نے ان تمام امور میں میری مخالفت کی۔

حضرتِ علیؓ: اے میرے بیٹے حضرت عثمانؓ محصور تھے تم نے مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں عثمانؓ کے قتل سے قبل ہی مدینہ سے چلا جاؤں تو اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ چھوڑ کر جانا چاہتے تو ہمیں بھی اسی طرح گھیر لیا جاتا جیسے عثمانؓ کو گھیر لیا گیا تھا۔ (لہٰذا بہترین حل یہ تھا کہ قاتلین کے اشاروں پر چلا جائے) تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ میں اس وقت تک خلافت قبول نہ کروں جب تک تمام شہروں کے لوگ میری بیعت پر راضی نہ ہوں تو دراصل بیعت اہل مدینہ کی بیعت ہے (یہ ہر جگہ نمائندے

کھڑے کرنا ایک حماقت ہے ۔ اور میں یہ پسند نہ کرتا تھا کہ یہ خلافت تم لوگوں کے ہاتھوں سے نکل جائے ۔

تم نے جو یہ مشورہ دیا تھا کہ زبیر رضی اور دیگر لوگوں کو خود صلح کر لینے دو تو یہ اہل اسلام کے لئے بہت بڑی کمزوری کا سبب ہوتا ۔

؟ اللہ کی قسم مجھ پر شروع سے قہر توڑے جاتے رہے اور جب خلافت ملی تو وہ بھی ناقص میرے نزدیک ان مخالفین کی کوئی حیثیت نہیں ۔

تم نے جو یہ کہا تھا کہ میں گھر بیٹھ جاؤں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جب لوگ میرے ساتھ ہوں اور میں اس گوہ کی طرح کیسے چھپ کر بیٹھ جاؤں جسے ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہو ۔ اور اس گوہ کو پکڑنے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں کہ یہاں گوہ موجود ہی نہیں ۔ اور جب شکاری واپس چلے جائیں تو وہ باہر نکل آئے ۔ اور جب یہ خلافت مجھے مل گئی تو میں اس کی فکر نہ کروں گا تو اور کون اس کی فکر کرے گا ۔

اے میرے بیٹے اب تم ان مشوروں سے باز آجاؤ ۔ تاریخ طبری ج ۳ ۔ ج ۲ ص ۸۲ ۔

ہمیں اس روایت میں بظاہر کوئی ایسا عیب نظر نہیں آتا جو اس پر تنقید ضروری ہو ۔ ہاں اس روایت میں صرف ایک جملہ ہے جو خلاف واقعہ ہے اور کم از کم اہل سنت کا نظریہ تو یہی ہے کہ حضرت علیؓ پر کسی قسم کا کوئی قہر نہیں توڑا گیا ۔ ۔ ۔ ۔

اب اگر کسی فرقے کے نزدیک حضرت علیؓ پر قہر توڑا جاتا رہا ۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان پر ظلم توڑتے رہے ، تو پھر یہ سب ہی حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے رہے ۔ اور حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سواء کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ۔ اور اہل مدینہ ان کی بیعت کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ اہل مدینہ میں سے سعد بن ابی وقاصؓ ، ابن عمرؓ ، عبید اللہ بن عمرؓ ، عبدالرحمان بن ابی بکرؓ ، زبیرؓ اور ان کی اولاد ، طلحہ اور ان کا خاندان ۔ زید بن ثابت ۔ ابو سعید خدری ۔ جابر بن عبداللہ اور سہل بن سعد وغیرہ حضرات نے حضرت علیؓ کا کیوں ساتھ نہیں دیا ۔ اور یہ تمام حضرات ملوکیت کی راہ ہموار کرتے

Marfat.com

رہے۔ اگرچہ حضرت علیؓ اہل مدینہ کے سوا کسی کی رائے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔

اس واقعہ سے چند امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ ابتدا ہی سے خلافت کے متمنی تھے۔ اور اس کے حصول کے لئے ہر اقدام کرنے کے لئے تیار تھے اور اگر کوئی ان کو صحیح مشورہ دیتا تو تمنائے خلافت میں اسے بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے

۲۔ حضرت حسنؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ، حضرت عبداللہؓ بن سلام اور قیسؓ بن سعد کے مختلف مشورے تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن حضرت علیؓ نے صحابہ میں سے کسی کے ے کو قابل اعتنا تصور نہ کیا۔ بلکہ اس اختلاف کو تلوار کے زور سے ختم کرنا چاہا۔ نتیجتاً اس نے یک سیلاب کی صورت اختیار کرلی۔

۳۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ کے حامی نہ تھے۔

۴۔ حضرت حسنؓ اس معاملہ میں حضرت علیؓ سے زیادہ سمجھ دار تھے۔

طبیعت تو یہ چاہتی تھی کہ میں اس روایت پر کوئی تنقید نہ کروں اور اسلام کے ٹھیکہ داروں کے روبرو بطور تحفہ پیش کردوں۔ لیکن مجھے عوام الناس کے ذہن خراب نہیں کرنے ہیں۔ بلکہ انھیں یہ بتانا مقصود ہے کہ تاریخ اسلام جس چڑیا کا نام ہے۔ یہ چڑیا ایک خاص قسم کے ذہن کے لوگوں نے بنو عباس کے دور میں تیار کرکے ہوا میں اڑائی تھی اس پر یقین کرنا اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے اور علی الخصوص صحابہؓ کے معاملہ میں۔

صحابہ کرام کے بارے میں اس تاریخ سے فیصلہ کرنا اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم قرآن و سنت کو خیرباد کہہ دیں۔ کیونکہ قرآن نے صحابہ کا جو مقام بیان کیا ہے وہ تاریخ کے ان نظریات کے قطعاً مخالف ہے۔ یا ہمیں قرآن چھوڑنا ہوگا یا اس تاریخ کو خیرباد کہنا ہوگا جو محمد بن اسحاق۔ سلمۃ بن الابرش۔ محمد بن حمید الطبری۔ مسعودی۔ واقدی وغیرہ جیسے رافضیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

ہم تاریخ کے اس حصہ کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں جس سے صحابہ کی اس عظمت میں فرق

Marfat.com

آتا ہو جو قرآن نے ان کی بیان کی ہے۔ اور پھر تاریخ پر یہ فیصلہ کرکے ہم راویوں کی تحقیق و تنقید بھی نہ کریں اور من و عن اسے قبول کرتے جائیں۔ یہ دعویٰ ایک سبائی کی زبانی تو برداشت ہو سکتا ہے۔ لیکن اس شخص کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں جو اپنی پیشانی پر اہل سنت کا لیبل چپکائے ہو۔ کم از کم اس لیبل کا تو خیال کرنا چاہیے۔ ورنہ اب تو بہت سے افراد یہ بھی کہتے ہیں کہ ...... صاحب نے زندگی کا بیشتر حصہ تقیہ میں گزارا اور آخر میں خلافت و ملوکیت پر کتاب لکھ کر تقیہ کے جامہ سے باہر آئے اور خمینی کی امامت کو تسلیم کرکے مرتے وقت اپنی سبائیت کا ثبوت پیش کر گئے۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کی نیت کیا تھی۔ لیکن ان کی خلافت و ملوکیت نے قوم کو نقصان عظیم پہنچایا حتیٰ کہ اس کتاب کا سب سے بڑا فساد یہ ظاہر ہوا کہ یہ جماعت خمینی کی امامت کی بھی قائل ہو گئی۔ اگرچہ اب خانہ کعبہ کے ہنگامہ سے اس میں اب کچھ رخنے پڑے ہیں۔ اب آئیے اس روایت کے راویوں پر بھی اچٹتی سی نظر ڈال لیں۔

سری بن اسمٰعیل

اس روایت کا اولین راوی سری ہے جس نے یہ تمام تفصیلات لکھ کر طبری کے پاس روانہ کی ہیں۔

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

سری بن اسمعیل الہمدانی الکوفی متروک الحدیث ہے۔ تقریب ص [illegible]

نسائی کتاب الضعفاء میں تحریر کرتے ہیں۔

سری بن اسمعیل کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے شعبی سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے کہ اس کا جھوٹا ہونا تو کھلی مجلس میں ظاہر ہو چکا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۵۶

بخاری لکھتے ہیں۔ سری بن اسمعیل کوفی متروک الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ص۵۲

ذہبی رقمطراز ہیں۔

سری بن اسمعیل شعبی سے روایات کرتا ہے۔ یحییٰ بن سعید کا بیان ہے کہ ایک مجلس میں اس کا جھوٹ ظاہر ہو چکا۔ امام احمد کا قول ہے لوگوں نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ نسائی کہتے

Marfat.com

ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص۱۱۷۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔

سری بن اسمٰعیل شعبی سے روایت کرتا ہے۔ اس سے جریر یزید بن ہارون اور ہیاج بن بسطام وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ عمرو بن علی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمان بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن المبارک کو یہ فرماتے سنا کہ جریر بن عبدالمجید سے اس سری کی کوئی روایت نہ لکھو۔ ابن المبارک نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ سری بن اسمٰعیل قوی نہیں۔ لیکن مجھے عیسیٰ الحناط سے زیادہ پسند ہے۔ ابو طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام احمد سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے۔

عباس بن محمد الدوری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ سری کچھ نہیں۔

عبدالرحمان کا بیان ہے کہ میرے والد ابو حاتم سے سری بن اسمٰعیل کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا وہ ردّی ہے۔ زکریا بن ابی زائدہ اور مجالد سے کم ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص۲۸۲۔

اس قصہ کا دوسرا راوی سیف بن عمر و التمیمی ہے۔ یہ بھی کوفہ کی یادگار ہے۔ مؤرخ ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں تاریخ میں اچھا ہے لیکن ابن حبان کا کہنا ہے یہ بدترین انسان ہے۔ تقریب ص۱۴۲۔

بخاری لکھتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء للبخاری ص۵۱۔

ذہبی رقم طراز ہیں۔

سیف بن عمرو بنو ضبہ قبیلہ کی ایک شاخ اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ بعض کا قول ہے کہ اس کا تعلق بنو تمیم سے ہے۔ یہ ہشام بن عروہ اور دیگر مجہول راویوں سے روایات نقل کرتا ہے۔

مشہور مورخ ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے بلکہ ایک پیسہ بھی اس سے بہتر ہے۔ ابوداؤد کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ تو زندیق ہے۔ اسلام کا دشمن ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات منکر ہوتی ہیں ابن نمیر کہتے ہیں یہ تو روایات وضع کیا کرتا تھا۔ یہ زندیق ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۵۵۔

شعیب اس روایت کا تیسرا راوی شعیب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کے باپ کا نام ابراہیم ہے۔ اس سے سیف روایات نقل کرتا ہے۔ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۷۵

یہ ہے طبری کا وہ تحقیق شدہ مواد جو چھان پھٹک کر جمع کیا گیا ہے۔ اسی لیے تو یہ اصول وضع کیا گیا کہ اگر تاریخ میں رجال کی تحقیق اور علل کو اپنایا گیا تو پھر اتنی طویل کتابیں کیسے تیار ہوں گی۔ اور خلافت و ملوکیت جیسی نامی کتابیں کیسے وجود میں آئیں گی۔ ہم تو اللہ کے شکر گزار ہیں کہ عوام کے سامنے مورخین اور ان کے راویوں کے نجس چہرے سامنے آگئے۔

سب سے اول حوض پر حضرت علیؓ آئیں گے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے حوض پر وہ آئے گا جو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا۔ یعنی علیؓ بن ابی طالب ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

ابومعاویۃ الزعفرانی:۔ امام احمد فرماتے ہیں ابو معاویۃ الزعفرانی حدیث میں کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ بخاری و مسلم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث ردی ہوتی ہے۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کذاب ہے۔ ابوعلی بن محمد کا بیان ہے کہ یہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ا ص ۳۴۷

اس روایت کو ابو محمد الزعفرانی کی طرح سیف بن محمد نے بھی نقل کیا ہے اور سیف تو ابومعاویہ سے زیادہ بدمعاش ہے۔ موضوعات ج ا ص ۳۴۷

Marfat.com

ذہبی نے میزان میں اس ابومعاویہ کے حال میں تحریر کیا ہے کہ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ نیشاپور اور بغداد جاکر اس نے حمید اور ابن عون سے روایات نقل کرکے بیان کیں۔ اس سے صنعانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی اور ابوزرعہ نے اسے کذاب کہا ہے بخاری کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاکم نے مستدرک میں اس کی ایک منکر حدیث نقل کرکے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۳۔ نسائی لکھتے ہیں عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی متروک الحدیث ہے۔ بدوی ہے۔ نیشاپور چلا گیا تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۶۸۔ دارقطنی لکھتے ہیں اس عبدالرحمان بن قیس الزعفرانی کی کنیت ابومعاویہ، بصرہ کا باشندہ ہے لیکن نیشاپور چلا گیا تھا۔ متروک ہے الضعفاء والمتروکین دارقطنی ص ۱۱۷

سیف بن محمد الکوفی۔ یہ سفیان ثوری کا بھانجا ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں۔ یہ عاصم حول اور اعمش سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمود بن خداش احمد بن ابی سریج اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ سیف کذاب ہے۔ عثمان نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خود تو کذاب ہے۔ لیکن اس کا بھائی عمار ثقہ ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ دارقطنی وغیرہ کہتے ہیں متروک ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ سیف اور عمار ہر دو سفیان ثوری کے بھانجے ہیں لیکن دونوں قوی نہیں بلکہ قوی ہونے کے قریب بھی نہیں۔

میزان ج ۲ ص ۲۵۶

دارقطنی لکھتے ہیں سیف بن محمد سفیان ثوری کا بھانجا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اعمش، حصین اور ثوری سے روایت کرتا ہے متروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۰۳۔ محشی حاشیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کہتے ہیں کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابن حبان کہتے ہیں انسان جب بھی اس کی حدیث سنے تو اسے اس کی گواہی دینی چاہیے کہ یہ روایت اسی سیف نے وضع کی ہے۔ حاشیہ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۱۰۳

نسائی لکھتے ہیں کہ سیف بن محمد ثقہ اور مامون نہیں ہے متروک ہے۔

کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۵۰

اے علیؓ تو میرا وارث ہے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تو میرا وارث ہے۔

غالباً ابن عباسؓ نے یہ بات خلفاء ثلثہ کے اٹھ جانے کے بعد کہی ہو گی ورنہ ہم نے تو تاریخ طبری میں یہ پڑھا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کیا تو وہ بصرہ کا تمام خزانہ اپنے ساتھ لے گئے اور یہ بھی کہتے چلے گئے کہ ابھی تو میں نے اپنا حق وصول بھی نہیں کیا۔

اس لحاظ سے ابن عباسؓ خود کو وارث سمجھتے تھے۔ اصل بات ہے کہ یہ سب جھوٹ بغیر اسکیم کے تیار ہوا۔ ورنہ شاید یہ اختلاف واقع نہ ہوتا۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ یہ روایت مامون کے زمانہ تک خلفاء بنی عباس میں چکر کاٹتی رہی۔ اور کسی عباسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ وراثت لوٹا دیتا۔ بلکہ جو اولاد علیؓ میں سے وراثت کا نعرہ لگا کر مقابلہ پر آ رہے تھے انہیں قتل کیا جاتا رہا۔

ابن الجوزی لکھتے ہیں یہ روایت ابنزآری نے تیار کی ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص۳۴۶۔ ابنزآری صاحب کا حال ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے بقول حضورؐ نے معراج میں جنت کے سب پھل کھائے ان سے آپ کی پشت میں پانی تیار ہوا۔ واپس آ کر خدیجہؓ سے ہم بستر ہوئے اور فاطمہؓ وجود میں آئیں۔ اور چونکہ معراج ہجرت سے ایک سال

Marfat.com

قتل ہوئی جب کہ خدیجہؓ وفات پا چکی تھیں ۔ لہٰذا پہلے آپ چراغِ زیبا لے کر یہ تلاش کیجئے کہ فاطمہؓ کی والدہ کون ہیں ۔

ثانیاً اس اعتبار سے جب فاطمہؓ ڈھائی سال کی ہوئیں تو حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ اس طرح فاطمہؓ اپنے بیٹے حسنؓ سے بقول شیعہ زیادہ سے زیادہ ساڑھے تین سال بڑی تھیں ۔ اے سنیو تم اب بھی نہیں سمجھے تو تم کو خدا سمجھے ۔

علیؓ کی خلافت

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں اس رات حضورؐ کے ساتھ تھا جس رات جنات آئے۔ حضورؐ لمبے لمبے سانس لینے لگے اور فرمایا میرا سانس رک رہا ہے اے ابن مسعودؓ۔ میں نے عرض کیا تو آپ کسی کو خلیفہ بنا دیجئے ۔ آپ نے فرمایا کسے خلیفہ بناؤں ۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے۔ جب ایک ساعت گزر گئی تو آپؐ نے پھر زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ۔ کیا بات ہے ۔ آپؐ نے فرمایا مجھے میرا سانس رکتا ہوا محسوس ہوتا ہے ۔ میں نے عرض کیا تو جلدی سے آپ خلیفہ بنا دیجئے ۔ آپ نے فرمایا کس کو میں نے عرض کیا علیؓ بن ابی طالب کو ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ اگر تم علیؓ کی اطاعت کرو گے تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۔

تاریخ میں لیلۃ الجن کے نام سے جو واقعہ مشہور ہے وہ ابتدائے نبوت میں ہے اور کوئی صحابی اس میں شریک نہ تھا ۔ اگر آپؐ واقعتاً علیؓ بن ابی طالب کو اس وقت خلیفہ بنا رہے تھے تو خود سبائی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ تو علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے لیکن لوگوں کے ڈر سے ایسا نہ کر سکے ۔ حتیٰ کہ خم غدیر کے موقعہ پر آپؐ کو ڈانٹ پلائی گئی تو آپ نے اعلان فرمایا ۔ اور لیلۃ الجن کے موقعہ پر حضرت علیؓ خود بچہ تھے اور اس وقت تک وہ حضورؐ کے داماد بھی نہ بنے تھے ۔ بلکہ بقول شیعہ حضرت فاطمہؓ بھی پیدا نہ ہوئی تھیں ۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور تمام الزام مینا پر واقع ہوتا ہے۔

مینا:- اور مینا عبد الرحمان رضؓ بن عوف کا غلام ہے حد درجہ غالی شیعہ تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ مینا ثقہ نہیں "یہ تو اپنی ماں کی پیشاب گاہ چاٹتا رہتا ہے" حتیٰ کہ اس نے صحابہ کرام کے بارے میں بھی بونا شروع کر دیا۔ ابوحاتم رازی کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات ج ا صفحہ ۳۷۶۔ یہ غالی شیعہ تھا۔ تمام ناقدین حدیث اس کے کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفاء للدارقطنی صفحہ ۱۵۱۔ کتاب الضعفاء للنسائی صفحہ ۱۔

یہ تو عبد الرزاق بن ہمام کے دادا کا حال تھا۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے عرض کیا جا چکا ہے حتیٰ کہ یحییٰ بن معین جیسا سخت انسان بھی یہ کہہ اٹھا کہ (اگر عبد الرزاق مرتد بھی ہو جائے گا تو ہم اس کی روایت ترک نہ کریں گے) غالباً ہمارے قارئین مرتد ہونے کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے لیکن یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ دادا اور اس کے پوتے کے حال سے تو ہم واقف ہو گئے لیکن درمیان کی کڑی یعنی بادا جان کا کیا حال ہے۔ کیونکہ یہ روایت اپنے بادا جان کے واسطے سے پیش کر رہے تھے تو اس کا حال بھی امام ذہبی کی زبانی سن لیجئے۔

ہمام:- یہ عبد الرزاق کے والد ہیں۔ ان سے عبد الرزاق کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ ان کی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۰۹۔

اے علیؓ جب تم عائشہؓ پر غالب آؤ تو اسے امن کی جگہ پہنچا دینا

حضرت ابورافعؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ عنقریب تیرے اور عائشہؓ کے درمیان ایک معاملہ پیش آئے گا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ میں نے دوبارہ عرض کیا میرے ساتھ۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت تو میں بہت ہی بدبخت ہوں گا۔ آپؐ نے فرمایا

Marfat.com

نہیں۔ (یعنی تم بدبخت نہیں ہوگے) لیکن جب ایسا واقعہ پیش آئے تو عائشہؓ کو امن کی جگہ لوٹا دینا۔ مسند احمد ج ۶ ص ۳۹۳

ابو اسماء:۔ حضرت ابو رافعؓ سے یہ کہانی نقل کرنے والے ابو اسماء مولیٰ بنی جعفر ہیں۔ اتفاق سے مجھے ان کا حال تلاش کے باوجود نہیں ملا۔

محمد بن ابی یحییٰ:۔ ابو اسماء سے یہ کہانی نقل کرنے والے محمد بن یحییٰ سمعان الاسلمی ہیں مدینہ کے باشندہ تھے۔ ان سے ان کے بیٹے ابراہیم اور قطان نے روایات لی ہیں۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ قطان نے اس پر کلام کیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۶۶

اس کے علاوہ کوئی اور محمد بن ابی یحییٰ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

فضیل بن سلیمان:۔ یہ نمیری بصری ہیں۔ ان سے اصحاب ستہ نے روایات لی ہیں۔ انہوں نے منصور بن ابی صفیہ، عمرو بن ابی عمرو اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات لی ہیں۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ابو زرعہ کا بیان ہے کہ یہ کمزور ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی چند احادیث گنوائیں جن میں غرابت پائی جاتی تھی۔ میزان ج ۳ ص ۳۶۱

رہے امام احمد کے استاد حسین بن محمد وہ بھی بہت سے ہیں جن میں سے کچھ ثقہ ہیں اور بیشتر ضعیف ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ روایت ابو اسماء مولیٰ بن رافع نے وضع کی ہے جس کا کوئی اتہ پتہ معلوم نہیں۔

پیتل کا بت اکھاڑنا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلے یہاں تک ہم خانہ کعبہ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ اور آپؐ میرے مونڈھے پر چڑھ گئے میں آپؐ کو لے کر اٹھنے لگا۔ لیکن مجھے کمزوری محسوس ہوئی۔ آپؐ نیچے اتر آئے اور خود بیٹھ گئے۔ اور فرمایا میرے

Marfat.com

مونڈھے پر چڑھ جاؤ میں آپ کے مونڈھے پر چڑھ گیا اور آپ مجھے لے کر کھڑے ہوئے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں آسمان کے افق کو چھو لوں گا۔ غرض میں خانہ کعبہ کی چھت پر سوار ہو گیا۔ اور ایک پیتل یا تانبے کا بت تھا۔ میں نے اسے دائیں بائیں آگے پیچھے زور سے ہلایا یہاں تک کہ میں نے اسے اپنے قبضے میں کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے پھینک دو۔ میں نے اسے نیچے پھینک دیا۔ وہ اس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسے شیشہ چکنا چور ہو جاتا ہے۔ پھر میں اوپر سے اتر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم مکانوں کے درمیان روپوش ہو گئے۔ ہمیں ڈر تھا کہ کوئی ہمیں دیکھ نہ

لے۔ مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۲

واقعہ کی نوعیت سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ مکہ میں چھپ کر بت کو گرانے کے لیے پہنچے۔ مطلب بغیر اس کے کچھ نہیں ہو سکتا ... روپوش رہنا چاہتے ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرزمین مکہ میں اس قسم کی کوئی حرکت کی جاتی تو اس کا شبہ لازماً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا جاتا۔ لہٰذا یہ اصل واقعہ پر پردہ ڈالنے والی بات ہے۔ تاکہ لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی جا سکے کہ کعبہ کے بت اکھاڑنے والے سب سے پہلے علیؓ ہیں۔ حالانکہ اگر ہجرت سے قبل اس قسم کا حادثہ رونما ہوتا تو اہل مکہ حضور کو ہرگز نہ بخشتے۔ لیکن راوی اس حصہ کو کھا گیا۔

ہم پہلے حصہ میں بیان کر چکے ہیں کہ جس شخص کو حضورؐ نے کاندھے پر اٹھایا تھا وہ علیؓ بن زینبؓ تھے۔ علیؓ بن ابی طالب نہ تھے اور یہ واقعہ فتح مکہ کے وقت پیش آیا تھا۔ راوی اس بات کو ہضم نہ کر سکے انہوں نے اس واقعہ کو حضرت علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ جوڑ دیا لیکن قصہ گھڑتے وقت یہ بھول گئے کہ ہجرت سے قبل یہ ممکن ہی نہ تھا۔

۲۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ پیتل یا تانبے کا بت یا برتن وہ کبھی شیشے کی طرح چکنا چور نہیں ہوتا۔ بے شک اس کی صورت و ہیئت تو بگڑ جائے گی لیکن وہ اس طرح ٹوٹتا نہیں۔ اور ہم حضرت علیؓ

Marfat.com

کو اتنا کم عقل تصور نہیں کرتے جو اتنی بات بھی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس واقعہ کے راوی نے کبھی پیتل یا تانبے کا برتن بھی نہ دیکھا ہو۔ اور چونکہ ہم ہندوستان کے رہنے والے ہیں۔ ہم ان دھاتوں کی خصوصیات سے بھی واقف ہیں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کعبہ کی بلندی سے جو بت نیچے پھینکا گیا تھا وہ شیشہ کا بنا ہوا ہو۔ لیکن اس کی آواز خود اتنی ہیبت ناک ہوگی کہ قرب و جوار کے سینکڑوں لوگ اٹھ گئے ہوں گے۔

ابو مریم:- حضرت علیؓ سے اس کہانی کو نقل کرنے والا ایک ابو مریم ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ ہم بھی اس کے حال سے باخبر نہیں ہو سکا۔

نعیم بن حکیم:- ابو مریم سے یہ کہانی نقل کرنے والا نعیم بن حکیم ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد میں مروی ہیں۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ ابو مریم سے نعیم روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔ ابن سعد لکھتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی کا بیان ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۴ صفحہ ۲۶۷

اسباط بن محمد القرشی:- کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق موالی قریش سے ہے۔ اعمش اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ اس سے امام احمد اور ابن نمیر وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ مصنفین صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن عمار الموصلی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے تین ہزار روایات سنی ہیں۔

یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ کہا ہے لیکن اہل کوفہ اسے ضعیف کہتے

نسائی کا بیان ہے کہ اس راوی میں کوئی حرج نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اسے بسا اوقات وہم ہوتا ہے۔

حسن بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے ابن مبارک سے اسباط اور ابن فضیل کے بارے میں دریافت کیا۔ وہ خاموش ہو گئے لیکن چند روز کے بعد جب مجھے دیکھا تو بولے اے حسن ہم اپنے ساتھیوں کو ان دونوں سے راضی نہیں پاتے۔

Marfat.com

ابن سعد کا بیان ہے کہ اس کا ۳۲ھ کی ابتداء میں انتقال ہوا۔ ہارون بن حاتم کا بیان ہے کہ یہ ۱۰۵ھ میں پیدا ہوا۔

آخری وصیتیں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ایک طباق لاؤ جس میں ایسی باتیں تحریر کر دی جائیں کہ امت آپؐ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے خطرہ یہ پیدا ہوا کہ حضور اس سے قبل ہی وفات نہ پا جائیں۔ لہذا میں نے عرض کیا آپ ارشاد فرمائیں میں ہوشمندی کے ساتھ یہ باتیں یاد رکھوں گا۔ آپ نے نماز، زکوۃ اور لونڈی غلاموں کے بارے میں وصیت کی۔ مسند احمد ج ۱ ص ۹

اصل میں تقیہ جزو ایمان ہے۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے تقیہ کر لیا۔ اور عام باتوں کا حکم دے کر چلتا کر دیا۔ حالانکہ وفات کے وقت کچھ پوشیدہ امور بیان کرنے چاہتے تھے۔ لیکن اتفاق یہ پیش آیا کہ حضرت علیؓ وہاں موجود ہی نہ تھے۔ بخاری نے اسود بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے ام المومنین عائشہؓ کے روبرو اس کا تذکرہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا ہے۔ انہوں نے فرمایا حضرت علیؓ کو کب وصیت کی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی کہ آپ نے پانی کا طشت مانگا اور میری گود میں جھک پڑے مجھے معلوم بھی نہ ہو سکا کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو انہوں نے وصیت کس وقت کی تھی۔ بخاری ج ۱ ص ۳۸۲

یعنی وفات کا آخری وقت حضرت عائشہؓ کے پاس گزرا۔

یہ بھی حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ام المومنینؓ کے سینہ پر ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی عبدالرحمانؓ کو بلا لے تاکہ میں ان کے لئے کچھ کہہ دوں میں نے اٹھنا چاہا لیکن آپ اپنے سہارے نہ بیٹھ سکے تو آپ نے فرمایا اچھا رہنے دے کیونکہ اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو قبول نہ کریں گے

Marfat.com

اسی لئے تو میں نے عرض کیا تھا کہ حضور ؐ نے حضرت علی رضؓ کو دیکھ کر تقیہ کر لیا ہوگا۔ اور پھر صحابہ بھی تقیہ کئے رہے کہ انہوں نے حضرت علی رضؓ کو کبھی خلیفہ نہ بننے دیا۔ اور یہ تقیہ قاتلین عثمان رضؓ کے ذریعہ ختم ہوا چونکہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ ہے۔ لہٰذا ہم آج تک اس پر عمل پیرا ہیں۔

سورۂ توبہ کا قصہ

زید بن یثیع نے حضرت ابوبکر رضؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہل مکہ کے پاس سورت برأت دے کر روانہ کیا کہ یہ سورۃ اہل مکہ کو سنا دینا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے اور جنت میں مسلم کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور جس کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی مدت معین ہو تو وہ اپنی مدت تک برقرار رہے گا۔ اور اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ابوبکر رضؓ لوگوں کو لے کر تین رات تک چلے۔ پھر آپ نے علی رضؓ سے فرمایا جاؤ ابوبکر رضؓ سے ملو اور اسے میرے پاس بھیج دو اور تم خود اہل مکہ کے سامنے اس اعلان کو پہنچاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ علی رضؓ نے یہی کیا۔
ابوبکر رضؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو رونے لگے اور بولے یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے بارے میں خیر کے علاوہ کوئی بات نازل نہیں ہوئی لیکن مجھے حکم دیا گیا تھا کہ ان آیات کو میرے یا اس شخص کے علاوہ کوئی نہ پہنچائے جو مجھ سے ہو۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۔

زید بن یثیع الہمدانی:۔ حضرت علی رضؓ اور ابوذر رضؓ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے ابو اسحاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ اس کی روایات ترمذی اور مسند احمد میں پائی جاتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۰۱۔

ذہبی نے اس کے علاوہ کچھ تحریر نہیں کیا لیکن میزان میں ذکر کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اسے ضعیف سمجھتے ہیں۔ لیکن ہمیں آج تک اس کی جتنی روایات نظر آئی ہیں ان سب کا

Marfat.com

تعلق فضائل علیؓ سے ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی سبائی بچہ ہے۔

اتفاق سے اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں ہے جو تشیع کے اثرات سے پاک ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ جب درمیان ہی سے واپس آ گئے تو ان کے حج کا کیا ہوا۔ راوی اپنی عجلت میں یہ بھی بھول گیا کہ اس طرح سے زبردستی ایک حج قضا ہو جائے گا۔ اور اس حج کی ادائیگی کا کہیں ذکر نہیں۔

اس مضمون کی ایک اور روایت حنش نے حضرت علیؓ سے نقل کی ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت برأت کی دس آیات نازل ہوئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو بلایا اور انہیں اس کام کے لئے بھیجا کہ جا کر یہ آیات اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب کیا اور فرمایا تمہیں ابوبکرؓ جہاں بھی ملیں ان سے دستاویز لے لینا اور اسے اہل مکہ کے پاس لے کر جانا اور انہیں پڑھ کر سنانا۔ ابوبکرؓ سے میں جحفہ پہنچ کر ملا۔ ان سے وہ دستاویز لی۔ ابوبکرؓ وہیں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ گئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کچھ نازل ہوا۔ حضور نے فرمایا نہیں لیکن جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ آپ کی طرف سے کوئی شخص اس کام کو ادا نہیں کر سکتا یا تو آپ خود کریں گے یا آپ کے خاندان کا کوئی فرد کرے گا۔ (مسند احمد)

حنش:- اس روایت کو حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا حنش نامی حضرت علیؓ کا شاگرد ہے جو حنش السبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ دمشق کا باشندہ ہے۔ مصر میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ اسے ابن عبداللہ اور ابن علی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابورشدین ہے۔ افریقہ میں آکر مقیم ہو گیا تھا۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔ اس نے حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، فضالہؓ بن عبید اور دیگر لوگوں سے روایات لی ہیں۔ اور اس سے بکر بن سوادہ، ابو کثیر الجلاح، قیس بن الحجاج اور اہل مصر روایات لیتے ہیں۔

اسے ابوزرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوحاتم نے بھی اسے نیک کہا ہے لیکن ہم نے دیگر محدثین

Marfat.com

کو اسے حجت سمجھتے نہیں دیکھا۔ اس نے ۸۰ھ میں افریقہ میں انتقال کیا۔

سماک:- اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محمد بن جابر:- سماک سے نقل کرنے والا محمد بن جابر الیمامی الحیمی ہے۔ حبیب بن ابی ثابت قیس بن طلق اور یحییٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے اس کے اساتذہ میں سے ایوب اور ابن عون۔ سفیان اور شعبہ جو اس سے مقدم ہیں اور بعد کے لوگوں میں لوین مسدد اور اسحاق بن اسرائیل وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کا آخر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ اور اس کے لکھے ہوئے مسودات ضائع ہو گئے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ اس سے بھی زیادہ بدمعاش ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں اس سے تو وہی احادیث روایت کرے گا جو اس سے زیادہ شری ہو گا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ دراصل یہ نابینا تھا۔ اس کی لکھی ہوئی یادداشتوں میں لوگ روایات ملاتے رہتے۔ اور جب اس کے سامنے ان روایات کا ذکر آتا وہ انہی کو بیان کرنا شروع کر دیتا۔

اسحاق بن عیسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن جابر سے ایک روز شریک کی ایک روایت کے بارے میں مذاکرہ کیا۔ میں نے اس کی دستاویز دیکھی تو دو سطروں کے درمیان عمدہ خط میں کچھ تحریر تھا۔

اس محمد بن جابر نے اعمش اور ابو الوداک کے واسطے سے حضرت ابو سعید سے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ہم میں قائم ہوگا۔ ہم میں منصور ہوگا۔ ہم میں سفاح ہوگا اور ہم میں مہدی ہوگا۔ قائم کو خلافت ایسے ملے گی کہ ایک ڈھال بھی خون بہانا نہ پڑے گا جہاں تک منصور کا تعلق ہے اس کا کوئی جھنڈا لوٹایا نہ جائے گا۔ سفاح خوب مال اور خون بہائے گا۔ اور مہدی زمین اس طرح عدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔

Marfat.com

یہ روایت خطیب نے توم عبداللہ کے بارے میں نقل کی ہے اور یہ خبر انتہائی منکر ہے میزان ج ۲ ص ۲۹۶

اس صورت میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

اصل نہیں۔

ان دونوں روایات کا یہ حال ملاحظہ کرنے کے بعد اب [illegible] ملاحظہ فرما لیجئے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ نے اس حج میں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امیر بنایا تھا ابوہریرہؓ کو اس جماعت کا امیر بنایا کہ جو لوگوں میں یہ اعلان کرتی تھی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا برہنہ طواف نہ کرے۔

حمید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کو سورت برات پڑھ کر سنائیں۔

ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے ہمارے ساتھ مل کر قربانی کے دن سورۂ برات کا اعلان کیا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی بیت اللہ کا ننگے طواف نہ کرے۔ بخاری ج ۲ ص ۶۷۱

اس رویت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نہ ابوبکرؓ واپس آئے تھے اور نہ حضرت علیؓ امیر کی حیثیت سے گئے تھے بلکہ صرف سورۂ برات سنانے کے لئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی برادری سسٹم قائم نہ تھا جس پر عمل پیرا ہونے کے لئے حضرت علیؓ کو بھیجا گیا ہو۔

اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ فرمایا

Marfat.com

عنقریب تم پر ایک جنتی داخل ہوگا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تم پر ایک جنتی جوان داخل ہوگا۔ جابرؓ کا بیان ہے کہ عمرؓ آگئے۔ پھر فرمایا عنقریب تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا۔ پھر اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ اس آنے والے کو علیؓ بنا دیجئے۔ نتیجتاً علیؓ آگئے۔

مسند احمد ص ۳۸ ج ۳

اوّل تو اس روایت میں متعدد عیوب ہیں۔

۱۔ اس کا ایک راوی عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب [illegible] ہے۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ ایک جماعت نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے بن محمد بن عقیل ضعیف ہے۔

علی بن المدینی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی کتابوں میں ابن عقیل کا ذکر تک نہیں کیا لیکن احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ نے اسے حجت سمجھا ہے۔

ابوحاتم وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں میں اسے حجت نہیں سمجھتا۔ ترمذی کہتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن بعض حضرات نے حافظہ کے باعث اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا حافظہ بہت ردی تھا۔ حدیث کو صحیح طور پر بیان نہ کر سکتا لہذا اس کی روایات سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ احمد بن حنبل۔ اسحاق بن راہویہ اور حمیدی اس کی حدیث کو حجت سمجھتے۔ لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے کہ یحیی بن سعید اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ کچھ لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ عبداللہ بن عقیل نیک شخص تھا۔ عابد تھا، فاضل تھا لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ ابواحمد الحاکم کا بیان ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ قابل اعتماد نہ تھا۔

ابوزرعہ کا بیان ہے کہ یہ سند میں اختلاف کرتا تھا۔ فسوی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے لیکن اس کی حدیث میں ضعف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۸۴

اس عبداللہ بن محمد بن عقیل سے یہ روایت شریک بن عبداللہ نے نقل کی ہے۔ اس کا

ہم تفصیلی حال بیان کر چکے ہیں کہ یہ نہایت بدلودار قسم کا رافضی تھا۔ اور میرے نزدیک اس روایت میں تمام گڑ بڑ اسی نے پھیلائی ہے۔ اور اصل روایت اس طرح مروی تھی۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغیچہ میں داخل ہوئے۔ اور مجھے باغیچہ کی نگرانی کے لئے متعین فرمایا۔ اتنے میں ایک شخص اجازت طلب کرتا ہوا داخل ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اسے اجازت دو اور جنّت کی بشارت دو۔ اچانک دیکھا تو وہ ابوبکرؓ تھے۔

پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اسے بھی اجازت دو۔ اور جنّت کی بشارت دو۔ دیکھا تو وہ عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص اجازت طلب کرتا ہوا حاضر ہوا۔ آپ کچھ دیر خاموش رہے اور فرمایا اسے بھی اجازت دو اور ایک بڑی آزمائش کے بعد جنّت کی بشارت سنا دو۔ اتفاق سے وہ عثمانؓ بن عفان تھے۔ بخاری ج ا صــ۵۲۲ـ۔

شریک نے پہلی گڑ بڑ تو یہ کی کہ روایت کو ابوموسیٰؓ کے بجائے جابرؓ کی جانب منسوب کر دیا اور عثمانؓ کی بجائے علیؓ کا نام لے دیا حالانکہ ایک اور روایت ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے۔ ان کے بعد پھر عمرؓ پھر عثمانؓ اور اس کے بعد ایک صحابی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہ دیتے تھے بخاری ج ا صــ۵۲۳ـ

الغرض اس روایت میں عثمانؓ کے بجائے علیؓ کا نام شریک بن عبداللہ نے اپنی جانب سے لگایا ہے۔ کیونکہ ابوداؤد الرہاوی نے اس سے یہ عقیدہ نقل کیا ہے "کہ علیؓ خیر البشر ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اس نے کفر کیا" اس لحاظ سے یہ بھی اس کی کرم فرمائی ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام باقی رہ گیا۔

اللہ اعلیٰ ہے اور علیؓ علی ہیں

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علیؓ نور سے پیدا کئے گئے تھے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اس سے دو ہزار سال قبل ہم عرش

Marfat.com

کے دائیں طرف تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمیں مردوں کی پشتوں میں ڈال دیا۔ حتیٰ کہ ہمیں عبد المطلب کی پشت میں کیا۔ پھر ہمارے نام اپنے نام سے وضع کئے۔ پس اللہ محمود ہے میں احمد ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے۔ اور علی علیؓ ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے۔

جعفر بن احمد : یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ جعفر احادیث وضع کرتا۔ الموضوعات ج ۱ صفحہ ۳۲۱۔ (اور لطف یہ ہے کہ اس جعفر کا دادا بھی علی تھا)

ذہبی میزان الاعتدال میں رقمطراز ہیں۔

جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ۔ اس کی کنیت ابو الفضل ہے۔ یہ ابن ابی العلا کی کنیت سے مشہور ہے۔ ابن عدی نے اس کا نسب بیان کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے ۲۹۹ اور ۳۰۴ میں اس سے روایات لکھی تھیں اور میرا خیال ہے کہ اسی سن میں اس کا انتقال ہوا اس نے بہت سی موضوع احادیث بیان کی ہیں ہم اس پر وضع حدیث کا الزام لگاتے بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ یہ رافضی تھا۔

ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔ احادیث وضع کیا کرتا۔

اس کے بعد ذہبی نے اس کی منکرات پیش کیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۸۶

صدیق اکبر حضرت علیؓ ہیں

جعفر بن محمد نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا میثاق (الست) میں میرے روبرو میری امت ذروں کی شکل میں پیش کی گئی مجھے پیش ہونے والوں کے نام بھی بتائے گئے اور ان کے باپوں کے نام بھی۔ تو سب سے اوّل جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علیؓ بن ابی طالب تھے۔ لہذا دنیا میں بھی

Marfat.com

مجھ پر سب سے اوّل ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والا علیؓ ہے۔ لہٰذا وہی صدیق اکبر ہے۔

یعنی یہ سنیوں کا ایک فریب ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کو صدیق اکبر بنا لیا۔ ابن جوزی کا بیان ہے ہمیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ روایت جناب ذارع نے تیار کی ہے۔

ذارع :- اس کا نام احمد بن نصر ہے ذارع کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی لکھتے ہیں اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جو منکر ہیں۔ جو اس کے غیر ثقہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

صدقتہ بن موسی بن تمیم :- یہ اپنے باپ کے واسطے سے حمید الطویل سے بھی روایات نقل کرتا ہے لیکن اس سے بجز ذارع کے کسی نے روایت نہیں لی۔ اور وہ کذاب ہے۔ بلکہ ذارع اکثر روایات اسی سے نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳

ہمیں سبائی برادری سے صرف یہ سوال کرنا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے حضرت علیؓ نابالغ تھے اور نابالغ کا ایمان اور عدم ایمان قابلِ مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر اس کے باوجود حضرت علیؓ کے ایمان کو اتنا ہی اچھالنا ہے تو حضورؐ کی صاحبزادیاں کس زمرے میں شمار ہوں گی۔

رہا صدیق اکبر ہونے کا مسئلہ تو اگر وہ اس وقت بالغ ہوتے تو شاید یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا۔ جب کہ بیان کرنے والے یہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان ۲ھ میں جنگ بدر کے وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۲ سال تھی تو اعلان نبوت کے وقت ان کی عمر پانچ سال ہوئی۔ ہاں بقول ملا باقر جب وہ پیدائش کے تیسرے دن سورۃ المؤمنون کو اس وقت تلاوت کر سکتے ہیں جب کہ حضورؐ کو ابھی نبوت بھی نہ ملی تھی تو اس لحاظ سے بے شک وہ پہلے مومن ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں اشکال یہ واقع ہوگا کہ بقول ملا باقر ان کی والدہ تو اس وقت ایمان لے آئیں تھیں جب حضرت علیؓ پیدا بھی

Marfat.com

نہ ہونے تھے۔ اس لحاظ سے سب سے پہلی مومنہ فاطمہؓ بنت اسد ہوئیں۔

یہ روایت ابزاری نے ابنؓ عباسؓ سے بھی نقل کی ہے ان کے الفاظ ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ بات کہتے سُنی۔ علیؓ کو کچھ کہنے سے باز رہو کیونکہ علیؓ میں کچھ ایسی خصلتیں ہیں کہ آل خطاب میں ان میں سے ایک بھی ہوتی تو وہ مجھ پر سورج طلوع ہونے سے بہتر ہوتی۔

صورت حال یہ ہے کہ میں، ابوبکرؓ اور ابوعبیدہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ گئے اور اُم سلمہؓ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اور علیؓ اس وقت دروازے پر سو رہے تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے آئے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وہ ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ہم آپ کی طرف بڑھے آپ نے حضرت علیؓ پر ٹیک لگا لی۔ پھر علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا۔

اے علیؓ تو جھگڑنے والا ہے اور تجھ سے لوگ جھگڑیں گے۔ پہلی بات تو تو سب سے اول ایمان لایا۔ تو اللہ کے دنوں کو سب سے زیادہ جانتا۔ تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا۔ سب سے زیادہ تقسیم کرنے والا، رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، اخلاق کے لحاظ سے تو سب سے زیادہ عظیم، تو میرا بازو، مجھے غسل دینے والا، مجھے دفنانے والا، ہر سخت اور مکروہ کام میں سب سے آگے اور میرے بعد تو کافر نہ بنے گا (اگرچہ بقیہ صحابہ سب کافر ہو جائیں گے۔) تو لواء الحمد لے کر میرے آگے چلے گا۔ اور تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب علیؓ کی وفات ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ زندگی گذارنے میں کشادہ ہاتھ۔ مفلسوں پر مال خرچ کرنے والے۔ تنزیل کے عالم۔ تاویل کے فقیہ اور ہم عصروں میں سب سے بہتر تھے۔

ابنِ جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث باطل ہے۔ اور یہ ابزاری کی تیار کردہ ہے۔ اور وہ کذاب تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۴۴۔

ذہبی حسن بن عبید اللہ الابزاری کے حالات میں لکھتے ہیں۔ اس سے حمزہ خلدی نے روایت لی ہے۔ یہ کذاب ہے۔ اس کے پاس تو حیا بھی کم تھی۔ ذہبی مزید لکھتے ہیں کہ اس کا اصل نام حسن بن عبید اللہ نہیں۔ بلکہ حسین بن عبید اللہ ہے۔ میزان ج ا ص۵۰۲

پھر ذہبی حسین بن عبید اللہ بن الخصیب الابزاری البغدادی کے حال میں رقم طراز ہیں کہ یہ ہناد بن السری وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ احمد بن کامل کا بیان ہے کہ یہ کذاب تھا۔

اس کے کذب و اختراع میں سے یہ روایت بھی ہے کہ جس رات مجھے معراج ہوئی جبرئیل مجھے جنت میں لے گئے۔ اور جنت کے سب پھل کھلائے۔ جس سے میری پشت میں پانی پیدا ہوا۔ نتیجۃً خدیجہؓ فاطمہؓ سے حاملہ ہوئیں۔ جب میں فاطمہؓ کا پیار لیتا ہوں تو مجھے ان پھلوں کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ میزان ج ا ص۵۴۲۔

معراج ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوئی۔ جب حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو چکا تھا۔ تو پہلے تو ہمیں یہ بتایا جائے کہ فاطمہؓ کی ماں کون ہیں۔ اور جب فاطمہؓ کا حمل معراج کے بعد ٹھہرا تو ہجرت سے دو ایک ماہ قبل فاطمہؓ پیدا ہوئیں یعنی جب حضرت علیؓ کے نکاح میں گئیں تو ان کی عمر دو سال تھی اور جب ان کے صاحبزادے حسن پیدا ہوئے تو ان کی عمر تین سال تھی۔ تو بات یہ ہے کہ ہم سنی ہیں اور سن سن کر ایمان لائے ہیں۔ لہٰذا اب عمر عائشہؓ کے بجائے یہ مسئلہ پیدا ہوگا کہ کیا حضرت فاطمہؓ تین سال کی تھیں جب ان کے بچہ پیدا ہوا۔؟

یہ روایت حضرت ابوذرؓ سے بھی مختلف الفاظ میں مروی ہے۔ جس کے الفاظ ہیں کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کے لئے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا۔

اے علیؓ تو سب سے پہلے مجھؐ پر ایمان لایا اور تو قیامت کے روز سب سے اوّل مجھؐ سے مصافحہ کرے گا۔ تو ہی صدیق اکبر ہے۔ تو ہی فاروق ہے جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ اے علیؓ تو مومنین کا حبیب ہے اور مال کافروں کا حبیب ہوتا ہے (لہٰذا ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ اور تمام مہاجرین و انصار چونکہ مال دار ہیں۔ لہٰذا کافر ہیں بلکہ ہر وہ شیعہ بھی کافر ہے جس کے پاس مال ہو)۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا راوی

عباد بن یعقوب :- ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے لہذا مستحق ترک ہے۔

علی بن ہاشم :- اس کا ایک راوی علی بن ہاشم ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

محمد بن عبید اللہ :- اس کا ایک راوی محمد بن عبید اللہ ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ عباد بن یعقوب سے بخاری نے بھی اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۲۲۔

ہم عباد بن یعقوب اور محمد بن عبید اللہ کا حال پہلے تفصیلاً پیش کر چکے ہیں۔ لہذا علی بن ہاشم کا حال ملاحظہ ہو۔

علی بن ہاشم بن البرید :- اس کی کنیت ابو الحسن ہے کوفہ کا باشندہ ہے خراز ہے۔ قریش کا غلام ہے۔ ہشام بن عروہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

اس سے امام احمد اور ابن ابی شیبہ کے دونوں بیٹوں نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔

یحییٰ بن معین وغیرہ کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ خود بھی اور اس کا باپ دونوں غالی شیعہ ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ تھا ثقہ لوگوں کے نام سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس کے غلو فی التشیع کے باعث بخاری نے اس کی روایات سے اجتناب کیا۔ وہ اکثر رافضیوں سے اجتناب کرتے ہیں گویا انہیں تقیہ کا خوف لاحق رہتا ہے۔

جعفر بن ابان کا بیان ہے کہ میں نے ابن نمیر کو یہ کہتے سنا کہ علی بن ہاشم تشیع میں حد سے بڑھا ہوا تھا منکر الحدیث تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۰۔

Marfat.com

اے علیؓ میرا اور تیرا جھگڑا نبوت میں ہے

حضرت معاذ بن جبلؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اے علیؓ میں تجھ سے نبوت میں جھگڑا کروں گا۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا نبوت اور ولایت میں اصل جھگڑا نبوت کا باقی رہتا ہے ورنہ اس کے سوا وہ نبی کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ سب کچھ تجھ میں پایا جاتا ہے) اور تو لوگوں سے سات چیزوں میں جھگڑے گا۔ اور قریش میں سے کوئی شخص بھی تجھ سے نہ جھگڑ سکے گا۔ اول تو تو سب سے پہلے ایمان لایا اور پیدائش کے تیسرے دن ہی تمام علوم شہد کی طرح انگلیوں سے چوس لئے تھے اور تو سب سے زیادہ عہد پورا کرنے والا ہے۔ سب سے زیادہ اللہ کا حکم قائم کرنے والا۔ سب سے زیادہ برابر تقسیم کرنے والا۔ سب سے زیادہ رعیت کے معاملہ میں عادل۔ سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا اور قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بلحاظ مرتبہ سب سے بلند ہوگا۔

ہمارے نزدیک مذہب سبائیہ میں حضرت علیؓ کا مقام سب سے بلند و بالا ہے صرف ایک جھگڑا ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس لئے حضورؐ کی غیر حاضری میں جبرئیل حضرت علیؓ کے پاس وحی لاتے رہے۔ اور اس طرح سے چالیس پاروں کا قرآن تیار ہو گیا۔ اور اس قرآن میں کم از کم وہ وحی تو ہر گز ثابت ہی نہیں آئیں جو حضرت علیؓ پر نازل ہوتی رہیں۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اس کے وضع کرنے کا الزام

بشر بن ابراہیم پر ہے۔ ابن عدی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

موضوعات ج ۱ ص ۳۴۳

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ بشر بن ابراہیم انصاری ہے۔ اس پر فالج گر گیا تھا۔ ابو عمرو اس کی کنیت ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ اوزاعی سے ایسی موضوع روایات نقل کرتا ہے جنہیں اور کوئی نقل نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس کا شمار احادیث وضع کرنے والوں میں ہوتا

ہے۔ ابنِ حبان کا بیان ہے کہ اس سے علی بن حرب نے حدیث روایت کی ہے اور در اصل یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی متعدد موضوع روایات نقل کیں جن میں سے پہلی روایت تو یہ ہے کہ جب حضورؐ کسی کام کا ارادہ کرتے تو اپنی انگلی میں دھاگا باندھ لیتے اور آخری روایت وہ ہے جو ہم نے پیش کی۔ میزان ج ۱ ص ۳۱۱

غالباً اسی باعث آج کل بہت سے افراد کرتے کے دامن میں یا رومال میں گرہ باندھ لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں اس سے بات یاد آجائے گی۔

حضرت علیؓ کی محبت شجر و حجر پر لازم ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم ایک روز بازار میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک تربوز دیکھا۔ انہوں نے ایک درہم نکال کر بلالؓ کو دیا اور ان سے کہا یہ تربوز لے لو۔ بلالؓ نے وہ تربوز خرید لیا۔ پس حضرت علیؓ چلے اور ان کے ساتھ ہم بھی چلے حتیٰ کہ انکے مکان پر پہنچ گئے۔ بلالؓ تربوز لے کر آئے۔ علیؓ نے ان سے تربوز لے لیا اور اسے کاٹا۔ پھر اسے چکھا تو وہ کڑوا تھا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ یہ تربوز لو اور اسے لوٹا کر ہمارا درہم لے کر آؤ۔ تاکہ میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں۔ جب بلالؓ واپس آگئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا اے بلالؓ مجھ سے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اس وقت آپؐ کا ہاتھ میرے مونڈھے پر تھا۔

اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ نے تیری محبت ہر بشر، ہر درخت، ہر پھل اور ہر جنگل پر لازم کر دی ہے۔ جو تیری محبت کو قبول کرے گا وہ میٹھا ہو گا اور مزیدار ہو گا۔ اور جو شئے تیری محبت قبول نہ کرے گی وہ خبیث ہو گی اور کڑوی ہو گی۔ اور میرا خیال ہے کہ اس تربوز نے میری محبت کو قبول نہیں کیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس روایت کا واضع برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے۔ کیونکہ عہد و پیمان ان چیزوں سے لئے جاتے ہیں جن میں عقل ہو (گویا اس روایت کے واضع کو اتنی بھی عقل نہ تھی)

Marfat.com

جُندی: اس روایت کا واضع ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن موسیٰ ہے جو جندی کے لقب سے مشہور ہے ابوبکر خطیب کا بیان ہے کہ وہ روایت میں ضعیف سمجھا جاتا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض ہے۔ میں نے اس ابن جُندی کے بارے میں ازہری سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا یہ کچھ نہیں۔ عتیقی کا بیان ہے یہ تشیع میں مشہور تھا موضوعات ص ۳۶۹

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ بغدادی ابن صاعد کا آخری شاگرد ہے۔ شیعہ ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ روایت میں بھی ضعیف تھا اور اس کے مذہب پر بھی اعتراض تھا۔ ازہری کا بیان ہے کہ یہ کوئی شئے نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغوی سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے مخلوق نے روایت لی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۴۰

اچھا ہوا کہ ہمیں بھی ایک نئی پہچان کا علم ہو گیا۔ اب جو بھی پھل کڑوا نکلے گا تو ہم یہی سمجھ جائیں گے کہ یہ حضرت علیؓ کا دشمن ہے اور اگر میٹھا نکلا تو ہم اسے حضرت علیؓ کا محب سمجھ کر مزے لے لے کر کھائیں گے اور اللہ کا شکر ادا کریں گے کہ حضرت علیؓ کے طفیل میں میٹھا پھل حاصل ہوا۔

حوض کوثر پر حضرت علیؓ کا جھنڈا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، حوض کوثر پر امیر المومنین، اور وہ لوگ جن کے ہاتھ پاؤں سپید ہوں گے ان کے امام علیؓ بن ابی طالب کا جھنڈا حوض کوثر پر آئے گا میں اس جگہ سے کھڑا ہوں گا اور علیؓ کا ہاتھ پکڑ دوں گا جس سے ان کا چہرہ اور ان کے ساتھیوں کے چہرے سپید ہو جائیں گے۔ میں ان سے پوچھوں گا میرے بعد تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔

وہ جواب دیں گے کہ ہم نے اس میں سے بڑی شئے کی اتباع کی اور اس کی تصدیق کی اور چھوٹی چیز کی زیارت کی، اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ مل کر قتل کیا اگرچہ بعد میں اسے شہید بھی کر دیا تو میں جواب دوں گا تم خوب سیراب ہو کر پانی پیو، اس کے بعد تم کبھی پیاسے نہ ہو گے۔ ان کے چہرے کا اگلا حصہ طلوع ہونے والے سورج کی طرح چمکتا ہو گا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے یا آسمان کے سب سے روشن

Marfat.com

ستارے کی طرح۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح نہیں، دراصل یہ کوفہ سے تیار ہو کر نکلی ہے۔ اس کی سند بالکل تاریک ہے۔ موضوعات ج ۲ ص ۲۸۹ میں نے جب اس کی روایت کی سند پر غور کیا تو اس میں دو ہستیاں جانی پہچانی نظر آئیں جن میں سے ایک ہستی مشہور زمانہ مؤرخ مسعودی کی ہے۔

ابو عبدالرحمان المسعودی

اس شخص کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے اور تاریخ میں مسعودی کے لقب سے مشہور ہے اس کی تاریخ کا ترجمہ ایچ ایم سعید کمپنی نے شائع کیا ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ مسعودی عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے ہے یہ خالص شیعہ ہے اس پر اعتراضات ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۵۰ اس کے بعد ذہبی میزان کی چوتھی جلد میں اس پر تفصیل بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے۔ اس سے فتنوں کے سلسلہ میں ایک روایت مروی ہے جو اس سے عباد بن یعقوب الرواجنی (رافضی) نے نقل کی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے یہ شیعہ تھا۔

اس نے زید بن وہب الجہنی سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کو گھیرے بیٹھے تھے اس حال میں انہوں نے فرمایا، تمہارا اس وقت کیا حال ہو گا جب تمہارے نبی کے اہل بیت دو حصوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرتے ہوں گے۔ ہم نے پوچھا کہ اے ابو عبداللہ ایسا ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا، میں نے عرض کیا۔ پھر میں کیا کروں، آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دیتا ہو اور اس کو لازم پکڑلو، ذہبی کہتے ہیں یہ حدیث جھوٹ ہے میزان ج ۴ ص ۵۲۶

ہم تو آج تک تاریخ میں یہ تلاش نہ کر سکے کہ حضرت علیؓ کے دور میں اہل بیت کے کون سے دو فرقے بن گئے تھے جو ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے، رہے حضرت حذیفہؓ انہوں نے بخاری میں روایت کیا کہ ایک دور وہ آئے گا جب لوگ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے اور کوئی امام نہ ہو گا، لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے حذیفہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس وقت کیا کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کسی درخت کی جڑ میں بیٹھ جانا اور اسے دانتوں سے تھام لینا حتیٰ کہ تجھے موت آجائے۔

حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ امیر المومنین عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور قوم میں [illegible]

کچھ سپوت کر ایک درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ گئے حتی کہ چالیس دن کے بعد ان کی موت واقع ہو [illegible]

اور سر گھمائے ہیں۔ مسعودیؒ نے [illegible]

حارث بن حصیرہ سے نقل کی ہے اور اس روایت کے [illegible]

کا چہرہ بھی دیکھ لیں تو بہتر ہے۔

حارث بن حصیرہ

یہ شخص قید [illegible] سے تعلق رکھتا ہے اس کی کنیت ابو النعمان ہے [illegible] سے تعلق رکھتا ہے زید بن وہب اور عکرمہ سے روایات [illegible]

مالک بن مغول اور عبد اللہ بن نمیر وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں [illegible] اس لکڑی کا پجاری ہے جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی نسائی کا بیان ہے ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے۔ یہ کوفہ کے [illegible] شیعوں میں داخل ہے۔ زنجی کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے دریافت کیا کہ کیا تو نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہاں ایک بہت بوڑھا تھا۔ اکثر خاموش رہتا۔ لیکن ایک بڑی بات پر اصرار کرتا۔

مسعودی نے اس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسولؐ کا بھائی ہوں جو شخص میرے بعد یہ باتیں کہے وہ کذاب ہے۔ ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ آزاد کردہ شیعوں میں سے تھا اگر سفیان ثوری اس سے یہ روایت نہ لیتے تو اس کی روایت بالکل ترک کر دی جاتی۔ میزان ج ۱ ص ۴۳۲

اس سے جہاں اس روایت کی حیثیت ظاہر ہوئی وہاں یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ مورخ مسعودی خالص شیعہ ہے۔

قیامت کے روز میرا جھنڈا علیؓ کے ہاتھ میں ہوگا

حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ابو برزہؓ اسلمی کو بلانے بھیجا جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا۔ اے ابو برزہؓ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے علی بن ابی طالب کے بارے میں چند عہد لئے ہیں اور فرمایا

کہ علیؓ ہدایت کے رہبر ہیں ایمان کے منارے ہیں اور میرے اولیائے کے امام ہیں، اے ابو برزہؓ علیؓ بن ابی طالب کل قیامت کے روز میرے امین اور میرا جھنڈا اٹھانے والے ہوں گے اور میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کی چابیاں علیؓ کے ہاتھ میں ہوں گی۔

اس کا راوی لاہز بن عبد اللہ ہے۔

لاہز بن عبد اللہ

ابو بکر الخطیب کا بیان ہے کہ اس داستان کو لاہز کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ابو الفتح الازدی فرماتے ہیں لاہز ثقہ نہیں اور نہ یہ شخص مامون ہے۔ بلکہ یہ مجہول ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ لاہز مجہول ہے۔ ثقہ راویوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ اس نے حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک روایت نقل کی ہے۔ اور یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے بھی ان الفاظ میں مروی ہے کہ صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا آپ نے فرمایا جو شخص دنیا میں اٹھاتا تھا یعنی علیؓ بن ابی طالب۔

اس روایت کا راوی ناصح ہے۔

ناصح بن عبد اللہ المحلمی

یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ناصح ثقہ نہیں ہے اور کبھی فرمایا یہ کچھ نہیں فلاس کا قول ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے ابن حبان کہتے ہیں یہ مشہور لوگوں سے منکر روایات نقل کرتا ہے ابو احمد بن عدی کا بیان ہے کہ یہ کوفہ کے شیعہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ابو بکر بن مردویہ نے اس حدیث کو متعدد سندات سے نقل کیا ہے جس میں ایک بھی صحیح نہیں۔ اور مجھے اس حافظ حدیث (ابو بکر بن مردویہ) پر حیرت ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ یہ روایت باطل ہے پھر بھی اس روایت کو نقل کرتا ہے اور جو کچھ جانتا ہے اسے ظاہر بھی نہیں کرتا۔ یہ شریعت میں خیانت ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۸۹

ذہبی لکھتے ہیں، ناصح بن عبد اللہ الکوفی المحلمی الحائک (اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں) یہ سماک بن حرب اور یحیٰ بن ابی کثیر سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے عبد اللہ بن صالح العجلی اور اسماعیل بن عمرو البجلی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔

نسائیؒ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ بخاریؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ فلاسؒ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں اور ایک بار کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔

ذہبیؒ کا بیان ہے کہ یہ عبادت گزار لوگوں میں سے تھا۔ اس نے ایک روایت تو وہ نقل کی ہے جو سطور بالا میں گذری ہے اور ایک روایت حضرت سلمانؓ کی یہ ہے کہ میں نے عرض کیا ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ اب آپ کے بعد آپ کا وصی کون ہوگا؟ آپ کچھ دیر تو خاموش رہے پھر فرمایا اے سلمان میرا وصی، میرے راز کی جگہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو میرے وعدوں کو پورا کریگا۔ اور میرا قرض ادا کرے گا وہ علیؓ بن ابی طالب ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ خبر منکر ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۳۔

بغض علیؓ کے باعث اس امت سے بارش روک لی جائے گی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے اس لئے بارش روکتا تھا کہ وہ اپنے انبیاء کے بارے میں بُری رائے رکھتے تھے اور اس امت سے علیؓ بن ابی طالب کے بغض کے باعث بارش روکے گا۔

حسن بن علی ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کا کہنا ہے کہ یہ روایت میرے نزدیک حسن بن علی الطہرانی نے وضع کی ہے کیونکہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اور عبدانؒ کا بیان ہے کہ یہ حسن کذاب تھا۔

ہم تو صرف اتنی بات جانتے ہیں کہ اس روایت کے راوی خواہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن اولین راوی جو یہ داستان ابن عباسؓ سے نقل کر رہا ہے وہ عکرمہ ہے جو مشہور خارجی ہے وہ حضرت علیؓ کو مسلمان کہنے والوں کو بھی کافر کہتا تھا اور ان کا قتل واجب سمجھتا تھا۔ اس داستان کو سننے اور سنانے والے خود ہی اس کا فیصلہ کرلیں کہ ان تینوں میں سے کون زیادہ جھوٹا ہے۔ عکرمہ، یا یہ قصہ وضع کرنے والے یا اس قصہ کو سچ ماننے والے۔

ابو سعید التستری

ذہبیؒ کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے اسے حسن بن عثمان نے محمد بن حماد الطہرانی سے نقل کیا ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید التستری ہے۔

Marfat.com

اور یہ مشہور کذاب ہے. میزان ج ۱ صـ ۵۱۲ ۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ابن عدی نے ایک اور مقام پر اسے امام وقت قرار دیا ہے۔ ابن ابی حاتم اور دارقطنی نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس پر غلطی کا الزام تو قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس پر وضع حدیث کا الزام کسی نے نہیں لگایا۔ بلکہ اس کا واضع

حسن بن عثمان

ہے۔ کیونکہ اس کی ایک اور روایت کو ابن عدی اور ذہبی نے جھوٹ قرار دیا ہے۔ محمد بن حماد نے اسے عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے اور کافی خرافات اس نے روایت کی ہیں۔ ہم اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

تازہ کھجوروں کی شاخ

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھجوروں کی اس تازہ شاخ کو پکڑنا چاہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے وہ علیؓ بن ابی طالب کی محبت کو لازم پکڑ لے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ اس کا ایک راوی

اسحاق بن ابراہیم

ازدی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ صـ ۳۸۷

یہ اسحاق بن ابراہیم الواسطی ہے جس سے بخاریؒ نے روایت لی ہے۔ ابن عدی اور ازدی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔ دراصل یہ اسحاق بن ابراہیم بن یعقوب بن عباد بن العوام ہے میزان ج ۱ صـ ۱۸۰ جو اسحاق بن ابراہیم الواسطی کے لقب سے مشہور ہے۔

علیؓ سے بغض رکھنے والا خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

بہز بن حکیم نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا جس کی موت اس حال میں ہو کہ اس کے دل میں علیؑ بن ابی طالب کا بغض ہو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا الزام

علی بن قرین

پر ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس نے یہ روایت وضع کی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے خبیث ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ جھوٹ بولتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۸۵

ذہبی رقم طراز ہیں

علی بن قرین عبدالوارث اور منکدر بن محمد بن منکدر سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب خبیث ہے۔ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ موسیٰ بن ہارون وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے اس کی کنیت ابوالحسن ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ بغداد آکر مقیم ہو گیا تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۱

علی بن قرین نے یہ روایت جارود بن یزید سے نقل کی اب ذرا کچھ اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

جارود بن یزید

اس کی کنیت ابوعلی العامری ہے۔ نیشاپور کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوالضحاک [illegible] ہے ابو اسامہ نے کذاب کہا ہے۔ علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں [illegible] ہے کہ یہ ثقہ نہیں نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔

حاکم کا بیان ہے کہ میں نے حافظ محمد بن یعقوب سے بارہا سنا وہ فرماتے تھے کہ ابوبکر الجارودی جب بھی اپنے دادا جارود بن یزید کی قبر کے پاس سے گذرتا تو کہتا اے میرے باپ اگر تو [illegible] والی روایات بیان نہ کرتا تو میں تیری قبر کی زیارت کرتا۔ سراج کا بیان ہے کہ اس جارود کا انتقال ۲۰۳ھ میں ہوا پھر ذہبی نے اس کی متعدد موضوعات نقل کیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۸۵

بخاری لکھتے ہیں کہ جارود بن یزید نیشاپور کا باشندہ ہے منکر الحدیث ہے۔ ابو اسامہ اسے کذاب کہتے ہیں۔ الضعفاء الصغیر ص ۲۶

نسائی لکھتے ہیں کہ یہ جارود نیشاپور کا رہنے والا ہے متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶ [illegible]

Marfat.com

کتاب الضعفاء والمترکین للدارقطنی ص۲۷

علیؓ کے محافظ فرشتے دیگر فرشتوں پر فخر کرتے ہیں

حضرت عمارؓ بن یاسر کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علیؓ بن ابی طالب کے محافظ فرشتے تمام محافظوں پر فخر کرتے ہیں۔ اول تو اس باعث کہ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ ہوتے ہیں اور دوسرے اس باعث کو وہ اللہ کے پاس ایسی چیز لے کر نہیں چڑھتے کہ جس بات پر اللہ ناراض ہو۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ خطیب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں متعدد راوی مجہول ہیں۔ یہ روایت ابوسعید بن الحسن بن علی العدوی کے پاس نظر آئی۔ لوگ اسے مارنے کے لئے لپکے۔ اس نے یہ روایت حسنؓ بن علی بن راشد کے ذریعہ شریک سے نقل کی ہے۔ حالانکہ ابوسعید العدوی مشہور کذاب۔ وضاع اور تہمت باز انسان ہے۔ اور جناب شریک تو شیعوں کے امام ہیں۔ (شہادت علیؓ کے موقع پر کیا فرشتے سو گئے تھے؟)

علیؓ قیامت تک حجت ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے علیؓ کو آتے ہوئے دیکھا۔ فرمایا میںؐ اور یہ شخص قیامت تک میری امت پر حجت ہوں گے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کے وضع کرنے کا الزام مطر پر ہے۔

مطر بن ابی مطر یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث روایت کرتا۔ اس کی روایت بیان کرنا بھی حلال نہیں موضوعات ج ۱ ص ۳۸۳

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

مطر بن میمون۔ اس کا لقب اسکاف ہے۔ قبیلہ محارب سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت انسؓ اور عکرمہ سے

روایت کرتا ہے۔ اس سے عبیداللہ بن موسیٰ اور یونس بن بکیر نے روایات لی ہیں۔ اس کی مرویات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری، ابو حاتم اور نسائی کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے مطر بن ابی مطر بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے اس کی چار روایات نقل کیں جو پہلے بیان ہو چکیں۔ اور سب ماشاء اللہ شیعیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ آخر میں ذہبی کہتے ہیں۔

ان روایات کے وضع کرنے کا الزام مطر یا مطر سے پہلے لوگوں پر ہے۔ کیونکہ عبیداللہ ثقہ ہے، شیعہ ہے لیکن اس قسم کی بکواس کی روایت سے پاک ہے میزان ج ۳ ص۱۲۷۔ لیکن اس قسم کی بکواس کی نقل تو اس کے سر رہی اور بقول امام احمد یہی تو اس عبیداللہ کو دیکھ کر اسے ایسے نظر انداز کر گیا جیسے کوئی کتے کو دیکھ کر آگے بڑھ جاتا ہے ہم بھی اس کتے کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں۔

رہا ذہبی کا یہ کہنا کہ مطر سے اوپر کسی راوی نے وضع کی ہو گی تو مطر سے اوپر تو حضرت انس ہیں جو صحابی ہیں لہذا مطر سے اوپر وضع حدیث کا کوئی سوال نہیں اب جو کچھ بھی الزام واقع ہو گا وہ یا تو مطر پر ہو گا یا عبیداللہ بن موسیٰ پر واقع ہو گا عبیداللہ رافضی کا پارٹ صرف اس باعث ادا کرنا کہ وہ بخاری و مسلم کا راوی ہے۔ دراصل ہمارے علماء کی غلط فہمی ہے وہ تقیہ کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان ائمہ محدثین کے روبرو اس عبیداللہ نے تقیہ سے کام لیا ہو اور اندرون خانہ وہ اس قسم کی روایات بیان کرتا ہو اور اگر بیان نہیں کرتا تو نقل ضرور کرتا اور کسی شیعہ کے بارے میں یہ تصور کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے خود فریبی سے کم نہیں اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ہم تسلیم کر لیں کہ وہ شیعہ نہیں۔ ورنہ شیعیت اور جھوٹ لازم و ملزوم ہیں اور تشیع کی روایت کی رو سے دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین جھوٹ بولنا ہے۔ لہذا یہ امکان خلاف عقل ہے کہ کوئی خالص شیعہ ہو اور خالص جھوٹ نہ بولتا ہو، بلکہ بہ الفاظ دگر شیعہ وہ ہوتا ہے جس نے کبھی سچ بولنا نہ سیکھا ہو۔

اے علیؓ میں دجال نہیں ہوں

حجر بن عنبس کا بیان ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے فاطمہؓ کے لئے پیغام نکاح دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا اے علیؓ یہ تیرے لئے ہے میں کوئی دجال نہیں ہوں ۔

غالباً یہ محسوس ہوتا ہے کہ راوی نے کسی سے دجال کا لفظ سن لیا تھا اس کو کسی جگہ اسے چسپاں کرنا تھا حالانکہ حضرت علیؓ کے نکاح میں تمام کام ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ نے انجام دیئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنے لئے پیغام نہ دیتے تھے بلکہ سب یہ سعی علیؓ کے لئے کئے تھے۔ لیکن طبقہ سبائیہ کو چونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے للّٰہی بغض ہے لہذا اسے ہر صورت میں نکالنا ہے خواہ اس کے لئے واقعہ کی صورت کیوں نہ تبدیل کی جائے ۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے ۔

موسیٰ بن قیس

اس روایت کو موسیٰ بن قیس نے وضع کیا ہے۔ اور وہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اور وہ خود کو عصفور الجنت (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ تو انشاء اللہ حمیر النار (دوزخ کے گدھے) میں داخل ہوگا۔ اس نے علیؓ کی مدح کے لئے ابوبکرؓ و عمرؓ کو نشانہ بنایا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ نوروی اور باطل حدیثیں روایت کرتا ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۸۲

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں ۔

موسیٰ بن قیس الحضرمی۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد الفراء ہے۔ ابو داؤد اور نسائی نے اس سے روایات لی ہیں۔ عصفور الجنۃ اس کا لقب تھا سچا آدمی ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے چھٹے طبقے سے تعلق رکھتا ہے تقریب التہذیب ص ۳۵۲

عبدالحسین شرف الدین الموسوی رافضی المراجعات میں تحریر کرتا ہے ۔

موسیٰ بن قیس الحضرمی، اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ عقیلی نے اسے غالی رافضیوں میں شمار کیا ہے سفیان ثوری نے اس سے ابوبکرؓ اور علیؓ کے بارے میں دریافت کیا اس نے جواب دیا مجھے تو علیؓ محبوب ہیں ۔

اس موسیٰ نے اپنی سند کے ذریعہ مالک بن جعونہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ام سلمہؓ کو یہ کہتے سنا کہ علیؓ حق پر ہیں جو شخص ان کی اتباع کرے گا وہ بھی حق پر ہے اور جس نے علیؓ کو چھوڑا اس نے اس حق کو چھوڑا جس کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ روایت ابو نعیم فضل بن دکین نے موسیٰ بن قیس سے نقل کی ہے ۔

اس موسیٰ نے اہل بیت کی فضیلت میں بہت سی ایسی صحیح روایات نقل کی ہیں جو عثمانی کو بری

لیکن ذریعہ جو اس نے کہنا چاہا وہ کہا۔ اس کی روایات سنن میں موجود ہیں۔ اس نے سلمۃ بن کہیل اور قیس بن مسلم سے روایات نقل کی ہیں اور اس سے فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ جیسے ثابت لوگوں نے روایات لی ہیں اس موسیٰ نے منصور کے زمانہ میں انتقال کیا المراجعات ص۱۱۹

حافظ ذہبی اس موسیٰ کے حال میں رقم طراز ہیں۔

موسیٰ بن قیس جس کا لقب عصفور الجنہ ہے۔ جس سے ابو داؤد وغیرہ نے روایات لی ہیں حجر بن عنبس وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے ابو نعیم فضل بن دکین اور عبید اللہ بن موسیٰ نے روایات لی ہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کے رافضیوں میں شامل تھا۔ اس کے بعد ذہبی نے ام سلمہ کا وہ قول پیش کیا جو اس موسیٰ بن قیس نے روایت کیا ہے۔ اس کے بعد ذہبی لکھتے ہیں۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس نے باطل اور زود روایات نقل کیں۔ لیکن یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا اور ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص۲۱۷ اتفاق سے یہ روایت اس موسیٰ سے فضل بن دکین نے نقل کی ہے جو ابو نعیم کی کنیت سے مشہور ہے اور بخاری و مسلم کا راوی ہے اور کٹر رافضی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ابو نعیم اگر کسی کی تعریف کرے اور یہ کہے کہ فلاں بہت اچھا آدمی ہے تو یقیناً وہ شیعہ ہوگا۔ اور اگر کسی کی برائی کرے تو سمجھ لو کہ وہ سنی ہے۔

اہلِ فضل کو اہلِ فضل ہی پہچانتے ہیں

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو آپ کے ساتھیوں نے گھیر رکھا تھا۔ اچانک علیؓ بن ابی طالب آگئے وہ آکر کھڑے ہوئے اور سلام کیا اور ایسی جگہ دیکھنے لگے کہ جہاں بیٹھ سکیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے چہروں پر نظر ڈالی کہ دیکھیں کون علیؓ کو جگہ دیتا ہے۔

ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داہنی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک گئے اور

بولے اے ابوالحسن آپ یہاں آجائیے۔ علیؓ آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے درمیان بیٹھ گئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی دیکھی، پھر آپ نے ابوبکرؓ کی جانب متوجہ ہوکر فرمایا اے ابوبکرؓ اہل فضل ہی کو اہل فضل نظر آجاتا ہے اور اسے اہل فضل ہی سمجھ سکتے ہیں۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اس کا ایک راوی

محمد بن زکریا الغلابی ہے جو احادیث وضع کیا کرتا تھا اور

ذارع۔ کذاب ہے دجال ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کو غلابی نے وضع کیا اور ذارع نے اسے چوری کیا موضوعات ج ۱ ص ۳۸۰

اس روایت میں متعدد راوی قابل بحث ہیں۔ اول راوی

عباس بن بکار ہے یہ شخص بنو ضبہ سے تعلق رکھتا ہے، بصرہ کا باشندہ ہے۔ اپنے ماموں ابوبکر الہذلی سے احادیث روایت کرتا ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ عباس کذاب ہے الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۸

ذہبی کا بیان ہے کہ اس پر اس حدیث کے باعث الزام لگایا گیا کہ قیامت کے روز جب فاطمہؓ گذرے گی تو اہل حشر سے کہا جائے گا اے لوگو اپنی نگاہیں نیچی کرلو تاکہ فاطمہؓ گذر جائے

اس عباس سے اور بھی اس قسم کی مہملات مروی ہیں جو ذہبی نے بیان کی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۴

صدقۃ بن موسیٰ اس کا ایک راوی صدقۃ بن موسیٰ ہے یہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے لیکن اس سے ذارع کذاب کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ بلکہ اکثر اس سے روایات نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳

صدقۃ سے اس روایت کو احمد بن نصر الذارع نے روایت کیا ہے۔ احمد بن نصر بغداد کا باشندہ ہے حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور ایسی منکر روایات پیش کرتا ہے جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ ثقہ نہیں، پھر ذہبی نے اس کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب ذارع کا جھوٹ ہے

Marfat.com

اس روایت کا ایک راوی محمد بن زکریا الغلابی ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے مورخ تھا۔ اس نے عبداللہ بن رجاء الغُدانی اور ابوالولید سے روایات لی ہیں اور اس سے طبرانی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں اور یہ ضعیف ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ اگر یہ ثقہ راوی سے روایت کرے تو اس کی روایت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراضات ہیں۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔

اس غلابی نے سفیان کے واسطے ابوالزبیر سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت جابرؓ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں علی بن حسین آگئے۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ایک بار حسین آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چپٹا لیا اور فرمایا اس کے ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام علی ہو گا جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا کرے گا۔ سید العابدین کھڑے ہو جائیں تو زین العابدین کھڑے ہو جائیں گے۔ اور ان کے ایک لڑکا ہو گا جس کا نام محمد ہو گا۔ فرمایا اے جابرؓ جب تو اس لڑکے کو دیکھے تو اسے میرا سلام پہنچا دینا۔

یہ غلابی کا جھوٹ ہے۔

اس طرح اس روایت میں متعدد کذاب جمع ہیں۔

میرے لئے صحیفہ اور دوات لاؤ

عطیہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت آپ کے پاس عائشہؓ اور حفصہؓ موجود تھیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ میرے دوست کو بلا دو۔ ان دونوں نے ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا وہ آئے اور سلام کیا اور اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے آپ نے ان دونوں ازواج کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ۔ ان دونوں نے عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا عمرؓ آئے اور

Marfat.com

سلام کر کے اندر داخل ہوئے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے کوئی کام نہ تھا لہٰذا وہ اٹھ کر چلے گئے آپ نے ان دونوں ازدواج سے فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ ہم نے علیؓ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وہ آئے اور سلام کر کے اندر داخل ہوئے جب وہ بیٹھ گئے تو آپ نے عائشہؓ اور حفصہؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں یہاں سے اٹھ جاؤ جب وہ دونوں اٹھ گئیں تو آپ نے فرمایا اے علیؓ کاغذ اور دوات لاؤ۔ جب کاغذ اور دوات آ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے املا کرایا علیؓ نے لکھا اور جریرؓ نے شہادت دی۔ پھر کاغذ لپیٹ دیا گیا (اور وہ اس راوی کے ہاتھ لگا)

اب اگر تم سے کوئی یہ بیان کرے کہ صحیفہ میں جو کچھ لکھا گیا وہ اسے جانتا ہے اس کی تصدیق نہ کرنا کیونکہ اسے سوائے تین شخصوں کے کوئی نہیں جانتا۔ ایک تو لکھنے والا۔ ایک املا کرنے والا اور ایک شہادت دینے والا۔ ان کے علاوہ تجھ سے کوئی بیان کرے تو تصدیق نہ کرنا

غالباً جریرؓ بن عبداللہ البجلی کو اس لئے خراسان کی گورنری سے حضرت علیؓ نے معزول کیا تھا کہ وہ راز بر سر پردہ اظہار ہے تھے اور اسی لئے وہ دمشق امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے تھے۔

ابن جوزی اپنی موضوعات میں لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ یہ روایت تو منقطع ہے اس لحاظ سے کہ عطیہ تابعی ہے اور درمیان سے صحابی غائب ہے

عطیۃ العوفی اسے سفیان ثوری، ہشیم، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

نصر بن مزاحم اسے دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی کا بیان ہے یہ نصر بن مزاحم حق سے ہٹا ہوا تھا اور مائل تھا ابن جوزی کہتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ غالی قسم کا رافضی تھا اور ضعیف راویوں سے منکر روایات نقل کرتا موضوعات ج ۱ ص ۳۷۸

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ یہ نصر بن مزاحم کوفہ کا باشندہ ہے قیس بن الربیع سے روایات نقل کرتا ہے کٹر قسم کا رافضی ہے۔ اسی لئے محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں ۲۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے نوح بن حبیب اور ابو سعید الاشج وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

Marfat.com

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے اس کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب اور بہت غلطیاں ہیں ابو خیثمہ کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ واہی الحدیث ہے متروک ہے دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے میزان ج ۳ ص۲۵

حضرت علی کی ذریت قیامت تک اوصیا کو ختم کرے گی

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں اسی طرح علیؓ اور اس کی ذریت قیامت تک تمام اوصیاء کو ختم کرے گی۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے اس روایت کو حسن بن محمد الغنوی کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا۔

حسن بن محمد الغنوی حفاظ حدیث کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا موضوعات ج۱ ص۳۷۶ اس نا ایک اور راوی

ابراہیم بن عبداللہ ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا اور روایات تیار کیا کرتا تھا اور ثقہ راویوں کے نام سے ایسی روایات نقل کرتا جو ان کی احادیث میں نہ ہوتے اس لحاظ سے ترک کا مستحق ہے۔ موضوعات ج ۱ ص۳۷۶

دراصل یہ ابراہیم بن عبداللہ عبدالرزاق بن ہمام کا بھتیجا ہے۔ یہ عبدالرزاق سے روایات نقل کرتا ہے کذاب ہے۔ احادیث وضع کیا کرتا تھا کتاب الضعفا والمتروکین للدار قطنی ص۴۲

ذہبی نے دو روایات نقل کرکے اسے کذاب قرار دیا ہے میزان ج ۱ ص۱

حضرت علیؓ کا نام قرآن میں موجود ہے

ابن عباسؓ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میرا نام قرآن میں موجود

Marfat.com

ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا، علیؑ کا نام بھی قرآن میں موجود ہے وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا، اور حسن و حسین کا نام بھی قرآن میں وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا اور بنو امیہ کا نام بھی ہے۔ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معشر قریش میں دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف دے کر بھیجا گیا ہوں، میں تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں لوگوں نے جواب دیا کہ تو جھوٹ بولتا ہے تو اللہ کا رسول نہیں، میں بنی ہاشم کے پاس آیا اور ان سے کہا۔ اے بنی ہاشم میں تمہارے پاس دنیا اور آخرت کی عزت لے کر آیا ہوں ان سب بنی ہاشم نے جواب دیا تو نے سچ کہا۔ ان میں سے جو مومن تھا وہ ایمان لایا یعنی علیؑ بن ابی طالب اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے بھی تصدیق کی (غالباً صورت یہ بنی ہوگی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم یہ تو مانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن آپ پر ایمان نہیں لاتے، اس طرح تصدیق بھی ہوئی اور کفر بھی ہوا گویا ابوطالب نے بھی یہی منافقت اختیار کی) تو اللہ تعالٰے نے اپنا جھنڈا بنی ہاشم میں گاڑ دیا۔ تو قیامت تک اللہ کا یہ جھنڈا ہم میں رہے گا (اسی لئے ہر پیر کے ساتھ ایک جھنڈا ہوتا ہے) اور قیامت تک ابلیس کا جھنڈا بنو امیہ میں رہے گا۔ وہ ہمارے دشمن ہیں اور ان کی شاخیں ہماری شاخوں کی دشمن ہیں۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے۔ ابن البادنے ہم سے بیان کیا کہ بعد میں میں نے علی بن عمر والجزیری سے ملاقات کی اس نے بھی مجھ سے یہ روایت بیان کی۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ بلکہ اس کی سند میں تین راوی مجہول ہیں اور یہ روایت فی الواقع موضوع ہے۔ اس کے مجہول رواۃ یہ ہیں جو بنی، موسیٰ بن ادریس اور موسیٰ کا باپ بلکہ موسیٰ کا دادا اور یہ روایت کسی سند سے بھی صحیح نہیں۔
موضوعات ج ۱ ص ۳۷۱

سورۃ الشمس مکہ کی ابتدائی سورتوں میں ہے اور جب یہ نازل ہوئی اس وقت تک ابن عباسؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ رہ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا سوال اس کے لئے اس تاویل کی کیا ضرورت تھی، حضور کے اسم گرامی سے ایک صورت معنون ہے سورۃ محمد اور پھر سورۃ فتح میں بھی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لہذا حضور کی ذات اس لغو تاویل سے پاک ہے

رہ گیا حسنؓ حسینؓ کا مسئلہ تو جب سورۃ الشمس مکہ میں نازل ہوئی تھی تو اس وقت تک حضرت فاطمہؓ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی۔ حسنؓ و حسینؓ کہاں سے پیدا ہو گئے تھے۔

رہ گیا بنی ہاشم میں جھگڑے کاٹنے کا مسئلہ تو اس کا صحیح جواب یا تو حضرت عقیلؓ دے سکتے ہیں جنہوں نے علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا یا بھتیجے عبداللہؓ بن جعفر جواب دے سکتے ہیں جن کی وفاداریاں ہمیشہ بنو امیہ کے ساتھ رہیں یا شاہزادے محمد دے سکتے ہیں جن کے بقول یزید سے زیادہ زاہد و متقی کوئی نہیں ہو سکتا یا وہ عباس علمدار دے سکتے ہیں جنہوں نے اپنی صاحبزادی نفیسہ یزید کے بیٹے خالد کے نکاح میں دی۔

حضرت علیؓ میں پانچ انبیاؑ کی خصوصیات

ابو الحمراؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ آدمؑ کو علم میں دیکھے، نوحؑ کو فہم میں دیکھے، ابراہیمؑ کو حکمت میں دیکھے، یحییٰؑ بن زکریا کو زہد میں دیکھے اور موسیٰؑ بن عمران کو ان کی پکڑ میں دیکھے وہ علیؓ بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث موضوع ہے اور ابو عمر متروک ہے موضوعات ج ا ص ۳۷۰

ابو عمرؓ سے یہ کہانی نقل کرنے والا عبید اللہ بن موسیٰ ہے جو اگرچہ تمام صحاح کا راوی ہے لیکن وہ خالص شیعہ ہے بلکہ انتہائی درجہ کا غالی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نے اسے مکہ میں طواف کرتے دیکھا لیکن اس طرح سے اس سے گذر گیا جیسے کوئی کتے کے پاس سے گذر جاتا ہے۔

ہمارے علماء ابن جوزی پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے بخاری و مسلم کے بعض راویوں پر جرح کی ہے تو ایسا شاذ و نادر ہی ہوا ہے ورنہ یہ عبید اللہ بن موسیٰ کٹر رافضی تھا۔ بلکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس کی مرویات تمام صحاح میں موجود ہیں۔ اور ہم نے چونکہ یہ عقیدہ قائم کر لیا ہے کہ بخاری و مسلم انسانیت سے بالاتر ہیں اس لئے ان سے غلطی ہونا ممکن نہیں، اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

Marfat.com

آدم سے غلطی ہوئی لہذا ان کی اولاد سے غلطی ہوتی رہے گی اور آدم سے بھول ہوئی لہذا آدم کی اولاد سے بھول ہوتی رہے گی۔ لیکن بخاری و مسلم کے راویوں سے نہ خطا ہو سکتی ہے اور نہ بھول۔

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر روایت سے اہل حدیث کے مسلک کی تائید ہوتی ہو تو احناف کے نزدیک وہ روایت مشکوک ہے اور اہل حدیث کے نزدیک ہر وہ روایت مشکوک ہے کہ جس سے مذہب حنفیہ کی تائید ہوتی ہو۔

حضرت علیؓ کی محبت برائیوں کو کھا جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب کی محبت برائیوں کو اس طرح کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

آخر میں اس محبت کا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر شیعہ بچہ گناہوں سے پاک اٹھتا ہے خواہ وہ کچھ بھی عمل کرتا رہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں محمد بن منکدر سے اوپر کے راوی سب ثقہ ہیں اور یہ حدیث باطل ہے گویا کہ یہ سند اس روایت کے لئے تیار کی گئی ہے۔

محمد بن مسلمۃ اللہ لکائی انتہائی ضعیف ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۷

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن مسلمہ یہ واسطی ہے یزید بن ہارون کا شاگرد ہے۔ غیلانیات میں اس کی روایت عوالی میں شمار ہوتی ہے۔ اس نے ایک باطل روایت نقل کی جس کے باعث اس پر اتہام ہے ابوالقاسم اللہ لکائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی نے عبدالحمید الوراق سے نقل کیا ہے کہ ہم نے کچھ اجزائے حدیث محمد بن مسلمہ کو سنانے شروع کئے ان میں ایک طویل حدیث بھی تھی۔ اس پر بولا یہ حدیث کتنی عمدہ ہے اللہ کی قسم میں نے اس سے قبل کبھی بھی نہ سنی تھی۔ حالانکہ یہ اسی محمد بن مسلمہ کی مرویات تھیں۔

Marfat.com

ایک شخص نے عرض کیا آپ ہشام بن عروہ سے کیوں روایت نہیں کرتے اس نے جواب دیا وہ تیس درہم ہونے چاہئیں گویا کہ وہ تمام روایات اور سندات جو محمد بن مسلمہ نے بیان کیں وہ سب ان درہموں کا نتیجہ تھیں۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ خطیب کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات نقل کرتا ہے اور سندات درست ہوتی ہیں۔

خطیب اس کے بعد کہتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے اور محمد بن مسلمہ کے علاوہ سب ثقہ ہیں۔ میں نے ہبۃ اللہ الطبری کو دیکھا ہے کہ وہ اس محمد بن مسلمہ کو ضعیف کہتے۔ اس طرح ابو محمد خلال کا قول ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے اس کا انتقال ۲۶۲ھ میں ہوا

حضرت علی سید المرسلین ہیں

حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انس وضو کے لئے پانی ڈالو۔ وضو کے بعد آپ نے قے کی اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر فرمایا اے انس سب سے پہلے جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ امیر المؤمنین ہوں گے سید المرسلین ہوں گے قیامت کے روز ان لوگوں کے ہاتھ پیر چمکتے ہوں گے ان کے قائد ہوں گے اور اوصیا کا خاتم ہوں گے۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ اے اللہ ان صفات کا مالک کسی انصاری کو بنا دیجئے اتنے میں علی آ گئے۔ آپ نے دریافت کیا اے انسؓ یہ کون ہیں میں نے جواب دیا علیؓ۔ آپ خوشی کی طرف ہوئے اور علیؓ کو گلے لگایا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

علی بن عابس یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ علی بن عابس کچھ نہیں۔ اس روایت کو ابو الطفیل اور انسؓ کے واسطے سے جابر جعفی نے بھی نقل کیا ہے۔ زائدہ کا بیان ہے کہ جابر

Marfat.com

کذاب تھا. ابو حنیفہ کا بیان ہے کہ میں جابر سے زیادہ کسی جھوٹے انسان سے نہیں ملا موضوعات ج ۱ ص ۳۰۲

جابر جعفی کا حال ہم پہلے بارہا بیان کر چکے ہیں. رہ گیا علی بن عابس تو اس سے ترمذی نے روایت کی ہے. یہ بیچارا قبیلہ اسد سے تعلق رکھتا تھا. کوفہ کی یادگار ہے. علاء بن المسیب اور لیث بن ابی سلیم سے روایات نقل کرتا ہے.

عباس دوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے یہ کچھ نہیں جوزجانی، نسائی اور ازدی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے. ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے اس لیے ترک کا مستحق ہے.

اس نے ابو سعید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، وات ذالقربا حقہ (اور قرابت داروں کو ان کا حق دو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا.

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اگر حضورؐ نے فی الواقع فدک عطا فرما چکے تھے تو فاطمہؓ ابو بکرؓ کے پاس کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں) میزان ج ۲ ص ۱۳۷ علی بن عابس کا استاد اس روایت میں حارث بن حصیرہ ہے اب ذہبی کی زبانی ذرا اس کا بھی حال سن لیجئے.

حارث بن حصیرہ

قبیلہ ازد سے تعلق ہے ابو النعمان کنیت ہے کوفہ کا باشندہ ہے. زید بن وہب عکرمہ اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے. اس سے مالک بن مغول اور عبد اللہ بن نمیر وغیرہ نے روایت کی ہیں.

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ علی بن عابس رجعت پر ایمان رکھتا. یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ علی بن عابس ثقہ ہے لیکن خشبی ہے (یعنی اس لکڑی کا پجاری ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی) نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے.

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے اور یہ کوفہ میں ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے.

زنیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا تو نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ایک بوڑھا شیخ تھا. بہت خاموش رہتا. لیکن ایک بڑی بات پر اصرار کرتا. اور افسوس یہ ہے کہ یہ جریر خود شیعہ ہے

Marfat.com

عباد بن یعقوب الرواجنی (رافضی) نے عبداللہ بن عبدالملک المسعودی (رافضی) کے ذریعہ حارث بن حصیرہ سے نقل کیا ہے اس نے زید بن وہب کے ذریعہ حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں میرے بعد جو یہ دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے۔ (نعوذ باللہ) حضرت علیؓ کے بعد آپ کے چچا زاد، ماموں زاد، خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائی سب بھائی ہونے سے خارج ہو گئے۔ ابوحاتم الرازی کا بیان ہے کہ یہ ان غلاموں میں سے تھا جو آزاد کئے گئے تھے اور شیعہ تھا۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو اسے ترک کر دیا جاتا میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۲ علی بن عابس سے یہ روایت ابراہیم بن محمد بن میمون نے نقل کی ہے۔ اب ذرا اس کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ابراہیم بن محمد بن میمون

ذہبی لکھتے ہیں یہ کٹر قسم کا شیعہ تھا اس نے علی بن عابس سے ایک عجیب کہانی نقل کی ہے۔ اس سے ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتا ہے میزان ج ا صفحہ ۳۲

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

اس کی کنیت ابوجعفر ہے قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا رہنے والا ہے حافظ الحدیث ہے۔ اس نے اپنے باپ عثمان بن ابی شیبہ، علی بن المدینی، احمد بن یونس اور ایک بڑی جماعت سے روایات نقل کی ہیں اس سے بغوی، شافعی، ابزاز اور طبرانی وغیرہ نے روایات لی ہیں۔ یہ حدیث و رجال کا ماہر تھا۔ اس کی بہترین تالیفات ہیں۔

صالح جزرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میں نے اس کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی اور اس کے بارے میں عبدان کا فیصلہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں درست ہے۔

لیکن عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔

ابن خراش کہتے ہیں کہ یہ محمد بن عثمان احادیث وضع کرتا۔ مطین کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہر چیز نگل لیتا تھا، دار قطنی کہتے ہیں کہ اس نے اس کتاب سے روایات لی ہیں جو اس سے بیان نہ کی گئی تھی۔

برقانی کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ لوگوں کو اس پر اعتراض کرتے سنتا رہا۔ اس کا انتقال ۲۹۷ھ میں اسی سال سے زیادہ عمر میں ہوا۔

Marfat.com

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن اسامۃ الکلبی ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ محمد بن عثمان کذاب ہے اور داؤد بن یحییٰ نے مزید کہا کہ اس محمد بن عثمان نے ایسے لوگوں کے نام سے روایات وضع کی ہیں جو ان لوگوں نے کبھی بیان نہیں کی میزان ج ۳ ص ۶۴۲

محمد بن احمد بن علی

اس محمد بن عثمان بن ابی شیبہ سے یہ روایت محمد بن احمد بن علی بن الحسین بن شاذان نے روایت نقل کی یہ محمد بن احمد علی وہی راوی ہے جس نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام جن حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے میں مشغول ہو جائیں تو علیؓ کے فضائل کا احاطہ نہیں کر سکتے ۔

یہ روایت خالص جھوٹ ہے اس ابن شاذان سے نور الہدیٰ ابو طالب الزینبی نے روایت نقل کی ہے۔ اس ابو طالب الزینبی نے جعفر بن محمد سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے اپنے باپ دادا کے واسطے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علیؓ کے اتنے فضائل رکھے ہیں جو شمار نہیں ہو سکتے، جو شخص ان کی ایک فضیلت کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہ معاف فرمائے گا۔ اور جو ان کی ایک فضیلت لکھے گا فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے جب تک یہ لکھا ہوا باقی رہے گا۔ اور جس شخص نے ان کے فضائل میں سے ایک فضیلت سنی اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے جو اس نے نگاہ سے کمائے ہوں علیؓ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا عمل اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک اس میں علیؓ کی محبت اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ ہو ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن شاذان نے جتنی روایات نقل کی ہیں ان میں یہ سب سے بدتر ہے ۔

اخطب خوارزم نے اس دجال ابن شاذان سے بہت سی باطل اور رکیک روایت نقل کی ہیں اس ابن شاذان نے امام مالک کے نام سے یہ روایت وضع کی کہ جو شخص علیؓ سے محبت رکھے تو اللہ تعالیٰ انسان کے بدن کے پسینے کے ہر قطرے کے بدلے جنت میں ایک شہر تیار کرے گا ۔

الغرض اس روایت کے جتنے راوی ہیں سب ائمۃ اللہ مشہور کذاب اور مشہور رایانی ہیں۔ مٹ

علیؓ و فاطمہؓ کی منت

اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ حسنؓ و حسینؓ اچانک بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور آپؐ کے ساتھ ابو بکرؓ و عمرؓ بھی تھے ان دونوں بچوں کو دیکھ کر عمرؓ نے علیؓ سے کہا اے ابوالحسنؓ آپ نذر مان لیجئے کہ اگر اللہ نے ان دونوں بچوں کو عافیت دی تو آپ بطور شکرانہ اللہ عزوجل کے لئے فلاں کام کریں گے اس پر حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر اللہ نے میرے بچوں کو عافیت دے دی تو میں بطور شکر اللہ کے لئے تین روزے رکھوں گا۔ یہی بات حضرت فاطمہؓ نے فرمائی۔ ان دونوں کے پاس ایک کالی باندی تھی۔ اس نے بھی نذر مانی کہ اگر اللہ نے میرے ان دونوں سرداروں کو عافیت دی تو میں بھی اپنے مالکوں کے ساتھ تین دن کے روزے رکھے گی، جب صبح ہوئی تو دونوں بچے صحیح سالم تھے اور ان سب لوگوں کے روزے تھے، لیکن حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے پاس کوئی مال نہ تھا نہ تھوڑا نہ زیادہ۔

حضرت علیؓ ایک یہودی شخص کے پاس جس کا نام جار بن شمر الیہودی تھا گئے اور اس سے کہا مجھے تین صاع جو سلف کے طور پر دیدے اور کچھ سوت دیدے جسے محمد کا گھرانہ تیرے لئے کاتے گا اصبغ کا بیان ہے کہ اس یہودی نے حضرت علیؓ کو یہ چیزیں دیدیں حضرت علیؓ نے انہیں کپڑے کے نیچے چھپایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے کر گئے اور فرمایا یہ صوف رکھ اسے کاتنا۔ باندی اٹھی۔ اس نے ایک صاع جو لیئے اور انہیں گوندھا اور اس سے پانچ روٹیاں تیار کیں رغالباً یہ روٹیاں نہ تھیں بلکہ ہاتھی کے روٹ تھے اس لئے کہ ایک صاع میں پونے ۳ سیر آٹا آتا ہے اور پونے ۳ سیر آٹے کی پانچ روٹیاں غالباً اصبغ کے گھر تیار ہوتی ہوں گی)۔ علی (علیہ السلام) نے مغرب کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی اور پھر گھر واپس لوٹے اور کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا تاکہ آپ کھالیں۔ آپ کھانا کھانے بیٹھے تاکہ افطار کریں۔

نوٹ: اس روایت کے جھوٹ ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ حضورؐ نے قے فرمائی اور بلا وضو نماز پڑھی۔

Marfat.com

(یعنی ابھی تک افطار نہیں کیا تھا غالباً ابھی روزہ رکھ کر اسی طرح بھول جاتا ہوگا) اچانک دروازے پر ایک مسکین آگیا اور وہ کہہ رہا تھا۔ اے اہل بیت مسلم مساکین میں سے تمہارے دروازے پر ایک مسکین کھڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت کے دسترخوانوں پر کھانا کھلائے۔

راوی کہتا ہے علیؓ نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا اور فاطمہؓ نے بھی اٹھا لیا اور حسینؓ نے بھی ہاتھ اٹھا لیا (یعنی غالباً حضرت حسن کھاتے رہے) اس مسکین نے یہ دیکھ کر چند اشعار کہے پھر فاطمہؓ نے ان کا شعر میں جواب دیا اور کھانا اٹھا کر مسکین کو دے دیا۔

اس طرح راوی نے ایک طویل کہانی نقل کی کہ یہ ہر روز کھانا تیار کرتے اور ہر روز فقیران کے دروازے پر آ جمتا اور کھانا اٹھا کر اسے دے دیتے اور ہر روز وہ بھی اشعار پڑھتا اور فاطمہؓ بھی اشعار میں جواب دیتیں۔ اور اشعار بھی ماشاءاللہ انتہائی گرے درجہ کے اور پھر پوریم پورا کھانا سائل کو دیتے حالانکہ آپ کے دو بھوکے بچے تھے (بلکہ تیسری بچی بھی تھی یعنی ام کلثوم جسے راوی نے اپنے بغض کے باعث ظاہر نہیں کیا)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس کے اشعار اتنے رکیک اور گرے درجے کے ہیں کہ ان کا اعادہ بھی ہماری برداشت سے باہر ہے۔ بہر صورت قصے کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ آل محمد پر اسی طرح برکت نازل فرما جیسے مریم پر نازل کی گئیں تھیں، پھر فرمایا۔ اچھا جاؤ اور اپنی کوٹھری میں داخل ہو، فاطمہؓ اپنی کوٹھری میں داخل ہوئیں تو وہاں طباق جوش مار رہا تھا اور اس میں ثرید تیار ہو رہا تھا اور یہ طباق جواہرات سے مرصع تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہمیں اس روایت کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں اس کے ثبوت کے لئے یہ رکیک اشعار اور وہ افعال کافی ہیں جن سے یہ حضرات منزہ تھے۔

اصبغ بن نباتہ

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اصبغ بن نباتہ کسی شئے کے برابر نہیں اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے ہم نے محمد بن کثیر کی روایات پھاڑ کر پھینک دی ہیں اور عبداللہ السمرقندی کی کسی نے توثیق نہیں کی۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ اصبغ بن نباتہ حنظلی الہاشمی ہے کوفہ کا باشندہ ہے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے

Marfat.com

روایات نقل کرتا ہے اس سے ثابت بنانی، اجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کا بیان ہے یہ حدیث میں کمزور ہے منقول ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حب علیؓ میں مبتلا ہوا اس کے نتیجہ میں اس نے کمواس شروع کر دی اسی بات ترک کر دیا گیا۔ میزان ج ۱ ص ۲۸۱

نسائی لکھتے ہیں یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۲

دارقطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ کوفی ہے منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۶

محمد بن کثیر الکوفی یہ قریش خاندان سے تعلق رکھتا ہے کوفہ میں پیدا ہوا ہے اس کی کنیت ابو اسحاق ہے لیث اور حارث بن حصیرہ سے روایت کرتا ہے امام احمد فرماتے ہیں ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دی تھیں۔ امام بخاری کا قول ہے یہ منکر الحدیث ہے ابن المدینی کا بیان ہے کہ ہم نے اس سے عجیب و غریب روایات لکھیں اور پھر سب پر قلم پھیر دیا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے میزان ج ۴ ص ۱۸

میں (علیؓ) سترہ رمضان کو زخمی ہوں گا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے دوست (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا مجھے سترہ رمضان کو زخم لگایا جائے گا اور ۲۲ رمضان کو میری موت واقع ہوگی یہ وہی رات ہے کہ جس رات عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے۔

ابن الجوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی

اصبغ بن نباتہ
ہے یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کسی شے کے برابر نہیں

سعد الاسکاف ۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ کسی کے لئے اس سے روایت کرنا حلال نہیں، ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سعد تو فی البدیہہ روایات وضع کرتا۔ موضوعات ج ا ص۳۹۳ دارقطنی لکھتے ہیں اصبغ بن نباتہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۲۷ نسائی نے لکھا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۲۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ التیمی الحنظلی الکوفی۔ اس کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ متروک ہے اس پر رافضی ہونے کا الزام ہے۔ اس سے ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں یہ تیسرے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۳۸

ذہبی لکھتے ہیں۔ اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی۔ اس نے حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس سے ثابت البنانی، اجلح الکندی اور فطر بن خلیفہ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی روایات ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں ۔

ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ایک بار فرمایا یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا ضعف ظاہر ہے ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہے۔ عقیلی کا قول ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ شخص حُبِ علیؓ میں مبتلا ہوا اور اس کے نتیجہ میں جھوٹ بکنا شروع کیا۔ اسی باعث یہ ترک کا مستحق ہے ۔

ذہبی نے اس کے بعد اس کی دو مردود روایات نقل کیں جن میں سے ایک روایت مذکورہ روایت ہے۔ میزان ج ا ص۲۷۱

اس روایت کو اصبغ سے سعد الاسکاف نقل کر رہا ہے ۔ اس کا پورا نام سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی ہے۔ ابن حجر لکھتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ یہ

Marfat.com

رافضی تھا چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تقریب التہذیب ص۱۱۸

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی عکرمہ اور ابو وائل سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن معین کا بیان ہے کہ کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ اس شخص سے روایات نقل کرے۔ امام احمد اور ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ حدیث میں کمزور ہے۔ نسائی اور دار قطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ فی الفور احادیث وضع کرتا۔ فلاس کہتے ہیں ضعیف ہے تشیع میں حد سے بڑھا ہوا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں میزان ج ۲ ص۱۲۲ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۰۵

سعد بن طریف متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۲۴

سعد بن طریف الاسکاف متروک ہے کوفی ہے۔ عکرمہ اور اصبغ سے روایات نقل کرتا ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی ص۱۰۰

یہ تو وہ امور ہیں جو ہمارے سنی علماء نے بیان کئے ہیں اب ایک شیعہ عالم عبدالحسین موسوی کی باتیں بھی سن لیجئے جو انہوں نے المراجعات میں لکھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

سعد بن طریف الاسکاف الحنظلی الکوفی، ذہبی نے اس کا ذکر کیا ہے اور اس پر تشیع کا نشان بنایا ہے یعنی مصنفین سنن نے بھی اس سے روایت لی ہیں اور فلاس کا یہ تو قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔

میرا کہنا یہ ہے کہ غالی شیعہ ہونے کے باوجود ترمذی وغیرہ نے جب اس سے روایات لی ہیں اور صحیح ترمذی میں اس کی روایات عکرمہ اور ابو وائل سے موجود ہیں، نیز اس نے اصبغ بن نباتہ، عمران بن طلحہ، عمیر بن مامون سے نقل کی ہیں اور اس سے اسرائیل حبان اور ابو معاویہ نے روایات لی ہیں۔
المراجعات ص۸۳

ایسی صورت حال کی موجودگی میں کہ اس شیعہ راوی سے اہل سنت بھی روایات لیتے ہوں تو اس کی روایات نقل کرنے میں کیا حرج ہے بجا فرمایا کوئی حرج نہیں بس ہم اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔

میری شرم گاہ علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے

حضرت سائبؓ بن یزید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری برہنگی یا میری پیشاب گاہ کو علیؓ کے علاوہ کوئی نہ دیکھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اس روایت کے وضع کا الزام عبدالملک بن موسیٰ پر ہے جو دراصل عمیر بن موسیٰ اوجیہی تھا۔ ابن جوزی یہ بھی لکھتے ہیں کہ راوی نے اپنی کمزوری کے باعث اپنے نام کو تبدیل کیا، یہ بات دارقطنی نے کہی ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

عمیر بن ابن الجوزی آگے لکھتے ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمیر بن موسیٰ ثقہ نہیں۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جو حدیث کا متن بھی وضع کرتا اور سند بھی۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۲

یحییٰ بن یعلی الاسلمی اس روایت کا ایک راوی یحییٰ بن یعلی الاسلمی القطوانی ہے۔ اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں، اس نے یونس بن جنابؔ اور اعمش سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے قتیبہ اور ابو ہشام الرفاعی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف، ترمذی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور ہم اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے نہیں پہچانتے جو اس کی تصدیق ہو سکے میزان ج ۴ ص ۴۱۶

اس کے اور بھی متعدد رواۃ ناقابل قبول اور متعدد مجہول ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو علیؓ آپؐ کے سینہ سے چمٹے ہوئے تھے

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری ہوئی تو آپ عائشہؓ

Marfat.com

کے گھٹنوں تھے۔ آپ نے عائشہؓ سے فرمایا میرے پاس میرے محبوب کو بلاؤ تو میں نے آپ کے لئے ابوبکرؓ کو بلایا۔ آپ نے انہیں دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھ دیا اور فرمایا میرے پاس میرے دوست کو بلاؤ تو آپ کے لئے عمرؓ کو بلایا گیا۔ آپ نے ان کی جانب دیکھ کر اپنا سر نیچے رکھدیا۔ پھر فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس علیؓ بن ابی طالب کو بلاؤ۔ اللہ کی قسم، اللہ علیؓ کے علاوہ کسی اور کو نہیں چاہتا۔ جب آپ نے علیؓ کو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ پر پڑا ہوا تھا پلٹ دیا اور علیؓ کو کپڑے میں لپیٹ لیا۔ علیؓ اس وقت تک ان سے چمٹے رہے جب تک حضورؐ کی وفات نہیں ہو گئی۔ اور علیؓ کا ہاتھ آپ پر رکھا ہوا تھا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میرے سینے اور میرے گلے کے درمیان ہوئی۔ موضوعات ج ۱ ص ۲۹۳

مسلم الملائی اس روایت کی سند میں ایک راوی مسلم الملائی ہے جو یہ روایت ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ اس کے باپ کا نام کیسان ہے۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے بنو ضبہ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ یہ حضرت انسؓ اور ابراہیم نخعی سے روایات نقل کرتا ہے اس سے ثوری اور وکیع کے والد جراح بن ملیح روایت نقل کرتے ہیں۔ اس سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

فلاس کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک الحدیث ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو اس پر کلام ہے۔ یحیٰ کا بیان یہ بھی ہے کہ محدثین کا خیال ہے کہ یہ روایات میں خلط ملط کرتا ہے۔

حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اس مسلم ملائی سے دریافت کہ تم نے یہ روایت کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا میں نے ابراہیم سے سنی، اس نے علقمہ سے ہم نے سوال کیا علقمہ نے کس سے سنی اس نے جواب دیا عبداللہ بن مسعودؓ سے ہم نے سوال کیا عبداللہ نے کس سے سنی۔ اس نے جواب دیا عائشہؓ سے۔

Marfat.com

حالانکہ عبداللہؓ نے عائشہؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ مسلم متروک ہے۔ اسی نے حضرت انسؓ سے پرندے کے گوشت والی روایت نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں مسلم بن کیسان کی کنیت ابوعبداللہ ہے بنوضبہ سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ مکہ میں جاکر مقیم ہوگیا تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابوحمزہ ہے محدثین کو اس پر کلام ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۰۶

نسائی لکھتے ہیں کہ مسلم بن کیسان الاعور ملائی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین، نسائی ص۹۸

حضرت علیؓ عرش کے بائیں طرف کھڑے ہوں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے اول ابراہیم علیہ السلام کو دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے اور انہیں عرش کے داہنی طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر مجھے بلایا جائے گا۔ اور مجھے دو ہرے ہرے کپڑے پہنائے جائیں گے اور پھر مجھے عرش کے بائیں طرف کھڑا کیا جائے گا۔ پھر اے علیؓ تجھے بلایا جائے گا اور تجھے دو ہرے سبز کپڑے پہنائے جائیں گے اور تجھے میرے داہنی طرف کھڑا کر دیا جائے گا۔ اب بتا تو کیا اس پر راضی نہیں کہ اے علیؓ مجھے جہاں بلایا جائے تجھے بھی بلایا جائے اور جو لباس مجھے پہنایا جائے وہ تجھے بھی پہنایا جائے اور جہاں میری شفاعت قبول کی جائے وہاں تیری بھی شفاعت قبول کی جائے۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا واحد راوی میسرۃ بن حبیب ہے اور اس سے صرف

حَکَمُ بن ظُہَیر نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ حکم کذاب ہے۔ سعد کا بیان ہے یہ ساقط الاعتبار ہے۔ نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ موضوعات ج ا ص۳۹۶

Marfat.com

ذہبی رقمطراز ہیں

حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے بنو فزارہ سے تعلق رکھتا ہے. اس سے ترمذی نے روایات لی ہیں ابو اسحاق الفزاری جب اس سے روایت نقل کرتے ہیں تو اسے حکم بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں. اس نے عاصم بن بہدلہ اور سدی سے روایت نقل کی ہیں اور اس سے ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں جن میں آخری افراد عباد بن یعقوب الرواجنی اور حسن بن عرفہ ہیں۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ایک بار فرمایا یہ کوئی شئے نہیں، بخاری کا بیان ہے کہ محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے اور ایک بار فرمایا. یہ منکر الحدیث ہے ۱۸۰ھ تک یہ حیات رہا.

عباد بن یعقوب نے اس حکم بن ظہیر کے ذریعہ عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو لیکن افسوس کہ کسی شیعہ میں اس کی جرات نہ ہو سکی اور وہ بیس سال تک خلافت پر براجمان رہے۔

یہ وہی حکم بن ظہیر ہے جس نے سدی کذاب کے ذریعہ حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک یہودی حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے ان ستاروں کے نام بتایئے کہ جنہیں یوسفؑ نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا تھا. آپؐ اسے کوئی جواب نہ دے سکے، تھوڑی دیر میں جبرئیل آئے اور انہوں نے آ کر بتایا. آپؐ نے اس یہودی کو طلب کیا اور فرمایا. اگر تجھے میں ان ستاروں کے نام بتاؤں کیا تو اسلام لے آئے گا. پھر آپ نے یہ نام گنا دئیے خرثان. ذیال. طارق. کتفان قابس، وثاب، عمودان. فیلق. مصبح، ضروح اور ذوالفرغ. یہ تفصیلی روایت ہے جو سعید بن منصور نے حکم سے نقل کی ہے۔

بخاری لکھتے ہیں کہ حکم بن ظہیر سدی اور عاصم سے نقل کرتا ہے. محدثین نے اس کی روایت ترک کر دی ہے. یہ منکر الحدیث ہے. کتاب الضعفاء الصغیر ص۳۱

نسائی رقمطراز ہیں حکم بن ظہیر کوفہ کا باشندہ ہے متروک الحدیث ہے. کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص۳۱

Marfat.com

دارقطنی لکھتے ہیں حکم بن ظہیر الفزاری عاصم. علقمہ بن مرثد اور سُدی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے مروان الفزاری نے روایات نقل کی ہیں. متروک ہے کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص؟

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں

حکم بن ظہیر الفزاری. اس کی کنیت ابو محمد ہے اور اس کے باپ کی کنیت ابو لیلیٰ ہے اور ایک قول ہے کہ باپ کی کنیت ابو خالد ہے یہ متروک ہے اس پر رفض کا الزام ہے. ابن معین نے اسے متہم قرار دیا ہے. تقریب التہذیب ص؟

حضرت علی قیامت کے روز ایک منبر پر بیٹھے ہوں گے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جس کی لمبائی تیس میل طویل ہوگی. پھر عرش کے درمیان سے ایک منادی ندا کرے گا. محمدؐ کہاں ہیں... آپؐ اس کا جواب دیں گے. آپؐ سے کہا جائے گا. اس کے اوپر چڑھ جاؤ اس طرح آپ بلندی پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے. پھر دوبارہ ندا کی جائے گی علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں. وہ بھی اوپر چڑھ جائیں گے. جس کے باعث تمام مخلوق یہ بات جان لے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور علیؓ سید المومنین ہیں.

حضرت انسؓ کہتے ہیں اس کے بعد ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے بعد علیؓ سے کون بغض رکھے گا. آپ نے ارشاد فرمایا اے انصار کے بھائی علیؓ سے قریش میں سے کوئی بدبخت ہی اس سے بغض رکھ سکتا ہے. اور انصار میں سے کوئی یہودی اور عرب میں سے کوئی دعویدار اور بقیہ تمام لوگوں میں سے کوئی بدبخت ہی ایسا ہو گا جو اس سے بغض رکھتا ہو.

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے. اس کا ایک راوی علی بن زید ہے جو مجہول ہے اور اس روایت کے وضع کا الزام

اسماعیل بن موسیٰ پر بے یہ غالی درجہ کا شیعہ ہے ابو بکر بن ابی شیبہ اسے فاسق کہا کرتے تھے موضوعات ج۱ ص۲۹۶

ذہبی لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن موسیٰ، علی بن یزید الذہلی کے ذریعہ ابن جیفہ سے ایک باطل روایت نقل کرتے ہیں ابن جوزی نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ پھر ذہبی نے سابقہ روایت پیش کی۔

میزان الاعتدال ج۱ ص۲۵۳

دوزخ پر سے گزرنے کیلئے پاسپورٹ کی ضرورت ہے

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دوزخ پر سے گذرنے کا کوئی پروانہ ہوگا؟ آپ نے جواب دیا ہاں جس نے عرض کیا وہ پروانہ کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا علی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت۔

محمد بن فارس العبدی ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابونعیم کا بیان ہے کہ محمد بن فارس غالی قسم کا رافضی ہے۔ حدیث میں کمزور ہے ابوالحسن بن الفرات کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں اور مذہب کے لحاظ سے پسندیدہ انسان نہیں موضوعات ج۱ ص۲۹۹

ذہبی لکھتے ہیں۔ محمد بن فارس بن حمدان العطشی یہ برقانی کا شیخ ہے۔ بہت بغض رکھنے والا رافضی ہے ثقہ نہیں ہے ابونعیم الحافظ کا بیان ہے کہ اس نے شریک سے حب علی کے سلسلہ میں ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج۴ ص۳

اس محمد بن فارس کے علاوہ اس روایت میں شریک اور لیث بن ابی سُلیم بھی ضعیف ہیں اور شریک تو شیعوں کی مسجد کا امام ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ اس روایت کا کیا حال ہے۔

Marfat.com

اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا راوی سوار ثقہ نہیں۔

جُمیع

ابن نمیر کا بیان ہے کہ یہ سب لوگوں سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ جمیع احادیث وضع کرتا تھا۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۷

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ جُمیع متروک ہے اور یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علیؓ تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اس کا پورا نام جُمیع بن عمر بن سوار ہے میزان ج ۱ ص ۴۲۱

سَوّار

جُمیع نے یہ روایت سوّار بن مصعب الہمدانی الکوفی سے نقل کی ہے۔ اس سوّار کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ نابینا تھا، مؤذن تھا عطیۃ العوفی اور ایک جماعت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے ابو الجہم وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ سوار ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ یہ کوئی شے نہیں۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں سنہ ۱۷۰ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ اسے یحیٰی بن معین نے دیکھا ہے میزان ج ۲ ص ۲۴۶

دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۰۳

بخاری لکھتے ہیں۔ سوّار بن مصعب الہمدانی کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۵۶

نسائی لکھتے ہیں۔ سوار بن مصعب کوفی ہے۔ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۵۱

Marfat.com

علیؓ کے پروانے کے بغیر کوئی جہنم پر سے نہیں گذر سکتا

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور جہنم پر پل صراط قائم کیا جائے گا تو کوئی شخص اس وقت تک جہنم پار نہ کر سکے گا جب تک اس کے ہاتھ میں ولایت علیؓ کی برأت نہ ہوگی۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے مقطوع ہے حکم اور ذی النون کے درمیان سے کوئی راوی گرا دیا گیا ہے اور یہ روایت یا تو ذی النون نے وضع کی ہے یا کسی ایسے شخص سے چوری کی ہے جس نے اسے وضع کیا۔ اور ابراہیم بن عبداللہ الصاعدی متروک ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۹۹

ہمارے نزدیک اس روایت میں متعدد نقائص ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ یہ روایت جعفر بن محمد نے اپنے باپ کے ذریعہ علی سے نقل کی ہے۔ جعفر کے باپ محمد ہیں جو باقر کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ ۵۷ھ میں پیدا ہوئے وہ یہ روایت علی سے نقل کر رہے انکے باپ کا نام بھی علی ہے جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہیں تو اگر علی سے یہ مراد ہیں جس کا آج تک کوئی قائل نہیں ہوا۔ تو ان علی سے قبل ہزار ہا افراد اٹھ چکے تھے جن میں ان کے دادا علیؓ بن ابی طالب بھی تھے۔ اور اگر علی سے مراد حضرت علیؓ بن ابی طالب ہیں تو جناب باقر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب ۴۰ھ میں دنیا سے اٹھ گئے تھے۔ کیا ان دونوں کی ملاقات عالم برزخ میں ہوئی تھی۔ اور وہیں یہ روایت سنی اور سننے کے بعد اپنے بیٹے جعفر کو خواب میں بتا گئے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر ذی النون مصری مشہور صوفی نے اسے مالک بن انس سے نقل کیا ہے اور ماشاء اللہ وہ اکثر روایات ان سے نقل کرتے ہیں۔ لیکن ہماری نظر میں یہ ذوالنون مصری صاحب یا تو اوّل درجہ کے کذاب ہیں یا اوّل درجہ کے احمق اس لئے کہ یہ ذی النون مصری صاحب ۱۸۰ھ میں مصر کے ایک گاؤں اخمیم میں پیدا ہوئے اور مالک بن انس ۱۷۹ھ میں اس وقت انتقال کر گئے تھے جب یہ عالم وجود میں بھی نہ

Marfat.com

آگے تھے رہ گئے جناب ذی النون سے نقل کرنے والے تو

ابراہیم بن عبد اللہ الصاعدی

ذہبی لکھتے ہیں. انہوں نے ذی النون مصری کے ذریعہ امام مالک سے ایک باطل روایت نقل کی ہے

پھر ذہبی نے روایت بالا پیش کی اور اس کے بعد لکھا. اس کا ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ذکر کیا ہے. اور کہا ہے کہ ابراہیم متروک الحدیث ہے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۲

اے علیؑ جس سے تم بغض رکھو اسے جہنم میں داخل کردو

شریک بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم اعمش کے پاس تھے اور اعمش اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے تو اتنے میں ابوحنیفہ، ابن ابی لیلی اور ابن شرمہ آئے تو ابوحنیفہ اعمش کی جانب متوجہ ہوئے اور ان سے کہنے لگے

اے ابو محمد اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارا پہلا روز ہے جب تم اللہ سے ملاقات کروگے اور دنیا کے دنوں میں سے یہ آخری دن ہے اور تم نے علیؓ کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں اگر تو ان سے رک جاتا تو وہ تیرے لئے بہتر ہوتا. اعمش نے جواب دیا تم مجھ جیسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہو، مجھ سے ابو المتوکل الناجی نے بیان کیا انہوں نے ابوسعیدؓ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. جب قیامت کا روز ہوگا اللہ تعالیٰ مجھ سے اور علیؓ سے فرمائے گا تم دونوں جس سے محبت کرتے ہو اسے جنت میں پہنچادو اور جس سے تم دونوں بغض رکھتے ہو اسے جہنم میں پہنچادو. اور اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے "ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈالو،" (یعنی جو علیؓ کی محبت کا منکر ہو)

اس پر ابوحنیفہ بولے کہ اے لوگو یہاں سے کھڑے ہو جاؤ اس لئے کہ اس سے زیادہ ظاہر بات کوئی نہیں ہو سکتی. اے لوگو یہاں سے اٹھو اس سے زیادہ بکواس کوئی نہیں ہو سکتی. اللہ کی قسم پھر ہم نے

Marfat.com

کبھی اعمش کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا حتیٰ کہ اعمش کا انتقال ہو گیا۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اعمش کے نام سے وضع کی گئی ہے اس کا واضع

اسحاق النخعی

ہے اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اس کا شمار غالی اور کذاب رافضیوں میں ہوتا ہے اور اس نے یہ روایت حمانی کے نام سے وضع کی ہے اور وہ بھی کذاب ہے موضوعات ابن جوزی

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں۔ اسحاق بن محمد بن ابان النخعی۔ یہ احمر کے لقب سے مشہور ہے کذاب ہے۔ انتہائی غالی قسم کا رافضی ہے۔ اس نے عبیداللہ بن محمد العیشی اور ابراہیم بن بشار الرمادی سے روایات نقل کی ہیں۔ اس سے ابن المرزبان اور ابو سہل القطان وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

خطیب کا بیان ہے کہ میں نے عبدالواحد بن علی الاسدی کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اسحاق بن محمد النخعی انتہائی خبیث المذہب تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ علی اللہ ہیں۔ یہ برص کی بیماری میں مبتلا تھا جس سے اس کی رنگت بدل جاتی۔ اس لئے اسے الاحمر کہا جاتا تھا۔ مدائن میں ایک جماعت تھی جو خود کو اس کی جانب منسوب کرتی۔ ان لوگوں کو اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کہتے ہیں کہ میں نے بعد میں کچھ شیعوں سے اس اسحاق کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے وہی باتیں بتائیں جو مجھ سے عبدالواحد نے بیان کی تھیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور انہوں نے بہت اچھا کیا۔ اس لئے کہ یہ تو زندیق ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی قسم کا رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ حاشا و کلا رافضی بھی اس کے قائل نہیں کہ علیؑ اللہ ہیں۔ جو شخص اس قسم کی بات کرے وہ کافر ہے۔ ملعون ہے۔ نصاریٰ کا بھائی ہے دراصل یہ نصیریہ کی ایک شاخ ہے۔

حسن بن یحییٰ النوبختی نے اپنی کتاب "الرد علی الغلات" میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جسے جنون نے پاگل بنا دیا ہے اور جو غلو میں حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔ ان میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے جو اس امر کا

Marfat.com

دعویدار ہے کہ علی اللہ ہیں، پھر وہ حسن میں ظاہر ہوئے پھر حسین میں اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ اور اپنی کتاب میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر دو، ایک ہزار بھی ہوتے تب بھی وہ ایک ہی ہوتا۔ اس نے ایک کتاب تحریر کی اس میں بجز جنون اور خلط مبحث کے علاوہ کچھ نہیں۔

ذہبی کہتے ہیں بلکہ اس کتاب میں زندقہ اور قرامطہ کے عقائد کے علاوہ کچھ نہیں میزان ج ا ص ۱۹۷

اس اسحاق نے یہ روایت یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی سے نقل کی ہے۔

یحیٰ بن عبدالحمید الحمانی الکوفی

یہ حافظ حدیث شمار ہوتا ہے۔ شریک اور ان کے طبقہ سے نقل کرتا ہے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔ لیکن امام احمد فرماتے ہیں یہ تو کھلم کھلا جھوٹ بولتا ہے۔ بخاری کہتے ہیں امام احمد اور علی بن المدینی دونوں اس پر کلام کیا کرتے تھے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے اور ایک بار فرمایا کہ ثقہ ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس یحیٰ حمانی کی مسند بہترین ہے اس نے کوفہ میں سب سے پہلے مسند لکھی بصرہ میں مسدد نے اور مصر میں سب سے اول مسند لکھنے والے اسد بن موسیٰ ہیں۔

اس حمانی کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمن الدارمی جب مکہ سے چلے تو اس کے پاس اپنی کتابیں بطور ودیعت رکھوائیں، لیکن جب واپس آئے تو اپنی کتابوں کو خلط ملط پایا۔ دارمی کا بیان ہے کہ ان کی کتابوں میں سے سلیمان بن بلال کی روایات چرا لی گئیں اور انہیں حمانی نے براہ راست بیان کرنا شروع کر دیا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ان کی مسند نہیں دیکھی۔ لیکن ان کی احادیث بہت زیادہ منکر ہوتی ہیں۔ باقی مجھے امید یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص برائی نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے لیکن یہ بہت بغض رکھنے والے شیعہ تھے گویا ہماری اصطلاح میں نہایت بدبودار۔ زیاد بن ایوب کا بیان ہے کہ میں نے اس یحیٰ حمانی سے سنا ہے وہ کہا کرتا تھا کہ معاویہؓ کی موت اسلام کے علاوہ کسی اور ملت پر ہوئی۔ زیاد کہتا ہے یہ اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے۔ اس کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی۔ میزان ج ۴ ص ۳۹۲

Marfat.com

بخاری لکھتے ہیں یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمن ابو زکریا الحمانی محدثین کو ان میں کلام ہے شریک وغیرہ سے روایات کرتا ہے۔ بعض نے اس کی جانب سے سکوت اختیار کیا ہے کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۲۰

نسائی لکھتے ہیں یحییٰ بن عبدالحمید کوفی ہے ضعیف ہے کتاب الضعفاء والمتروکین نسائی ص ۱۰۱

دوزخ سے نجات کا پروانہ

بلال بن حمامہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہنستے ہوئے خوش خوش باہر تشریف لائے تو عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے لئے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس شئے نے ہنسایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پروردگار کے پاس سے ایک بشارت آئی۔

کہ اللہ تعالیٰ نے جب علیؓ کا فاطمہؓ سے نکاح کرنا چاہا تو ایک فرشتے کو حکم دیا کہ وہ طوبیٰ درخت کو ہلائے۔ اس نے سکے بکھا دیے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ نئے فرشتے پیدا کئے جو وہ سکے لوٹ گئے۔ جب قیامت ہوگی تو یہ فرشتے مخلوق میں پھیل جائیں گے ان کو وہی دیکھ سکے گا جو خالص ہم اہل بیت کو چاہتا ہوگا اور یہ فرشتے اسے ایک تحریر دیں گے اس تحریر کا تعلق دوزخ سے نجات ہوگی۔ تو میرے بھائی، میرے چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے باعث بہت سے مرد و عورت دوزخ سے آزاد کئے جائیں گے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ بلال بن حمامہ اور عمر بن محمد کے درمیان سات راوی ہیں سب مجہول ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۹

جنت میں حضرت علیؓ کی سواری

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم چار آدمیوں کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس بات پر آپؐ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے، انہوں نے عرض

Marfat.com

کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ چار کون ہوں گے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا بہرحال میں تو اللہ کی سواری براق پر سوار ہوں گا۔ میرے بھائی صالحؑ اس اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی کونچیں کاٹ دی گئی تھیں۔ میرے چچا حمزہؓ جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ میری اونٹنی عضباء پر سوار ہوں گے۔

اور میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹا اور میرے داماد علیؓ بن ابی طالب جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گے جس کی پشت صحیح سالم ہوگی جس کے پاؤں سبز زمرد کے ہونے جو سرخ سونے کے تاروں سے بندھے ہوں گے۔ اس کا پسینہ کافور کا ہوگا اور اس کی دم عنبر اشہب کی ہوگی۔ اس کے پاؤں مشک اذفر کے ہوں گے۔ اور اس کی گردن موتیوں کی ہوں گی۔ جس پر اللہ کے نور کا قبہ ہوگا جس کے باطن میں اللہ کی معافی اور جس کے ظاہر میں اللہ کی رحمت ہوگی۔ لواء الحمد اس کے قبضے میں ہوگا۔ فرشتوں کی کوئی جماعت ایسی نہ ہوگی جو وہاں سے گزرتے ہوئے یہ نہ کہے کہ یہ شخص یا تو ملک مقرب ہے یا نبی مرسل یا کوئی عرش اٹھانے والا فرشتہ جو ایسی اونٹنی پر سوار ہوگا جو اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے گی)

ایک منادی عرش کے قریب یا عرش کے درمیان سے ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو کوئی مقرب فرشتہ ہے۔ نہ کوئی نبی مرسل اور نہ عرش کو اٹھانے والا۔ یہ تو علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ جو امیرالمومنین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور روشن اعضا کے لوگوں کے رب العالمین کے سامنے قائد ہوں گے۔ جنہوں نے ان کی تصدیق کی وہ کامیاب ہوا۔ اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ نقصان میں پڑا۔

یاد رکھو کہ اگر کوئی عبادت گزار رکن اور مقام کے درمیان ایک لاکھ سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہا حتیٰ کہ وہ سوکھی مشک کی طرح ہوگیا۔ لیکن اللہ سے اس نے جب ملاقات کی تو وہ آل محمدؐ سے بغض رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اسے ناک کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرنا صحیح نہیں ابوبکر الخطیب کہتے ہیں۔ اس میں متعدد روات مجہول ہیں۔ اور بعض راوی جو مشہور ہیں وہ ثقہ نہیں۔

Marfat.com

اس میں مُفضّل تو مجہول راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ اور اصبغ اس کے بارے میں یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کسی شئے کے برابر نہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۳۹۰۔

اَصبغ بن نُباتہ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ لہٰذا اس کا حال گذشتہ صفحات میں تلاش کرلیں۔

عَبایۃ الاسدی ان کا حال بھی پہلے گزر چکا۔ یہ وہی حضرت ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس میں آدھی میری ہوگی وغیرہ وغیرہ

موضوعات ج ۱ ص ۳۹۵۔

قیامت کے روز چار اشخاص سوار ہوکر آئینگے

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن ہم چار اشخاص کے علاوہ کوئی سوار نہ ہوگا۔ اس پر آپ کے چچا عباسؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں تو براق پر سوار ہوں گا۔ اس کا چہرہ تو انسانوں جیسا ہوگا۔ لیکن اس کے گال گھوڑے کے گال جیسے ہوں گے۔ اس کی لید موتیوں کی ہوگی۔ اس کے کان سبز زبرجد کے ہوں گے اور اس کی آنکھیں چمکدار ستارے کی طرح ہوں گی جو روشن ستارے کی طرح ٹمٹماتی ہوں گی۔ ان دونوں آنکھوں سے ایسی شعاعیں نکلیں گی جو ایک بار چمکے اور دوسری بار اس کے گلے سے یہ محسوس ہو کہ اس حلق میں موتی پھنسے ہوئے ہیں۔ اسکی دم گائے کی دم کی طرح ہوگی۔ اسکے دونوں ہاتھ اور پاؤں طویل ہونگے۔ اسکے کھر بلی کے پنجوں کی طرح سبز زبرجد کے ہونگے جو اسکی چال میں کمی ہونگے تیزی میں بجلی کی طرح ہوگی۔ وہ دراصل بادل کے ایک ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ اسی طرح سانس لے گا جیسے انسان سانس لیتا ہے۔ انسانی کلام کو سنیگا اور سمجھے گا۔ وہ گدھے سے بڑا ہوگا اور خچر سے چھوٹا ہوگا۔

حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ سوار کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا میرا نیک بھائی صالحؑ اونٹنی پر سوار ہوگا جس کی کونچیں اس کی قوم نے کاٹ دی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے دریافت

کیا یا رسول اللہ اور کون ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرا چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب ہوگا جو اللہ اور اس کے رسول کا شیر ہے جو تمام شہیدوں کا سردار ہوگا۔ وہ میری اونٹنی پر سوار ہوگا۔ (حضرت حسینؓ کو سید الشہدا کا خطاب دیا گیا ہے اس کا کیا بنے گا اور خطاب شیر خدا کا بھی جو حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔)

حضرت عباسؓ نے عرض کیا اور کون یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میرا بھائی علیؓ جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ جس کی لگام تازہ موتیوں کی ہوگی۔ جس پر یاقوت کا محمل ہوگا ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ اس تاج کے ستر کونے ہونگے۔ اور کوئی کونہ ایسا نہیں ہوگا جس میں سرخ یاقوت نہ لگا ہو جو سوار کے لئے روشنی دیتا ہوگا۔ یہ شخص دو حلّے پہنے ہوگا اور اس کے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور علیؓ ندا کرتا ہوگا لا الٰہ الا اللہ وان محمد الرسول اللہ۔ یہ سن کر مخلوق کہے گی کہ یہ شخص نبی مرسل ہے یا ملک مقرب۔

تو عرش کے نیچے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ یہ شخص نہ تو نبی مرسل ہے اور نہ مقرب فرشتہ یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے امام ہیں جن کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے۔ (لیکن یاد رکھئے کہ اس میں پاؤں داخل نہ ہوں گے کیونکہ شیعوں کے نزدیک ان کے دھونے کی ضرورت نہیں)

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں اس لئے کہ اس کا راوی عبداللہ بن لہیعہ ہے۔ اور وہ ذاہب الحدیث ہے یحیٰی بن سعید القطان اس کو کچھ نہ سمجھتے، اسے یحیٰی بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور یہ ضعیف راویوں سے تدلیس کرتا۔ ہم اس عبداللہ بن لہیعہ کا تفصیلی حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔ موضوعات ج ۱ صفحہ ۳۹۴۔

علی کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی اس روایت کا ناقل عدوی ہے جو کذاب اور وضاع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ تمام محدثین کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اسے نہ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا۔ نہ حضرت عائشہؓ نے اور نہ ان کے بھانجے عروہ نے بلکہ یہ روایت ابوالربیع الزہرانی اور محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی پر ایک اتہام ہے۔ دراصل اس روایت کا راوی

حسن بن علی العدوی

ہے۔ اور عدوی کا یہ دستور تھا کہ ان لوگوں سے روایات نقل کرتا جنہیں اس نے زندگی میں کبھی بھی نہیں دیکھا۔ اور جنہیں دیکھا تھا ان کے نام سے جھوٹ بولتا رہتا۔ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے ایک ہزار موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اور جن میں تبدیلیاں کی ہیں وہ اس کے ماسوا ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس عدوی نے جتنی روایات بیان کی ہیں عام طور پر وہ موضوع ہیں۔ بلکہ ہمیں اس امر کا یقین ہے کہ ان روایات کو اسی عدوی نے وضع کیا ہے موضوعات ج ۱ ص ۳۶۱۔

دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ حسن بن علی بن صالح العدوی البصری احادیث وضع کرتا تھا۔ اس نے خراش کے ذریعہ حضرت انسؓ سے چودہ احادیث نقل کیں۔ اور ایک ایسی جماعت سے بھی روایات نقل کی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے یہ حسن بن علی بن زکریا العدوی بغداد میں آ کر سکونت پذیر ہوا۔ اور عمرو بن مرزوق اور مسدد سے روایات نقل کرنی شروع کیں اس سے ابوبکر بن شاذان نے۔ دارقطنی اور کتانی نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی ولادت سنہ ۲۱۰ میں ہوئی۔ اس نے مذکورہ روایت نقل کی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حسن بن علی کے واسطے سے حضرت سلمانؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ ایک نور تھے جو ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے

(غلطی سے ہمارے اہل سنت اس دوسرے نور کو بھول گئے ورنہ یہ تھوڑا بہت اختلاف بھی باقی

Marfat.com

نہ رہتا)

خطیب بغدادی نے اس عدوی سے نقل کیا ہے کہ میں بصرہ میں راہ سے گزر رہا تھا تو وہاں ایک چکی پر لوگ جمع تھے۔ میں نے ایسے ہی اچھل کر دیکھا جیسے بچے اچھل کر دیکھتے ہیں۔ وہاں ایک بوڑھا شخص نظر آیا۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ خراش ہے جو حضرت انسؓ کے خادم ہیں۔ ان کی عمر ایک سو اسّی سال ہے۔ یہ سن کر میں لوگوں کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں نے ایک شخص سے قلم لیا اور تیرہ روایات نفضل علیؓ میں لکھیں اور یہ واقعہ ۲۲۲ھ میں پیش آیا اور میں اس وقت بارہ سال کا تھا۔

(اور خراش کے حال میں ہے کہ عدوی نے یہ تمام روایات جوتے کے تلے میں لکھی تھیں)

اس عدوی نے ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پہلے آسمان میں اسّی لاکھ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جو ابوبکرؓ و عمرؓ سے محبت کرتا ہو اور اسّی لاکھ فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں جو ان دونوں سے بغض رکھتا ہو۔

ذہبی لکھتے ہیں اس شخص کے پاس نام کو بھی حیا نہیں۔ یہ تو اس پر بھی غور نہیں کرتا کہ کیا جھوٹ بک رہا ہے۔

دار قطنی کہتے ہیں یہ خراش متروک ہے۔

حمزۃ السہمی کا بیان ہے کہ میں نے ابو محمد الحسن بن علی البصری کو یہ کہتے سنا کہ ابو سعید العدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جو آپ نے نہیں فرمائیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حضرت جابرؓ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ حضور نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب علیؓ پر پیش کر کے دیکھیں۔

ابن حبان مزید لکھتے ہیں کہ خراش نے ایک ہزار سے زائد موضوعات ثقہ لوگوں کے نام سے بیان کی ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۰۸۔

یہ تو فن رجال کی بحث تھی جو ہم نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ عقلی بات صرف اتنی معمولی سی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارکہ کی طرف بشرط اسلام دیکھنا ایک اتنی بڑی عبادت ہے کہ

Marfat.com

روئے زمین کے تمام عبادت گزار بھی اس کے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جا سکتے۔ حتیٰ کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ بحالت اسلام حضور کے چہرے کی جانب دیکھنے والا صحابی ہے اور صحابی کے اس عمل پہ پورے روئے زمین کے تمام اعمال قربان کئے جا سکتے ہیں۔

مذہب سبائیہ میں حضور کی کوئی خاص پوزیشن نہیں یہ سب کچھ کرامات حضرت علیؓ کو حاصل ہیں لہٰذا یہ تمام روایات ذہنی اختراع کر کے سامنے لائی گئیں۔ اگر فی الواقع ابوبکرؓ و عمرؓ اور تمام صحابہ کا یہی عقیدہ ہوتا تو کوئی صحابی بھی ایسا نہ ہوتا جو حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرتا۔ حالانکہ جب حضرت علیؓ کی بیعت کی گئی تو بجز اہل کوفہ کے کسی نے بیعت نہ کی حتیٰ کہ بقول محمد بن سیرین صحابہ کرام کی تعداد تقریباً نوے ہزار تھی لیکن ان باہمی فتنوں میں تیس صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ احادیث میں جہاں فتنہ اول کا ذکر آتا ہے۔ اس سے مراد شہادت عثمانؓ سے لیکر وہ وقت ہوتا ہے جب کہ امیر معاویہؓ کی متحدہ بیعت ہوئی اور فتنہ ثانیہ سے مراد فتنۂ ابن الزبیرؓ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام کے نزدیک ایک امام کی بیعت کرنا اور دوسرے مسلمان پر ہاتھ نہ اٹھانا لازمہ اسلام ہے تو جب بھی کسی مسلم کے خلاف کوئی کام کیا جائے گا۔ وہ غیر اسلامی ہوگا اور فتنہ ہوگا اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا دور فتنہ اول ہے اور ابن الزبیرؓ کا دور فتنہ ثانیہ ہے۔ اسی باعث تمام بڑے بڑے صحابہ نے نہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ابن الزبیرؓ کا۔ یہ صحابہ کرام کی رائے تھی جو میں نے آپ کے سامنے پیش کر دی ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے بھائی جعفرؓ کا ایک خاص واقعہ

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کے ایک میدان میں نماز پڑھ رہا تھا اچانک ابوطالب آ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں دیکھا تو ان سے کہا کیا آپ سواری سے اتر کر پیچھے ہمارے ساتھ نماز پڑھیں گے۔ اس پر ابوطالب نے جواب

Marfat.com

دیا اے میرے بھتیجے میں خوب جانتا ہوں کہ تو حق پر ہے۔ لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں سجدہ کروں اور میرے چوتڑ اوپر ہوں۔ لیکن اے جعفرؓ تو نیچے اتر اور اپنے چچازاد بھائی کے بازو کو ملا۔ اس پر جعفرؓ نیچے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے تجھے دو پر عطا کئے ہیں جن سے تو جنت میں اڑے گا۔ جیسے تو نے اپنے چچا کے بیٹے کے بازو کو ملایا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت سفیان ثوری سے باطل ہے۔ اس روایت کو ابو القاسم البغوی نے بیان کیا ہے۔ اور ابن عدی اور ذہبی نے اس روایت کو سیف بن محمد کی موضوعات میں نقل کیا ہے سیف نے یہ روایت اپنے ماموں سفیان ثوری سے نقل کی ہے انہوں نے سلمہ بن کہیل سے۔ اور سلمہ نے حبہ بن جوین کے ذریعہ حضرت علیؓ سے میزان ۲ ص ۲۵۷۔

سیف بن محمد کا حال ہم سابقہ صفحات میں پیش کر چکے ہیں لہذا آپ ان صفحات میں حضرت علیؓ کے شاگرد حبہ بن جوین کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حبۃ بن جوین الکوفی

یہ قبیلہ عرینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے غالی قسم کا شیعہ ہے۔ اور یہ وہ ذات شریف ہیں جنہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ اسی بدری موجود تھے ذہبی کہتے ہیں یہ محال ہے۔ بلکہ ذہبی نے دوسری جگہ پر شعبہ سے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں سوائے حضرت خزیمہؓ کے کوئی بدری شریک نہ تھا۔

جوزجانی کا قول ہے یہ ثقہ نہیں ہے۔ اس سے سلمہ بن کہیل اور حکم نے روایت نقل کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں سلمہ کہتے ہیں نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن معین اور ابن خراش کا بیان ہے یہ کچھ نہیں ۷۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

دار قطنی لکھتے ہیں حبہ بن جوین حضرت علیؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے ص ۸۰۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی۔

Marfat.com

محدثین شیعہ میں نرم طراز ہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ قوی نہیں۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ عجلی کہتے ہیں تابعی ہے ثقہ ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ حدیث میں واہی انسان تھا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص

علیؓ خیر البشر ہیں

آج تک بچپن سے یہ سنتے اور پڑھتے چلے آئے تھے کہ تمام مخلوق میں سب سے بڑے انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بلکہ شاعر کا یہ مصرعہ ہمارے ورد زبان تھا۔

کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن جب ہم نے مذہب تشیع کا مطالعہ کیا تو ہمارے یہ تمام خیالات ملکے رد کئے [illegible] روایت کو اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑا کہ خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ حضرت علیؓ [illegible] اس موضوع پر آپ یہ روایت ذہن میں رکھئے کہ

علیؓ خیر البشر ہیں جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

ہمارے سنی بھائیوں کے حلق سے غالباً آج تک یہ بات نہیں اتری [illegible] اس روایت کو متعدد سندات اور متعدد صحابہ سے نقل کر کے اسے باطل قرار دیا ہے [illegible] تو بقول ہمارے علماء بہت متشدد ہیں۔ اور ویسے بھی ہمارا اصول یہ ہے کہ جب روایت کی متعدد ضعیف سندات جمع ہو جائیں تو وہ ضعیف ترقی کر کے حسن کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ لیکن اگر روایات [illegible] تک پہنچ جائیں تو پھر تو غالباً اس میں شک کرنا بھی کفر ہو گا۔ جیسا کہ تحریف قرآن اور ولایت علیؓ [illegible] تشیع کا یہ دعوے ہمارے علماء کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

یہ روایت کہ علیؓ خیر البشر ہیں متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ جن میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ مشہور ہیں۔ اور ہمارے علماء کے فیصلے کے پیش نظر یہ روایت درجہ حسن

Marfat.com

میں ہے اس لیئے اس پر ایمان بھی لانا چاہیے۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو ہم حدیث کے معاملہ میں ابن جوزی اور ذہبی کے زیادہ مقلد ہیں۔ اور چونکہ انہوں نے ان تمام روایات کو باطل قرار دیا۔ لہٰذا ہم بھی اسے ایک لغو اور بیہودہ بات سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہاں اپنے سنی بھائیوں سے یہ ضرور عرض کریں گے کہ یہ سن سن کر ایمان لانے کی عادت نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا لہٰذا اب آنکھیں کھولیے اور کچھ مطالعہ کیجیے۔ اور اپنی عقل و ذہن کو بھی کشادہ رکھیئے۔ کشادہ رکھنے کا مطلب ہرگز نہیں کہ آپ لکڑ بھی ہضم کریں اور پتھر بھی ہضم کریں۔ بلکہ کشادگی کا مطلب یہ ہے کہ لکڑی اور پتھر چبلتے وقت ذرا یہ بھی سوچ لیجئے کہ کہیں یہ لکڑ اور پتھر آپ کا ہاضمہ خراب نہ کر دیں۔

تم نے عثمانؓ کی بیعت کی اور علیؓ کو چھوڑ دیا

ابو وائل شقیق بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عبد الرحمانؓ بن عوف سے سوال کیا کہ تم نے عثمانؓ کی بیعت کر لی اور علیؓ کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے جواب دیا اس میں میرا کوئی گناہ نہیں۔ میں نے علیؓ سے ابتدا کی تھی اور کہا تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرتا ہوں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی سیرت پر۔ علیؓ اس پر بولے کہ جس قدر ہو سکا۔ پھر یہی بات میں نے عثمانؓ کے سامنے پیش کی تو عثمانؓ نے اسے قبول کر لیا۔ مسند احمد ج ۱ ص ۷۵۔

گویا عثمانؓ کا تقرر نہ فضیلت کے باعث ہوا اور نہ اس کی وجہ یہ تھی کہ عام صحابہ نے ان کی بیعت کی تھی۔ بلکہ یہ عبد الرحمانؓ کا ذاتی فیصلہ تھا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ جب آپ کی بیعت کرتے تو آپ یہی شرط لگاتے کہ جہاں تک مجھ میں طاقت ہوگی۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ نے کوئی غلطی نہ کی تھی۔ بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا صحیح کہا تھا حالانکہ صحیح بخاری میں ہے۔

جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی۔ اور یہ حضرات منبر رسول کے پاس جمع ہوئے تو عبد الرحمانؓ نے تشہد پڑھا اور کہا۔ امابعد اے علیؓ میں نے خلافت کے معاملہ میں لوگوں کے خیالات کا پورے طور پر جائزہ لیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ لوگ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لیئے اے علیؓ تم اپنے نفس پر کوئی

Marfat.com

راستہ نہ نکالا۔ پھر عثمانؓ سے کہا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں سنت اللہ، سنت رسول اللہ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ) کی سنت پر۔ پھر لوگوں نے بیعت کی اور مہاجرین و انصار اور تمام لشکروں کے امراء اور دیگر مسلمانوں نے بیعت کی۔ بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۱۔

ابووائل کی روایت کے تمام راوی بجز سفیان بن وکیع کے سب بخاری کے راوی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر راوی پر کچھ نہ کچھ کلام ہے لیکن ہم اسے نظر انداز کرتے ہوئے صرف سفیان بن وکیع پر کلام کرتے ہیں۔

سفیان بن وکیع

آپ وکیع بن الجراح کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ان سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے۔ بخاری کہتے ہیں محدثین کو ان کے بارے میں کلام ہے۔ کیونکہ انہیں لوگوں نے کچھ باتوں کی تلقین کی تھی۔ ابوزرعہ کا بیان ہے کہ ان پر جھوٹ کا الزام ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں۔ ان کا کاتب ان کی تحدیثات میں تبدیلی کرتا رہتا۔ اس طرح اس کاتب نے ان کی حدیث خراب کر دی۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ صرف اپنے اصول کی احادیث بیان کیجئے انہوں نے اس کا وعدہ کیا۔ لیکن پھر بھی وہ احادیث بیان کرنے لگے جن میں لوگوں نے خلط ملط کیا تھا۔

ابو احمد نے ان کی پانچ احادیث بیان کیں جن کی سندات منکر تھیں ابو احمد کہتے ہیں ان کی بدبختی تھی کہ جو انہیں تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کر لیتے۔ اور ان کا کاتب قول صحابی کو فرمان رسول بنا دیتا یا مرسل روایت کو موصول بنا دیتا۔ یا کسی شخص کو بدل کر اس کی جگہ دوسرا آدمی رکھ دیتا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۲۴۷ھ میں ہوا۔ یہ ایک فاضل شیخ تھا۔ سچا آدمی تھا لیکن ایک بُرے کاتب کے عذاب میں مبتلا ہو گیا تھا جو درمیان میں الفاظ بڑھاتا رہتا۔ اس سلسلہ میں اس سے یہ بات بھی کی گئی لیکن انہوں نے اس سے رجوع نہیں کیا۔

ابن خزیمہ اس سے روایت سنتے اور اخذ کرتے اور کہتے ہم سے بعض ان لوگوں نے روایت بیان کی جن کا ذکر کرنے سے ہم رک گئے۔ اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کا ہم نے بارہا ذکر کیا ہے کہ اگر آسمان سے وہ نیچے گر پڑیں اور پرندے انہیں اچک لیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے

Marfat.com

یہ زیادہ پسند ہے لیکن انھیں لوگوں نے خراب کر دیا۔ ترمذی نے ان کی روایت کو حسن قرار دیا ہے
میزان ج ۲ ص ۱۷۳

گویا اس روایت پر قطعاً اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ امام احمد کی مرویات میں داخل بھی نہیں۔ بلکہ ان کے صاحبزادے کے اضافات میں داخل ہے گویا یہ روایت زوائد عبداللہ میں ہے۔

نسائی لکھتے ہیں کہ سفیان بن وکیع۔ کوئی شے نہیں۔ کتاب الضعفاء للنسائی ص ۵۵

مسند احمد کی ایک پر لطف کہانی

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ میں ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ان کے پاس نو افراد کی ایک ٹولی آئی۔ وہ لوگ بولے اے ابن عباسؓ یا تو آپ ہمارے ساتھ کھڑے ہو جائیں یا ان دیگر افراد سے ہمیں خلوت کا موقع دیجئے۔ اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا میں خود ہی کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جب ابن عباسؓ تندرست تھے نابینا نہ ہوئے تھے۔

عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ یہ لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے ہمیں نہیں معلوم کیا کیا گفتگو کر رہے تھے۔ لیکن جب ابن عباسؓ ان کے پاس سے آئے تو کپڑے جھاڑ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ اف اور تف یہ ایسے شخص پر اعتراض کر رہے تھے جس کی دس خصلتیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جسے اللہ کبھی رسوا نہ کرے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا۔ لوگوں نے اس بات پر نگاہیں لگا دیں کہ دیکھیں یہ عہدہ کسے عطا ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ کہاں ہیں۔ اور وہ اس وقت ایک چکی پر آٹا پیس رہے تھے۔ اور کوئی ایسا شخص بھی نہ تھا جو آٹا پیس سکتا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں دیکھنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور نے ان کی آنکھوں پر تھوک لگایا۔ پھر جھنڈا ہلا کر دیا۔ اور انھیں دو دیا۔ عطا کی۔ اتنے میں صفیہ بنت حی آگئیں۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص (ابوبکرؓ) کو سورۃ توبہ دے

کو بھیجا۔ پھر ان کے پیچھے علیؓ کو روانہ کیا۔ تاکہ علیؓ اس شخص (ابوبکرؓ) سے سورۃ توبہ لے لیں۔ اور فرمایا یہ سورت میرے پاس سے ایک شخص لے جا سکتا ہے جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔ اور اپنے بنی اعمام کے لئے فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھے دوست رکھتا ہے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سب چچا زاد بھائیوں نے حضور کو چھوڑ دیا (اور ان میں ابن عباسؓ بھی شامل تھے) اور علیؓ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں آپ سے دنیا و آخرت میں دوستی رکھتا ہوں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں حضور نے علیؓ کی بات کا جواب نہیں دیا اور اپنے چچا زاد بھائیوں میں سے ایک شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کون شخص دنیا و آخرت میں مجھ سے دوستی کرتا ہے۔ ان سب نے انکار کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں دنیا و آخرت میں آپ سے دوستی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے۔

نیز فرمایا علیؓ وہ شخص ہے جو خدیجہؓ کے بعد سب سے اول اسلام لایا۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا لیا اور علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ پر رکھ دیا اور فرمایا اے اہل بیت اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ تم کو نجاست سے دور کر دے اور تمہیں پورے طور پر پاک کر دے۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ علیؓ نے رضائے الٰہی کے لئے اپنی جان بیچ دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس پہن کر ان کی جگہ ان کے بستر پر سو گئے (یعنی ہجرت مدینہ کے موقع پر) مشرکین حضرت علیؓ کو پتھر مارتے رہے۔ اور ابوبکرؓ یہ خیال کرتے رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے ہیں — ابوبکرؓ نے کہا اے اللہ کے نبی۔ علیؓ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو بئر میمون کی طرف چلے گئے ہیں پس ابوبکرؓ روانہ ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے

لوگ علیؓ پر اس طرح پتھر مارنے لگے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارے جاتے تھے علیؓ تڑپ اٹھتے تھے اور بل کھاتے تھے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔ اور اس وقت تک چھپا رکھا جب تک صبح نہ ہو گئی۔ پھر چہرہ سے کپڑا ہٹایا۔ مشرکوں نے کہا اے بدبخت

Marfat.com

تم ہر نہ تمہارے ساتھی پر پتھراؤ کرتے تھے وہ بل نہ کھلاتے تھے۔ اور تم کانپ رہے تھے۔ ہم نے اس بات کو سخت ناپسند کیا۔ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۱۔

ہجرت دن میں ہوئی یا رات میں اور اس میں کون کون سے لوگ تھے۔ اس پر تفصیلی بحث تو ہم سیرۃ النبی میں کر چکے ہیں۔ ہمارے قارئین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں اس وقت صرف اس روایت پر بحث کرنی ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار رات حضرت علیؓ پر پتھر برستے رہے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن ہی میں ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر غار میں تشریف لے گئے تھے۔ اس روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابن عباسؓ سے کسی نے جوان ہونے کے بعد بیان کیا ہوگا۔ ورنہ اس وقت ابن عباسؓ کی عمر صرف تین سال تھی۔ اور جس نے یہ واقعہ ان سے بیان کیا ہے اس کا نام موجود نہیں۔ لہذا اس صورت میں یہ واقعہ مرسل صحابی ہوا۔

عمرو بن میمون اس روایت کا راوی عمرو بن میمون ہے جو قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ اصحاب ستہ نے اس سے روایت نہیں لی۔ عبدالرحمان بن معزا سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی روایت منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۹۰۔

ابو بلج۔ عمرو بن میمون سے یہ کہانی نقل کرنے والا۔ ابوبلج الفزاری الواسطی ہے۔ اس کا نام یحیٰی بن سُلیم ہے۔ عمرو بن میمون الاودی اور محمد بن حاطب الجمحی سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شعبہ اور ہشیم نے روایات نقل کیں۔ اس کی مرویات اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔

اسے یحیٰی بن معین، نسائی دارقطنی اور ابن سعد نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں نیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ میں نے اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے دیکھا ہے۔

بخاری کہتے ہیں اس ابوبلج کی روایت پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے

ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کرتا۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی منکرات میں سے یہ روایت بھی ہے کہ حضورؐ نے علیؓ کے دروازے کے علاوہ سب دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔

اس کی بلاؤں میں سے ابن عمرؓ کی وہ روایت بھی ہے کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اس کے دروازے بجتے ہونگے اور اس میں کوئی بھی شخص نہ ہوگا۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔

ثابت البنانی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری سے اس روایت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۱۰۔

گویا روایت میں جو بھی گڑ بڑ ہوئی ہے وہ اس ابو بلج کی جانب سے ہوئی ہے۔ اور حد سے زیادہ نیکی کا انجام حدیث کی یاد داشت کی جانب سے غفلت ہوتی ہے۔

اس روایت کے موضوع ہونے کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہوگا تو وہ بستر یقیناً گھر کے اندر بلکہ حجرے میں ہوگا۔ جہاں گھر کے باہر سے پھینکے جانے والے پتھروں کا داخل ہو کر کسی قسم کا گزند پہنچانا ناممکن تھا۔ یہ تو صرف اسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا کہ جب حضرت علیؓ گھر کے اندر کے بجائے کھلے میدان میں سوتے۔ لہذا کافروں کا پتھر مارنا۔ حضرت علیؓ کا تڑپ اٹھنا، بل کھانا اور صبح ہونے کے بعد منہ پر سے کپڑا ہٹانے کے بعد کافروں کو حقیقت حال کا پتہ چلنا وغیرہ جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں۔ بلکہ سچا واقعہ تو یہ ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سلایا ہی نہیں۔ گھر کے اندر خاموشی سے سلا دینے سے کافروں کو کسی قسم کا مغالطہ دینا ممکن نہ تھا۔ کفار گھر کے باہر سے یہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے کہ حضور کے بستر پر کوئی سو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہ دیکھنا اور پتھر مارنا اس وقت ممکن تھا جب کفار مکان کے اندر داخل ہوتے جس کا دعویٰ آج تک کسی نے نہیں کیا۔

Marfat.com

حضرت علیؓ صدیق اکبر ہیں

عباد بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں اور میرے بعد جو اپنے صدیق ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی تھی۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص۲۶

ہم نے تقریباً تین سال پہلے بیس سال قبل جب ابن ماجہ کا ترجمہ کیا تھا اور اس پر فوائد تحریر کئے تھے جو اس محل سے شائع ہوا تھا۔ اس وقت ہم نے تحریر کیا تھا

حاکم نے اسے منہال کے ذریعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ اور نسائیؒ نے اسے الخصائص علیؓ میں بھی روایت کیا ہے۔ سیوطیؒ زوائد میں لکھتے ہیں کہ اس کی سند کے رواۃ ثقہ ہیں۔ صحیح ہیں۔ لیکن یہ روایت ابن ماجہ میں منفرد ہے۔ اور اس کے شروع کے الفاظ کہ میں اللہ کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ ترمذی میں ابن عمرؓ کی روایت سے مرفوعاً ثابت ہیں امام ذہبیؒ نے حاکم کا قول نقل کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق تو کیا ہوتی یہ تو قطعاً صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ اور عباد بن عبد اللہ کو ابن المدینی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ پھر ذہبیؒ میزان میں فرماتے ہیں اس عباد نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔ ابن الجوزی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس میں تمام آفت اس عبادؔ کی مچائی ہوئی ہے۔ اس کا ایک اور راوی منہال ہے جسے شعبہؒ نے متروک قرار دیا ہے۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص۲۶۔

علامہ عبد الرشید نعمانی جو مدرسہ نیو ٹاؤن کے ایک اہم رکن ہیں انہوں نے اپنی کتاب ما تمس الیہ الحاجہ ص۳۸ پر بعینہٖ یہی بحث تحریر فرمائی ہے۔ اور اس روایت کو انہوں نے موضوعات ابن ماجہ میں داخل کیا ہے۔ یہ بہت پرانی یادیں تھیں جو ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

لیکن آج سے پندرہ سال قبل ہم نے موضوعات جمع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اس

Marfat.com

سلسلہ میں کئی سال تک کام کرتے رہے۔ پھر یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ جو اب تقریباً دو سال سے تاریخی روایات کے اضافہ کے ساتھ مذہبی داستانوں کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اس سلسلہ میں پرانے مسودات نکال لئے۔ اور اس روایت کو دیکھا تو ہم نے آج سے پندرہ سال قبل جو تحریر کیا تھا وہ قارئین کے روبرو پیش کیا جاتا ہے۔

ابن ماجہ کی یہ روایت قرآن اور تاریخ کے منہ پر ایک بھرپور طمانچہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام صحابہ صدیق ہیں۔ ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ — یہ لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں

نیز ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ — یہ وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ ان میں کچھ انبیاء، کچھ صدیق، کچھ شہداء اور کچھ نیک لوگ ہیں۔

یہ آیت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ صدیق متعدد ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جس طرح انبیائے کرام، صالحین اور شہداء لاتعداد ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح صدیقین بھی لاتعداد ہوتے رہیں گے۔ اس لحاظ سے تمام صحابہ صدیق ہیں۔ اور ان صدیقین میں سب سے بڑا مقام اس ہستی کا ہے جسے آج تک تاریخ صدیق اکبر کے لقب سے یاد کرتی رہی ہے۔ اور چونکہ سبائیوں کیلئے یہ کڑوی گولی سے کم نہیں۔ لہٰذا انہوں نے ایک مصنوعی گولی تیار کی۔ ابن ماجہ نے اس مصنوعی گولی کو مارکیٹ میں ایک چالو مال کی طرح پیش کیا۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے تمام لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ تو یہ بھی ایک حیرتناک امر ہے۔ کیونکہ اولاً رات کی نماز سورۂ مزمل میں یہ کہہ کر فرض کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا — اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا

Marfat.com

نِّصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۔ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۔ کر مگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھ

لیکن یہ فرضیت ایک سال تک قائم رہی اور ایک سال بعد یہ حکم نازل ہوا۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ط عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ الآیہ ۔ جتنا قرآن تمہارے لئے آسان ہو اتنا قرآن پڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں کچھ مریض ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو زمین میں سفر کرتے ہیں تاکہ اللہ کا فضل تلاش کر سکیں۔

یہ آیت وضاحت کے ساتھ یہ ثابت کر رہی ہے کہ اس سال اول میں نماز پڑھنے والے متعدد افراد تھے۔ صرف ایک فرد واحد نہ تھا۔ یہ روایت حضرت علیؓ پر صریح بہتان ہے۔ اور اسی لئے اس روایت کا شمار ابن ماجہ کی موضوعات میں ہوتا ہے۔

محمد بن اسمٰعیل اس کا پہلا راوی محمد بن اسمٰعیل الرّازی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس کی حدیث باطل ہے۔ خطیب کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ روایات وضع کرتا ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد روایات نقل کی ہیں جو اس نے وضع کی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۴۸۵

عُبَیْدُ اللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی اس کا دوسرا راوی عبید اللہ بن موسیٰ ہے۔ جسے اگرچہ ابوحاتم اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

لیکن ابوداؤد فرماتے ہیں یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا ہے۔ اور بہت بُری روایات بیان کرتا ہے۔ بلکہ ان کا موجد بھی وہ خود ہی ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ کسی نے امام احمد سے سوال کیا کہ کیا میں اس سے روایات لوں۔ امام احمد نے منع فرمادیا۔ اس سے بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۶۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ یہ ثقہ ہے شیعہ ہے۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا تقریب ص ۲۲۷۔

Marfat.com

علاءؒ بن صالح التیمی الکوفی اس کا تیسرا راوی علاء بن صالح ہے۔ اسے اگرچہ ابوداؤد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ کہتے ہیں اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں لیکن علی بن المدینی کا بیان ہے یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے۔ جس کی مثال خود یہ روایت ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲

منہال بن عمرو الکوفی اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین اور احمد العجلی نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ حاکم کہتے ہیں یحییٰ بن سعید القطان نے اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ اور انھوں نے اس پر تنقید کی ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ضعیف ہے بدترین مذہب رکھتا تھا۔ (یعنی رافضی تھا) ابن حزم نے بھی اس پر تنقید کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس سے بہتر تو ابو بشر ہے اور وہ اس سے زیادہ ثقہ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲۔

عَبّاد بن عبداللہ الاسدی الکوفی یہ اس روایت کی سند کا آخری راوی ہے بخاری کہتے ہیں اس پر اعتراض ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اس نے حضرت علیؓ کی جانب یہ بہتان منسوب کیا ہے۔ ابن المدینی کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے میزان ج ۲ ص ۳۲۹

یہ تو وہ تخیلات تھے جو ہم نے چودہ پندرہ سال قبل تحریر کئے تھے۔ اب آگے ابن الجوزی کا فیصلہ بھی سنیے۔ وہ فرماتے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے۔ اور اس کا واضع عَبّاد بن عبداللہ ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ یہ عَبّاد ایسی روایات پیش کرتا ہے کہ جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اثرم کا بیان ہے کہ میں نے ابوعبداللہ یعنی امام احمد بن حنبل سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت پھینک دو یہ تو منکر ہے۔

الموضوعات ج ۱ ص ۳۴۱

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا۔ اور حضرت

Marfat.com

خدیجہؓ اور حضرت ابوبکرؓ وغیرہ اسلام لائے تو کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے ایمان لائے ہیں یا بچوں میں سب سے قبل وہ ایمان لائے۔ آخر جب وہ ایمان لائے تو ان کی عمر کیا تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ سال۔ کوئی سات سال۔ کوئی نو۔ اور زیادہ سے زیادہ تیرہ بیان کی جاتی ہے بالفاظ دیگر دعویٰ یہ کیا جا رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے بعثتِ رسول بلکہ اپنی تخلیق سے قبل ہی نمازیں شروع فرما دی تھیں۔ کیونکہ جب وہ پانچ سال کی عمر میں ایمان لائے تو وہ اپنی تخلیق سے دو سال پہلے سے نماز پڑھتے آئے تھے۔ یہ مسئلہ علم ظاہر کی رو سے ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اس کے لئے کسی ولی پیر کو تلاش کرنا ہوگا تاکہ وہ باطنی علوم کے ذریعہ ہماری برین واشنگ کر سکے۔

علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب مدیر "البینات" مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی اپنی کتاب "ماتمس بہ الحاجۃ" م طراز ہیں۔

ابن ماجہ کی دوسری موضوع حدیث وہ روایت ہے جو ابن ماجہ نے فضل علی میں منہال عن عبادؔ بن عبداللہ کے ذریعہ نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ اور میں ہی صدیقِ اکبر ہوں۔ میرے بعد جو خود کو صدیقِ اکبر کہے وہ جھوٹا ہے۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی ہے۔

ابن الجوزی کہتے ہیں یہ موضوع ہے اس میں آفت عبادؔ ہے اور منہالؔ کو شعبہ نے ترک کیا ہے۔ ذہبیؔ میزان میں عبادؔ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ اس عبادؔ نے حضرت علیؓ پر جھوٹ بولا ہے۔

سیوطی نے "تعقبات علی الموضوعات" میں تحریر کیا ہے۔ یہ روایت نسائیؔ نے خصائص میں اور حاکمؔ نے مستدرک میں نقل کی ہے اور حاکم کہتے ہیں یہ بخاریؔ و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ لیکن ذہبیؔ نے حاکم پر اعتراض کیا کہ عباد ضعیف ہے۔

علامہ نعمانی لکھتے ہیں۔ بلکہ ذہبیؔ نے "تلخیص" میں واضح طور پر یہ بات لکھی ہے۔ کہ حاکمؔ نے جو یہ کہا ہے کہ یہ روایت بخاریؔ و مسلم کی شرط پر صحیح ہے یہ تو ان میں سے ایک کی شرط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ بلکہ یہ تو صحیح بھی نہیں۔ یہ تو باطل ہے۔ اس پر غور کر لینا چاہیے کیونکہ

Marfat.com

عباد کو ابن المدینی نے ضعیف کہا ہے۔ ماتمس بہ الحاجہ ص۲۵۔

خلیفہ کی پہچان

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جاؤ دیکھو کہ یہ ستارہ ٹوٹ کر کس کے گھر میں گرا ہے۔ جس کے گھر میں یہ ستارہ گرا ہوگا۔ وہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ ہم نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرا تھا اس پر ایک جماعت بولی محمد تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ — قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹ کر گرے۔

وَمَا غَوٰی ۔ میزان ج ۲ ص۴۵ — تمہارا ساتھی نہ راہ سے بھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔

اس کا راوی ربیعۃ بن محمد ہے۔ جس کی کنیت ابو ربیعہ ہے۔ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا ہے۔ ذہبی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ روایت باطل ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ ربیعۃ ایک ہے متروک وہ راوی ہوتا ہے۔ جس کی روایات منکر ہونے کے باعث ترک کر دی جائیں۔ لیکن اس پر کذب و وضع کا کسی نے کوئی الزام قائم نہ کیا ہو۔ اور ایسی روایت کو منکر کہتے ہیں۔ اور یہ الفاظ ادا کرنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم اس جھوٹ کا اگرچہ کسی خاص شخص پر الزام قائم نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ کس نے وضع کیا ہے یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ لیکن بہر صورت یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔ ہم اس کی سند کے تمام راوی اور ان کے حالات قارئین کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں۔ وہ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ اس کہانی کا واضع کون ہو سکتا ہے۔

ربیعۃ بن محمد نے یہ کہانی مشہور صوفی ذی النون مصری سے نقل کی ہے۔ یہ مصر کے مشہور فلسفی گزرے ہیں ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ یعنی یہ امام احمد بن حنبل اور بخاری وغیرہ کے ہم عصر ہیں۔

امام ذہبی ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ مصر کے باشندہ اور مشہور زاہد اور عارف تھے۔ دارقطنی کا بیان کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں جن پر اعتراض ہے ذہبی لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے ان کا نام ثوبان بن ابراہیم ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام فیض بن احمد ہے۔ اور کنیت ابو الفیض ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کنیت ابو الفیاض ہے محمد بن یوسف الکندی نے "تاریخ الموالی المصریین" میں لکھا ہے کہ اہل مصر کے غلاموں میں سے ذی النون بن ابراہیم الاخمیمی بھی ہیں۔ یہ قریش کے غلام تھے۔ ان کا باپ سوڈانی تھا۔ ابن یونس کا بیان ہے کہ یہ عالم، فصیح اور فلسفی تھے۔ یہ سوڈانی الاصل ہیں۔ ۲۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ان پر بہت مصیبتیں نازل ہوئیں اور انھیں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں کیونکہ لوگوں کے سامنے ایسے علوم کا تذکرہ کیا جس کی دور صحابہ سے اس وقت تک کسی نے تعلیم نہ دی تھی۔ یہ مصر میں سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے مقامات اولیاء اور ان کے احوال پر بحث کی جس پر لوگوں نے انھیں زندیق قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۳۳۔

ظاہر ہے کہ جس امر کی صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے تعلیم نہ دی ہو اس کا تعلق دین سے تو ہو نہیں سکتا اسے لوگ زندقہ نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ لیکن چونکہ یہ اس وقت ہمارا موضوع نہیں لہٰذا ہم اس سے گریز کرتے ہوئے اپنے اصل موضوع پر آتے ہیں۔

ہماری اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں کہ ذی النون کا مقام کیا تھا۔ ہماری غرض تو صرف اس امر سے ہے کہ وہ امام مالک کے نام سے روایات نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ جب امام مالک کا انتقال ہوا تو اس وقت ذی النون یا تو اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے یا نطفہ کی صورت میں اپنے والد کی پشت میں۔ کیونکہ ذی النون ۱۸۰ھ میں عالم وجود میں آئے۔ اور امام مالک ۱۷۹ھ میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ تو صریح جھوٹ ہے کہ انہوں نے امام مالک سے روایات نقل کی ہیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مالک نامی کسی اور شخص سے روایت کی ہو اور ان کے معتقدین نے ان کی عظمت میں

Marfat.com

چار چاند لگانے کے لئے اس نامعلوم مالک کو امام مالک بنا دیا ہو۔

اس دور میں ایک شخص مالک بن غسان المسمعی بھی تھا یہ بصرہ کا باشندہ تھا۔ ذی النونؒ اس سے حصول علم کی غرض سے کب بصرہ تشریف لے گئے تھے؟ یا مالک بن غسان بہ زہر یلے گھونٹ پلانے کے لئے کب مصر آیا تھا اور اس کی نگاہ انتخاب ایک فلسفی ہی پر کیوں پڑی تھی۔ پھر یہ مالک کب پیدا ہوا اور کب مرا۔ کس کس سے اس نے تعلیم حاصل کی؟ یہ سب کچھ پردۂ راز میں ہے۔ ان تمام امور کو ایک باطنی ہی حل کر سکتا ہے۔ ہم تو ظاہر پرست ہیں۔ معرفت کی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

مالک بن غسان کا دعویٰ ہے کہ اس نے یہ روایت ثابت سے سنی ہے اور ثابت نے حضرت انس بن مالکؓ سے۔ یہ ثابت کون ہیں؟ راوی نے ان کا اتا پتہ بیان نہیں کیا۔ غالباً یہ بھی امام مالک کی قسم کا ایک دھوکہ ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ ثابت سے مراد ثابت البنانی ہیں۔ حاشا وکلا ان کے بارے میں اس قسم کی خرافات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا خیال ہے کہ ثابت سے مراد ثابت بن ابی صفیہ ہے۔

ثابت بن ابی صفیہ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن المبارک۔ یحییٰ بن معین نسائی۔ ابو حاتم رازی اور احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ سلیمانی کا قول ہے کہ یہ ثابت رافضی ہے۔ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیا کرتا تھا میزان ج ا ص ۱۶۳

قارئین کرام آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ ان چاروں راویوں یعنی ربیعہ بن احمد ذوالنون، مالک اور ثابت میں سے کس نے یہ جھوٹ وضع کیا۔ بہر صورت نشر و اشاعت میں تو چاروں یکساں شریک ہیں

اب آئیے ذرا اس کی کچھ معنوی حیثیت پر بھی غور کر لیں۔

۱۔ اس واقعہ کو بقول ان کذابین حضرت انسؓ نقل فرما رہے ہیں۔ اور وہ یہ بیان کر رہے کہ یہ واقعہ پیش آنے کے بعد سورۂ نجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ حالانکہ سورۃ النجم متفقہ طور پر مکی ہے۔ اور حضرت انسؓ کو ان کی والدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ اور حضرت انسؓ اس وقت دس سال کے بچے تھے۔ اس تمام باطنی اور سبائی

روداد کا انہیں کیسے علم ہوا۔ کاش ذوالنون ہمیں بھی یہ راز دیتے! ہو سکتا ہے کہ کشف میں ایسا واقعہ رونما ہوا ہو۔

۲۔ ہمارا کشف یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کا یہ کشف تاریخی طور پر غلط ثابت ہو چکا ہے۔ اصل میں صاحب کشف حضرت ابوبکرؓ کے مکان کو حضرت علیؓ کا مکان تصور کر بیٹھا۔

۳۔ مکہ میں حضرت علیؓ کا کوئی مکان نہ تھا۔ وہاں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے مکان تو ان کو اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے شادی فرمائی۔ اور حضرت علیؓ کی شادی شوال ۲ھ یا محرم ۳ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ جبکہ سورۂ نجم مکہ میں نازل ہو چکی تھی۔

۴۔ تارہ جب ٹوٹتا ہے تو وہ سیدھا نیچے نہیں آتا بلکہ ٹیڑھا جاتا ہے جو ہزارہا میل کے فاصلہ پر جا کر گرتا ہے۔ اور بعض اوقات کافی جسیم ہوتا ہے جو پوری آبادی کو برباد کر سکتا ہے۔ ذوالنونؒ ایک فلسفی تھے۔ اور ابتدائی جوانی فلسفہ میں گزاری۔ کیا یہ بھی کوئی فلسفہ تھا کہ حضرت علیؓ کے گھر میں گرنے کے لئے وہ تارہ سیدھا آیا۔ اور دنیا نے اسے گرتے بھی دیکھا ہو۔ اور اس نے کوئی نقصان بھی نہ پہنچایا۔ (غالباً اس لئے کہ وہ تارہ مشکل کشا کے نام کا تھا)

۵۔ ہم قارئین کرام کی معلومات کیلئے یہ بھی عرض کر دیں کہ ستارہ کوئی نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو آسمان کی زینت کے لئے پیدا کیا ہے۔ شیطان کو مارنے کے لئے ایک شعلہ پھینکا جاتا ہے جسے شہاب ثاقب کہا جاتا ہے۔ غلطی سے لوگ اسے ستارہ سمجھتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے۔

اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ الْكَوَاكِبِ، وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ	ہم نے دنیاوی آسمان کو ستاروں کے ذریعہ زینت عطا فرمائی۔ اور اسے ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ وہ ملاءِ اعلیٰ کی جانب کان نہیں لگاتے کہ ان پر ہر جانب سے آگ برسائی جاتی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ مگر اچانک جو بات اچک لے تو اس

Marfat.com

ثَاقِبٌ۔ الصفت۔ کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے۔

سورۂ جن میں ارشاد ہے۔

وَاِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝ الجن

اور اگر ہم آسمان کو چھو کر دیکھیں تو ہم اسے بھرا ہوا پائیں گے۔ شدید نگراں اور شعلوں سے اور ہم نے سننے کے لئے وہاں جگہ متعین کی ہیں۔ جب بھی وہاں کوئی بات سننا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہوا لگتا ہے

۲۔ راوی کہتا ہے کہ سورۂ نجم کے نزول کی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حب علیؓ میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو صحیح بات یہ ہے کہ ہم اپنی شائع ہونے والی کتاب "کیا ہمارا قرآن ایک ہے" میں یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ "جب حضرت علیؓ کی ولایت کا اعلان کیا گیا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ محمد تو علیؓ کی محبت میں گمراہ ہو گئے ہیں"۔ اس روایت میں کوئی خاص کارنامہ نہیں دکھایا گیا۔ ہاں صرف ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام حذف کر دیا گیا۔ اور اس روایت کا اصل مقصود بھی یہی تبرا ہے اور ایک جماعت نے یہ بات کہی کہ اس سے مراد جماعت صحابہ ہے۔ اس تبرا کا بانی کون ہے۔ اس کا فیصلہ قارئین خود فرمالیں۔ ہم تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ خبردار جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت علیؓ کا محل کہاں ہو گا

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے مجھے اسی طرح خلیل بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ کو خلیل بنایا تھا۔ میرا محل بھی جنت میں ہو گا اور ابراہیمؑ کا محل بھی جنت میں ہو گا۔ اور ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے اور علیؓ کا محل میرے اور ابراہیمؑ

Marfat.com

ے عمل کے درمیان ہوگا۔ تو غور کرو اس حبیب کا کیا حال ہوگا جو دو خلیلوں کے درمیان ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اور اس کے راوی یزید بن معقل اور عقبہ بن موسی ہر دو مجہول ہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ا صنہ ۲۵۰۔

گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام حضرت علیؓ سے کچھ کم ہی ہے اسی لئے تو انہیں درمیان میں بیٹھایا گیا ہے۔ لیکن اس کام کے لئے کون سی جگہ پسند کی گئی تو ایک روایت تو یہ گذری کہ جنت میں بٹھایا گیا۔ اور ایک روایت کا آگے مطالعہ فرمائیے۔

حضرت علیؓ کے لئے عرش پر قبہ لگایا جائے گا

حضرت سلمانؓ فارسی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے لئے سرخ یاقوت کا قبہ عرش کے داہنی طرف لگایا جائے گا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے لئے عرش کے بائیں جانب سبز قبہ لگایا جائے گا۔ اور حضرت علیؓ کے لئے ان دونوں کے درمیان قبہ ہوگا جو سپید موتیوں کا ہوگا۔ تو دو خلیلوں کے درمیان کے حبیب کے معاملہ میں کیا خیال ہے؟

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کا راوی داؤد بن حصین ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسکی روایات ثقہ راویوں کی روایت کے مشابہ نہیں ہوتیں

علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے بنا ہے

عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علیؓ کا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ہے۔ اور یہ میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جس طرح ہارون موسیٰؑ کی جگہ تھے۔

امام ابن جوزی فرماتے ہیں یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ داہر اس روایت کا راوی کچھ نہیں جس

داھر

Marfat.com

انسان میں تھوڑی سی بھی بھلائی ہوگی وہ اس کی روایت نہ لکھے گا۔ العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواھیۃ ج ۱ صفحہ ۲۱۔

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ اس کا راوی عبد اللہ بن داہر ہے جو اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کسی ماہر رجال نے ان دونوں کا ذکر تک نہیں کیا حتیٰ کہ ابو حاتم رازی جو رے کے شہر کا باشندہ ہیں۔ انہوں نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳

اسی عبد اللہ بن داہر نے یہ روایت اعمش کے واسطہ سے عبایہ الاسدی سے نقل کی ہے۔ اور اس نے ابن عباسؓ سے۔

عبایۃ بن ربعی یہ حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اور اس سے موسیٰ بن طریف نے روایت نقل کی ہے۔ اور یہ ہر دو غالی شیعہ ہیں۔ اس عبایہ نے حضرت علیؓ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ میزان الاعتدال ج ۲ صفحہ ۳۸۔

روایت کا آخری حصہ کہ علیؓ میری جگہ ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ روایت کا اگلا حصہ ہے اور ہم اس پر تفصیلی کلام دوسرے حصہ میں کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس عبد اللہ بن داہر نے ابن عباسؓ سے آگے یہ کہانی بھی نقل کی ہے عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا تم میں سے جو شخص بھی اس فتنہ کو پائے وہ دو چیزوں کو اختیار کرے۔ کتاب اللہ اور علی بن ابی طالب۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اور آپؐ اس وقت علیؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔

یہ پہلا شخص ہے۔ جو مجھ پر ایمان لایا۔ یہی قیامت کے روز سب سے اوّل مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ یہی اس امت کا فاروق ہے۔ جو حق اور باطل میں فرق کرے گا۔ یہ مومنین کا چھتہ ہے۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے یہی صدیق اکبر ہے اور یہ میرے بعد خلیفہ ہوگا۔

یہ فرمانا کہ حضرت علیؓ مومنین (شیعوں) کا مرکز ہیں۔ اور مال ظلمت کا چھتہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ پہلے داماد ابوالعاص اور دوسرے داماد عثمانؓ ہر دو مالدار ہیں۔ لہذا یہ حضرات ظلمت کا چھتہ ہیں۔ لہذا ہر وہ شخص جس کے پاس مال ہو وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عشرہ مبشرہ اور بیشتر انصار۔ یہ سب ظلمت کے چھتے ہیں۔ عیاذاً باللہ

اور میرے بعد خلیفہ بھی علیؓ ہوں گے اور وہ صدیق اکبرؓ ہیں۔ لہذا اس سے قبل جو خلفا ہوئے وہ خلیفہ نہ تھے بلکہ غاصبین تھے جنھوں نے زبردستی خلافت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیس سال تک کوئی خلیفہ نہیں ہوا۔ یہ دوسری بات ہے کہ جب حضرت علیؓ کو خلافت ملی تو وہ تو دا مالدار ہو گئے تھے۔

میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا....

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اید تہ بعلی ونصرتہ بعلی۔ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ۔ میں نے محمدؐ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی اور علیؓ کے ذریعہ ان کی مدد کی میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن عدی نے اس کا واضع حسین بن ابراہیم البابی کو قرار دیا ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک روایت اور بھی نقل کی عقیق کی انگوٹھی پہنا کرو۔ اس سے فاقہ دور ہوتا ہے۔ اور داہنا ہاتھ زینت کے زیادہ لائق ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ حسین بن ابراہیم کون ہے۔ اس نے حمید الطویل سے دو موضوع روایات نقل کی ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۔

مختصراً یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر ایک اتہام ہے۔

حضرت علیؓ خیر البریہ ہیں

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علیؓ خیر البریہ ہیں (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر)

Marfat.com

اس روایت کو ابو سعیدؓ سے نقل کرنے والا عطیہ بن سعد الکوفی ہے جو کٹر شیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں یہ کلبی کذاب کے پاس جاتا اور اس سے باتیں سنتا اور چونکہ کلبی کی کنیت ابو سعید تھی۔ لہٰذا ابو سعید کے نام سے روایت بیان کرتا۔ اس کی مراد اس سے یہ تھی کہ لوگ ابو سعید کی کنیت سے دھوکہ کھا کر یہ تصور کریں کہ یہ روایت حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہیں۔ جیسا کہ اس روایت میں واقع ہوا ہے۔ دراصل یہ کلبی کذاب کا قول ہے جو اس نے حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ اور کلبی سے اسے نقل کرنے والا عطیہ الکوفی ہے جو کٹر رافضی ہے اور وہ اس سے نقل کرنے والا شریک ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے۔

امام احمد کے قول سے یہ بات سامنے آئی کہ ہر وہ حدیث جسے عطیہ الکوفی ابو سعید سے نقل کرے وہ حدیث رسول نہیں ہوتی اور نہ ابو سعید سے مراد ابو سعید خدریؓ ہوتے ہیں بلکہ اس سے مراد ابو سعید کلبی کذاب ہوتا ہے۔ اور یہ تمام روایات کوفہ کی فیکٹری میں تیار ہوتی ہیں۔ خواہ ایسی روایت حدیث کی کسی کتاب میں پائی جائے۔

اب ایک حدیث صحیح بھی ملاحظہ فرمالیں جس سے ہمارے قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ خیر البریہ اصل میں کون ہیں۔ اور یہ کہانی کہاں سے چرائی گئی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے حضورؐ کو مخاطب کر کے کہا

السلام علیک یا خیر البریہ — اے خیر البریہ آپؐ پر سلام

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

ذالک ابراهیم علیه السلام مسلم ج ۲ صفحہ ۲۶۵ — خیر البریہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اور حضرت ابراہیمؑ ابو الانبیاء اور خلیل اللہ ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کے باعث خیر البریہ ہیں۔ اس طرح کلبی کذاب نے ابو الانبیاء حضرت ابراہیم اور سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تبرا کیا ہے۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت جابرؓ سے ان الفاظ میں نقل کی گئی۔ کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا علیؓ خیر البشر ہیں جو اس سے انکار کرے اس نے کفر کیا۔

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کی رو سے خیر البشر یا خیر البریہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

Marfat.com

ہے۔ اور چونکہ روافض کے نزدیک ہر امام کا رتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہے۔ اس لحاظ سے تو حضرت علیؓ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بھول کر حضرت جبرئیلؑ حضورؐ کے پاس چلے جاتے لیکن ظاہر ہے کہ آپ جب بیت الخلاء وغیرہ جاتے تو حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؓ کے پاس آتے اور ان پر وحی نازل کرتے۔ لہذا یہ قرآن دو شخصوں پر نازل ہوا۔ اسی باعث حضرت علیؓ نے اصلی قرآن ایسا غائب کیا۔ کہ امام غائب کی آمد تک ہم قرآن سے محروم ہو گئے۔ اب ہمیں سب سے پہلے قرآن تلاش کرنا چاہیے۔ اور چونکہ قرآن حضرت علیؓ نے لکھا تھا اور انھوں نے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیا۔ اگرچہ حضورؐ نے اسے پھیلانے کی کافی سعی کی۔ لیکن وہ کوشش اس لحاظ سے اکارت گئی کہ حضرت علیؓ اس قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے جس میں حضرت علیؓ کی فضیلت نہ ہو۔ چونکہ روئے زمین پر حکم حضرت علیؓ کا چلتا رہا۔ کیونکہ خدا کے روپ میں بھی حضرت علیؓ تھے۔ لہذا اسی لئے اس مصنوعی خدا کو جو حضرت علیؓ کے روپ میں آیا اسے خیر البشر اور خیر البریہ نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

حسن بن محمد

ہمارے نزدیک خیر البشر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر کھلا تبرا ہے۔ جس کا سہرا ایک علوی کے سر بندھتا ہے۔ ابن عدی اور ذہبی کے بقول اس کا نام حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ بن حسین بن زین العابدینؒ بن حسین بن علیؓ ہے۔ اس کی کنیت ابو طاہر ہے اور نسابہ کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ روایت اس کے رافضی اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے اس نے یہ داستان اپنی کتاب النسب میں ذکر کی ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۳۵۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس پر اگر یہ جھوٹ بولنے کی تہمت نہ ہوتی تو محدثین کا اس کے پاس اژدھام جمع ہوتا۔ کیونکہ یہ شخص کافی عمر رسیدہ بھی تھا۔

دبری

اس نسابہ نے یہ روایت اسحاق دبری سے نقل کی اور اس نے مشہور شیعہ عبد الرزاق بن ہمام سے۔ عبد الرزاق کے بارے میں ہم کسی موقع پر تفصیلی خاکہ پیش کر چکے ہیں۔ رہا اسحاق الدبری یہ عبد الرزاق بن ہمام کا شاگرد ہے۔ اس اسحاق نے عبد الرزاق سے نو سال کی عمر میں ان کی تصانیف سنی تھیں۔ بعد میں یہ شخص عبد الرزاق کے نام سے منکرات بیان کرنے لگا۔ جس کے باعث لوگوں کو یہ وہم پیدا ہوا کہ یہ روایت دبری کی وضع کردہ ہے، یا عبد الرزاق کی۔ حافظ ابو بکر بن ــــ الاشبیلی اس کے مدعی ہیں

Marfat.com

کہ اس دہری نے مصنف میں تحریف کی ہے ۔ میزان ج ۱ ص ۱۰۱

میرے بعد علم علیؓ اور سلمانؓ سے حاصل کرنا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے بعد علم کی باتیں کس سے لکھیں ۔ فرمایا علیؓ اور سلمانؓ سے ۔ میزان ج ۱ ص ۹۶

اس روایت کا راوی احمد بن ابی روح ہے ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی احادیث درست نہیں ہوتیں ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اس روایت کی سند میں جن لوگوں کا نام لیا ہے ۔ ان سب پر اتہام ہے ۔ میزان ج ۱ ص ۹۶ ۔ بلکہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند کے ساتھ موضوع ہے ۔

حضرت انسؓ کو چونکہ علیؓ سے پرخاش تھی اس لئے وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں کبھی حاضر ہی نہیں ہوئے رہ گئے سلمانؓ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں انتقال کر گئے تھے ۔ اور سبائی اس وقت تک وجود میں نہ آئے تھے ۔ لہذا یہ روایت حضرت انسؓ پر ایک کھلا جھوٹ ہے ۔

اس احمد بن ابی روح سے نقل کرنے والا احمد بن ابی حفص السعدی ہے ۔ جو امام ابن عدی کا شیخ ہے ۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر روایات بیان کرتا ہے ۔ لیکن عمداً جھوٹ نہیں بولتا ۔ ہاں دشمن کے جھوٹ کی اشاعت کرنا اور بات ہے ۔

اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور تجھ سے بغض رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے ۔ لیکن تجھ سے بغض رکھتا ہے ۔ میزان ج ۱ ص ۵۳

Marfat.com

بے شک وہ شخص بھی جھوٹ بولتا ہے جو حضورؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ رضی اللہ عنہم سے نفرت کرتا ہو۔ اور حبِ علیؓ بقول روافض بُغض صحابہ پر موقوف ہے۔ لہذا کسی صحابی سے محبت کرنے والا حضرت علیؓ کا دشمن ہے۔

اس اصول کو جب ہم پیش نظر رکھتے ہیں تو تمام اہل سنت والجماعت بغض علیؓ میں مبتلا ہیں۔ اگرچہ ہم حب علیؓ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہذا ہم اہل سنت والجماعت جہاں محبّ علیؓ میں مبتلا ہیں وہاں بغض علیؓ میں بھی مبتلا ہیں۔ اس لحاظ سے نہ ہم اپروں میں ہیں نہ غیروں میں۔ نہ ہم دشمن علیؓ ہیں اور نہ محبِ علیؓ رہ گیا بغض کا مسئلہ تو حضرت بریدہؓ نے اس امر کا اقرار کیا تھا۔

انا ابغض علیا   میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔

میں علیؓ سے بغض رکھتا ہوں۔ اس کے جواب میں رسول اللہؐ نے صرف اتنا ارشاد فرمایا لا تبغضنه فان فی الخمس اکثر من ذلک۔ اس سے بغض نہ رکھنا کیونکہ خمس میں اس کا اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (بخاری) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت علیؓ سے بغض رکھنا کفر میں داخل نہیں۔

حسین بن سلیمان

اس کا راوی حسین بن سلیمان الطلحی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شخص معروف نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی متابعت میں کوئی حدیث روایت نہیں کرتا۔ اس نے عبدالملک بن عمیر سے پانچ منکر روایات نقل کی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے اور ایک پرندے والی روایت ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔ اس حسین نے یہ داستان عبدالملک بن عمیر سے نقل کی ہے۔

عبدالملک بن عمیر

یہ مشہور تابعی ہیں کوفہ کے باشندہ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ لخم سے ہے انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت جندب البجلیؓ اور دیگر صحابہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات تمام کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں۔ امام شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی رہے۔ ان کی عمر کافی طویل ہے۔ اسی باعث ان کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ شعبہ اس سے خوش نہ تھے۔ کوسج نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ اسے بہت ضعیف کہتے۔ بلکہ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میرے والد امام احمد سے عبدالملک اور عاصم بن ابی النجود

Marfat.com

کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میرے نزدیک عاصم اس سے کم اختلاف کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۶۶

حضرت علیؓ سے محبت کرنیوالے کو موت کے وقت کوئی حسرت نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے محبت کرنے والے کو موت کے وقت حسرت نہ ہوگی اور نہ قبر میں وحشت ہوگی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا راوی احمد بن الحسن العبسی ہے۔ جو اسے ابوز۔ سے نقل کرتا ہے اور وہ مجہول ہے۔ اور اس نے اوپر کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ میزان ج ۱ ص ۹۴

ہم پہلے یہ کئی بار لکھ چکے ہیں کہ جس حدیث کے شروع میں یا علی ہو وہ تمام روایات ایک روایت کے علاوہ سب شیعوں کے جھوٹ ہیں۔ اور اس کی وضاحت ملا علی قاری نے اپنی موضوعات میں کی ہے۔ حتیٰ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں یا علی ہو سوائے ایک روایت کے وہ یقیناً موضوع ہیں۔ اور چونکہ اس روایت کی ابتداء میں لفظ یا علی ہے لہٰذا یہ یقیناً موضوع ہے۔

حضرت علیؓ کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یہ علیؓ میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔ اور ایسی ذات ہے جس کے ذریعہ اللہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔۔۔۔۔

علی بن الحسین الہاشمی یہ علی بن الحسین اپنے باپ سے روایت کرتا ہے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ یہ علی اور اس کا باپ حسین ہر دو مجہول ہیں۔ انہوں نے یہ روایت امام مالکؒ کی جانب منسوب کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور اسے امام مالکؒ کی جانب منسوب کرنا یہ ایک جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۔

راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ امام مالک نے یہ روایت لیث سے سُنی ہے۔ اور لیث نے طاؤس سے۔ حالانکہ یہ ایک صریح جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ لیث دو ہیں۔ لیث بن سعد اور لیث بن ابی سلیم۔ اگر لیث سے مراد لیث بن سعد ہیں تو ان کی امام مالک سے خط و کتابت ضرور ہوئی۔ بلکہ امام لیث نے ایک مراسلہ میں امام مالک کی فقہی غلطیاں پکڑی ہیں جس کے ناقل امام شافعی ہیں۔ لیکن اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ امام مالک نے امام لیث بن سعد سے روایت سنی ہے تو ان امام لیث نے طاؤس بن کیسان سے کوئی حدیث نہیں سُنی۔ طاؤس سے روایت نقل کرنے والے امام لیث بن سعد نہیں۔ لیث بن ابی سلیم ہیں۔ کیونکہ لیث بن ابی سعد ۹۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور طاؤس بن کیسان کا انتقال ۱۰۶ھ میں یمن میں ہوا۔ بلکہ امام لیث کے جتنے ہم عصر ہیں ان میں سے کسی نے طاؤس سے روایت نہیں سُنی۔

لیث بن ابی سلیم

لیکن اگر لیث بن ابی سلیم مراد لئے جائیں تو یہ کوفہ کے باشندہ ہیں۔ امام احمد کا قول ہے کہ ان سے اگرچہ لوگوں نے روایت لی ہیں۔ لیکن یہ مضطرب الحدیث ہیں۔

یحییٰ بن معین اور نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ نیز یحییٰ بن معین سے ایک قول یہ مروی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ کہ آخر عمر میں اسے اختلاط ہو گیا تھا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ سنت کا پابند تھا۔ لیکن اس پر لوگوں نے جو اعتراضات شروع کئے وہ اس بات پر کئے گئے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ عطا، طاؤس اور مجاہد ایک جگہ جمع ہوئے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ لیث لوگوں سے زیادہ نماز اور روزوں میں کثرت کرتا۔ لیکن اگر غلطی سے کوئی بات زبان سے نکل جاتی تو اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

ابن شوذب نے اس لیث سے نقل کیا ہے کہ میں نے کوفہ کے ابتدائی شیعوں کو دیکھا ہے کہ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ پر کسی کو فضیلت نہ دیتے۔

ابن ادریس کا بیان ہے کہ میں جب بھی اس لیث کے پاس جاکر بیٹھتا تو میں نے اس سے وہ باتیں سنیں جو کبھی میں نے اس سے نہ سُنی تھیں۔

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطان کو دیکھا وہ جتنی بُری رائے تین اشخاص کے بارے میں رکھتے تنی بُری رائے کسی اور کے بارے میں نہ رکھتے۔ اور اس درجہ تک کسی سے بات کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہ تین اشخاص یہ ہیں۔ لیث بن ابی سلیم، محمد بن اسحاق اور ہمام

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ لیث بن ابی سلیم عطا بن السائب سے زیادہ ضعیف ہے۔ متوکل بن الفضل کا بیان ہے کہ میں نے عیسیٰ بن یونس سے لیث بن ابی سلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا میں نے جب اسے دیکھا تو اسے اختلاط پیدا ہو گیا تھا۔ بعض اوقات میں صبح دوپہر کے وقت راہ سے گزرتا ہوا اور وہ منارے پر کھڑا اذان دیتا ہوتا۔ ۱۴۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔

مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں

حضرت سعید کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار علیؓ کے لئے یہ کہتے سنا کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں۔ اور تو میری جگہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی جگہ تھے۔ میزان ج ۱ ص

اس روایت کا راوی حفص بن عمر الابلیؒ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ خواہ بلحاظ سند منکر ہوں یا بلحاظ متن، یہ شخص ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ ایک استاد تھا لیکن کذاب تھا۔ ہاں ابن حبان کو یہ ضرور وہم ہوا کہ انھوں نے ابلی کو حبطی قرار دے دیا۔ اور اس کے بعد ابن حبان نے تحریر کیا کہ اس نے ابن ابی ذئب۔ ابراہیم بن سعد، یزید بن عیاض اور مالک بن انسؓ سے نقل کیا ہے یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہم سے زہری نے بیان کیا کہ میں نے سعید سے دریافت کیا تم نے مذکورہ بات حضورؐ سے سُنی، سعید نے اس کا اقرار کیا۔

محمد بن سلیمان بن الحارث کا بیان ہے کہ ہم سے حفص بن عمر الابلی نے یہ حدیث بیان کی۔ اور اس حدیث

Marfat.com

کا ابتدائی حصہ باطل ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ حفص بن عمر شعبہ، مسعر، مالک بن مغول اور ائمہ سے باطل روایات نقل کرتا ہے

میزان ج ۱ ص ۵۶۳

اس حفص کا دعویٰ ہے کہ اس نے روایت امام مالک، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد اور یزید بن عیاض سے سنی ہے۔ اور انہوں نے امام زہری سے۔ اور انہوں نے سعید سے۔ حالانکہ ابراہیم بن سعید زہری کے شاگرد نہیں بلکہ استاد ہیں۔

نیز یہ راوی یہ بھی دعویٰ کرتا ہے۔ کہ زہری نے یہ روایت سعید سے سنی۔ اور سعید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اگر سعید سے مراد سعید بن زید بن عمرو بن نفیل صحابی ہیں تو وہ، تو زہری کی پیدائش سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ تو زہری ان سے کیسے روایت سنتے۔ اور اگر سعید سے مراد سعید بن المسیب ہیں تو بے شک زہری نے ان سے روایات سنی ہیں لیکن ان سعید نے حضور کو دیکھا تک نہیں۔ کیونکہ یہ سعید ۲۳ھ میں پیدا ہوئے الغرض یہ روایت ہر دو صورت میں جھوٹ ہے۔ لیکن آخری حصہ کہ تو میری جگہ ایسا ہی ہے جیسے ہارون موسیٰ کی جگہ تھے یہ صحیح ثابت ہے۔

جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ اے علیؓ مدینہ میرے اور تیرے علاوہ کسی کے لائق نہیں یا کوئی اور شخص مدینہ کے لائق نہیں۔ اس کا فیصلہ تو تاریخ کر چکی ہے۔ کہ ہزارہا افراد نے مدینہ میں جان دی لیکن حضرت علیؓ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے اور وہیں شہید کئے گئے۔ گویا کہ اگر مدینہ نامناسب تھا تو صرف حضرت علیؓ کے لئے۔ اور جن لوگوں کے لائق تھا۔ انہوں نے اپنا قتل گوارا کیا لیکن مدینہ چھوڑنا گوارہ نہ کیا۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

سبائیوں کو ایسی روایات وضع کرنی چاہیں تھیں جس سے کم از کم ایک عام انسان مغالطہ کھا سکے اس روایت سے الٹا یہ ثابت ہوگا کہ اے علیؓ تو مدینہ کے لائق نہیں یا مدینہ تیرے لائق نہیں۔ عیاذاً باللہ۔

اونٹ کی خریداری

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی اونٹ لے کر آیا تاکہ انہیں فروخت کر سکے۔ عثمانؓ کا بھائی ناد

کرنے لگے۔ عمرؓ ایک ایک اونٹ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ اسے یہ بتاتے تاکہ اونٹ کمزور ہوا ہے عمرؓ اس کا دل دیکھ سکیں۔ اس پر وہ شخص بولا تیرا باپ نہ ہو میرے اونٹوں سے علیحدہ ہو جا۔ عمرؓ اس پر بھی باز نہ آئے تو وہ شخص بولا۔ میرا خیال ہے تو بہت برا آدمی ہے۔

جب عمرؓ اس کام سے فارغ ہو گئے تو اس سے اونٹ خریدا اور کہنے لگے کہ اسے کھینچ کر لا اور اس کی قیمت لے لے۔ اس اعرابی نے کہا اچھا میں اس کا کجاوہ اور لگام اتار دوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے جب اونٹ خریدا تھا تو یہ چیزیں اس پر موجود تھیں۔ اس پر اعرابی بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بہت برا آدمی ہے۔

یہ دونوں باہم جھگڑ ہی رہے تھے کہ اتنے میں حضرت علیؓ آ گئے۔ حضرت عمرؓ نے اونٹ والے سے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ شخص میرے اور تیرے درمیان فیصلہ کر دے۔ اونٹ والے نے اقرار کیا۔ حضرت عمرؓ نے علیؓ کے سامنے سارا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

اے امیر المومنین! اگر اونٹ خریدتے وقت آپ نے کجاوے اور لگام کی شرط لگائی تھی تب تو یہ آپ کی ہیں ورنہ اونٹ کا مالک اپنے دام میں اس قیمت پر اضافہ کر سکتا ہے۔ الحدیث ..... میزان ج ا صد ۵۵۵

حفص بن اسلم الاصغر

اس کا راوی حفص بن اسلم الاصغر ہے۔ ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ یہ عجیب عجیب کہانیاں نقل کرتا ہے۔ بخاریؒ کا بھی یہی بیان ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ بے اصل روایات نقل کرتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے یہ روایت خود وضع کی ہے۔ میزان ج ا صد ۵۵۵۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے مذاقاً ایسی بات فرمائی ہو اور اسی لئے حضرت علیؓ پر فیصلہ چھوڑا ہو لیکن راوی نے اپنے دل کا غبار نکالنے کے لئے اسے افسانوی رنگ دے دیا ہو۔ ورنہ جو فیصلہ حضرت علیؓ دے رہے ہیں وہ تو ایک عربی مدرسہ کا طالب علم بھی دے سکتا ہے۔ اور ایک جاہل شخص بھی یہ بات جانتا ہوگا کہ خریداری کے معاملہ میں وہ اشیاء داخل ہوتی ہیں جن کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ معاملہ صرف اونٹ کا ہوا۔ اس کے لگام اور کجاوے کا نہیں ہوا۔

ہمارے نزدیک اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کی بردباری ثابت ہوتی ہے کہ انہیں برا کہا جا رہا ہے اور ان کے باپ کو بددعائیں دی جا رہی ہیں۔ لیکن ان کے چہرے پر بل نہیں آتا۔ ویسے رافضیوں سے ہمارا نباہ ہے

Marfat.com

کہ جب تبرا کرنا ہو تو کسی افسانہ کے پردے میں نہ کیجیئے۔ بلکہ مردِ بن کر بات کریں۔ ہم لوگ اس قسم کی باتوں کو بزدلی قرار دیتے ہیں۔

مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عہد کر کے توڑنے والے (ناکثین) برابری کا دعویٰ کرنے والے (قاسطین) حد سے نکل جانے والے (مارقین) سے۔

یہ روایت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے نام سے اگرچہ پہلے گزر چکی ہے۔ لیکن اول تو وہ روایت ادھوری تھی۔ دوم وہ ابوایوب انصاریؓ سے مروی تھی۔ اور یہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اس لیے اسے پیش کر رہے ہیں۔

اول تو اس کے اوپر کے دو راوی علقمہ اور ابراہیم نخعی اپنے زمانے میں اہل سنت کے امام ہیں۔ ان کا یہ مذہب نہیں تھا۔ لیکن ابراہیم نخعی کے بعد کے جتنے راوی ہیں وہ سب رُوات قابلِ غور ہیں۔

حکیم بن جُبیر اگرچہ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہیں۔ لیکن تب بھی ذہبی لکھتے ہیں کہ شیعی غالی تھوڑا سا شیعہ ہے (گویا کہ اگر زیادہ شیعہ ہوتا تو پھر کوئی عیب پیدا ہوتا۔

امام احمد کا بیان ہے ضعیف ہے منکر الحدیث ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ شعبہ کو اس میں کلام تھا۔ لیکن تب بھی بخاری نے کتاب الضعفاء الصغیر صفحہ ۳۲ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ

معاذ کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبہ سے عرض کیا کہ مجھ سے حکیم بن جبیر کی روایت بیان کیجیے۔ انہوں نے فرمایا اس کی روایت بیان کرنے کے بعد مجھے اپنے جہنم میں جانے کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ قول اس امر کا ثبوت ہے کہ شعبہ نے بعد میں اس کی روایت ترک کر دی تھی۔

علی ابن المدینی کا بیان ہے۔ کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا اس نے بہت کم روایات بیان کی ہیں۔ زائدہ نے اسکی روایت لی ہے۔ اور شعبہ نے حدیث صدقہ کے باعث

Marfat.com

اس کی روایت ترک کر دی تھی۔ وہ روایت یہ ہے کہ جس کے پاس بچاس درہم موجود ہوں اس کے لئے صدقہ حلال نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحیی بن سعید اس کی روایات لیتے لیکن عبدالرحمن بن مہدی اس کی روایات نہ لیتے۔ عبدالرحمان کا یہ بھی بیان ہے کہ اس کی روایات بہت تھوڑی ہیں۔ لیکن ان میں منکرات بھی شامل ہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ حکیم بن جبیر کذاب ہے۔ میزان ج ا صد ۲۶۱

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔

یہ ضعیف ہے اور اس پر تشیع کا الزام ہے۔ اس کا انتقال ۱۰۰ھ کے بعد ہوا۔ تقریب التہذیب ص۸۰

نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حکیم بن جبیر کوفہ کا باشندہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۳۱۔

فطر بن خلیفہ

اس حکیم سے یہ روایت نقل کرنے والا فطر بن خلیفہ المخزومی ہے۔ اس کی روایات مسلم کے علاوہ اور بقیہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے لیکن اس پر تشیع کا الزام ہے۔ ۱۵۰ھ کے بعد اس کا انتقال ہوا۔ تقریب ص۲۷۴۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد وغیرہ نے ثقہ کہا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے اسے ضعیف کہا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایت اس لئے لینا چھوڑ دی کہ اس کا منصب بہت برا تھا۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اگرچہ یحیی بن سعید القطان نے اسے ثقہ کہا ہے۔ لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا یعنی لکڑی کا پجاری۔ (لکڑی سے مراد وہ لکڑی ہے جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔ گویا یہ فرقہ خشبیہ عیسائیوں کی دوسری صنف ہے۔ کیونکہ دونوں صلیب کے پجاری ہیں)

احمد بن یونس کا بیان ہے میں اس کے سامنے سے گذرتا۔ اور اسے اس طرح نظرانداز کر کے نکل جاتا جیسے کوئی کتے کو نظرانداز کرتا ہے۔ امام احمد اور یحیی بن معین اسے اگرچہ ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن

Marfat.com

وہ بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے اور خشبی ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے۔ یہ ثقہ نہیں گمراہ ہے۔ ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

حدیث کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی کسی شیعہ یا بدعتی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو خواہ وہ سچا کیوں نہ ہو۔ اس کی وہ روایت ہرگز قبول نہ کی جائے گی جس سے اس کے مذہب کی تائید ہوتی ہو۔ اور اس روایت سے چونکہ ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً مردود ہے۔

عبیداللہ بن موسیٰ

اس فطر سے نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس کی روایات تمام کتب صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ امام بخاری کا استاد ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ثقہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ ہے لیکن ابونعیم اس سے بہتر ہے۔ ہاں جب اسرائیل سے روایت کرے تو وہ صحیح ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس فطر سے نقل کی ہے) احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا میں نے کبھی اسے اوپر سر اٹھا کے یا ہنستے نہیں دیکھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں یہ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا تھا۔ اس نے بدترین قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ اور ان بلاؤں کو پھیلانے والا بھی وہی ہے۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے عرض کیا۔ کیا میں اس سے روایات لے لوں؟ امام احمد نے منع فرما دیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا ۲۱۳ھ میں انتقال ہوا۔ بہت عابد و زاہد اور متقی انسان تھا۔ (یعنی زہد و تقویٰ کی لبادے میں تشیع کا پرچار کیا کرتا تھا۔ جس پر آج تک تمام صوفیا عمل پیرا نظر آتے ہیں)

علیؓ کے باعث مجھے پانچ خوبیاں دی گئیں

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے علیؓ کے باعث پانچ

خصلتیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں تھیں۔ ایک تو علیؓ میرا قرض ادا کرے گا۔ میری شرمگاہ کو چھپائے گا۔ میرے حوض سے لوگوں کو (ستیوں کو) ہٹائے گا۔ اور قیامت کے روز میرا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ میں اس سے اس بات سے خائف نہیں کہ پاکدامنی کے بعد وہ زنا کرے یا ایمان کے بعد کفر کرے۔ میزان ج ا ص ۶۶۲۔

جہاں تک قرض کی ادائیگی کا تعلق ہے تو دنیا جانتی ہے کہ یہ قرضہ ابوبکرؓ نے ادا فرمایا تھا۔ اور دراصل یہ قرض کی ادائیگی اس شخص کے ذمہ تھی۔ جو خلیفۂ وقت ہو۔ اور چونکہ حضرت علیؓ خلیفہ نہیں ہوئے۔ اس لئے یہ باران کے ذمہ نہیں آیا۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہمارے مومنیان جانی زبردستی حضرت علیؓ کے ذمہ ادائیگی کا بار بھی ڈال دیں۔ تو پھر تو یہ بات ہے کہ ابھی تک وہ قرضہ ادا نہیں ہوا۔ ہماری بھی خواہش ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جو دشمن جانیوں سے قرضہ وصول کر سکے۔

حوض کوثر پر ابوبکرؓ ہوں یا علیؓ ان میں سے کوئی بھی ساقی گری نہ کرے گا۔ اس کے ساقی تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

جہاں تک جھنڈے کا تعلق ہے تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ولواء الحمد بیدی وادم وما سواہ تحت لوائی۔ اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور آدم اور ان کے سوا تمام افراد میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

شادی کے بعد زنا اور ایمان کے بعد کفر یہ ایسے عیوب ہیں جن کا کوئی مسلمان تصور نہیں کر سکتا۔ اس میں حضرت علیؓ کی تخصیص کیا ہے کہیں یہ کسی پر تبرا تو نہیں۔ یا یہ تو مقصد نہیں کہ وفات رسول کے بعد سب کا ذمہ مرتد ہو گئے تھے۔

خلف بن المبارک

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا راوی خلف بن المبارک ہے۔ جو اسے شریک سے روایت کر رہا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ خلف کون ہے۔ اور نہ یہ روایت خلف کے علاوہ کوئی اور نقل کرتا ہے۔

Marfat.com

شریک بن عبداللہ خلف کی جہالت کے علاوہ روایت شریک سے مروی ہے۔ اور شریک بن عبداللہ بن سنان شیعہ ہے اور اس کا حافظہ بھی خراب تھا اگر ضعف معروف بھی ہوتا اور ثقہ بھی ہوتا تب بھی شریک کی موجودگی اس روایت کو مشکوک بنا دیتی ہے۔

شریک نے یہ روایت ابو اسحاق سبیعی سے نقل کی ہے۔ جو مسلمہ امام ہیں لیکن تدلیس سے کام لیتے ہوئے درمیان سے ضعیف راوی گرا دیتے ہیں۔ بلکہ بقول عبداللہ بن المبارک اہل کوفہ کو دو شخصوں نے مرض تدلیس میں مبتلا کیا ہے۔ ابو اسحاق اور اعمش۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس روایت کا ابو اسحاق سبیعی سے کوئی تعلق نہیں۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ ابو اسحاق نے یہ روایت حارث سے نقل کی ہے۔ وہ حضرت علیؓ سے ناقل ہے۔ یہ حارث کون حضرت ہیں۔ ذرا ان کا چہرہ مہرہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

حارث الاعور حارث کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔ ہمدان کا باشندہ ہے۔ تابعین میں بڑے علماء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ کے مخصوص شاگردوں میں داخل ہے۔ اس کے شاگردوں میں عمرو بن مرہ اور ابو اسحاق شعبی ہیں۔

شعبہ کا بیان ہے کہ اس ابو اسحاق نے حارث سے صرف چار روایات سنی تھیں عجلی کا بیان ہے کہ ابو اسحاق حارث کی جو روایات نقل کرتے ہیں وہ حارث کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔ جو اتفاق سے ان کے ہاتھ آگئی تھی ...... غالباً یہ روایت بھی اس لال کتاب کی ہے۔

مغیرہ نے شعبی تابعی سے نقل کیا ہے کہ حارث اعور کذاب ہے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حارث متہم ہے۔ مغیرہ کا بیان ہے یہ حارث حضرت علیؓ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں بھی یہ سچا نہیں سمجھا جاتا۔

اس کی روایات ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ مجھے حیرت تو امام نسائی پر ہے کہ وہ رجال اور جرح و تعدیل کے امام ہیں اور حارث کو ضعیف کہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کی روایات نقل کرتے ہیں۔ لیکن نسائی نے زیادہ تر اس کی روایات فرائض میں نقل کی ہیں اور سنا ہے کہ حارث فرائض کے

Marfat.com

مسئلہ میں امام مانا جاتا ہے۔

علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ حارث کذاب ہے۔ جریر بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ حارث ایک ذلیل انسان ہے۔ (جریر کی شہادت اس سلسلہ میں قابل غور ہے۔ کیونکہ جریر خود بھی شیعہ ہے)

یحییٰ بن معین اور دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں ہوتیں۔

شعبی تابعی کا قول ہے کہ اس امت میں جتنا جھوٹ حضرت علیؓ پر بولا گیا اتنا کسی انسان پر نہیں بولا گیا۔ غالباً امام شعبی اس جھوٹ کی بات کر رہے ہوں گے جو ان کی حیات میں بولا گیا اور جو ان کی وفات کے بعد جھوٹ بولا گیا اس میں اگر ملا ہی شامل کر لیا جائے تو غالباً پوری امت پر اتنا جھوٹ نہ بولا گیا ہو گا جتنا حضرت علیؓ پر بولا گیا۔

امام محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ سے جتنی روایات ہیں وہ عام طور پر باطل ہیں۔

ابو اسحاق سبیعی جو یہ روایت حارث سے نقل کر رہے ہیں ان کا قول ہے کہ حارث کذاب ہے۔

علقمہ کا بیان ہے کہ حارث دعویٰ کیا کرتا تھا کہ قرآن حاصل کرنا آسان ہے لیکن وحی حاصل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے۔

امام شعبی نے ایک بار حارث کی حدیث بیان کی اور فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حارث جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

بندار کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمٰن بن مہدی نے میرے ہاتھ سے قلم لیا اور حارث کی تقریباً ان چالیس روایات پر پھیر دیا جو اس نے حضرت علیؓ سے روایات کی تھیں۔

حمزۃ الزیات کا بیان ہے کہ مرۃ الہمدانی نے اس حارث سے کوئی ایسی بات سنی جو انہیں منکر معلوم ہوئی۔ اس کے بعد حارث بولا تم ذرا بیٹھو میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر وہ اندر چلا گیا۔ مرۃ ہمدانی نے تلوار کھینچ لی۔ جس کا احساس حارث کو بھی ہو گیا اور وہ بھاگ گیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ حارث غالی قسم کا شیعہ تھا۔ حدیث میں واہی الانسان تھا۔

Marfat.com

ابوبکر بن ابی داؤد کا بیان ہے کہ حارث اعور سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ فرائض کا ماہر اور سب سے زیادہ حساب جانتا تھا۔ حضرت علیؓ سے اس نے فرائض کا علم حاصل کیا۔

حارث کی روایت سنن اربعہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور نسائی رجال کے معاملہ میں بہت سخت ہیں لیکن انہوں نے اسکی روایت کو اپنی سنن میں نقل کیا ہے۔ اور جمہور علماء اس کی روایت کو ناقابل قبول قرار دیتے اور خاص طور پر وہ روایات جو ابواب کے تحت ہوں۔ جیسے شعبی کہ اسے کذاب بھی کہتے اور اس سے روایت بھی لیتے ہیں۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ گفتگو میں اسے جھوٹوں میں شمار کرتے ہوں۔ لیکن حدیث میں نہیں۔

مرہ بن خالد نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کے پانچ شاگرد ہیں۔ جن سے علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ میں نے ان میں سے چار کو پایا اور حارث نہ مل سکا حالانکہ یہ لوگ حارث کو ان چاروں سے افضل کہتے۔ حالانکہ حارث ان میں بہتر تھا۔ اور باقی تین میں اختلاف تھا کہ کون افضل ہے۔ علقمہ، مسروق اور عبیدہ۔

حارث کا انتقال ۶۵ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۳۵

امام بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ الہمدانی کے بارے میں ابراہیم کا قول ہے یہ متہم ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۲۵۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔ یہ حارث قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۹

دارقطنی لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۲۰۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ روایت ابواسحاق باطل ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

حضرت علیؓ جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر آئیں گے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں براق پر سوار ہو کر

آؤں گا اور میرے بھائی صالحؑ اونٹنی پر ہوں گے میرے چچا حمزہ عضبا اونٹنی پر سوار ہوں گے۔ اور میرے بھائی علیؓ جنت کی اونٹنی پر سوار ہوں گے۔ ان کے سر پر نور کا تاج ہوگا۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۲

یہ روایت ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے۔ ذہبی کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت کافی طویل ہے۔ اس کا راوی خزیمہ بن ماہان المروزی ہے۔ اس سے صرف یہی ایک موضوع روایت مروی ہے۔ یا تو یہ خود اس کی وضع کردہ ہے یا محمد بن احمد بن الحسن القطوانی کی وضع کردہ ہے۔ کیونکہ خزیمہ سے اسی نے اسے روایت کیا ہے اور یہ ہر دو راوی مجہول ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۲

ویسے اس سے قبل روایت گزر چکی کہ حضرت علیؓ حضورؐ کی اونٹنی عضبا پر سوار ہوں گے لیکن مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ خواہ عضبا پر حضورؐ سوار ہوں یا آپؐ کا کوئی چچا لیکن کیا قیامت کے دن جانور بھی زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو تمام روایات کو ردی کی ٹوکری میں پھینکنا ہوگا اور اگر جواب اثبات میں ہے کہ جانور بھی اٹھائے جائیں گے تو اتنے بڑے ریوڑ کے داخلہ کو ثابت کرنا ہوگا۔

ہاں ہمیں تب بھی تشنگی باقی رہے گی کہ ہاشمیوں میں سے حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق تو ہمیں پتہ چل گیا۔ لیکن حضرت جعفرؓ حضرت عقیلؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن حارث جو ہمیشہ [illegible] ہیں وہ بے چارے پیدل دوڑ لگاتے ہوں گے۔ اور ہم یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ کس جماعت کا [illegible] کر ذرا اس تلاش کریں۔ اور کم از کم یہ طے کر لیں کہ حضرت علیؓ جنت کی اونٹنی پر سوار ہوں گے یا حضورؐ کی اونٹنی پر۔

مومن صاحبان جب یہ فیصلہ کرلیں تو ہمیں مطلع کریں۔

جو میرے اہل بیت سے بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے مجھ سے محبت کی

Marfat.com

اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے علیؓ سے محبت کی ہے اسے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جس نے میری بیٹی فاطمہؓ سے محبت کی ہے اسے ان کے بیٹوں حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنی چاہیے۔

یاد رکھو کہ اہل جنت باہم خوشی کا اظہار کریں گے اور ان کے دیدار میں جلدی کریں گے۔ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔ اور جس نے میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہا۔ کیونکہ میں نبی مکرم ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تو میرے گھر والوں سے محبت کرو۔ اور میرے بھائی علیؓ سے بھی محبت کرو۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اس کا واضع عبداللہ بن حفص ہے۔ اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ قابل اعتبار نہیں ہے۔

آل محمدؐ نبوت کے درخت ہیں

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یقیناً آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہیں۔ آل رحمت ہیں۔ رسالت کا مقام ہیں۔ فرشتوں کے آنے کی جگہ ہیں اور علم کی کان ہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے اور جویبر اور بحر السقاء دونوں متروک ہیں۔ موضوعات ج ۲ ص ۵

اس روایت میں پورا مذہب تشیع ظاہر کیا گیا ہے۔ جب آل محمدؐ شجرۂ نبوت ہوئے تو ابھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور چونکہ یہ حضرات آل رحمت ہیں اس لئے ان کے پاس فرشتے آتے رہتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہ سب حضرات علم کی کان ہیں۔

ابن جوزی نے صرف دو افراد کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے ساتھ کچھ اور بھی افراد

Marfat.com

شامل کرتے ہیں۔

ضحاک یہ مزاحم بلخی کا بیٹا ہے۔ مفسر ہے۔ ابن معین نے اس کی کنیت ابو القاسم بیان کی ہے۔ اور فلاس نے ابو محمد۔ یہ شخص بچوں کو ادب سکھایا کرتا۔ اس کے مکتب میں تین ہزار بچے تھے اور یہ گدھے پر سوار ہو کر ان سب پر چکر لگایا کرتا۔

ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہا۔ یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ شعبہؒ اس امر کے منکر تھے کہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے ملاقات کی ہو۔

طیالسی نے شعبہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عبدالملک بن میسرہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ضحاک نے ابن عباسؓ سے کوئی ملاقات نہیں کی۔ ہاں وہ رے میں سعید بن جبیر سے ملا ہے اور ان سے تفسیر حاصل کی ہے۔

شعبہؒ نے مشاش سے نقل کیا ہے کہ میں نے مشاش سے دریافت کیا کیا ضحاک نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت سنی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اس نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک بھی نہیں۔

یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ امام احمد، یحییٰ بن معین اور ابو زرعہ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور یحییٰ بن معین کا یہ بھی بیان ہے کہ ضحاک مشرقی سے مراد یہی ضحاک ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضحاک بن مزاحم مفسر کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ لیکن ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ اور وہ تمام صحابہ جن سے یہ روایت کرتا ہے۔ اس کی اس بات پر اعتراض ہے اور صحابہ سے اس کی روایت قابل اعتراض ہے۔ ۱۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

گویا کہ ضحاک نے یہ روایت جو براءؓ سے نقل کی ہے اس پر اعتراض ہے کہ براءؓ سے اس نے ملاقات بھی کی یا نہیں۔ مصنفین صحاح نے اس کی روایت نہیں لی۔

جویبر ضحاک سے یہ روایت نقل کرنے والا جویبر بن سعید ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے اس کی کنیت ابو القاسم ہے۔ قبیلہ ازد سے تعلق رکھتا ہے۔ بلخ کا باشندہ ہے

مفسر ہے۔ ضحاک کا شاگرد ہے۔ بلکہ ابن عباسؓ کی روایت کا مفسرین کے یہاں ایک سلسلہ اس سے چلتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ جویبر کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں اس کی مرویات میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے یہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس نے کچھ روایات حضرت انسؓ سے سنی ہیں۔ اس سے حماد بن زید اور ابن المبارک نے روایت نقل کی ہے۔

اس جویبر نے ضحاک کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ جو دس محرم کو اثمد کا سرمہ لگائے گا اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہ آئیں گی۔

ابو قدامۃ السرخسی نے یحییٰ بن سعید القطان سے نقل کیا ہے کہ لوگوں نے صحابہ سے تفسیر اخذ کرنے میں بہت تساہل سے کام لیا ہے۔ حدیث میں ان کو منہ نہ لگاؤ۔ پھر قطان نے لیث بن ابی سلیم، جویبر، ضحاک اور محمد بن السائب یعنی کلبی کا نام لیا اور فرمایا ان لوگوں کی حدیث میں تعریف نہیں کی جاتی اور ان سے تفسیر لکھی جاتی ہے! میزان ج ۱ ص ۴۲۷۔

بحر بن کثیر یہ بحر السقاء سے مشہور ہے۔ اس کی کنیت ابوالفضل ہے۔ ابن ماجہ نے اس سے روایت لی ہے۔ اس کے موالی بصرہ کے رہنے والے ہیں۔ ریگستان میں حاجیوں کو پانی پلاتا۔ یہ حسن اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے علی بن حجر نے روایت لی ہے

یزید بن زریع کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ اس کی روایت بھی نہ لکھی جائے۔ میں اس کے مقابلہ پر تمام لوگوں کو محبوب رکھتا ہوں۔ نسائی اور دارقطنی کہتے ہیں یہ قوی نہیں متروک ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔

یہ ابو حفص عمرو بن علی الفلاس کا دادا ہے۔ ابن ابی خیثمہ نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ بحر ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید

Marfat.com

انقلاب اس سے راضی نہ تھے۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ میں نے اس سے ایک روایت لکھی تھی۔ اتفاق سے ایک بلی آئی اور اس کے کاغذ پر پاخانہ کر گئی اس کی بنا پر اس کا انتقال ہوا۔

اہل بیت سے بغض رکھنے والا قیامت کے دن یہودیت کی حالت میں اٹھے گا

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا۔ میں اسے سن رہا تھا۔ آپؐ فرما رہے تھے۔ جس نے ہم اہل بیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز یہودی اٹھائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو اور یہ گمان کرتا ہو کہ وہ مسلم ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ خواہ نماز پڑھے، خواہ روزے رکھے خواہ یہ گمان کرے کہ وہ مسلم ہے۔ اس سے صرف یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنا خون کرانے سے بچ جائے گا اور جزیہ ادا کرنے سے بچ جائے گا۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے نام سکھائے جیسے آدم کو تمام نام سکھائے گئے تھے اور میری امت کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی گارے میں پھنسا ہو تو اس پر اصحاب الرایات (جھنڈوں والے) کا گذر ہو اور پھر وہ علیؓ اور ان کے شیعوں کے لئے استغفار کریں۔

حنان کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے یہ روایت بیان کی۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں اور سدیف غالی رافضی ہے۔ موضوعات ج ۲ صہ ۶

سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل بیت اگر عورت کی مناسبت سے بولا جائے

Marfat.com

تو خاوند مراد ہوتا ہے اور جب مرد کی مناسبت سے بولا جائے تو بیویاں مراد ہوتی ہیں۔ قرآن میں جس جس مقام پر اہل بیت کا لفظ آیا ہے اس سے بیویاں مراد ہیں یعنی اس لفظ کے لغوی معنیٰ ہیں گھر والی یا گھر والا۔ اور بیٹیاں اور نواسے گھر والے نہیں ہوتے اور علیؓ بالخصوص اس صورت میں جب کہ انہوں نے اپنا جداگانہ گھر بسا لیا تھا۔ تو اس صورت میں ان حضرات کو بیت علیؓ میں تو شامل کیا جا سکتا ہے بیت النبی میں یہ حضرات ہرگز شامل نہیں ہو سکتے۔

فرقہ سبائیہ نے اولاد علیؓ کو اہل بیت رسول بنا کر پیش کیا حتیٰ کہ اس کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ اب پاک و ہند کا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہل بیت کے معاملہ میں تشیع کا پیروکار نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہمارے ... بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ یہ نماز روزہ اور نیک اعمال یہ سب اسلام ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں اصل شئے ایمان ہے اس لئے وہ خود کو مومن کہتے ہیں۔ اور ایمان کی سب سے اولین شرط یہ ہے کہ وہ ولایت علیؓ کا قائل ہو اور ولایت علیؓ کے پہچان کا ذریعہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کو گالیاں دیتا اور انہیں کافر سمجھتا ہو۔ ان کے دور خلافت کو ایک فتنہ گردانتا ہو اور انہیں منافق سمجھتا ہو۔ اگر یہ سب کچھ سمجھنے اور ماننے کے لئے تیار ہوں تو آپ پکے مومن ہیں۔ آپ کو نہ نماز کی ضرورت ہے اور نہ روزے کی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ اصحاب الرایات شیعوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ہر وہ شیعہ جو سنیوں کو قتل کرے وہ صاحب الرایہ ہے اور ہمارے سیدھے سادھے سُنّی یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ جھنڈے امام مہدی کے ساتھ آئیں گے غالباً سُنّیوں کو قتل کرتے۔ اسی لئے آج کل اس عہدے پر خمینی صاحب براجمان ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے یہاں گنجائش نہیں۔

اس روایت کا ایک راوی سُدَیف ہے۔ جس پر ابن الجوزی نے الزام قائم کیا ہے۔ اب ان کا بھی کچھ حال ملاحظہ فرما لیجئے۔

سُدَیف اس کے باپ کا نام میمون ہے مکہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ اس نے نفسِ ذکیہ

۔ ــــــــ کے ساتھ خروج میں حصہ لیا۔ منصور نے جب اس پر کامیابی حاصل کی تو اسے قتل کر دیا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی رافضیوں میں سے تھا۔ میزان ج ۲ ص ۱۱۵۔

اس روایت کا ایک راوی۔

حرب ابن الحسن الطحان ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ یہ بات ازدی نے کہی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۶۹۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس روایت کا تیار کرنے والا ذارع ہے

موضوعات ج ۲ ص ــ

جناب ذارع کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہمارے قارئین یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ اہل بیت کی محبت کے بغیر تمہارا کوئی کلمہ قبول نہیں اور تم پھوس ہو کر اٹھو گے۔

لیکن جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں پورے قرآن میں علیؓ و فاطمہؓ اور حسن و حسین کا نام بھی نظر نہیں آتا۔ ہاں یہ بات ضرور ملتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو اس کی ایک نہ ایک روز مغفرت یقینی ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں تمام نیک اعمال بیان کیے لیکن کسی مقام پر بھی آپ کو اعمال کے سلسلہ میں حُبِ علیؓ، حب فاطمہؓ اور حُبِ حسنین کا تذکرہ نہ ملے گا۔ بلکہ ان چہار تن کی محبت ایک افیون ہے جو آپ لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کیلئے استعمال کرائی جاتی ہے۔

شیعہ جب قبروں سے اٹھیں گے تو گناہوں سے پاک ہونگے

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ جب شیعہ قیامت کے روز قبروں سے اٹھیں گے تو ان پر نہ کوئی گناہ ہوگا اور نہ کوئی عیب ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے دکالے کپڑوں میں معمولی سپیدی بھی چمکنے لگتی ہے۔) ان سے برائیاں دور کر

Marfat.com

دی جائیں گی۔ ان کے لئے راہیں آسان کی جائیں گی ان کی پیشاب گاہوں کو چھپایا جائے گا۔ اور ان کے دل مطمئن ہوں گے۔ ان کو امن و ایمان عطا کیا جائے گا۔ ان سے غم اٹھالئے جائیں گے۔ لوگ ان سے ڈریں گے لیکن انہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ اس وقت غمگین ہوں گے لیکن ان لوگوں کو کوئی غم نہ ہوگا۔ ان کے جیبوں کے تسمے پسینہ بردار اونٹنیوں پر چمکتے ہوں گے۔ اور یہ اونٹنیاں بغیر کسی محنت کے ان کے تابع کر دی جائیں گی۔ ان کی گردنیں سونے کی ہوں گی۔ لیکن یہ سونا سرخ ہوگا ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوگا۔ اور یہ سب اللہ عزوجل کی جانب سے ان لوگوں کی کرامت ہوگی۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔

محمد بن سالم حافظ علی بن الجنید کا بیان ہے کہ محمد بن سالم متروک ہے

محمد بن علی ابوالفتح الازدی کا بیان ہے کہ محمد بن علی اور محمد بن سالم دونوں ضعیف ہیں۔

محمد بن سالم کی کنیت ابو سہل ہے۔ یہ ہمدان کا باشندہ ہے کوفہ آکر سکونت اختیار کرلی شعبی کا شاگرد ہے۔ ترمذی کا راوی ہے۔ محدثین نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اس کی روایت کو دے مارو۔ یحیٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ امام احمد اس کی حدیث روایت نہ کرتے۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۵۶۔

محمد بن علی الکندی یہ ایک شخص کے واسطے سے جعفرؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ازدی نے ضعیف کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۵۵۔

میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں

دیگر روایات کی طرح یہ روایت بھی عوام و خواص میں مشہور عام ہے۔ لیکن یہ رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم پر خالص جھوٹ ہے اور بازاری گپ ہے۔ امام احمد اس قسم کی روایات کو حدیث السوق، بازاری حدیث کہا کرتے تھے۔

ملا علی قاری رقم طراز ہیں کہ دمیری، زرکشی اور حافظ ابن حجر کا قول ہے کہ یہ روایت بے بنیاد ہے سیوطی نے اس پر سکوت اختیار کیا ہے۔ موضوعات کبیر ص۸۳۔

حافظ سخاوی رقم طراز ہیں۔

ہمارے شیخ ابن حجر اور ان سے قبل دمیری اور زرکشی نے بیان کیا ہے کہ یہ روایت بے اصل ہے۔ بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس روایت کا کسی معتبر کتاب میں کوئی وجود نہیں۔ المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ ص۲۱۶ تمییز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث ص۷۱ تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر پٹنی ص۲

وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے

آج کل "وطنیت" کا فتنہ ایک بہت بڑا فتنہ بن چکا ہے۔ بلکہ اس فتنہ نے قومیت کے فتنے کو جنم دیا ہے۔ آج کے دور میں یہ دونوں فتنے بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کو نگلے جا رہے ہیں۔ ایک جا تو یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ اس فتنہ نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اور انہیں ہزاروں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک زمانے میں یہی لوگ اقبال کا یہ شعر بر سر اسٹیج گا گا کر سنایا کرتے تھے کہ ؎

ملک ما ست کہ ملک خدائے ما ست

لیکن اب انہی حضرات نے یہ راگ الاپنے لگے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "وطن کی محبت ایمان میں داخل ہے"

ہم اس تفصیل میں ہرگز جانا نہیں چاہتے کہ اسلام میں وطن سے کیا مراد ہے اور کیا وطن کی محبت ایمان کا بھی جزو بن سکتی ہے یا یہ بھی بت پرستی کی ایک شکل ہے۔ جس نے مسلمانوں میں "لات و

Marfat.com

مناتؒ" کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ ہم تو صرف اس روایت کی حیثیت پر کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔
ملا علی قاری لکھتے ہیں :۔

زرکشی کہتے ہیں کہ میں اس روایت سے واقف نہیں۔ سید معین الدین صفوی لکھتے ہیں یہ روایت ثابت نہیں۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں مجھے آج تک اس روایت کی سند کا پتہ نہیں چل سکا۔ یعنی یہ روایت ایک بازاری گپ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ موضوعات کبیر صد۶ المقاصد الحسنہ صد۱۸۲۔ تمییز الطیب من الخبیث فی مایدور علی السنۃ الناس من الحدیث صد۶۸۔

جو شخص حضرت علیؓ کے جنگوں کے بارے میں شبہ کرے وہ کافر ہے

بسیہ بن ابی الجعد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے جو جنگیں لڑیں ہیں ان کے بارے میں حضرت جابرؓ سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا جو ان جنگوں میں شک کرے وہ کافر ہے میزان ج ۲ صد۲۵۱ ہمیں تو آج تک کسی جنگ میں بھی شک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ جنگ صفین اور جنگ نہروان میں بھی شک نہیں ہوا۔ ہاں ان صحابہ اور تابعین کو شک ضرور ہوا تھا جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور نہ ان کی بیعت کی۔ حتیٰ کہ ۳۸ھ میں جب امیر معاویہؓ سے جنگ بندی پر صلح ہوئی اور حضرت علیؓ خلافت سے معزول کئے گئے تو ان کے پاس پورے ممالک اسلامیہ میں سے صرف کوفہ کی حکومت رہ گئی تھی۔ اور لطف یہ کہ حضرت جابرؓ خود حضرت علیؓ کے ساتھ شریک نہ تھے بلکہ وہ اہل مدینہ کے ساتھ تھے۔

سوید اس داستان کا اصل راوی سوید بن سعید الانباری ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے۔ مسلم اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

یہ حافظ الحدیث تھا۔ بہت سے ائمہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ جب اپنے مسودہ سے روایات بیان کرتا تو درست ہوتیں لیکن اگر حافظہ پر اعتماد کرکے بیان کرتا تو غلطیاں واقع ہوتیں۔ ———— اس کی عمر کافی ہوئی۔ اور آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اگر کسی سے روایت بیان کرتا تو لوگ لقمے دیکر اس سے روایات میں اضافہ کراتے رہتے۔ ورنہ بلحاظ تحریر یہ ثقہ ہے۔

ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ سچا انسان ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے۔ بغوی کا بیان ہے کہ یہ حفاظ حدیث میں سے ہے لیکن امام احمد اپنے بیٹوں کو اس سے محفوظ رکھتے۔ ابوزرعہ کا بیان ہے اس کی لکھی ہوئی روایات صحیح ہوتی ہیں۔

بخاری کہتے ہیں اس کی حدیث منکر ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں (کتاب الضعفاء نسائی صلہ) ذہبی نے نسائی کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ شخص ضعیف ہے۔ اور ترمذی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ بے پناہ ضعیف ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ ایک انسان امام احمد کے پاس اس سوید کی کتاب الفضائل لے کر آیا جس میں سوید نے حضرت علیؓ کو اول نمبر دیا تھا۔ اور ابوبکرؓ کا بعد میں تذکرہ کیا تھا اس پر امام احمد کو تعجب ہوا اور فرمایا کہ ممکن ہے کسی مخالف نے اس کی جانب سے یہ بات اڑائی ہو۔ صالح جزرہ کا بیان ہے یہ اگرچہ سچا ہے لیکن آخر میں نابینا ہو گیا تھا۔ لوگ اسے ان امور کی تلقین کرتے رہتے جو اس کی احادیث میں موجود نہ تھی۔

حضورؐ کی تائید حضرت علیؓ سے کی گئی

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے عرش پر یہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ۔ محمد عبدی ورسولی۔ ایدتہ بعلی۔ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں

(وہ میرا اکیلا ہے) محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں جن کی تائید میں نے علیؓ کے ذریعہ کی حالانکہ اس عبارت میں وحدی کا لفظ عربی لحاظ سے غلط ہے۔

عباس بن بکار

اس روایت کا راوی عباس بن بکار الضبی البصری ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ عباس کذاب ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۲۸۔

عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی روایات میں اکثر وہم پایا جاتا ہے کتاب الضعفاء للعقیلی ص ۱۲۴

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کا واضع یہی ہے ذہبی نے عقیلی سے نقل کیا ہے اس کی اکثر احادیث منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۳

اس عباس نے یہ روایت خالد بن ابی عمرو الازدی سے نقل کی ہے جو قطعاً مجہول ہے۔

محمد بن السائب

خالد نے یہ کہانی محمد بن السائب الکلبی سے نقل کی ہے جو مشہور رافضی اور کذاب ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اس نے ابو صالح کے نام سے ایک تفسیر وضع کی۔ جس کا نام تفسیر ابن عباسؓ رکھا اور یہ بھی بیان کیا کہ ابو صالح نے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے نقل کی ہے حالانکہ اس ابو صالح نے زندگی میں ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا اور کلبی نے اس ابو صالح کو نہیں دیکھا۔ اس کلبی کو جب بھی جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو ابو صالح کو قبر سے باہر نکال لاتا ہے۔ موجودہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے جھوٹ کا ایک شاخسانہ ہے۔

علیؓ سے منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا

علی بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے تمہارے منبر پر علی بن ابی طالبؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا اے علیؓ تجھ سے مؤمن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے سواء کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۱۔

Marfat.com

حالانکہ صحیح حدیث یہ ہے کہ حب الانصار من الایمان کہ انصار کی محبت ایمان میں داخل اور انصار کا بغض نفاق میں داخل ہے۔ اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ سبائی برادری کے نزدیک صرف پانچ آدمی مومن باقی رہ گئے تھے۔ اور اتفاق سے ان میں ایک بھی انصاری نہ تھا۔ اس سے یہ امر تو واضح ہو کر سامنے آگیا کہ کوئی انصاری مذہب سبائیہ میں مومن نہیں ہے۔ اسی طرح مہاجرین میں سے سوائے پانچ آدمیوں کے سب منافق ہیں۔ گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۲۳ سالہ کوشش کی اسکا حاصل یہ نکلا کہ صرف پانچ آدمی اسلام لائے۔ بقیہ تو منافق تھے۔

ربیع بن سہل اس کا راوی ربیع بن سہل بن الرکین بن الربیع بن عمیلۃ الفزاری ہے۔ دار قطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں یہ خود اپنی روایت کی مخالف روایت بھی نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۴۱ کتاب الضعفاء والمتروکین للبخاری صفحہ ۹۰ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی۔ صفحہ ۴۱

احمد بن صبیح اس ربیع بن سہل سے نقل کرنے والا احمد بن صبیح ہے اور یہ مجہول ہے۔

دلال احمد بن صُبَیح سے اسے قاسم بن محمد الدلال نقل کرتا ہے۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے میزان ج ۳ صفحہ ۳۷۵ کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی صفحہ ۱۰۱

اے علیؓ تجھ سے مومن کے سواء کوئی محبت نہیں کر سکتا

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں علیؓ سے یہ کہتے سنا کہ تجھ سے بجز مومن کے کوئی محبت نہیں کر سکتا اور منافق کے سواء تجھ سے کوئی بغض نہیں رکھ سکتا میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۳۔

Marfat.com

سابقہ صفحات میں حضرت بریدہؓ کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔

هل تبغض عليا — کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔

انہوں نے جواب دیا۔ جی ہاں۔ اس پہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔

لا تبغض فان له في الخمس اكثر من ذالك — اس سے بغض نہ رکھو۔ کیونکہ خمس میں اس کا حصہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

یعنی اگر بغض کی وجہ باندی حاصل کرنا ہے تو پھر تو بغض نہ رکھو۔ کیونکہ اس کا خمس میں اس سے زیادہ حصہ ہے۔ (اور اگر کوئی اور شرعی وجہ ہے تو دوسری بات ہے)

گویا بلا ضرورت شرعیہ تو کسی مسلمان سے بھی بغض جائز نہیں۔ کجا کہ حضرت علیؓ سے لیکن بغض کو منافقت قرار دینا اور اسے پھر حضرت علیؓ کے ساتھ مخصوص کرنا یہ مسئلہ ضرور غور طلب ہے اور خاص طور پر جب کہ بخاری میں یہ مروی ہے۔

بغض الانصار من النفاق — انصار سے بغض نفاق میں داخل ہے۔

اور چونکہ فرقہ شیعہ انصار کو مسلمان بھی نہیں مانتا اس لحاظ سے اس روایت میں ترمیم ضروری تھی۔ لہٰذا انہوں نے ترمیم کر کے سابقہ روایت تیار کی۔

عبداللہ بن عبدالرحمان — اس روایت کا راوی عبداللہ بن عبدالرحمان الانصاری ہے۔ جس کی کنیت ابو نصر ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی یہ روایت منکر ہے۔

مساور الحمیری — اس عبداللہ بن عبدالرحمان نے یہ روایت مساور الحمیری سے نقل کی ہے۔ ذہبی کا قول ہے کہ اس کی روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص ۹۵۔

جب مساور مجہول ہوا اور اس نے یہ روایت اپنی ماں کے ذریعہ نقل کی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی ماں بیٹے سے بھی زیادہ مجہول ہوئی۔

Marfat.com

حضرت علیؓ وصی رسولؐ ہیں

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ میرا وصی ہے۔ میرے راز کی جگہ ہے اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۳۵

ابو عصام خالد بن عبید البصری اس روایت کا راوی ابو عصام ہے۔ امام بخاری کا قول ہے کہ اس روایت پر اعتراض ہے۔ حاکم کا بیان ہے کہ یہ حضرت انسؓ سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔

ابو عصام سے یہ روایت نقل کرنے والا علاء بن عمران ہے اور علاء سے عبداللہ بن محمود یہ ہر دو مجہول ہیں ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں ایسی کوئی صحیح روایت نظر نہیں آئی جو حضرت انسؓ نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہو۔ انہوں نے صحابہ میں سے ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو روایات لی ہیں ورنہ ان کی تمام روایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مروی ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً سوا دو ہزار ہے ایسی روایات جو انہوں نے حضرت سلمانؓ سے نقل کی ہوں ان کی تعداد بیسؓ سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی شیعوں کی وضع کردہ۔ حضرت انسؓ ان افراد میں شامل ہیں جنھوں نے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا کوئی ساتھ نہیں دیا۔ اور امیر معاویہؓ یزید، عبدالملک بن مروان اور ولید کی بیعت کی اور ان کا ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ جنگِ قسطنطنیہ میں یزید کی ماتحتی میں شریک ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کی تخلیق ایک درخت سے ہوئی

سیوطی نے ابن عدی کے حوالے سے حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرفہ

بیٹھے تھے۔ تو حضرت علیؓ آپ کے سامنے تھے۔ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے علیؓ ادھر آؤ۔ اپنی پانچ چیزوں کو میری پانچ چیزوں میں شامل کر لو۔ اور یہ فرمایا۔

اے علیؓ میں اور تو ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں اس کی جڑ ہوں تو اس کی شاخ ہے۔ حسنؓ و حسینؓ اس کی ٹہنیاں ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک شاخ تھامے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔

اے علیؓ اگر میری امت اتنے روزے رکھے کہ کانٹے کی طرح سوکھ جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ چکی کی کیل کی مانند بن جائے لیکن وہ تجھ سے بغض رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے الٹے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ... میزان ج ۳ ص ؟

سیوطی کہتے ہیں ابن عدی نے یہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ اسے عثمان بن عبداللہ الشامی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اس کی روایات موضوع ہوتی ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ سیوطی نے ابن عدی کا مختصر تبصرہ نقل کر دیا۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسی قسم کی ایک موضوع کہانی کی تائید میں سیوطی نے یہ روایت پیش کی تھی۔ تاکہ اس کے موضوع ہونے میں شک پیدا کیا جائے اور بہ کثرت طرق فارمولے پر عمل کرتے ہوئے اسے حسن قرار دیا جائے۔

تعجب کی بات تو یہ ہے اس پنج تنی فارمولے میں حضرت فاطمہؓ کو داخل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ آج تک جتنے پنج تنی فارمولے عمل میں آئے ان میں چار دیوتاؤں کے ساتھ ایک دیوی بھی ضرور شامل رہی ہیں۔ ہندوؤں کے پنجنا میں سیتا نامی دیوی موجود ہے۔ تو مجوس کے پنج تن میں سواع نامی دیوی موجود ہے۔ غالباً راوی روایت وضع کرتے وقت یہ بات بھول گیا کہ پنج تنی میں ایک دیوی کا شامل ہونا ضروری ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ لفظ پنج تن فارسی لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس سبائی فارمولے کے لیے کوئی لفظ نہیں پایا جاتا جو اس امر کی شہادت ہے کہ اس فارمولے نے ایران میں جنم لیا۔ جس طرح مشکل کشا، دستگیر، پیران پیر، غریب نواز اور داتا وغیرہ خالص فارسی الفاظ ہیں۔ یہ سب مال ایرانی فیکٹری کا تیار کردہ ہے۔ ورنہ عربی کتابیں ان ناموں سے پاک نظر آئیں گی۔

عثمان بن عبداللہ الاموی الشامی

اس کے نسب نامہ میں زبردست اختلاف ہے بہر صورت یہ اموی اور شامی ہے۔ امویوں اور

شامیوں میں دو چار افراد ہی ایسے گزرے ہیں جن پر تشیع پایا جاتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ نصیبین اور دار البلاء میں سکونت پذیر رہا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایات پیش کرتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات بیان کرکے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ اس کی روایت کا بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۴۲

عثمان بن عبداللہ نے یہ روایت عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے جو اکثر محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار اور شیعہ ہے۔ اس کا تفصیلی حال ہم دوسری جگہ بیان کرچکے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ نسائی کا مذہب ہے میزان ج ۲ ص ... بخاری لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ الضعفا الصغیر للبخاری ص ... نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۶۵۔

اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبدالرحمن بن عوف کی جانب منسوب کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں احادیث میں باطل باتیں شامل ہونے سے پہلے مجھ سے روایت کرلو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں درخت ہوں، فاطمہؓ اس کی جڑ ہیں، علیؓ اس کا تنا ہیں، حسنینؓ اس کے پھل ہیں۔ اور ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں۔ اور اس درخت کی جڑ جنت عدن میں ہے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ جڑ تنا شاخیں پھل اور پتے سب جنت میں ہیں۔ اللآلی المصنوعہ ج ۱ ص ...

عثمان بن عبداللہ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضع مینا ابن ابی مینا ہے۔ اس مینا سے عثمان بن عبداللہ الشامی نے اسے نقل کرکے حضرت جابرؓ کی جانب منسوب کرکے پہلی روایت کی صورت میں بیان کردیا۔ یہ عثمان بن عبداللہ خود وضاع الحدیث ہے۔ اس نے مینا کی روایت میں ترمیم کرکے اسے ایک نئی روایت بنا کر پیش کردیا ہے۔

حاکم نے یہ کہانی مستدرک میں نقل کرکے دعوی کیا ہے کہ مینا ابن ابی مینا صحابی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے روئے زمین پر آج تک کسی نے اسے صحابی نہیں کہا ہے۔

ھمام حاکم یہ بھی لکھتے ہیں کہ عبدالرزاق بن ہمام اس کا باپ اس کا دادا سب ثقہ ہیں۔ عبدالرزاق سے اسے اسحاق دبری نے روایت کیا ہے۔ جو سچا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں اسے اسحاق دبری سے نقل کرنے والا

Marfat.com

ابن جبوہ ہے جو کذاب ہے۔ اس نے دبری کی جانب غلط بات منسوب کی۔ حاکم کو شرم نہیں آتی کہ اس قسم کی بکواسات نقل کر کے انہیں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتا ہے۔ اللآلی ج ۱ صـ ۲۰۲۔

ہمارے نزدیک اس روایت کا ایک بھی راوی ایسا نہیں جو قابل اعتماد ہو۔

اس روایت کو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے نقل کرنے والا مینا ابن ابی مینا ہے۔

مینا ابن ابی مینا اس سے ہمام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حاکم نے یہ بے پرکی اڑائی کہ یہ صحابی ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ ابو حاتم رازی کا یہ قول ہے کہ مینا جھوٹ بولتا ہے یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کو یہ فرماتے سنا کون مینا؟ وہ نہ جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ جانتا پھرتا ہے۔ اور صحابہ کو برا کہتا ہے۔ الغرض یہ مینا کسی کے نزدیک قابل اعتبار نہیں میزان ج ۴ صـ ۲۳۶

مینا سے یہ داستان نقل کرنے والا ہمام الصنعانی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے کوئی روایت نہیں کرتا یہ ہمام عبد الرزاق بن ہمام کا باپ ہے۔ اور اس سے اس کے بیٹے کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا عقیلی کہتے ہیں اس کی احادیث محفوظ نہیں۔ میزان ج ۴ صـ ۲۰۰۔

عبد الرزاق ہمام سے اسے نقل کرنے والا عبد الرزاق ہے۔ یہ متعدد محدثین کے نزدیک امام الحدیث ہے۔ لیکن آخر عمر میں اس کی عقل جاتی رہی تھی۔ آخری سب حدیثیں منکر ہوتی ہیں جب کہ محدثین کے ایک گروہ کا دعویٰ ہے کہ وہ رافضی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کے بارے میں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ اس لئے اس کی ایسی روایات قابل قبول نہیں جس سے رافضیوں کی ہمنوائی ہوتی ہو۔

عبد الرزاق سے یہ کہانی نقل کرنے والا احسن بن علی بن عیسیٰ ہے جو ابو عبد الغنی کی کنیت سے مشہور ہے۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایات بیان کرنا بھی حلال نہیں۔ میزان ج ۱ صـ ۵۰۵۔

اس قسم کی خرافات نے سنیوں کو بھی شیعہ بنا دیا۔ ہمارا سُنی بے چارہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ جب جنت پر شیعہ قبضہ جما بیٹھیں گے تو تمہارا وہاں داخلہ اسی طرح ممنوع قرار پائے گا۔ جس طرح عیدِ غدیر اور عید بابا شجاع میں سنیوں

Marfat.com

کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہ بے چارے نام نہاد سُنی کدھر جائیں گے۔ سبائی راوی انہیں اپنے حصہ میں داخل نہ ہونے دے گی اور یہ خود وہاں جانے کے لئے تیار نہ ہوں گے جہاں ان کے بقول نواب رونق افروز ہوں گے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر عبدالرحمٰن بن عوفؓ اس قسم کی داستان سے واقف ہوتے تو مجلس شوریٰ میں حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فضیلت نہ دیتے۔ ان کا یہ عمل خود اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ داستان جھوٹی ہے۔

اس میں ایک روایت یہ بھی ہے:۔

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن میں اور علیؓ ایک درخت سے پیدا ہوئے۔ میزان ۲ ۲ صـ ۳۰۶۔

آج تک تو ہم یہ سنتے اور پڑھتے آئے تھے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ قرآن کا یہ دعویٰ ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

لیکن اب یہ پڑھ کر کہ یہ مختلف درختوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنے کی فکر دامنگیر ہوگئی ہے کہ ہماری پیدائش کس درخت سے ہوئی۔ آپ حضرات اس سلسلہ میں ہماری کچھ مدد فرمائیں اور اپنے متعلق بھی پتہ بتلائیں۔

صبّاح بن یحییٰ عقیلی نے یہ داستان روایت کر کے بیان کیا ہے کہ اس کا راوی صباح بن یحییٰ ہے جو متروک ہے اور اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

حارث بن حصیرہ صباح نے یہ روایت حارث بن حصیرہ سے نقل کی ہے۔ جو غالی رافضی ہے۔ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔

جُمَیع بن عفان وہ یہ روایت جمیع بن عفان سے نقل کر رہا ہے۔ اور جمیع مجہول ہے۔

سابقین تین ہیں

طبرانی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ اصل سابقین تو صرف تین ہیں۔ اول تو یوشع بن نون جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کی جانب سبقت کی۔ دوسرے صاحب یٰسین جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی طرف سبقت کی۔ تیسرے

Marfat.com

حضرت علیؓ جعفوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سبقت کی۔

حسین بن حسن

ناصر الدین البانی لکھتے ہیں۔ یہ روایت اگر موضوع نہیں تو شدید ضعیف ضرور ہے کیونکہ حسین بن حسن الکوفی جو الاشقر کے لقب سے موسوم ہے غالی شیعہ ہے۔ بخاری نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ وہ تاریخ صغیر میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔

عقیلی نے ضعفاء میں بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی کامل میں لکھتے ہیں سعدی کا قول ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اگرچہ بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ جو روایات پیش کرتا ہے اس میں تمام نقائص صرف اسی کے پیدا کردہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے نقل کرنے والے بھی کچھ اجزا اس میں شامل کر دیتے ہیں، اس طرح وہ روایت کئی اشخاص کی فن کاری کا نمونہ ہوتی ہے۔ بلکہ کوفہ کے بعض ضعیف راویوں کی ایک جماعت کا دستور یہ تھا کہ وہ ہر کہانی کو اس حسین کی جانب منسوب کر دیتے۔ اگرچہ اس میں کچھ الفاظ حسین کے بھی ہوتے ہیں۔

حسین بن ابی السری العسقلانی

یہ محمد بن ابی السری کا بھائی ہے۔ ابوداؤد لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ محمد بن ابی السری جو اس کا بھائی ہے اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی حسین سے کوئی روایت نہ لکھو کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (سچ کہا ہے کسی نے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے) میزان ج ا صـ ۵۳۶

ابوعروبہ الحرانی کا بیان ہے کہ وہ میرے والد کا ماموں تھا لیکن پکا جھوٹا تھا۔ ابن عدی نے اس کے جھوٹ کے ثبوت کے لئے یہ روایت بیان کی۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں یہ روایت منکر ہے اور اسے حسین اشقر کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور شیعہ ہے متروک ہے۔ یہی بات مناوی نے عقیلی سے نقل کی ہے۔

حافظ ابن حجر تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں۔ ابن عیینہ سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ یہ ابن عیینہ اور ان سے پہلے لوگوں پر کھلا جھوٹ ہے۔ السلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ صـ ۳۶۱

نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ الضعفاء والمتروکین صـ ۳۳ دارقطنی اپنی الضعفاء والمتروکین

Marfat.com

میں لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ص۲۰۳ میزان ج ۱ ص۵۳۱ ۔ ص۳۳۶ تاریخ الکبیر ج ۱ ص۳۸۵ ۔

حسین بن ابی السری نے یہ داستان حسین بن حسن الاشقر سے نقل کی ہے۔ ان کا حال ابھی باب حلے والی روایت میں گزر چکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس حسین بن ابی السری سے یہ داستان نقل کرنے والا بھی حسین نامی ہے۔ اسے حسین بن اسحاق کہا جاتا ہے۔ یہ طبرانی کا استاد ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک قابل صد احترام ہے۔ اس لئے کہ ہم شخصیت پرستی کے مرض میں سر سے پیر تک غرق ہیں۔

ہم تو قرآن میں جب سورۂ طٰہٰ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس صورت سے ہمارے سامنے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کو جب کوہ طور پر نبوت ملی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔

اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے۔ میرے لئے میرا کام آسان کر دیجئے۔ میری زبان کی گرہ کھول دیجئے۔ وغیرہ وغیرہ اور اس دعا میں یہ بھی ہے کہ ہارون کو میرا وزیر بنا دیجئے تاکہ میری کمر مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سورت طٰہٰ کے دوسرے رکوع میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ موسیٰؑ نبوت ملنے کے بعد ابھی کہیں گئے بھی نہیں۔ اس صورت میں سب سے پہلی سبقت حضرت ہارونؑ کو حاصل ہوئی۔ حضرت یوشعؑ ان دو افراد میں داخل تھے جنہیں بیت المقدس تحقیق حال کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور انہوں نے واپسی کے بعد صحیح صورت حال بیان کی تھی۔

اور رہ گئی یٰسین کی حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت تو تمام مفسرین اور قراء اس پر متفق ہیں کہ لفظ یٰسین حروف مقطعات میں داخل ہیں۔ اسے کسی کا نام قرار دینا اور پھر اسے عیسیٰؑ کا حواری بنانا یہ رافضی بچوں کی خود ساختہ ایجاد ہے۔ اس لفظ کا کسی نام سے کوئی تعلق نہیں۔ غالباً اسی لئے ہمارے علمائے اہل سنت نے اسے حضورؐ کا نام بنا دیا۔

حتیٰ کہ ہمارے قرآن شائع کرنے والے اداروں نے جب حضورؐ کے ننانوے نام وضع کئے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ میں کوئی فرق باقی نہ رہے تو ان ننانوے ناموں میں ایک نام یہ بھی شامل کیا گیا۔ اس طرح حضرت عیسیٰؑ کی جانب سبقت کا خانہ خالی ہو گیا۔ اب سبقت کرنے والے بجائے تین کے دو رہ گئے۔

لیکن چونکہ ہم کند ذہن واقع ہوتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہونا چاہیے کہ ہر بات اپنی جگہ صحیح ہے۔ کسی چیز کی

Marfat.com

تردید کی ضرورت نہیں۔

حضرت علیؓ تمام نیک لوگوں کے امام ہیں

خطیب نے اپنی تاریخ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیؓ نیک لوگوں کے امام اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ جو ان کی مدد کرے اس کی مدد کی جائے گی۔ اور جو انھیں رسوا کرے گا اسے رسوا کیا جائے گا۔ تاریخ بغداد ج ۴ صفحہ ۲۱۹، المستدرک ج ۳ صفحہ ۱۲۹۔

حاکم نے اسے "المستدرک میں روایت کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ لیکن حافظ ذہبی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قلت بل واللہ موضوع واحمد کذاب فما اجھلک علی سعت معرفتک۔	میں کہتا ہوں بلکہ اللہ کی قسم یہ موضوع ہے، اور احمد کذاب ہے حاکم نے اپنی اس وسعت علمی کے باوجود کتنی بڑی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی یہ شخص سامرہ میں رہتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ پھر ابن عدی نے اس کی موضوع روایات ذکر کیں۔ اس کا انتقال ۲۷۰ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۰۹

عبدالرزاق بن ہمام یہ تمام صحاح ستہ کا راوی ہے۔ لیکن شیعہ ہے اور آخر عمر میں پاگل ہو گیا تھا شیعہ ہونے کے ناتے وہ روایات قابل قبول نہیں جس سے تشیع کی تائید ہوتی ہو۔

ہم اس کا تفصیل حال پہلے پیش کر چکے ہیں۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم اس کی سند کا ایک اور راوی عبداللہ بن عثمان بن خثیم المکی ہے۔ یحیٰی بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی اس کی روایت نہ لیتے۔ اور نسائی کہتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۰۲

تعجب تو حاکم پر ہے کہ وہ موضوع روایت کو بھی صحیح قرار دیتے ہیں۔ اس لیے محدثین کا قول ہے۔

لاتغتر بتحسین الترمذی و — جس حدیث کو ترمذی حسن کہیں اور حاکم جس

لا بتصحیح الحاکم۔ — حدیث کو صحیح کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔

اس روایت کا ایک راوی شیعہ ہے ایک ضعیف اور ایک وضاع الحدیث ہے۔ پھر بھی حاکم اسے صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور حاکم نے اس قسم کی بے پناہ غلطیاں کی ہیں۔ حتیٰ کہ محمد بن جعفر کتانی نے تحریر کیا کہ مستدرک کا چوتھائی حصہ منکرات اور واہی روایات سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں سو سے زیادہ روایات موضوع ہیں۔ الرسالۃ المستطرفہ صہ ۱۹۔

حاکم ذہبی کی نظر میں

ان کا نام محمد بن عبداللہ الضبی النیسابوری الحاکم ہے۔ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حافظ حدیث ہیں۔ صاحب تصانیف ہیں۔

لیکن اپنی مستدرک میں بہت سی ساقط الاعتبار روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ بلکہ یہ حرکت اکثر کرتے رہتے ہیں۔ یہ تو میں نہیں جانتا کہ یہ بات حاکم سے مخفی رہی یا کوتاہی سے وہ جاہل رہے۔ اور اگر انہوں نے جان بوجھ کر کام کیا ہے تو یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر اس معاملہ میں حاکم شیعہ مشہور ہیں۔ ہاں ابوبکر رضی و عمر رضی پر تبرّا نہیں بھیجتے حتیٰ کہ ——— ابن طاہر تو یہاں تک فرماتے ہیں۔ میں نے ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری سے ابو عبداللہ الحاکم کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ حدیث میں تو امام ہے۔ لیکن رافضی خبیث ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ وہ رافضی تو نہیں لیکن شیعہ ضرور ہے۔

ان کی بیان کردہ بدبختیوں میں سے ایک بدبختی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے اسی طرح یہ روایت کہ علی وصی ہیں۔ بہرصورت وہ فی الذات سچے ہیں۔ اور ان کی معرفت حدیث پر سب کا اتفاق ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۶۰۸۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ حاکم رافضی ہے۔ اس نے المستدرک میں حدیث طیر روایت کی ہے۔

Marfat.com

بقول ذہبی اللہ تعالیٰ انصاف پسند فرماتا ہے۔ یہ حدیث طبر ترمذی اور طبرانی میں موجود ہے۔ لہٰذا فیصلہ سب کے لئے یکساں ہونا چاہیے۔

اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے

حافظ ابو بکر بن البزار نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ تیرے (علیؓ) علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ کیونکہ جو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں عباسؓ اور اسامہؓ مجھے پس پردہ سے پانی تھما رہے تھے۔

بزار نے جو اس کی سند پیش کی ہے۔ اس کے راوی یہ ہیں۔ محمد بن عبد الرحیم، عبد الصمد بن النعمان، کیسان ابو عمرو، یزید بن بلال، حضرت علیؓ۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ روایت بیہقی نے بھی کیسان ابو عمرو سے نقل کی ہے لیکن یہ روایت انتہا سے زیادہ غریب ہے۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۶۱

یہ روایت ابن سعد نے بھی طبقات میں عبد الصمد بن النعمان سے ان الفاظ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (علیؓ) وصیت فرمائی کہ تیرے علاوہ کوئی مجھ کو غسل نہ دے۔ ورنہ جس شخص کی نگاہ میری شرمگاہ پر پڑے گی وہ نابینا ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ فضلؓ اور اسامہؓ مجھے پردے کے پیچھے سے پانی دے رہے تھے۔ اور ان کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور جب میں کسی عضو کو ہلاتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا کہ مجھ میں تیس آدمیوں کی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں آپؐ کے غسل سے فارغ ہوا۔ طبقات ج ۲ ص ۹۴۔

قارئین کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے غسل دیا۔ لیکن حضرت فضلؓ آپؐ کو کروٹیں تبدیل کرا رہے تھے۔ اور عباسؓ، اسامہؓ اور شقرانؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے پانی ڈال رہے تھے۔ اور بعض مؤرخین یہ کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کے بجائے ان کے صاحبزادے

Marfat.com

نظم شریک تھے۔

ہمیں تو حیرت اس امر پہ ہے کہ اس روایت کے راوی تینوں کتابوں میں ایک ہیں۔ لیکن تینوں روایتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آنکھوں پر پٹی باندھنے کی کہانی بہت دلچسپ ہے کیا اچھا ہوتا کہ راوی حضرت علیؓ کے بھی یہ پٹی بندھوا دیتا۔ لہذا ہم صرف تین راویوں عبدالصمد، کیسان ابو عمرو اور یزید بن بلال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

عبدالصمد بن النعمان یہ بغداد کا باشندہ تھا۔ بزاز تھا۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے اس سے روایت نہیں لی۔ یحییٰ بن معین وغیرہ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ دارقطنی اور نسائی کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ میزان ج ۲ صہ ۶۲۱۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ابن حبان نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ ابراہیم الجنید کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے اس کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں اسے جھوٹا نہیں سمجھتا۔ عجلی کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لسان المیزان ج ۴ صہ ۲۳

کیسان ابو عمرو اسے قصار بھی کہا جاتا ہے۔ یزید بن بلال سے روایات نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے۔

اس سے عبداللہ بن النعمان، محمد بن ربیع اور عبیداللہ بن موسیٰ نے روایات نقل کی ہیں۔ اس راوی پر اعتراض ہے۔ اور اس کی یہ روایت انتہائی زیادہ منکر ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۴۱۶۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ اس کیسان ابو عمرو نے یزید بن بلال سے روایت نقل کی ہیں۔ جو اس کا مالک تھا۔ اس سے متعدد افراد نے روایات نقل کی ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ضعیف الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۷ صہ ۱۶۶

یزید بن بلال کہا جاتا ہے کہ یہ اصحاب علیؓ میں داخل ہے۔ اور محدثین تمام اصحاب علیؓ کو کذاب سمجھتے ہیں۔ عبدالرحمان بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔ یزید بن بلال بن الحارث الفزاری حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے۔ اس سے کیسان ابو عمرو کے علاوہ کسی نے روایت نقل نہیں کی۔ مجھ سے

Marfat.com

میرے والد نے اتنی ہی بات بیان فرمائی ۔ الجرح والتعدیل ج ۹ صہ ۲۵۴ ۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ حضرت علیؓ سے روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں ۔ بخاری کہتے ہیں یزید بن بلال نے جو حضرت علیؓ سے روایت نقل کی ہے ۔ اس پر اعتراض ہے ۔ اس سے کیسان ابو عمرو البجری روایت نقل کرتا ہے جو صحیح نہیں

گویا اس کا اتا پتہ معلوم کرنے کے لیے عراق کے کنوؤں میں کانٹے ڈالنے پڑیں گے ۔

اس مضمون کی ایک روایت ابن عباسؓ کی جانب بھی منسوب کی جاتی ہے ۔ جو انتہائی مختصر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ تیرے علاوہ مجھے کوئی غسل نہ دے ۔

یہ روایت ان روایات میں داخل ہے جن کے ذریعہ حضرت علیؓ کا وصی ہونا ثابت کیا جاتا ہے ۔

زرارہ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کا راوی زرارہ بن اعین الکوفی ہے جو کٹر رافضی ہے ۔

نہ صرف رافضی بلکہ فقہ جعفریہ کے چار ستونوں میں سے ایک ستون ہے ۔ اس کا دعویٰ تھا کہ ہمارا امام یعنی جناب جعفر جھوٹا ہے ۔ اور امام کا دعویٰ یہ تھا کہ زرارہ جھوٹا ہے ۔ حتیٰ کہ اس نے ایک فرقہ کی بنیاد رکھی ۔ جس کا نام زراریہ تھا ۔ اور بقول اس کے جعفر نے امامت اسے منتقل کر دی تھی ۔

ذہبی لکھتے ہیں کہ سعید بن منصور نے ابن السماک سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا ۔ قادسیہ کے مقام پر میری ملاقات اس زرارہ بن اعین سے ہوئی ۔ مجھ سے بولا کہ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے وہ یہ کہ اگر مدینہ میں تمہاری ملاقات جعفر بن محمد سے ہو تو انہیں میرا سلام کہنا اور ان سے میرے بارے میں پوچھنا کہ میں جنتی ہوں یا دوزخی ۔ میں نے یہ سنکر انکار کر دیا ۔ اس نے کہا وہ یہ بات جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون دوزخی ، تم سوال ضرور کرنا ۔ حتیٰ کہ اس نے اتنا اصرار کیا کہ میں نے مجبور ہو کر اقرار کر لیا ۔

جب میری جعفر سے ملاقات ہوئی تو میں نے زرارہ کا قول نقل کیا ۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دوزخی ہے ۔ ابن السماک کا بیان ہے کہ اس بات سے میرے دل میں کچھ شک پیدا ہوا ۔ میں نے سوال کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوزخی ہے ۔ انہوں نے جواب دیا جو میرے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں عالم الغیب ہوں ۔ وہ دوزخی ہے ۔

Marfat.com

جب میں واپس آیا تو میں نے زرارہ سے ان کا قول بیان کیا۔ اس نے کہا انہوں نے تیرے سامنے جرآب نورہ والی بات کی ہے۔ میں نے سوال کیا یہ جرآب نورہ کیا بلا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ انہوں نے تیرے ساتھ تقیہ کر لیا ہوگا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ابن ابی حاتم نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ اس نے باقر سے روایات نقل کی ہیں۔ لیکن امام سفیان ثوری فرماتے ہیں اس نے باقر کو دیکھا تک بھی نہیں۔ میزان ج ۲ صد ۶۹۔

اس کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ روایت ابوجعفر الباقر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کی ہے۔ اور باقر نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے علاوہ کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔

الغرض اس روایت کا یہ حال ہے کہ سر ڈھکو تو پاؤں ننگے اور پاؤں ڈھکو تو سر ننگا۔ لیکن امت سبائیہ کا عقیدہ یہی ہے۔ اگر آپ حضرات کو یقین نہیں آتا تو ملا باقر مجلسی کی زبانی نئے نئے انکشافات سن لیجئے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

ابن بابویہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت رسول خدا سے پوچھا کہ آپ کو آپ کے انتقال کے بعد کون غسل دے گا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہر پیغمبر کو اس کا وصی غسل دیتا ہے۔ میں نے پوچھا حضرت آپؐ کا وصی کون ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا وصی علیؑ ہے۔ میں نے پوچھا علیؑ آپ کے بعد کتنے سال زندہ رہیں گے۔ حضرتؐ نے فرمایا تیس سال۔ جس طرح یوشعؑ بن نون وصی موسیٰؑ موسیٰؑ کے بعد تیس سال زندہ رہے اور صفیرا دختر شعیبؑ نے کہ زوجہ موسیٰؑ تھی یوشعؑ پر خروج کیا اور کہا میں تم سے زیادہ مستحق خلافت موسیٰؑ ہوں۔ یوشعؑ نے اس سے مقابلہ کیا اور قید کر لیا۔ بعد قید کرنے کے اس نے اس کی عزت کی۔

اسی طرح میری زوجہ عائشہؓ دختر ابی بکر ہمراہ چند ہزار نامرد جو میری امت سے ہوں گے علیؑ پر خروج کرے گی۔ اور علیؑ اکثر مردان لشکر عائشہؓ کو قتل اور عائشہؓ کو اسیر کرے گا اور پھر اس پر احسان کرے گا۔

کلینی و صفار و شیخ طوسی و ابن بابویہ و قطب راوندی وغیرہ نے بسند ہائے معتبر جناب امیر المومنین و امام محمد باقر و امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا اے علیؓ جب میں انتقال کر جاؤں۔ چھ مشک پانی چاہ غرس سے کھینچ کر مجھے اچھی طرح اس سے غسل دینا اور

کفن وحنوط کرنا اور جب غسل وکفن وحنوط سے فارغ ہونا میرا گریبان کفن پکڑنا اور مجھے بٹھانا اور جو کچھ جی چاہے مجھ سے پوچھنا ۔ جو پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا ۔ چنانچہ جناب امیر نے ایسا ہی کیا اور فرمایا ۔ اس وقت بھی حضورؐ نے ہزار باب مجھے تعلیم فرمائے کہ ہر باب سے ہزار باب مجھ پر مفتوح ہوئے ۔

اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب امیر المؤمنین نے فرمایا حضورؐ نے جو قیامت تک گزرے گا اس کی مجھے خبر دی ۔ پس کوئی گروہ مردم نہیں مگر یہ کہ میں جانتا ہوں کہ ان سے راہ حق پر کون ہے ۔ اور گمراہ کون ہے ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے جو فرمایا جناب امیر نے سب کچھ اسی وقت لکھ لیا ۔ اور شیخ طوسی نے بسند معتبر حضرت صادقؓ سے روایت کی ہے ۔ کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیر سے فرمایا ۔ اے علیؓ ! جب میں انتقال کر جاؤں مجھے غسل اس طرح دینا کہ بغیر تمہارے کوئی میری شرمگاہ نہ دیکھ سکے ۔ اس لئے کہ جو دیکھے گا ۔ اندھا ہو جائے گا ۔ جناب امیر نے عرض کی یا حضرت میں تنہا غسل کیسے دے سکوں گا ۔ بغیر اس کے چارہ نہیں کہ دوسرا شخص بھی ہو ۔ حضرتؐ نے فرمایا بوقت غسل جبرئیل تمہارے معین ہوں گے ۔ اور فضلؓ بن عباس کو حکم دو کہ وہ تم کو پانی دے مگر کہہ دو کہ پٹی آنکھوں پر باندھے اس لئے کہ اگر اس کی نظر میری شرمگاہ پر پڑے گی تو وہ اندھا ہو جائے گا ۔ جلاء العیون مترجم ج ا صک۱۱ ۔

قارئین کرام ! آپ حضرات کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اس کہانی میں کیا کیا گل کھلائے گئے ہیں ۔ اسے مختصر طور پر یوں بیان کیا جا سکتا ہے ۔

۱ ۔ حضرت علیؓ کے علاوہ اگر آنکھوں پر پٹی باندھے بغیر کوئی غسل دے گا تو وہ نابینا ہو جائے گا ۔ اس لئے کہ علم غیب کے انکشافات کسی غیر کی موجودگی میں نہیں ہو سکتے اس کے لئے پردہ پوشی ضروری چیز ہے ۔

۲ ۔ صحابہ پر جاو بیجا تبرا کرنا لازمۂ سبائیت ہے ۔ لہذا ضروری تھا کہ حضرت عائشہؓ ، حضرت طلحہؓ ، حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ کو برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالی جائے ۔

۳ ۔ انبیاء مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں اور اپنے اولیا کو تعلیم دیتے رہتے ہیں ۔

۴ ۔ ائمہ و اولیاء عالم ما کان و ما یکون ہوتے ہیں ۔ قیامت تک کے پیش آنے والے تمام امور سے انہیں واقفیت ہوتی ہے ۔

Marfat.com

۵۔ انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد بھی دوسروں کو فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔

۶۔ کشف قبور برحق ہے۔

۷۔ علم سینہ بسینہ مرنے کے بعد بھی روح سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۸۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ نے انہیں قید کیا اور احسان کر کے چھوڑ دیا۔

سُنی بھائیو! یہ شیعوں کے وہ عقائد ہیں جو صوفیا کے ذریعہ شیعوں نے ہم میں پھیلائے اور تمام سُنی اب ان امراض میں مبتلا ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم سُنی ہیں۔ یہ وہ عقائد ہیں جن پر تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ اگر ہمیں فی الواقع سُنی بننا ہے تو تصوف کے ان عقائد کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ ورنہ جب تک ہم تصوف کے غلام رہیں گے گویا اس وقت تک ہم ہرگز سُنی نہیں بن سکتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ہارونؑ اور حضرت علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے

موسیٰ بن جعفر اپنے والد کے ذریعہ اپنے دادا سے ناقل ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ہارون بن عمران، یحییٰ بن زکریاؑ اور علیؓ بن ابی طالب ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے۔

محمد بن خلف یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ اور اس روایت میں وضع حدیث کا الزام مروزی کے سر ہے۔ یعنی محمد بن خلف المروزی جو یہ روایت موسیٰ بن ابراہیم سے نقل کر رہا ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ محمد ابن خلف المروزی کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ مروزی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ایک مُغَفَّلُ اللسان تھا۔ اسے جو بات بتائی جاتی دہی گانا شروع کر دیتا۔ اسی لئے یہ قابل ترک قرار پایا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۳۹

ذہبی میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔ محمد بن خلف المروزی کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے۔ ابن

جوزی کے نے الموضوعات میں یہی بات تحریر فرمائی ہے۔ اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۵

ہماری سمجھ میں صرف اتنی بات آتی ہے کہ حضور ایک انسان تھے اور انسان ہونے کے ناتے ان کی تخلیق بھی مٹی سے ہوئی تھی۔ اب آپ کون سی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں آپ لوگ لڑتے رہیئے کیونکہ سبائیہ کے نزدیک حضور کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی حضرت علیؓ حضور کے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن علیؓ اعلیٰ ہونے کے باعث حضرت علیؓ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی شریک ہیں۔ لیکن امیر معاویہؓ نے اس علیؓ اعلیٰ سے کوفہ کے علاوہ تمام علاقہ چھین لیا۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرؓ بن العاص نے حکم ہونے کی حیثیت سے انہیں خلافت سے معطل کر دیا۔ اور اس طرح ۳۷ھ سے ۴۰ھ تک امیر کوفہ کی حیثیت سے برسر اقتدار رہے۔

اگر حضرت علیؓ کو بلا اتباع صحابہ خلیفہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اس وقت تک زبردستی خلافت پر متمکن رہے جبتک ہر دو جانب کے حکمین نے انہیں خلافت سے دستبردار نہیں کر دیا۔

علیؓ کے علاوہ کسی کا عمل اوپر نہیں چڑھتا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے سات سال تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے ساتھ علیؓ کے علاوہ کسی نے نماز نہ پڑھی تھی

یہ روایت حضرت انسؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ ہیں۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فرشتے مجھ پر اور علیؓ ابن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے لیکن یہ درود آسمانوں پر نہیں چڑھا۔ اور میرے اور علیؓ کے علاوہ زمین سے آسمان تک کسی کی اس امر کی شہادت کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ نہیں سوائے میرے اور علیؓ کے کسی کی بلند نہیں ہوتی۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا ہوئی تو حضرت علیؓ کی کیا عمر تھی۔ کوئی کہتا کہ پانچ سال تھی۔ کوئی سات، کوئی نو، کوئی گیارہ اور کوئی تیرہ سال بیان کرتا ہے۔

اگر فرض کرو ان کی عمر سات سال تھی تو چودہ سال کی عمر تک ان کے اور حضور کے علاوہ کسی کا درود

آسمانوں پر نہیں پہنچا تو ہم اس صورتحال کو اس طرح قبول کریں گے کہ نبی کا درود نبوت کے باعث بلند ہوتا رہا۔ رہا حضرت علیؓ کا معاملہ تو ان کا درود اس لیئے اوپر چڑھتا رہا کہ وہ بچے تھے اور باقی چونکہ عمر رسیدہ تھے۔ لہذا ان کا درود اس لئے اوپر نہیں چڑھ سکا۔ حضرت خدیجہؓ بھی اگر بوڑھی عمر کی عورت نہ ہوتیں بلکہ وہ بھی بچی ہوتیں تو شاید ان کا درود بھی اوپر چڑھ جاتا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت میں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے۔

محمد بن عبید اللہ

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ۔ یحیٰی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ الموضوعات ج ا صـ ۳۷۴

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع المدنی کو محدثین نے ضعیف کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ اس سے مندل اور علی ہاشم حدیث روایت کرتا ہے۔ یحیٰی بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں ہوتی۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے۔ ردی قسم کا آدمی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔

طبرانی نے اس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اول جو شخص جنت میں داخل ہوں گے ان میں میں اور تو اور حسن و حسین ہوں گے۔ اور ہمارے پیچھے ہماری اولاد ہوگی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہونگے۔ رہ گئی دوسری روایت تو اس کا راوی عباد بن عبد الصمد ہے۔

عباد بن عبد الصمد

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ عباد غالی قسم کا شیعہ ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ اس نے حضرت انسؓ سے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل سے متعلق ہوتی ہیں۔ امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں یہ انتہا سے زیادہ ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے۔ یہ روایت حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے۔ جو انشاءاللہ آگے پیش کی جائے گی۔

حضرت علیؓ نے اس امت سے پانچ یا سات سال قبل اللہ کی عبادت کی تھی

حبتہ بن جوین کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کو یہ فرماتے سُنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت اللہ کی عبادت کی تھی۔ جب اس امت کے کسی فرد نے یہ عبادت نہ کی تھی۔ اور تقریباً یہ عبادت پانچ یا سات سال جاری رہی۔

یہ عبادت اسی قسم کی ہوگی جیسے ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں تحریر کیا ہے۔ کہ جب فاطمہ بنت اسد حضرت علیؓ کو پیدائش کے بعد لے کر نکلیں اور گھر پہونچیں تو حضور کی انگلیاں چوسیں اور حضرت علیؓ اس طرح علم کے سمندر چوستے رہے اور تیسرے روز حضرت علیؓ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ حالانکہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نبوت نہ ملی تھی لیکن سورۂ مؤمنون میں مومنین (شیعہ) کا ذکر ہے اس لئے یہ آیات حضرت علیؓ پر پیدائش کے تیسرے روز نازل ہو گئی تھیں۔

یہ روایات اسی وقت عقل میں آسکتی ہیں جب آپ بخاری کے بجائے جلاء العیون پر ایمان لائیں۔ ورنہ تشیع نام ہے۔ اس امر کا کہ ہر خلاف عقل بات پر ایمان لے آؤ۔ اور سبحان اللہ کے نعرے بلند کرو۔

یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی۔ اسکا پہلا راوی جو اسے حضرت علیؓ سے نقل کر رہا ہے اس کا نام حبتہ بن جُوَین ہے۔

حبتہ بن جُوَین ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت حضرت علیؓ کے نام سے وضع کی گئی ہے۔ جہاں تک حبتہ کا تعلق ہے۔ تو وہ ایک حبہ برابر نہیں کیونکہ وہ کذاب ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث کچھ نہیں۔ سعدی کا بیان ہے کہ یہ غیر ثقہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا شیعہ ہے اور

Marfat.com

حدیث میں واہی ہے۔

اجلح امام احمد فرماتے ہیں اس نے کئی منکر روایات نقل کیں۔ ابو حاتم رازی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اجلح تو یہ بھی نہیں جانتا کہ ابو بکر کا باپ کون ہے۔

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایات ان احادیث کے خلاف ہیں جو حضرت ابو بکرؓ، حضرت خدیجہؓ اور حضرت زید بن حارثہ کے تقدیم اسلام کے بارے میں مروی ہیں۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ سات سال تک عبادت کرتے رہے ہیں اور کسی کو پتہ تک نہیں ہوا۔ حضرت عمرؓ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور اسلام لانے والوں میں ان کا نمبر چالیسواں تھا۔ الموضوعات ج ۱ ص ۳۴۲

امام ابن الجوزی سُنیوں کی باتیں کر رہے ہیں۔ ورنہ بات مومنین کی ہو رہی ہے منافقین کی نہیں ہو رہی۔ حتی کہ جب حضورؐ کی وفات ہوئی تو صرف پانچ افراد اسلام لائے تھے۔ باقی سب منافق تھے۔ اور ان پانچوں افراد میں حسن و حسین اور فاطمہؓ بھی داخل نہ تھیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ان افراد کو کیسے داخل کیا گیا۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں یہ حبۃ بن جوین قبیلہ عرینہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کا تعلق غالی شیعوں سے ہے۔ اس نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں اسی بدری تھے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ محال ہے۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں اس سے سلمۃ بن کہیل اور حکم اور ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ سلیمان بن معبد نے یحیی بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔

نسائی کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ اور ابن خراش کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ میں نے اس حبۃ کو دیکھا ہے۔ اس کی زبان پر سبحان اللہ اور الحمد للہ جاری رہتا۔ بجز اس کے وہ نماز پڑھتا یا حدیث بیان کرتا۔ ۹۶ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس حبۃ سے یہ کہانی اجلح بن عبداللہ ابو حجیۃ الکندی الکوفی نے نقل کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ قطر کے قریب ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے بُری رائے رکھتا تھا۔ قطان کہتے ہیں میرے دل میں اس کی جانب سے شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں شیعہ ہے سچا ہے۔ لیکن

Marfat.com

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ افتراء باز ہے ۲۱۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ا

اے علیؓ! اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالدو

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ! اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکال دینا۔ مسند احمد بن حنبل ج ا ص۸۷۔

اور چونکہ حضرت علیؓ حضورؐ کی وفات کے بعد خلیفہ نہ بن سکے۔ لہذا اہل نجران جوں کے توں اپنی جگہ برقرار رہ گئے حالانکہ اہل نجران نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی تھی۔ اس کے باوجود حضور نے انہیں نکال دینے کا یہ حکم دیا۔ لیکن صورت حال کچھ اس طرح پیش آئی کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہی نہ بن سکے۔ نتیجۃً اہلِ نجران بھی اپنی جگہ برقرار رہ گئے۔ ورنہ شاید حضرت علیؓ کو اہل نجران سے جنگ کی ضرورت پیش آتی۔

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔ تو ماشاء اللہ اس روایت کا کوئی راوی بھی ایسا نہیں جو قابلِ اطمینان ہو۔ سب سے اول راوی جو امام احمد بن حنبلؒ کے استاد ہیں۔ ان کا نام خلف ہے۔

خلف ۔ یہ خلف بن ایوب العامری البلخی ہے۔ اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔

اس خلف نے عوف اعرابی معمر اور ایک جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ اور اس سے امام احمد ابوکریب اور ایک بڑی مخلوق نے روایات نقل کی ہیں۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس سے روایات نقل کی جاتی ہیں۔ ابن حبان کتاب الثقات میں لکھتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا مرجی تھا۔ اور ان لوگوں کا کٹر دشمن تھا جو سنت سے اعراض کریں۔ اسی دشمنی کے باعث اس کی حدیث سے احتراز کیا گیا۔

معاویہ بن صالح نے یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ صاحب علم و عمل تھا۔ بہت اللہ اللہ کرتا تھا۔ بادشاہ بلخ نے ان کی زیارت کی تھی۔ لیکن پھر ان سے اعراض کر لیا۔

امام احمد بن حنبل کا بیان ہے کہ یہ عوف اعرابی اور قیس سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ امام

Marfat.com

احمد کا یہ قول عُقیلی نے بیان کیا ہے۔ اور اتفاق سے یہ روایت بھی اسی نے قیس سے نقل کی ہے۔ گویا کہ یہ روایت امام احمد کے نزدیک خود قابل وثوق نہیں۔ خود امام احمد کے صاحبزادے عبداللہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ اس خلف کو قابل اعتبار تصور نہ کرتے۔

اس خلف کی ایک روایت جامع ترمذی میں بایں الفاظ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو خصلتیں ایسی ہیں جو کسی منافق میں جمع نہیں ہوتیں۔ ایک اچھے اخلاق اور ایک دین کی سمجھ۔ ترمذی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ ہم خلف کے علاوہ کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے یہ روایت بیان کی ہو اور ہم کریب کے علاوہ کسی ایسے شخص سے بھی واقف نہیں جس نے اس خلف سے روایت نقل کی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کیسا شخص تھا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ۲۰۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اس سے ایک جماعت نے حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۶۵۹۔

خلف نے یہ روایت قیس بن الربیع سے نقل کی ہے۔

قَیسؔ بن الرَّبِیع

یہ قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔ اس کا شمار علماء میں ہوتا ہے۔ اگرچہ بذات خود سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔

عفّانؔ کا بیان ہے کہ میں لوگوں سے قیس کا ذکر سنتا رہتا اور مجھے کچھ بھی صحیح حال کا پتہ نہ چلتا حتیٰ کہ میں کوفہ آیا۔ اس کے پاس آکر بیٹھا۔ تو دیکھا کہ اس کا بیٹا اسے روایت میں الفاظ کی تلقین کر رہا ہے۔

ابن نمیرؔ کا بیان ہے کہ اس کا بیٹا ایک آفت تھا۔ محدثین نے اس کی کتابوں پر نظر ڈالی اور انھوں نے اس کی حدیث کا انکار کر دیا۔ ان کا گمان تھا۔ کہ اس کی روایات میں تبدیلی اس کے بیٹے نے کی ہے۔

محمدؔ بن عبید الطنافسی کا بیان ہے کہ اس قیس بن الربیع کو خلیفہ ابوجعفر المنصور نے مدائن کا گورنر بنایا۔ وہ اپنی گورنری کے زمانہ میں عورتوں کی چھاتیوں سے چمٹا رہتا اور ان پر بھڑیں چھوڑتا رہتا علم میں یہ سفیان ثوری سے کم نہ تھا۔ لیکن جب یہ گورنر بنا تو اس نے ایک شخص پر حد جاری کی۔ جس سے اس کی موت واقع

Marfat.com

ہوگئی۔ وہیں سے اس کا نام بدنام ہوگیا۔

محمد بن المثنی کا بیان ہے کہ شعبہ اور سفیان اس قیس کی حدیث بیش کرتے لیکن یحیی القطان اور عبدالرحمن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ عبدالرحمان شروع میں تو اس کی روایت لیتے لیکن بعد میں اس کی روایات لینی چھوڑ دیں۔

ابو النضر نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ قیس نے ایک بار میرے سامنے ابوحصین کی حدیث بیان کی جسے سن کر میں یہ تمنا کر رہا تھا کہ کاش مکان کی چھت ہم پر گر پڑے تاکہ میں اس کے نیچے دب کر مر جاؤں اور (اس قسم کی بکواس سننے سے بچ جاؤں)

ابو حصین کی روایت ہے کہ اس ابوحصین نے یحیی بن آبان سے نقل کی ہے۔ اور وہ ابن عمر سے نقل کرتا ہے کہ حسن و حسین کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل کے بازو کے پر بندھے تھے۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت انتہا سے زیادہ منکر ہے۔ اسے کدیمی نے بھی خلاد سے نقل کیا ہے اور اور اسی خلاد سے قیس نے۔

ابوالحسن بن القطان کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک اسی طرح ضعیف ہے۔ جیسے ابن ابی لیلی اور شریک۔ اور یہ کمزوری قضا ملنے کے بعد پیدا ہوئی۔

محمد بن عبید کا بیان ہے کہ قاضی بننے کے بعد بھی یہ ہمیشہ درست رہا۔ لیکن ایک شخص کو قتل کر بیٹھا وہاں سے حالات خراب ہوگئے۔

ساجی کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کا بیٹا مشعر اور سفیان متقدمین کی احادیث لیتا اور اپنے باپ کی روایت میں داخل کر دیتا۔ اور ابا جان کو خبر بھی نہ ہوتی۔

اس قیس نے یہ روایت اشعث بن سوار الکوفی سے نقل کی ہے۔

اشعث بن سوار

دارقطنی کا بیان ہے یہ اشعث ضعیف ہے۔ متروک ہے۔ اس نے شریک ہشیم اور لیث بن سعد سے روایات لی ہیں۔ الضعفاء المتروکین دارقطنی صہ ۶۶۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں ۔

اَشعثُ بن سوّار الکندی النجّار الافرق الاثرم ۔ یہ تابوت تیار کرتا تھا۔ اہواز کا قاضی تھا۔ ضعیف ہے ۔ چھٹے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ اس سے مسلم ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ اور بخاری نے ادبُ المفرد میں روایت نقل کی ہے تقریب التہذیب صفہ ۳

حافظ ابن حجر چھٹے طبقہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

چھٹے طبقہ سے ہماری مراد وہ حضرات ہوتے ہیں جن کی روایات بہت کم ہوتی ہیں ۔ اور جن کے بارے میں ثابت نہیں ہوتا کہ محدثین نے ان کی روایات کس لئے ترک کی ہیں ۔ اور ہم ایسے حضرات کے لئے اگر ان کا ساتھ دینے والا موجود ہو تو ان کو مقبول کہتے ہیں ۔ اگر ان کا کوئی ساتھ دینے والا نہ ہو تو مجہول الحال کہتے ہیں ۔ تقریب التہذیب صفہ ۱

نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین میں لکھتے ہیں ۔

اشعث بن سوّار الکندی الکوفی ضعیف ہے صفہ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں ۔

یہ اشعث بن سوار قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے ۔ کوفہ کا باشندہ ہے ۔ تابوت بنایا کرتا ۔ اہواز کا قاضی رہا ہے ۔ یہ بنو ثقیف کا غلام تھا ۔ اہواز کا بھی قاضی رہا ہے ۔ اس سے مسلم ۔ ترمذی ۔ نسائی او ابن ماجہ نے روایات لی ہیں ۔

مسلم نے اس کی روایات متابعت میں نقل کی ہیں ۔ کیونکہ اس اشعث کے اساتذہ بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ۔

ثوری کہتے ہیں یہ اشعث مجالد سے بہتر ہے ۔ یحییٰ بن سعید القطان کا قول ہے ۔ میرے نزدیک یہ ابن اسحاق سے کم ہے ۔ ابوزرعہ کہتے ہیں کمزور ہے ۔ نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے ۔ کہ اشعث بن سوار الکوفی ثقہ ہے ۔ لیکن عباس دُوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ ضعیف ہے ۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ محمد بن سالم سے بہتر ہے۔ محمد بن المثنیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن سعید اور عبد الرحمان کو کبھی اس اشعث بن سوار کی روایت بیان کرتے نہیں دیکھا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اشعث غلطیاں بہت کرتا۔ اسے وہم بھی بہت ہوتا۔ دارقطنی لکھتے ہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی کوئی منکر روایت نہیں دیکھی۔

فلاس کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۳۶ھ میں ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۲۶۲۔

اس کا ایک اور راوی عدی بن ثابت ہے

عدیؒ بن ثابت: اس سے تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یہ شیعوں کا عالم ہے۔ ان کا قصہ گو اور ان کی مسجد کا امام ہے۔ اور اگر تمام شیعہ ایسے بن جاتے تو ان کا شر کچھ کم ہوتا۔

مسعودی کا بیان ہے کہ ہم نے کوئی شیعہ ایسا نہیں دیکھا جو عدی سے زیادہ صحیح بات کہتا ہو۔ اسے امام احمد عجلی اور نسائی نے ثقہ قرار دیا ہے۔

ابو حاتم رازی کا بیان ہے کہ سچا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں غالی قسم کا شیعہ ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ رافضی ہے اور انتہائی غالی۔ اگرچہ ثقہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہ حق سے ہٹا ہوا ہے میزان ج ۲ ص ۱۹۱

یعنی اس روایت کا کوئی راوی ایسا نہیں جو قابل اطمینان ہو اور ان میں سے بعض راویوں کو خود امام احمد بن حنبلؒ نے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ لہذا یہ روایت خود امام احمد کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔

پھر اہل نجران کا جزیرۃ العرب سے نکالا جانا اس پر موقوف ہے کہ حضرت علیؓ خلیفۂ اول بنتے۔ جب وہ خلیفۂ اول نہ بنے تو وہ اپنی جگہ برقرار رہے کہیں ایسا معاملہ تو نہیں کہ واقعۂ مباہلہ جو شیعہ نوازی میں کچھ کا کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی کچھ بھی حقیقت نہ ہو۔ اسی لئے اہل نجران کو جزیرۃ العرب سے نکالا جانا تھا۔ ہوتا کہ اصلیت پر پردہ پڑا رہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔

چونکہ اس روایت کے متعدد راوی مجروح تھے۔ اس لئے ہم نے ایک راوی ابو ظبیانؒ کو چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ سے صحابہ کرام یا عبداللہؓ بن مسعود کے شاگرد حدیث

روایت کریں تو وہ روایت قابل قبول ہوگی اور اگر حضرت علیؓ کے ساتھی روایت کریں تو وہ سبھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ امام محمد بن سیرین کا قول ہے۔

ان اصحاب علی کلھم کذابون — علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

یہ ابوظبیان حضرت علیؓ کا ساتھی ہے۔ لہذا یہ روایت تو قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ علی کے تمام ساتھی جھوٹے ہیں۔

اس روایت کے پانچ راوی ہیں اور پانچوں پر اعتراضات ہیں۔ حتیٰ کہ خود امام احمد کے نزدیک اس روایت کے بعض رواۃ ناقابل قبول ہیں۔

جنگ صفین میں ستّر بدری موجود تھے

ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ جنگ صفین میں ستّر بدری شریک ہوئے۔

ابراہیم بن عثمان

اس کا راوی ابراہیم بن عثمان الوشید العبسی الکوفی ہے۔ یہ واسط کا قاضی تھا۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا تھا۔ اس نے یہ روایت حکم کے واسطہ سے ابن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے۔

شعبہ کہتے ہیں اللہ کی قسم یہ ابراہیم بن عثمان جھوٹا ہے میں نے خود حکم سے اس موضوع پر گفتگو کی تھی ہم نے تو اہل بدر میں سے خزیمہ کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو جنگ صفین میں موجود ہو۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ جنگ صفین میں حضرت علیؓ اور عمارؓ موجود تھے۔ امام ذہبی نے بظاہر تو شعبہ کا رد کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو تین افراد کی شرکت سے ستّر کی شرکت ثابت نہیں ہوتی اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ صفین حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے مابین ہوئی۔ لہذا حضرت علیؓ کی شرکت تو ایک جزو لاینفک ہے۔ بلکہ اگر حضرت علیؓ کو جنگ صفین سے علیحدہ کر دیا جائے تو مطلب تو یہ ثابت ہوگا کہ چند باغی امیر معاویہؓ کے خلاف کھڑے ہوگئے تھے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ لہذا حضرت علیؓ

Marfat.com

کی شرکت تو لازمی تھی۔ رہی عمار رض کی شرکت وہ بھی مختلف فیہ ہے۔ اور بقول شعبہ و حکم کے علاوہ صرف حضرت خزیمہ رض جنگ صفین میں موجود تھے۔ جن کا شمار اہل بدر میں ہوتا تھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے یہ خزیمہ رض جو جنگ صفین میں شریک تھے وہ واقعتاً بدری تھے۔ یا انہیں صرف اس لیئے بدری کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقام بدر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس لحاظ سے انہیں بدری کہتے ہیں۔ بات خواہ کچھ بھی ہو لیکن جنگ صفین میں ستر بدری ہرگز شریک نہ تھے کھینچ تان کر آپ انہیں تین تک لا سکتے ہیں۔ اور شعبہ امام مالک کے ہم عصر ہیں اور تشیع میں بھی مبتلا ہیں۔ جب ان کے زمانہ تک جنگ صفین میں حضرت علی رض کے علاوہ ایک بدری موجود تھا تو شعبہ کے بعد اور کہاں سے اور کیسے پیدا ہو گئے۔ امام محمد بن سیرین جو حضرت عمر رض کے زمانہ میں ۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور جن کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہے۔ اور جن کے رو برو یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ وہ فرماتے ہیں۔

هاجت الفتنة واصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرات الوف فلم يحضرها منهم مائة بل لم يبلغوا ثلاثين۔

سن اسی طرح آگے بڑھتا رہا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تیس ہزار اور نوے ہزار کے درمیان تھے۔ اور ان جنگوں میں سو صحابہ بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ شریک ہونے والوں کی تعداد تیس تک بھی نہیں پہنچی۔

امام ابن تیمیہ اس کی سند نقل کر کے فرماتے ہیں۔

هذا الاسناد اصح اسناد على وجه الارض۔

یہ سند روئے زمین پر صحیح ترین سند ہے۔

(منہاج السنۃ ج ۳ ص ۸۶)

اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ صحابہ رض کی تعداد اس وقت کسی صورت میں تیس ہزار سے کم نہ تھی۔ بلکہ وہ تقریباً نوے ہزار کے قریب تھے۔ تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ان تمام جنگوں میں اصل تقابل ان لوگوں کا تھا جو صحابی نہ تھے۔ صحابہ کرام تو بمشکل چند ہی شریک ہوئے اور ان کے نام کو اتنا اچھالا گیا ہے کہ پوری تاریخ اس میں دب کر رہ گئی۔ اور صحابہ کرام نے علیحدہ بیٹھ کر ان سب چیزوں کا نظارہ

Marfat.com

کیا۔ صرف اس تخیل کے تحت کہ شاید کہ کسی وقت یہ فتنہ ختم ہو اور امت ایک جگہ متحد ہو۔ اور جب انہوں نے یہ دیکھا کہ تمام امت ایک امام پر جمع ہوگئی اور حضرت حسنؓ نے صلح کر کے امیر معاویہؓ کا ہاتھ تھام لیا۔ تو تمام صحابہ نے امیر معاویہؓ کی بیعت کی اور اس سال کا نام ان کے اتفاق پر عام الجماعت (جماعت کا سال) قرار پایا۔

حضرت علیؓ امیر المومنین ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس ابھی اس دروازے سے امیر المومنین، سید المسلمین، قائد الغر المحجلین اور خاتم الوصیین داخل ہوں گے ......

امام ذہبی نے میزان میں پوری کہانی نقل نہیں فرمائی۔ کاش وہ پورا شہ پارہ پیش فرما دیتے۔ غالباً ان کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ نتیجۃً انہوں نے روایت کے ابتدائی الفاظ نقل کئے ہم بھی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ابراہیم بن محمد ۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک راوی ابراہیم بن محمد بن میمون ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اس نے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۱ ص۶۴

حافظ ابن حجر نے بھی اس ابراہیم کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ کوئی فرضی کردار ہے جو روایت پیش کرنے کے لئے وضع کر لیا گیا ہے۔

اتفاق سے اس روایت کی سند میں جتنے راوی ہیں، وہ یا تو ضعیف ہیں یا مجہول۔ اور کسی ایک راوی کے بارے میں بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قابل اعتبار ہے۔

قاسم بن جندب:۔ اسے حضرت انسؓ سے نقل کرنے والا قاسم بن جندب ہے۔ جو قطعاً مجہول شخص ہے۔

حارث بن حصیرہ:۔ قاسم سے یہ کہانی نقل کرنے والا حارثؒ بن حصیرہ ہے۔ جو قبیلہ اَزُد سے تعلق

رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ خشبی ہے۔

خَشَبِیَہ شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو زید بن علی بن حسین کی پھانسی کے بعد لکڑیاں لے کر مرنے کے لئے نکلا تھا اور ناکامی کے بعد اس لکڑی کو پوجنا شروع کر دیا۔ جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔ اس فرقہ کو خَشَبِیَہ کہا جاتا ہے۔

ابو احمد الزُّبَیرِی کا بیان ہے کہ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا یعنی حضرت علیؓ قتل نہیں ہوئے۔ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ بادلوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اب جب سے ہم پر بادلوں کی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے تو ہماری یہ بھی سمجھ میں آگیا کہ اس گرج اور چمک کی حقیقت کیا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ کیونکہ یہ ضعیف ہے۔ اور کوفہ کے ان لوگوں میں داخل ہے جنہوں نے کوفہ میں تشیع کی وبا پھیلائی ہے۔ زُنَیج کا بیان ہے کہ میں نے جریر سے سوال کیا۔ کیا تم نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں، میرے زمانہ میں وہ بہت بوڑھا تھا۔ اور ایک بڑی بات پر اصرار کیا کرتا ہے۔ یعنی رجعت پر میزان ج ۱ صد ۴۳۲۔ دار قطنی لکھتے ہیں یہ غالی قسم کا شیعہ ہے۔ اَلضُّعَفَاءُ وَالْمَتْرُوکِیْن صد ۷۶

اس حارث سے نقل کرنے والا عَلِیّ بن عَابِسِ الْاَزْرَقِ الْاَسَدِیُّ اَلْکُوفِیُّ ہے

علی بن عابِس۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ جُوزجانی، نَسَائی اور ازدی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ فحش غلطیاں کرتا ہے۔ اسی باعث اسے ترک کر دیا گیا۔ اسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ تو آپ نے فاطمہؓ کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ باطل ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کو فدک عطا فرما دیتے تو پھر وہ کیا شئے طلب کرنے آئی تھیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ میزان ج ۳ صد ۱۳۴

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

اس کا آخری راوی ہو اسے ابراہیم بن محمد بن میمون سے نقل کر رہا ہے۔ وہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ہے۔ جو عثمان بن ابی شیبہ کا بیٹا ہے جن کی اور جن کے بھائی کی مصنف محدثین کے یہاں مشہور ہے۔

یہ شخص حافظ الحدیث سمجھا جاتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے لیکن عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ کذاب ہے۔ ابن خراش کا بیان ہے کہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ مُطَیَّن کا بیان ہے کہ یہ تو حضرت موسیٰ کی لاٹھی کی طرح ہے جو ہر چیز کو نگل لیتا ہے۔ برقانی کا بیان ہے کہ میں نے محدثین کو ہمیشہ اس پر اعتراض کرتے دیکھا ہے۔

ابن عقدہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن اسامۃ الکلبی۔ ابراہیم بن اسحاق الصواف اور داؤد بن یحییٰ کو یہ کہتے سنا ہے کہ یہ محمد بن عثمان کذاب ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۴۲۔

رافضیوں کو قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا یہ جنت میں جائے گا۔ اور اس کے شیعوں میں سے ایک جماعت ایسی ہو گی جو اسلام کا اظہار کرے گی جن کو روافض کہا جائے گا۔ انہیں تم جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔ میزان ج ۱ ص ۳۵۱۔

اس کا راوی تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ اور یہ روایت اس کی منکرات میں شمار ہوتی ہے امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔

یحییٰ بن معین کا ارشاد ہے یہ کذاب ہے۔ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا۔ ایک روز اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر حضرت عثمانؓ کو گالیاں دینے لگا۔ اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں کسی فرد کا ادھر سے گزر ہوا تھا۔ اس نے یہ گالیاں سن کر ایک تیر کھینچ مارا۔ یہ کوٹھے سے نیچے گرا۔ اور اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے۔

Marfat.com

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا تھا۔ خبیث ہے۔ نسائی لکھتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ا ص ۳۵۸۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۶۔

ابوالجحاف تلید نے اس روایت کو ابوالجحاف سے نقل کیا ہے۔ جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے ابن عدی کا بیان ہے۔ میرے نزدیک یہ قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اولاد علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۔

امام ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت تلید بن سلیمان کی وضع کردہ ہے۔

میرے نزدیک اس میں ایک عیب اور بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ زینب بنت علی نے یہ روایت فاطمہؓ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ جب حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ڈیڑھ دو سال تھی۔ انہوں نے حضرت فاطمہؓ سے حدیث کب سنی اور کیسے سنی؟ یہ روایت ہر صورت میں منقطع ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ زینب پہلے پیدا ہوئی ہوں اور ان کی پیدائش پر اسی طرح پردہ ڈالا گیا ہو جس طرح ان کی وفات پر پردہ ڈالا گیا ہے۔

میں معاویہؓ کے ساتھ حساب کیلئے رکوں گا

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ سب سے اول جنت میں ابوبکرؓ و عمرؓ داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب دینے کے لئے رکا ہوں گا۔

حضرت علیؓ سے اسے نقل کرنے والا اصبغ ہے۔ لیکن یہ وہ اصبغ بن نباتہ نہیں۔ بلکہ یہ اصبغ ابو بکر الشیبانی ہے۔ یہ سدی کا شاگرد اور تبع تابعین کے بعد ہے جب کہ پہلا اصبغ تابعی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔

اصبغ نے اسے سدی سے نقل کیا ہے۔ اور سدی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔ ہر دو کا حال پہلے عرض کیا جا چکا۔ اور دونوں رافضی ہیں۔ باقی اس روایت میں ہم نے جو اعتراضات کئے

Marfat.com

ہیں۔ اصولی طور پر تو دونوں احتمالات وارد ہونے چاہییں۔ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ایسا ہونا بھی نہیں اس لئے کہ ایک شبہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؓ پر جھوٹ بولے گا یہ خلاف عقل ہے۔ ممکن ہے کہ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ نے اپنا کچھ عندیہ ظاہر فرمایا ہو۔ اور اس صورت میں یہ حضرت علیؓ کا اپنا تخیل ہوگا۔ ممکن ہے کہ قیامت کے روز ہر دو کا حساب ہو یا دونوں معاف کر دئے جائیں۔

تین قسم کے لوگوں سے جنگ کرنا

حضرت ابو ایوبؓ انصاری کا بیان ہے کہ ہمیں تین قسم کے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ ناکثین۔ قاسطین۔ اور مارقین۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کن لوگوں کے ساتھ مل کر جنگ کریں؟ ارشاد فرمایا علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ مل کر۔ میزان ج ۱ ص ۲۷۱

اصبغ بن نباتہ

اس روایت کا راوی اصبغ بن نباتہ الحنظلی المجاشعی الکوفی ہے۔ جو حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کا شاگرد ہے۔ اور اصحاب علیؓ میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

قاری ابوبکر بن عیاش کوفی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نسائی اور ابن حبان کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر ہے ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ (بجائے مہدی کے)

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس نے حب علیؓ میں مبتلا ہو کر دل کھول کر جھوٹ بولا ہے۔ اسی باعث یہ قابل ترک ہے۔

اس اصبغ سے یہ کہانی نقل کرنے والا علی بن الحزور ہے۔ میزان ا ص ۲۷۱۔

علی بن الحزور

ذہبی کا بیان ہے یہ علی بن الحزور خود ایک بلا ہے۔ یہ تمام روایات اصبغ سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔

Marfat.com

مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے

حضرت عمارؓ بن یاسر کا بیان ہے کہ مجھے قاسطین اور مارقین سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ناکثین کو اس میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ناکثین سے حضرت عمارؓ نے جنگ نہ کی ہو۔

ناکثین سے مراد حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے ساتھی ہیں۔ حالانکہ بقول شیعہ زبیرؓ و طلحہؓ نے عہد کر کے توڑا تھا۔ بقیہ اہل بصرہ اور اہل مکہ جو حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے انہوں نے کوئی عہد نہ کیا تھا۔ لہٰذا انہیں ناکث قرار دینا یہ خود خلاف عقل ہے۔

قاسطین برابری کا دعویٰ کرنے والے۔ اس سے مراد امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔

مارقین سے مراد عہد سے نکل جانے والے یعنی خارجی ہیں۔

جعفر بن سلیمان اس کا راوی جعفر بن سلیمان الضبعی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گزر چکا ہے۔

خلیل بن مرہ جعفر بن سلیمان نے یہ روایت خلیل بن مرہ سے نقل کی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ خلیل بن مرہ منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ قوی نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۶۷۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۱۔

خلیل نے اسے قاسم بن سلیمان سے نقل کیا ہے اور قاسم اپنے باپ دادا سے روایت کرتا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۷۱۔

علیؓ ہادی ہیں

عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک تو ڈرانے والا ہے)

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک میں منذر ہوں لیکن علیؓ تجھے ہدایت کرنے والے ہیں اے علیؓ ہدایت یافتہ لوگ تیرے ذریعہ ہدایت پائیں گے۔ میزان ج ۱ ص ۴۹۱۔

ذہبی لکھتے ہیں اس آیت اِنَّمَآ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِکُلِّ قَوۡمٍ ھَادٍ کی یہ تفسیر مفسر ابن جریر نے حسن بن الحسین کے ذریعہ معاذ بن مسلم سے نقل کی ہے۔ یہ روایت منکر ہے۔ اور غالباً یہ آفت اسی معاذ کی ڈھائی ہوئی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آفت ابن جریر نے ڈھائی ہو۔

حسن بن الحسین کا جہاں تک تعلق ہے تو یہ شخص کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم لکھتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک سچا نہیں۔ اس کا شمار بڑے درجے کے شیعوں میں ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت ثقہ راویوں جیسی نہیں ہوتی۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے لغو باتیں روایت کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۸۳۔

معاذ بن مسلم ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول ہے اور اس نے عطاء بن السائب سے یہ موضوع حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۳۲۔

عطاء بن السائب معاذ بن مسلم نے یہ روایت عطاء بن السائب سے نقل کی ہے۔ عطاء اگرچہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ لیکن اول تو ان کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ثانیاً وہ مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔

اے علیؓ تجھے جو غصہ دلائے گا میں اسکے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا

حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو صفا کے قریب دیکھا۔ آپ ایک شخص کی جانب متوجہ تھے جس کی شکل و شباہت ہاشمی جیسی تھی آپ اس پر لعنت بھیج رہے تھے۔ میں نے سوال کیا یا رسول اللہ یہ کون ہے جس پر آپ لعنت بھیج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان رجیم ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے دشمن میں تجھے قتل کروں گا اور امت کو تجھ سے راحت دلاؤں گا۔ اس نے جواب دیا۔ اے علیؓ کیا یہ تیری جانب سے میرا بدلہ ہے۔ میں نے سوال کیا اے اللہ کے دشمن میری جانب سے تیرا کیا بدلہ ہونا چاہیے۔ اس نے جواب دیا اللہ کی قسم تجھے جو غصہ دلانے گا میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک بنا دوں گا۔ میزان ج ا ص ۱۹۱۔

یہ حضرت علیؓ کی تعریف ہے یا تنقیص کہ ایک فرضی گالی سے تمام غصہ کافور ہو گیا اور اس طرح ان پر شیطان کا داؤ چل گیا۔ معاذ اللہ اہل سنت والجماعت تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ رافضی بچے تعریف کے پردے میں حضرت علیؓ کو گالیاں دیتے ہیں۔

رہا شیطان کا قتل اگر اس سے مراد ابلیس لعین ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کی مہلت دی ہے اور اگر کوئی اس کا چیلہ مراد ہے تو وہ ہر دور میں لاتعداد پائے جاتے رہے۔ بلکہ ان کے لئے کوئی جن ہونا بھی ضروری نہیں۔ اس لئے کہ ہر وہ انسان بھی شیطان ہوتا ہے جو اللہ کی سرکشی اختیار کرے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ	انسانی اور جناتی شیطان ایک دوسرے کو
اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ	دھوکہ دینے والے قول وحی کرتے رہتے ہیں

معلوم ہوا کہ ہر وہ شخص شیطان ہے جو خلاف حکم الٰہی دوسروں کو برائی کی تلقین کرے۔ اور اس واسطے ہر اس شخص کو جو ہمارے دلوں میں خلاف احکام الٰہی وسوسے پیدا کرے اسے خناس کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ	میں خناس کے وسوسوں کے شر سے پناہ
يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ	مانگتا ہوں وہ خناس جو لوگوں کے دلوں

Marfat.com

مِنَ الْجِنَّةِ ہیں وسوسے ڈالتا ہے۔ وہ جن میں بھی ہوتا
وَالنَّاسِ ۔ ہے اور انسان بھی۔

تو ہر وہ ہستی جو انسان کے دل میں خلاف شرع وسوسہ پیدا کرے وہ شیطان بھی ہے اور خناس بھی۔ اور وہ دونوں انسان بھی ہو سکتے ہیں اور جنات بھی اور دونوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر شیطان سے حضرت علیؓ کی مراد اس قسم کے شیاطین سے تھی تو ایک شیطان کو قتل کرنے سے امت کو ہرگز نجات نہ ملتی۔ اس لحاظ سے اسے قتل کرنے کا تصور ہی غلط تھا۔

پھر جس شخص نے یہ روایت وضع کی ہے۔ وہ اس کا قائل تھا کہ دراصل علی اللہ ہیں۔ ایسی صورت میں ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رافضیوں کے نزدیک اللہ اور شیطان میں مصالحت ہو گئی اس لئے کہ ہمیشہ سے یزداں اہرمن سے صلح کرنے پر مجبور رہا۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو خدائے خیر اور خدائے شر کے پردے میں پیش کیا جاتا رہا۔

اس روایت کا واضع اسحاق بن محمد النخعی الکوفی ہے

اسحاق بن محمد النخعی یہ شخص احمر کے لقب سے مشہور تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ غالی رافضیوں میں بھی حد سے بڑھا ہوا ہے۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے عبد الواحد بن علی سے سنا ہے وہ کہا کرتے تھے یہ اسحاق انتہائی خبیث مذہب رکھتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ علی اللہ ہیں۔ اسے برص کا مرض تھا اور برص کے نشانوں پر سرخ رنگ لگاتا۔ اسی لئے اسے احمر کہا جاتا ہے۔ مدائن میں رافضیوں کی ایک جماعت تھی جو اسی کی جانب منسوب تھی اور اسے اسحاقیہ کہا جاتا تھا۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے اس اسحاق کے بارے میں شیعوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بھی اسحاق کے بارے میں وہی بات کہی جو عبد الواحد بن زید نے کی تھی۔

ذہبی کا بیان ہے کہ ائمۂ جرح و تعدیل نے اس اسحاق کا اپنی کتابوں میں کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اور انہوں نے بھی اچھا کیا کیونکہ یہ ایک زندیق تھا۔ ہاں ابن الجوزی نے موضوعات میں اس

Marfat.com

کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں یہ کذاب ہے۔ غالی رافضی ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مذہب تو رافضیوں کا بھی نہیں بلکہ وہ تو نصیری ہے اور مذہبی لحاظ سے یہ نصاریٰ کا بھائی ہے اور جو شخص علی کی الوہیت کا قائل ہو وہ کافر ہے۔ ملعون ہے آج کل حکومت شام بھی ان نصاریٰ یعنی نصیریوں کے قبضے میں ہے۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت متعدد گناہوں پر مشتمل ہے۔ بلکہ اس سے حضرت علیؓ کی توہین لازم آتی ہے۔ میں اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہوں۔ اس روایت کو اسحاق الاحمر نے وضع کیا (چوتھی صدی میں) پھر اس کے یاروں نے اس کے لئے سند وضع کر دی۔ اس طرح یہ پوری داستان چوتھی صدی ہجری میں تیار ہوئی۔

حسن بن یحیٰی النوبختی جو خود ایک رافضی ہے اور جو اس کا قائل تھا کہ اگر اللہ ہزار ہوں تو ایک ہی رہے گا۔ اپنی کتاب "الرد علی الغلاۃ" میں لکھتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسحاق بن محمد الاحمر ہے جو یہ کہتا ہے کہ علیؓ اللہ ہیں۔ اور وہ بعد میں حسنؓ میں اور پھر حسینؓ میں ظاہر ہوئے۔ (گویا کہ اللہ وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ناکام ہوتا رہے)

صوحانی کھجور کا اعلان

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی۔ یہ نبی مصطفی اور علیؓ مرتضیٰ جا رہے ہیں . . . .

نیز اس روایت میں یہ بھی ہے کہ مدینہ کی کھجور کو صوحانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے میرے اور تیرے فضل کا اعلان کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱

احمد بن نصر اس داستان کا ایک راوی احمد بن نصر الذارع البغدادی ہے۔ اس کی تمام روایات منکر ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ اپنے وقت کا دجال

Marfat.com

ہے اور یہ روایت اس کے ذریب کاری میں شمار ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۶۱۔

صدقہ اس کی سند کا ایک اور راوی صدقہ بن موسیٰ بن تمیم ہے جو اپنے باپ سے باطل روایات نقل کرتا ہے۔ اور اس سے احمد الذارع کذاب نے یہ روایات نقل کی ہے۔ اور اس کی اکثر روایات اسی کذاب سے مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۳۱۳۔

صدقہ کا باپ موسیٰ بن تمیم مجہول ہے۔

علی رضا: موسیٰ بن تمیم نے اسے علی رضا سے روایت کیا ہے جو شیعوں کے ایک امام ہیں۔

ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتے ہیں ان کے نام سے متعدد شیعوں نے چند نسخے لکھ کر تیار کئے۔ یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ نسخے ان کی جانب جھوٹ منسوب کئے گئے یا یہ خود اس فعل کے مرتکب تھے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا سے عجیب و غریب روایات بیان کرتا ہے۔ اور پھر اس میں غلطیاں بھی کرتا اور وہم میں مبتلا رہتا ہے۔ دار قطنی کا بھی یہی قول ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۵۸

لطف یہ ہے کہ لغت کی مشہور کتابوں القاموس اور لسان المیزان میں ہے کہ صیحانی صیحان کی جانب منسوب ہے۔ اور صیحان چیخنے والے کو کہتے ہیں۔

اہل مدینہ اپنے مینڈھے اور بھیڑیں وغیرہ کھجور کے تنے سے باندھتے تھے اور وہ چیختا رہتا اس لئے مدینہ کی کھجور کو صیحانی کہنے لگے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اس کھجور کا نام اس وقت بھی یہی تھا جب حضرت علیؓ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔

نیز لفظ مرتضیٰ جو ہماری اردو زبان میں حضرت علیؓ کے ساتھ عام لگنے لگا۔ صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کسی صحابی کے ساتھ مستعمل نہ تھا جو بعد کے شیعوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ چسپاں کر دیا۔ حالانکہ یہ لفظ از روئے قرآن رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارشاد ربانی ہے

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ — مگر اللہ جس رسول سے راضی ہو۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے

حبشی بن جنادہ کا بیان ہے کہ میں ابوبکرؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا جس شخص سے حضور نے کوئی وعدہ فرمایا ہو وہ کھڑا ہو جائے تو ایک شخص کھڑا ہوا۔ اور اس نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔

یہ سن کر ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اچھا علیؓ کو بلاؤ۔ علیؓ کو بلایا گیا تو وہ آ گئے۔ ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اے ابوالحسنؓ یہ شخص ایسا اور ایسا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ انہیں ہاتھ بھر کر دے دیجئے۔ علیؓ نے اسے ہاتھ بھر کر دیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ ان کھجوروں کو گنو جو علیؓ کے ہاتھ میں آئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر دو ہاتھ میں ساٹھ کھجوریں آئی ہیں۔ اور اس میں ایک بھی زیادہ نہیں ہوئی۔

ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول سچ کہتا ہے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار کی رات فرمایا تھا۔ میرا ہاتھ اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۱۳۴۔

ذہبی فرماتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور اس کا واضع ابن دارہ ہے۔

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ ابوبکرؓ علیؓ کے اس معجزے کو بارہ سال تک چھپائے رہے۔ لیکن اچانک یہ روایت الہام ہوئی۔

ہمارے نزدیک یہ روایت حضرت جابرؓ کی اس روایت کے جواب میں تیار کی گئی ہے جس میں حضرت جابرؓ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ جب ابوبکرؓ کے پاس مال آیا تو انہوں نے اعلان کیا جس شخص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ فرمایا ہو تو وہ اپنا دعویٰ پیش کرے۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے میں نے عرض کیا اے خلیفۂ رسول اللہ حضور نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ جب آئندہ مال غنیمت آئے گا تو میں تجھے تین بار دونوں ہاتھ بھر بھر کر مال دوں گا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا اچھا تین بار ہاتھ بھر کر مال لے لو۔ جب میں لے چکا تو فرمایا یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ تھا۔ اب میری جانب سے تین بار ہاتھ بھر کر لے لو۔

Marfat.com

یہ جو کچھ عرض کیا گیا یہ تو سنی صاحبان کا قول تھا۔ ورنہ شیعوں کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؑ اپنی شہادت تک اس کا اعلان کرتے رہے کہ حضور نے جس سے جو بھی وعدہ فرمایا ہو وہ آکر ثبوت دے کے لے۔ اور یہ فضیلت ابن سعد نے اپنی طبقات میں بھی دونوں سے نقل کی ہے۔

لہذا اصل بات یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے اپنی زندگی میں جو کچھ دیا تھا وہ تو اس لئے ادا کیا کہ ان حضرات کو دینے کا حق نہ تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے وصول کیا تو ان کا بھی حق ادا ہوا یا نہیں۔ یہ معاملہ غور طلب ہے۔

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ جن حضرات کو دیا گیا وہ دیا دلایا سب بے کار ہے تو حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے کس کس کو کتنا مال دیا۔ گویا کہ ہمیں یہ سبق پڑھایا گیا کہ ابوبکرؓ کا دیا ہوا مال بے کار اور حضرت علیؓ اور ان کی اولاد یہ سال اعلان کرتی رہی۔ لیکن کوئی لینے والا نہیں تھا۔

لہذا یہ تمام کہانیاں اس لئے وضع کی گئیں کہ ابوبکرؓ جو کچھ کرتے رہے وہ حضرت علیؓ کے مشورے سے کام کرتے رہے۔

میرے بعد فتنہ واقع ہوگا۔ لہذا تم علیؓ کو لازم پکڑ لینا

حضرت ابولیلیٰ غفاری کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ عنقریب میرے بعد ایک فتنہ ہوگا۔ تو تم اس وقت علیؓ کو لازم پکڑ لینا۔ کیونکہ علیؓ سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے مجھے دیکھا۔ یہی سب سے پہلا شخص ہے جو قیامت کے روز مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ اور یہ علیؓ بلند آسمان میں میرے ساتھ ہوگا۔ اور یہ علی حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کریگا۔ میزان ج ۱ ص ۱۶

حضرت علیؓ نے جب خلافت سنبھالی۔ اور ان لوگوں سے اعلان جنگ کیا جنہوں نے ان کی خلافت کو قبول نہ کیا تھا تو صحابہ کرام کی اکثریت نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور

Marfat.com

یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اس میں کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور اسی قسم کی دیگر تفصیلات بیان کیں۔ جو صحیح بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ۔ حضرت زیدؓ بن ثابت۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت ابوموسیٰؓ اشعری۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت کعبؓ بن مالک۔ حضرت ابوبکرہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت جریرؓ بن عبداللہ البجلی وغیرہ سے مروی ہیں۔ یہ زیر بحث روایت ایک زمانہ دراز بعد ان احادیث کے جواب کے لئے تیار کی گئی۔

اس روایت کی رو سے جہاں ان حضرات پر الزام قائم کیا گیا جنہوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی اور اسے جائز تصور کیا۔ مثلاً ام المومنین عائشہؓ۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عمروؓ بن العاص۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر بن العاص وغیرہ وغیرہ

اصل میں اس روایت کا واضع اسحاق بن بشر بن مقاتل الکوفی الکاہلی ہے۔ اس کی کنیت ابویعقوب ہے۔ مطین کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوبکر بن ابی شیبہ سے کسی کو کذاب کہتے نہیں سنا۔ لیکن اسحاق کو وہ کذاب کہتے۔ موسیٰ بن ہارون اور ابوزرعہ نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔ فلاس وغیرہ کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کرتے تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس داستان کا واضع اسحاق بن بشر الکاہلی ہے۔ اللہ اس پر کبھی برکت نازل نہ فرمائے۔ میزان ج ا ص ۱۸۸۔

میرے نزدیک اس میں اور بھی نقائص ہیں جو ہم ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔ اسحاق بن بشر الکاہلی نے یہ روایت حسن بصری کی جانب منسوب کی ہے کہ انہوں نے یہ روایت ابولیلیٰ سے نقل کی ہے۔ اگر حسن بصری واقعتاً اس داستان سے واقف ہوتے اور وہ نقل کرتے تو جب حضرت علیؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے جنگ کے لئے بصرہ پہنچے تو حسن بصری کو چاہیئے تھا کہ وہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن وہ فتنہ کے خوف سے بصرہ چھوڑ کر ایک گاؤں چلے گئے۔ حتیٰ کہ جنگ کے بعد بھی انہوں نے بصرہ کا رخ نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ

Marfat.com

کے گورنر حضرت عبداللہ بن عباس متعین کئے گئے۔ جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ حسن بصری نے ان سے ملاقات تک نہیں کی یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ حسن بصری کے نام سے جھوٹ بولا گیا ہے

۲۔ حسن بصری مشہور مدلس ہیں اور صحابہ سے مرسل روایات نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے ابولیلی صحابی کو دیکھا تک نہیں۔ الغرض یہ اس روایت کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل ہوئی۔

۳۔ حسن بصری سے یہ کہانی نقل کرنے والا عوف اعرابی ہے جو حسن بصری کا شاگرد ہے وہ تاریخ میں عوف القدری کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن امام ابن المبارک جنہیں فرید الدین عطار نے تذکرہ الاولیاء میں تبع تابعین کے زاہدوں اور اولیاء میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے ایک روز جعفر بن سلیمان الضبعی سے فرمایا۔ تو نے ابن عون، یونس اور ایوب کو دیکھا ہے۔ جب اس نے اس کا اقرار کیا تو فرمایا تو پھر اس کی کیا وجہ کہ تو نے ان سے علم حاصل نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں حضرات کو چھوڑ کر عوف اعرابی کی مجلس میں شرکت کی؟

اللہ کی قسم یہ عوف اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک وہ دو بدعتیں اختیار نہ کرلے۔ کیونکہ وہ قدری (تقدیر کا منکر) بھی ہے اور شیعہ بھی۔

محمد بن عبداللہ الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے داؤد بن ابی ہند کو دیکھا کہ وہ اس عوف کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے قدری

محمد بن بشار المعروف بہ بندار جب اس عوف کی روایت بیان کرتے تو فرماتے اللہ کی قسم عوف قدری ہے۔ رافضی ہے۔ شیطان ہے۔ مقدمہ مسلم۔ میزان ج ۲ ص ۳۰۵۔

عوف اعرابی سے یہ داستان نقل کرنے والا خالد بن الحارث ہے جو مجہول ہے۔

الغرض اس روایت کی سند کے جتنے بھی راوی ہیں ان میں سے ایک بھی قابل اعتبار نہیں۔

میں نے رسول اللہ کی تائید حضرت علیؓ کے ذریعہ کی ہے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا

Marfat.com

ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ایدتہ بعلی۔ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ کے ذریعہ کی ہے۔

اور یہیں نے یہ تحریر زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ میزان ج ۱ صلا ۲۶۹

جب آسمانوں کا کوئی وجود نہ تھا تو جنت کہاں وقوع میں آئی اور کیسے وقوع میں آئی؟

اس روایت کا راوی اشعث ہے جو حسن بن صالح بن حی کا بھتیجا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ شیعہ ہے۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے۔ یہ احادیث یاد نہ رکھ سکتا تھا۔ میزان ج ۱ صلا ۲۶۹۔

اس کا ایک اور راوی عطیۃ العوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ وہ یہ داستان حضرت جابرؓ سے نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ اس نے حضرت جابرؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی یحییٰ بن سالم الکوفی ہے دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے میزان ج ۴ صلا ۳۔

اس روایت کی سند کا ایک اور راوی زکریا بن یحییٰ الکسائی ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ بدترین روایات بیان کرتا ہے۔ عقیلی کہتے ہیں اس کی یہ روایت باطل ہے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی لکھتے ہیں۔ اس کی روایت میں اختلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک اور روایت میں کہتا ہے۔

آسمانوں کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل جنت کے دروازے پر لکھا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے۔ یہ زکریا متروک ہے۔ میزان ج ۲ صلا ۷۶۔

یحییٰ ابن معین کا بیان ہے کسی کے لئے حلال نہیں کہ اس کی روایت نقل کرے۔ ابو حاتم کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ متروک ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا ہے اور اس کی روایت سے اس کا ضعف ظاہر

Marfat.com

ہے۔ میزان ج ۳ ص۱۱۶۔

نیز یہ روایت ابو ایوب انصاری کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ حالانکہ ابو ایوبؓ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک نہ تھے۔ ان کی یہ عدم شرکت روایت کے جھوٹ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ جب بقول ابی ایوبؓ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ علیؓ کے ساتھ مل کر ناکثین، قاسطین اور مارقین سے قتال کرنا لیکن انہوں نے قتال نہیں کیا جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو ابو ایوبؓ انصاری نے حضور کے فرمان کی مخالفت کی جو عمداً کسی صحابی سے ممکن نہیں یا یہ ابو ایوبؓ کے نام سے جھوٹ بولا گیا۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ناکثین یعنی عہد توڑنے والوں سے مراد زبیرؓ و طلحہؓ ہیں۔ قاسطین سے مراد انصاف چاہنے والے یعنی امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو حضرت عثمانؓ کے خون کا انصاف چاہتے تھے۔ اور مارقین سے مراد ساتھ چھوڑ کر جانے والے یعنی خارجی ہیں۔ ان سے قتال کا حکم متعدد احادیث میں موجود ہے۔ اسی لئے حضرت علیؓ نے ان سے جنگ کا اعلان کیا۔ اور ابو ایوبؓ بھی اس میں شریک ہوئے اسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ کو شیطان ایک ہاتھی کی شکل میں نظر آیا

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے احادیث بیان کر رہے تھے اچانک رکن یمانی کے قریب سے ایک بڑی شئے جو تقریباً ہاتھی کے برابر ہوگی نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوکا اور فرمایا تجھ پر لعنت کی گئی ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کس سبب سے۔ آپ نے فرمایا یہ ابلیس ہے۔

یہ سن کر حضرت علیؓ اس پر جھپٹے۔ اس کے پیشانی کے بال پکڑ کے اسے کھینچا اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اسے قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا کیا تو یہ جانتا ہے کہ ابلیس نے تجھے ڈھیل دی ہے۔ وہ ایک کنارے جا کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

اے ابن ابی طالب اللہ کی قسم تجھے جو بھی غصہ دلائے گا۔ میں اس کے باپ کو اس کی ماں کے رحم میں شریک کر دوں گا۔ میزان ج ۱ صـ ۱۹۷ ۔

پہلی روایت سے معلوم ہوتا تھا کہ شیطان صفا کے پاس ملا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رکن یمانی کے قریب نظر آیا۔ پہلی روایت سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ جس وقت یہ وقوعہ پیش آیا تو عبداللہ بن مسعود کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک مجمع جمع تھا۔ (لیکن ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ کسی نے حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دیا اور نہ شاید یہ اہرمن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔)

پہلی روایت سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت علیؓ نے اسے بلا وجہ چھوڑ دیا اور اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کے مشورے کے بعد چھوڑا گیا۔ لیکن ایک بات ہر دو روایات میں مشترک ہے کہ ابلیس کو حضرت علیؓ سے کوئی خاص اختلاف نہ تھا۔ عیاذاً باللہ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع محمد بن مزید بن ابی الازہر ہے۔ میزان ج ۱ صـ ۱۹۸

ذہبی جلد چہارم میں محمد بن مزید کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔ یہ ضعیف ہے متروک ہے اور متہم ہے۔ اس نے حضرت حسینؑ کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔

خطیب بغدادی کا قول ہے کہ یہ متعدد احادیث کا واضع ہے۔ میزان ۴ صـ ۳۵ ۔

ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نبی کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور میرے وصی اور وارث علی ہیں۔ میزان ج ۲ صـ ۲۷۳ ۔

حالانکہ حضرت بریدہؓ نے خم غدیر کے موقعہ پر یہ اقرار کیا تھا کہ مجھے علیؓ سے بغض ہے۔ اور بغض کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی۔ لیکن اچانک ان پر حضرت علیؓ کے فضائل الہام ہونے لگے۔

شریک ۔ اس کا مرکزی کردار قاضی شریک ہے جو مشہور شیعہ ہے۔ اس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا

Marfat.com

ابن اسحاق شریک سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ محمد بن اسحاق ہے۔ ہم اس کا تفصیلی حال "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" بیان کر چکے ہیں۔

سلمۃ الابرش ابن اسحاق سے یہ داستان نقل کرنے والا مورخ سلمۃ بن الابرش ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔

حمید الرازی سلمہ سے یہ کہانی نقل کرنے والا مورخ حمید الرازی ہے جو کذاب ہے۔ مغازی ابن اسحاق کا ناقل یہی ہے۔

ابو ربیعۃ الایادی شریک نے یہ روایت ابو ربیعۃ الایادی سے نقل کی ہے۔ اس کا نام عمر بن ربیعہ ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲

حضرت علیؓ خیر البشر ہیں

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابرؓ سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی تم میں کیا پوزیشن تھی۔ انہوں نے فرمایا علیؓ خیر البشر تھے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے نہ حضرت علیؓ کی بیعت کی اور نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شریک ہوئے بلکہ ان کے صاحبزادے حضرت حسین کو خروج سے منع کیا۔

عطیہ اس روایت کا راوی عطیۃ العوفی ہے جو مشہور رافضی ہے اور اس کی عام روایات کلبی کذاب سے ہوتی ہیں۔ جو عطیہ کا استاد ہے۔ جب عطیہ یہ کہے کہ ابو سعیدؓ سے یہ روایت ہے تو اس سے ابو سعیدؓ خدری مراد نہیں ہوتے بلکہ کلبی کذاب مراد ہوتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ جابر سے جابر بنؓ عبد اللہ صحابی مراد نہ ہوں بلکہ مشہور رافضی جابر جعفی مراد ہو۔

صالح الخیاط اس کا ایک اور راوی صالح بن ابی الاسود الکوفی الخیاط ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے اس کی احادیث درست نہیں ہوتیں۔ اور نہ یہ معروف انسان ہے۔ ذہبی

۸ بیان ہے کہ یہ بہت واہی انسان ہے۔ میزان ج ۲ صـ ۳۰۶ ۔

حضرت علیؓ کو دو سپید کپڑے پہنائے جائینگے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ جب تمام انسانوں کو ایک میدان میں جمع فرمائیں گے تو میں عرش الہٰی کے داہنے کھڑا ہوں گا۔ اور تو میرے داہنی طرف کھڑا ہو گا۔ اور تجھے دو سپید کپڑے پہنائے جائیں گے۔ تو اے علیؓ مجھے جس بھلائی کی دعوت دی جائے گی تجھے بھی اس کی دعوت دی جائے گی۔ میزان ج ۲ صـ ۱۶۵ ۔

اس روایت کا راوی سفیان بن ابراہیم الکوفی ہے۔ ازدی کا بیان ہے کہ گمراہ ہے۔ ضعیف ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت منکر ہے۔ اور اسے عبد المومن القاسم نے تیار کیا ہے میزان ج ۲ صـ ۱۲۶

عبد المؤمن بن القاسم الانصاری عبد الغفار کا بھائی ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ کٹر شیعہ ہے۔ اس کی اکثر روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا بیان نہیں کرتا۔ ج ۲ صـ ۱۲۶

ابان بن تغلب عبد المؤمن نے یہ روایت ابان بن تغلب الکوفی سے نقل کی ہے اور یہ خالص کٹر شیعہ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے۔ سعدی کہتے ہیں یہ کھلا گمراہ ہے ج ۱ صـ ۵

عمران بن مقسم ابان نے یہ روایت عمران بن مقسم سے نقل کی ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔

منہال بن عمرو عمران نے یہ روایت منہال بن عمرو سے نقل کی ہے۔ جو اگرچہ بخاری و مسلم کا راوی ہے لیکن یحییٰ بن سعید القطان۔ حاکم۔ جوزجانی اور ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اے علی تو قیامت کے روز لوگوں کو حوضِ کوثر سے بھگائے گا

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی قیامت کے دن تیرے ہاتھ میں جنت کی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہوگی جس کے ذریعہ تو لوگوں کو میرے حوض سے ہٹائے گا۔ میزان ج ۲ صـ ۱ ۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔

سلام بن سلیمان اس روایت کا راوی سلام بن سلیمان بن سوار ہے۔ اس کا تعلق ثقیف سے ہے۔ مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوالعباس ہے۔ شبابہ بن سوار کا بھتیجا ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ قوی نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی نے اس کی اٹھارہ روایات نقل کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ یہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جنہیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ صـ [illegible]

زید العمی اس کا ایک اور راوی زید العمی ہے جو زید بن الحواری کے لقب سے مشہور ہے ابوالحواری اس کی کنیت ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ ہرات کا قاضی تھا۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے ضعیف ہے لیکن اس کی روایت لکھ لی جائے۔ نسائی کا قول ہے ضعیف ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ شعبہ نے جن ضعیف راویوں سے روایات لی ہیں۔ یہ زید ان میں سب سے زیادہ ضعیف ہے۔ بخاری و مسلم نے اس کی روایت نہیں لی۔ میزان ج ۲ صـ ۱۰۲ ۔

حضرت علیؓ دوبارہ قتل ہونگے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں ضرور قتل کیا جاؤں گا۔ پھر اٹھایا جاؤں گا۔ پھر قتل کیا

Marfat.com

جاؤں گا اس دوبارہ قتل سے میری موت واقع ہوگی۔ مجھے اریحا مقام پر ایک یہودی چکنے پتھر سے مارے گا اور وہ میری کھوپڑی پھاڑ دے گا۔ میزان ج ۴ ص ۲۰۸۔

ذہبی کہتے ہیں یہ روایت عقیلی نے کتاب الضعفاء میں نقل کی ہے۔ اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اسے حضرت علیؓ سے نقل کرنے والا ان کا مشہور شاگرد عبایۃ بن ربعی ہے جو غالی شیعہ ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۸۷۔

عبایۃ سے نقل کرنے والا دی موسیٰ بن طریف ہے۔ جس کا حال پہلے پیش کیا جاچکا ہے اور یہی اس روایت کا واضع ہے۔ لیکن اس نے اہانت علی کے لئے یہ داستان وضع کی تھی لیکن ہماری رافضی برادری نے یہ کارنامہ انجام دیا کہ اس روایت کا آخری حصہ حذف کر دیا۔ حتیٰ کہ اہل تشیع کی مشہور کتاب کوکب دری میں اس کا ابتدائی حصہ موجود ہے۔

حضرت علیؓ دنیا و آخرت میں سردار ہیں

عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا۔ تو دنیا میں بھی سردار ہوگا۔ اور آخرت میں سردار ہوگا۔ جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تجھ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ میزان ج ۲ ص ۶۱۳۔

اس کے ساتھ حضرت جعفر کا وہ قول بھی لگا لیجئے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان سمجھا اس نے علیؓ سے دشمنی رکھی اسی لئے خمینی صاحب نے اپنی ولایت فقیہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دی ہیں اور اس بات کا اقرار کیا ہے کہ علیؓ سے محبت کرنے والا ابوبکرؓ و عمرؓ کو دشمن ضرور سمجھے گا۔ اور جو شخص ان کو مسلمان سمجھے گا وہ علیؓ کا دوست نہیں ہوگا۔ رہا حضرت علیؓ کا ابوبکرؓ و عمرؓ سے دوستی کرنا تو وہ تقیہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شیعہ آپ سے دوستی کرتا ہے تو یہ یقینی امر ہے کہ وہ تقیہ کرتا ہے اس کی بات پر یقین کرنا شاید اتنا دشوار ہے جتنا متعدد خداوں کو ماننا۔

Marfat.com

اس روایت کا راوی عبد الرزاق بن ہمام ہے جو خالص رافضی ہے۔ اور آخر عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ احمد بن الازہر کا بیان ہے کہ عبد الرزاق نے یہ روایت مجھ سے خلوت میں حافظہ کے بل بوتے پر بیان کی۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ عبد الرزاق کا تفصیلی حال پہلے دیکھ لیجئے۔

میرے بعد جو خود کو رسول کا بھائی کہے وہ کذاب ہے

زید بن وہب کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ میرے بعد اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد چچازاد بھائیوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ لیکن حضرت علیؓ کے بعد وہ رسول اللہ کے بھائی نہیں رہے۔ مثلاً حضرت عباسؓ، ابولہب، حارث وغیرہ کی اولاد۔

اور اگر مقصد یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی اللہ کا بندہ نہیں تو اس کا حکم کرنا کہ ہماری عقل سے بالاتر ہے۔

حارث بن حصیرۃ الازدی اس کا راوی حارث بن حصیرۃ الازدی الکوفی ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اگر سفیان ثوری اس سے روایت نہ لیتے تو سب اسے ترک کر دیتے۔ یہ شیعوں کا آزاد کردہ غلام ہے۔

ابو احمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ خشبی تھا۔

خشبی وہ طبقہ ہے جو اس لکڑی کی پوجا کیا کرتا تھا جس پر زید بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت لکھی جائے اگرچہ یہ ضعیف ہے اور کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۳۲۔

Marfat.com

حارث نے اس روایت کو زید بن وہب سے نقل کیا ہے۔ اگرچہ وہ تمام محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں لیکن حب علی میں غلو کی حد تک مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ حضرت حذیفہؓ سے اس روایت کا ناقل ہے کہ اگر دجال ظاہر ہوا تو اس کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے جو عثمانؓ سے محبت کرتے ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۱
حالانکہ حضرت حذیفہؓ کو حضرت عثمانؓ سے اتنی شدید محبت تھی کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت نے انہیں شہر چھوڑ کر جنگل میں ایک درخت کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

جو شخص میری طرح سے زندگی گزارنا چاہے وہ علیؓ سے دوستی رکھے

حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ وہ میری طرح زندگی گزارے۔ اور میری موت مرے تو اسے چاہیئے کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب سے محبت کرے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۲۵۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے جب یہ سنا کہ عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو جنگل میں ایک درخت کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ ان کی موت آگئی۔

بشر بن مہران الخصاف اس کا راوی بشر بن مہران الخصاف ہے۔ ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ میرے والد نے اس کی حدیث ترک کر دی تھی۔ میزان ج ۱ صفحہ ۳۲۵

بشر نے اسے شریک بن عبداللہ سنان الکوفی سے نقل کیا ہے جو کٹر رافضی ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔

بشر بن مہران سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن زکریا الغلابی ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ مؤرخ ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے جھوٹا قرار دیا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۵۔ دار قطنی کا بیان

Marfat.com

ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا۔ کتاب الضعفاء والمتروکین۔ للدارقطنی رقم ۱۹۱

علیؓ کے فضائل تیس ہزار کے قریب ہیں

عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے ابن عباسؓ سے عرض کیا۔ سبحان اللہ میرا خیال ہے کہ علیؓ کے مناقب تین ہزار ہوں گے۔

اس پر ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ تیس ہزار کے قریب ہوں گے۔ میزان ج ۱ ص ۲۴۲

اس کا پہلا راوی حسن بن حسین الکوفی ہے۔ ابوحاتم فرماتے ہیں محدثین کے نزدیک یہ سچا نہیں بہت اونچے درجے کے شیعوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایات ثقہ راویوں کی طرح نہیں ہوتیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے الٹی روایات بیان کرتا اور احادیث میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۲۳

عیسیٰ بن عبداللہ اس حسن بن حسین الکوفی نے یہ داستان عیسیٰ بن عبداللہ سے نقل کی ہے وہ اپنے باپ دادا کے واسطے سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔

اس عیسیٰ سے مراد عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب ہے۔ یہ تمام روایات اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کرتا ہے۔ اس کی عام روایات موضوع ہوتی ہیں۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۱۵

علیؓ میری جگہ ایسے ہی ہیں
جیسے میرا سر میرے بدن پر

حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ ایسے ہی ہیں جیسا کہ

Marfat.com

میرے بدن پر میرا سر۔

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے اس سند سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں لکھی۔

غالباً یہ ارشاد بھی خم غدیر میں ہوا ہو گا۔ اس لئے کہ خم غدیر میں بقول جعفر بن سلیمان ضبعی حضرت براء زیارت کرنے پہنچے تھے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

ہاں ابن مردویہ نے حسین الاشقر اور قیس بن الربیع کی سند سے ابن عباسؓ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔

حسین الاشقر بخاری کا بیان ہے کہ اس کے پاس منکر روایات ہوتی ہیں۔

قیس بن الربیع اور اس روایت کی سند میں قیس بن الربیع بھی ہے یحییٰ کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے یہ شیعہ تھا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۱۲

حسین الاشقر اس کا نام حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ نسائی نے اس سے روایت لی ہے۔ یہ حسین بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت لی ہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں۔ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو گالیاں دینا۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت اس حسین الاشقر کو بطور حیلہ استعمال کرتی حالانکہ اسکی روایات بھی منکر ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی متعدد منکرات بیان کیں۔ اور ایک روایت کے بارے میں تحریر کیا میرے نزدیک یہ تمام بلا الاشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کا بیان ہے کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں، قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۳۳، الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۸۳۔

قیس بن الربیع کا ہم تفصیلی حال پیش کر چکے ہیں، لہذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں

Marfat.com

یہ ذہن میں رہے کہ کسی انسان کی زندگی اس کے سر کی بقا پر ہے۔ اور جو یہ وہ بولتا اور کہتا ہے وہ سر ہی سے بولتا اور کہتا ہے۔ اگر سر نہ ہو تو لقیہ جسم بے کار محض ہے۔ اس میں کوئی زندگی نہیں۔ گویا اگر حضرت علیؓ نہ ہوں تو حضور کی زندگی بے کار اور حضور جو کچھ فرماتے وہ مولا علی کی زبان سے فرماتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بیماری کے وقت حضور نے اپنی جگہ ابوبکر کو امام بنا دیا۔ اور سر بے چارہ سوچتا ہی رہ گیا۔ وہ کیا کرے۔

علیؓ سے حسد رکھنے والا مجھ سے حسد رکھتا ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے علیؓ سے حسد کیا اس نے مجھ سے حسد کیا اور جو مجھ سے حسد رکھتا ہے اس نے کفر کیا۔

ہم نے بخاری کے حوالہ سے حضرت بریدہؓ کی یہ حدیث پیش کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہؓ سے استفسار فرمایا کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اس سے بغض نہ رکھ کیونکہ خمس میں اس کا بھی حصہ ہے۔

اگر صورت حال وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا روایت میں بیان کی گئی تو آپ کو بریدہؓ سے فرمانا چاہیے تھا کہ تو نے کفر کیا۔ کیونکہ علیؓ سے بغض مجھ سے بغض ہے اور مجھ سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔ اور دنیا جانتی ہے کہ بغض کا درجہ حسد سے بہت بلند ہے اور جب بغض رکھنے پر حضرت بریدہؓ کو کافر نہیں کہا گیا تو حسد رکھنے پر کوئی کیسے کافر ہو گا۔

سلام یہ روایت ابن مردویہ کے حوالہ سے ابن جوزی نے اپنی العلل میں نقل کی ہے۔ اور فرمایا اس کا راوی سلام بن ابی عمرہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس راوی کو بطور حجت پیش کرنا جائز نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۱

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ سلام بن ابی عمرۃ الخراسانی سے ترمذی نے روایت نقل کی ہے یہ عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی حدیث کچھ نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس سلام کی روایت پیش کرنا جائز نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱

سب سے پہلے حوض کوثر پر حضرت علیؓ آئینگے۔

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس امت میں سب سے پہلے ایک مسلمان کی حیثیت سے ہونے کا وہ علیؑ بن ابی طالب ہوں گے۔

مآربی

ابن جوزی کا بیان ہے کہ محمد بن یحییٰ المآربی منکر الحدیث ہے۔ اس کی روایات بالکل تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ صہ ۲۱۱

لیکن محشی یعنی شیخ خلیل المیس۔ مدیر ازہر لبنان اس روایت کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں کہ اس محمد بن یحییٰ کو دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ اور ابن حبان نے بھی اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے خطیب اور حاکم نے ج ۳ صہ ۱۳۶ پر سیف بن محمد کو اس کا متابع بیان کیا ہے۔ اور وہ کذاب ہے ابن عدی نے عبدالرحمان بن قیس کو بھی اس کا متابع بیان کیا ہے لیکن وہ وضاع ہے۔ حاشیہ العلل صہ ۲۱۱

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ المآربی، یہ سبائی کے لقب سے مشہور ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایات تاریک اور منکر ہوتی ہیں۔ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ اس کے بعد ذہبی نے ایک روایت نقل کر کے تحریر کیا ہے۔

کہ یہ روایت باطل ہے میں نہیں جانتا کہ اس روایت کو کس نے وضع کیا ہے۔ خطاب بن عمر الصفار نے یا محمد بن یحییٰ المآربی۔ میزان ج ۴ صہ ۶۲

سلمانؓ سے یہ روایت نقل کرنے والا علیم الکندی ہے مجھے اس کا کچھ حال معلوم نہیں۔

علیؓ سے قیامت تک منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا۔

حضرت عمران بن حصینؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور علیؓ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی "کیا وہ مضطر کی پکار نہیں سنتا اور اس سے تکلیف دور نہیں کرتا اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے"۔

Marfat.com

اس پر حضرت علیؓ کے مونڈھے کانپنے لگے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کے مونڈھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے علیؓ تجھ سے مومن کے علاوہ کوئی محبت نہیں کر سکتا ۔ اور منافق کے علاوہ کوئی بغض نہیں رکھ سکتا ۔

یہ آیت سننے کے بعد حضرت علیؓ کے کپکپانے اور پھر ان کے بارے میں فیصلہ سنانے سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں ۔ دراصل اس داستان کا راوی

نفیع بن الحارث النخعی الکوفی الاعمیٰ ہے ۔ اس کی کنیت ابوداؤد ہے ۔ یہ ایک قصہ گو انسان تھا ۔ عقیلی کا بیان ہے ۔ یہ غالی رافضی تھا ۔ بخاری کہتے ہیں ۔ اس پر محدثین کو اعتراض ہے ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے ۔

اس نفیع کو ابوداؤد الاعمیٰ اور ابوداؤد السبیعی بھی کہا جاتا ہے ۔ بعض افراد نے دھوکہ دینے کے لئے اس کا نام نافع بن ابی نافع بھی بیان کیا ہے تاکہ لوگ اسے کوئی غیر شخص تصور کریں ۔

قتادہ بن دعامہ جو اس کے ہم عصر تھے ۔ وہ کہتے ہیں یہ کذاب ہے ۔ دار قطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے ۔ ابو زرعہ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ۔ ابن حبان کا بیان ہے ۔ کہ اس ابو داؤد سے روایت اخذ کرنا بھی جائز نہیں ۔

ہمام کا بیان ہے کہ یہ ابو داؤد ایک بار بصرہ آیا اور ہمارے سامنے زید بن ارقمؓ اور براءؓ کی احادیث بیان کرنے لگا ۔ ہم نے قتادہ سے اس کا ذکر کیا ۔ انہوں نے فرمایا وہ جھوٹ بولتا ہے کیونکہ طاعون جارف یعنی ۶۷ھ سے قبل تو وہ گداگر تھا ۔ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا ۔ (اور اب محدث بن گیا ہے) میزان ج ۴ ص ۲۷۲

یہ ابوداؤد حضرت انسؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عمران بن حصینؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے ۔ جو خود ایک انتہائی مشکوک امر ہے ۔ اس لئے کہ نفیع بصرہ میں طاعون جارف کے وقت وہ گیا یعنی ۶۷ھ کے بعد جب کہ عمران بن حصینؓ کا بصرہ میں ۵۲ھ میں اور انسؓ بن مالک کا ۹۳ھ میں انتقال ہوا ۔ پھر لطف یہ ہے کہ براءؓ نے ۷۲ھ

Marfat.com

میں کوفہ میں زید رضؓ بن ارقم نے مدینہ میں ۶۸ھ میں اور ابن عباسؓ نے ۶۸ھ میں طائف میں انتقال کیا۔ اور ماشاءاللہ یہ سب سے نقل کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام قتادہ فرماتے ہیں اس نے ان صحابہ میں سے کسی سے بھی حدیث نہیں سنی۔ امام مسلم نے ہمام سے نقل کیا ہے کہ اس ابوداؤد کا دعویٰ تھا کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ کو دیکھا ہے۔ اس پر امام قتادہ نے فرمایا حسن بصری اور سعید بن المسیب اس سے عمر میں بھی بڑے تھے اور اس سے زیادہ علم دین کے متلاشی تھے لیکن انہوں نے بھی کسی بدری صحابی سے حدیث نہیں سنی ہاں سعید بن المسیب نے صرف ایک بدری صحابی یعنی سعد رضؓ بن ابی وقاص رضؓ سے حدیث سنی ہے۔ مقدمہ مسلم جلد ۱ ص۱۶۔

حارث بن حصیرۃ الازدی

اسی ابوداؤد نے روایت حارث بن حصیرہ الازدی نے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اگرچہ یہ ثقہ تھا۔ لیکن اس لکڑی کا پجاری تھا۔ جس پر زید رضؓ بن علی بن حسین کو پھانسی دی گئی تھی۔

ابواحمد الزبیری کا بیان ہے کہ یہ شخص فرقہ رجعیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ ابوحاتم رازی لکھتے ہیں۔ اگر سفیان ثوری اس سے روایات نہ لیتے تو سب لوگ اس کی روایات ترک کر دیتے۔ میزان ج۱ ص۲۰۲

دار قطنی لکھتے ہیں کہ حارث بن حصیرہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ الضعفاء والمتروکین ص۲۹

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سچا ہے۔ غلطیاں کرتا ہے لیکن اس پر رفض کا اتہام ہے۔ تقریب ص۵۹

عبدالحسین شرف الدین موسوی جو عراق میں شیعوں کا امام تھا وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

ابوحاتم نے اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ شیعہ تھا۔ ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ ابواحمد الزبیری کہتے ہیں یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ ضعف کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے یہ کوفہ کے آگ لگانے والے شیعوں میں داخل ہے۔

دبیح کا بیان ہے میں نے جریر سے سوال کیا کہ کیا آپ نے حارث بن حصیرۃ کو دیکھا ہے۔

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا ہاں دیکھا ہے ایک بہت بوڑھا شخص تھا۔ اکثر خاموش رہتا۔ لیکن ایک بہت بڑی بات پر اصرار کرتا۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ ہے، خشبی ہے۔ اس حارث سے سفیان ثوری، مالک بن مغولؒ اور عبداللہ بن نمیر نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ شیعوں کا شیخ اور ان کا معتبر راوی شمار ہوتا ہے۔ ہم نے یہ سب کچھ میزان سے تحریر کیا ہے۔

نسائی نے عبادؒ بن یعقوب کے ذریعہ عبداللہ بن عبدالملک المسعودی نے۔ اس حارث بن حصیرہ کے ذریعہ زید بن وہب سے نقل کیا ہے کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ مراجعات ص۲۸۔

ان تمام امور کو دیکھنے کے بعد آپ حضرات خود خور فرمالیں کہ نجات شیعہ راویوں کی روایت کو اپنانے میں ہے یا ان روایات سے پیچھا چھوڑنے میں۔

قیامت کے روز حضرت علیؓ جھنڈا اٹھائیں گے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ قیامت کے روز آپؐ کا جھنڈا کون اُٹھائے گا۔ آپؐ نے فرمایا جو اسے دنیا میں اُٹھاتا رہا۔ یعنی علیؓ۔ میزان ج ۲ ص۲۵۰

یہ بات تو اس وقت درست ہوتی جب کہ ہر غزوہ میں حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا ہوتا لیکن خیبر کے قلعہ قموص کے علاوہ کسی وقت بھی حضرت علیؓ کے ہاتھ میں جھنڈا نہیں رہا۔ ہاں جنگ اُحد میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کو جھنڈا دیا گیا۔ فتح مکہ کے وقت ابوعبیدہؓ زبیر بن العوام اور خالدؓ بن الولید علم بردار تھے۔ جنگ ذات السلاسل میں حضرت عمروؓ بن العاص علم بردار تھے۔ اگر فرض کرو راوی یہ کہتا کہ قیامت کے روز تمام وہ لوگ بالترتیب جھنڈے اٹھائیں گے جو آپؐ کی زندگی میں جھنڈے اٹھاتے رہے، تو بات کچھ سوچنے کے قابل ہوتی۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہر غزوہ میں کم از کم تین جھنڈے ہوتے ایک مہاجرین کا اور دو انصار کے، اس لحاظ سے حضرت جابرؓ کا یہ فرمانا کہ حضورؐ کا جھنڈا اٹھانے

والے صرف حضرت علیؓ تھے۔ یہ بات درست نہیں۔

پھر حضرت جابرؓ ان افراد میں داخل ہیں جو حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے انہیں صرف اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کے امام باقرؒ کے استاد ہیں ورنہ پانچ افراد کے علاوہ سب کافر ہوگئے تھے۔ لیکن پھر بھی ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ بوقتِ ضرورت اپنا کاروبار چمکانے کے لئے انہی حضرات کو جھوٹ بول کر پیش کیا جاتا ہے۔

ناصح بن عبداللہ البجلی

اس داستان کا راوی ناصح بن عبداللہ الکوفی ہے۔ محدثین کا فتویٰ ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ بخاریؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ نسائیؒ کا بیان ہے ضعیف ہے۔ فلاسؒ کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معینؒ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں میزان ج ۴ ص ۲۴۰

دارقطنی کا بیان ہے کہ ناصح بن عبداللہ، اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ سماک بن حرب سے روایات نقل کرتا ہے، متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۶۷

امام بخاریؒ لکھتے ہیں، ناصح، سماکؒ اور اپنے ماموں عبدالعزیزؒ بن الخطاب سے حدیث روایت کرتا ہے اس کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص ۱۱۶

نسائیؒ لکھتے ہیں۔ ناصح بن عبداللہ کوفہ کا باشندہ ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۰۱

اسمٰعیل بن ابان الغنوی

ناصح سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ احمدؒ بن حنبل اور دیگر محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس نے متعدد احادیث وضع کر کے امام سفیانؒ ثوری کی جانب بھی منسوب کی ہیں۔ نسائیؒ اور مسلمؒ کا بیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔ (میزان ج ۱ ص ۲۱۱)

نسائیؒ لکھتے ہیں اسمٰعیل بن ابان کوفہ کا باشندہ ہے۔ ہشامؒ بن عروہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۶

Marfat.com

دارقطنی لکھتے ہیں۔ اسمٰعیل بن ابان الغنوی کوفہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابواسحاق الکوفی ہے۔ حکم۔ عطیہ۔ نفیل بن عمرو الخیاط اور ہشام بن عروہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔
کتاب الضعفا والمتروکین صفحہ

علیؓ سے کیا عہد لیا گیا تھا؟

حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ علیؓ حق پر ہیں اور جو ان کی پیروی کرے وہ بھی حق پر ہے اور جس نے انہیں چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا یہ ایک ایسا عہد ہے جو اس سے قبل لیا گیا تھا میزان ج ۴ ص ۲۱۱

یہ ام المومنین ام سلمہؓ کی ذاتی رائے بیان کی جاتی ہے۔ بہت سے حضرات حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتے تھے ہوسکتا ہے کہ ام المومنین بھی حضرت علیؓ کو حق پر سمجھتی ہوں۔ لیکن اس معاملہ میں حضورؐ کا یا اللہ کا کسی بات پر عہد لینا اس لئے ممکن نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو ہزارہا صحابہ حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے۔ لیکن چند صحابہ کے علاوہ کسی نے ساتھ نہیں دیا جو اس روایت کے غلط ہونے کی دلیل ہے۔

موسیٰ بن قیس اس روایت کا راوی موسیٰ بن قیس ہے۔ یہ خود کو عصفور الجنۃ (جنت کی چڑیا) کہا کرتا تھا۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ احادیث وضع کرتا۔ عقیلی کا بیان ہے یہ غالی قسم کا رافضی تھا۔ اس نے ردی روایات بیان کی ہیں۔

مالک بن جعونہ اس روایت کا ایک اور راوی مالک بن جعونہ ہے جو حضرت ام سلمہ سے یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ اور وہ قطعاً مجہول ہے اور اس سے نقل کرنے والا عیاض بن عیاض بھی مجہول ہے۔

قیامت کے روز سب سے اول علیؓ مجھ سے ملاقات کرینگے

لیلیٰ غفاریؓ کا بیان ہے کہ میں غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں کی دوا دارو کرتی اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی۔ جب علیؓ بصرہ چلے تو میں ان کے ساتھ گئی تو میں نے عائشہؓ

Marfat.com

کو کھڑے دیکھا اتن تنہا اور پیدل، تو میں ان کے پاس پہنچی۔ اور میں نے ان سے عرض کیا۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علیؓ کی فضیلت نہیں سُنی۔ انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے سُنی ہے۔

ایک بار علیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر بیٹھے تھے۔ اور آپ ایک چادر اوڑھے تھے۔ علیؓ ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے ان سے عرض کیا، آپ کو اس کے علاوہ کوئی کشادہ جگہ نہیں ملی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے عائشہؓ میرے بھائی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ لوگوں میں سب سے اوّل اسلام لایا۔ اور موت کے وقت سب سے آخری عہد اس سے ہوگا اور قیامت کے روز سب سے پہلے یہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔ میزان ج ۴ صث۲۱

اس روایت کا راوی موسیٰ بن القاسم ہے۔ بخاری کا بیان ہے یہ ایسی روایات نقل کرتا ہے۔ جو اور کوئی روایت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کے تمام راوی مجہول ہیں۔

اس روایت کا پہلا راوی عبدالسلام ابو الصلت ہے۔ جس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بھی ایک اعلیٰ قسم کی بے غیرتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان چچازاد بھائی گھس کر بیٹھ جائے ہم تو حضرت علیؓ کو اتنا بے حیا تصور نہیں کرتے۔ رہ گیا وفات کے وقت کا عہد تو بخاری و مسلم میں تو ام المومنین عائشہ رضہا کا بیان ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اے عائشہؓ! اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائی کو بلالے تاکہ میں ان کے لئے خلافت لکھ دوں۔ حضرت عائشہؓ نے اٹھنا چاہا تو آپؐ اپنا بدن سہار نہ سکے۔ آپ نے ارشاد فرمایا رہنے دے کیونکہ، اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ کسی کو اختیار نہ کریں گے۔ غالباً یہ کہانی اسی حدیث صحیح کے جواب میں تیار کی گئی ہے۔

اے اللہ! علیؓ سے مدد طلب کر اور اس سے مدد کی خواہش کر

کدیرہ البجری کا بیان ہے کہ ابوذرؓ نے کعبہ سے اپنی پشت لگائی، پھر فرمایا۔ اے لوگو! آؤ میں تم

سے دو باتیں بیان کروں جو میں نے تمہارے چچا سے سُنی ہیں۔ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے علیؓ سے چند کلمات کہے۔

"اے اللہ! اس کی اعانت کر۔ اس سے اعانت کا خواہاں ہو۔ اس کی مدد کر اور اس سے مدد کا خواہاں ہو کیونکہ وہ تیرا بندہ اور تیرے رسول کا بھائی ہے"

یعنی اللہ تعالیٰ جس کی مدد کرتا ہے اس سے امداد بھی طلب کرتا ہے۔ بہت خوب!

مُہلّہل عبدی اس روایت کو کُدَیرۃ الہجری سے نقل کرتا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ دونوں مجہول ہیں۔

اس روایت کے دونوں جملے قطعاً کفر ہیں ہم اس کفر سے مغفرت کے طلبگار ہیں۔

حضرت علیؓ کی آنکھوں میں تھوک لگانا

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی آنکھوں میں تھوک کا سرمہ لگایا۔

میزان ج ۲ ص۱۰

معلّٰی اس کا راوی معلّٰی بن عرفان ہے جو اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ شقیق اس کے چچا امام التابعین ہیں۔ وہ تو اس کذب وافتراء سے بری ہیں۔ لیکن جہاں تک ان کے بھتیجے معلّٰی کا تعلق ہے تو یحیٰی بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان کہ متروک ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس نے شقیق سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ حاضر تھے۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت عثمانؓ کی حیات میں انتقال فرما چکے تھے۔ لہٰذا یہ روایت بھی اپنے وجود میں آنے سے قبل انتقال کر گئی تھی۔

بخاری لکھتے ہیں معلّٰی بن عرفان الاسدی الکوفی اپنے چچا شقیق سے روایات نقل کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفاء الصغیر ص۱۱۰

Marfat.com

نسائی لکھتے ہیں۔ معلی بن عرفان متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین للنسائی صـ۹۷
دارقطنی لکھتے ہیں۔ معلی بن عرفان کوفی ہے۔ ابو وائل یعنی شقیق سے روایات نقل کرتا
ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین للدارقطنی صـ۱۵۸

محشی حاشیہ میں رقم طراز ہیں۔

حافظ لکھتے ہیں۔ تمام ناقدین حدیث کا اس کے کذب پر اتفاق ہے۔ یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔ صـ۱۵۸

علیؓ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھا تھا۔ اچانک حضرت علیؓ آ گئے۔ انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے انسؓ! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا۔ اے انسؓ، یہ خلق الٰہی پر اللہ کی حجت ہے۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میری امت پر قیامت کے دن یہ حجت ہو گا۔

سب سے بڑی حیرت تو اس پر ہے کہ حضرت انسؓ ۹۳ھ تک حیات رہے اور مختلف امویوں کی بیعت کی۔ لیکن حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ یہ ان کی جانب سے اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اسے حضرت انسؓ سے

مطر بن میمون المحاربی الاسکاف نقل کر رہا ہے جسے مطر بن ابی مطر کہا جاتا ہے۔ امام ابوحاتم رازی، بخاری اور نسائی کا بیان ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ صـ۱۲۷۔ دارقطنی لکھتے ہیں متروک ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین صـ۱۶۵ للدارقطنی، بخاری لکھتے ہیں، مطر بن میمون نے حضرت انسؓ اور عکرمہ سے روایات سنی ہیں۔ اس سے یونس بن بکیر روایات لیتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔

کتاب الضعفا الصغیر صـ۱۱۱

اس مطر نے حضرت انسؓ کے نام سے یہ روایت بھی وضع کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

اور یہ روایت کہ میرا بھائی اور میرا وزیر میرے گھر والوں میں میرا خلیفہ اور جن لوگوں کو میں چھوڑ کر مروں گا ان میں سب سے بہتر علیؓ ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ ان سب روایات کا وضاع مطر بن میمون ہے،

ان روایات کے علاوہ ایک روایت ابن عدی اور ذہبی نے یہ بھی نقل کی ہے کہ علیؓ میرا بھائی ہے میرا ساتھی۔ میرے چچا کا بیٹا، اور میں اپنے بعد جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں سب سے بہتر ہے جو میرا قرض ادا کرے گا اور میرا وعدہ پورا کرے گا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے مطر سے دریافت کیا تم انسؓ سے کہاں ملے تھے۔ اس نے جواب دیا خریبہ میں البصرہ میں ایک جگہ ہے،

عبیداللہ بن موسیٰ

مطر سے یہ تمام کہانیاں نقل کرنے والا عبیداللہ بن موسیٰ العبسی الکوفی ہے۔ اس سے تمام اصحاب صحاح نے روایت لی ہے۔ لیکن ماشاءاللہ بہت کٹر قسم کے رافضی تھے۔ ان کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ہاں یہ بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ عبیداللہ بن موسیٰ سے یہ تمام کہانی نقل کرنے والے علی بن مثنیٰ، علی بن سہل اور عبدالرحمٰن بن سراج ہیں۔ اور تینوں کے الفاظ جدا جدا ہیں جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ عبیداللہ یا مطر بن ابی مطر نے کبھی کچھ کہا اور کبھی کچھ۔ اور چونکہ قاعدہ یہ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ عبیداللہ بھی صورت حال کا اندازہ کر کے الفاظ ——— گھٹاتا بڑھاتا رہتا

حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو حکومت نہیں مل سکتی

حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو امیر ول (حکام) کا تذکرہ آیا حضرت علیؓ نے اس پر کوئی رائے زنی کرنی چاہی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم نہ ہو اس لئے کہ یہ امارت نہ تمہارے لئے ہے اور نہ تمہاری اولاد کے لئے۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۴

اس روایت کا راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ ہے۔ یہ حضرت طلحہؓ کا پوتا ہے۔ اور

حضرت طلحہؓ چونکہ جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے ۔ اس لئے اغلب گمان یہ ہے کہ اُن کا یہ پوتا حضرت علیؓ سے ناراض معلوم ہوتا ہے ۔ اور اپنے مافی الضمیر کو حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر کے بیان کرنا چاہتا ہے ۔

اسحٰق بن یحیٰی

یحیٰی بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ اسحٰق کچھ نہیں ۔ یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے ۔ امام احمد اور نسائی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے ۔ بخاری کا بیان ہے کہ محدثین کو اس کے حافظہ میں کلام ہے ۔

ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں اسحٰق کا انتقال خلافت مہدی میں ہوا ہے ۔ یہ حدیث میں غلطیاں کرتا ہے ۔ اور اس میں وہم کا مادہ بھی ہے ۔ اس لئے ہم نے اس کا تذکرہ ضعفا میں کیا ہے لیکن اگر وہ ایسی روایات پیش کرے جنھیں کوئی اور روایت نہ کرتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں ۔ اور اگر اسے دیگر لوگ بھی روایت کر رہے ہوں تو پھر اس کی روایت کو تسلیم کیا جائے گا ۔ اور اتفاق سے اسے وہ تنہا روایت کر رہا ہے ۔ اسی لئے ابن عدی اور ذہبی نے اس کی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے میزان ج ۱ صفحہ ۲۰۳ ۔ علماء حدیث کو اس کے حافظہ میں کلام ہے ۔ اس کی حدیث بطور یادداشت لکھ لی جائے ، تاریخ الصغیر ص۱۷۱

نسائی لکھتے ہیں یہ اسحٰق متروک الحدیث ہے ۔ کتاب الضعفا و المتروکین للنسائی ص۱۹

لیکن ہمارے نزدیک یہ اسحٰق ضرور ضعیف ہے ۔ لیکن کذاب اور وضاع الحدیث نہیں ۔ اس لئے یہ روایت خود اس کی وضع کردہ نہیں ۔ بلکہ یہ روایت کسی نے گھڑ کر اس کی جانب منسوب کی ہے ۔ کیونکہ اس روایت کو اس اسحٰق بن یحیٰی سے عثمان بن فائد نقل کر رہا ہے ۔

عثمان بن فائد

یہ اسحٰق اس عثمان سے لاکھ درجہ بہتر ہے ۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس عثمان کی حدیث قطعاً حجت نہیں ۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت نقل کر کے اسے موضوع قرار دیا ہے ۔ اور کہا ہے یہ تمام آفت اس عثمان کی ڈھائی ہوئی ہے ۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس عثمان سے سلیمان کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا اور اس کی روایت پر اعتراض ہے ۔ ذہبی نے

Marfat.com

اس کی منفرد روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات درست نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۸۵

خیبر کے روز تلوار جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھی

مسیب بن عبدالرحمن جو جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں۔ میں حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات بیان فرمانے لگے انہوں نے فرمایا جب علیؓ نے روز خیبر حملہ کی تیاری کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علیؓ! میرا باپ تجھ پر قربان قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تیرے ساتھ وہ ہستی ہے جو تجھے کبھی رسوا نہ کرے گی۔ تیرے دائیں جبرئیلؑ ہیں ان کے ہاتھ میں تلوار ہے کہ اگر اسے پہاڑوں پر ماریں تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

اے علیؓ! تجھے رضوان اور جنت کی خوشخبری ہو۔ اے علیؓ! تو عرب کا سردار ہے اور میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ یہ حدیث کافی طویل ہے۔ افسوس کہ امام ذہبیؒ نے صرف اتنا ابتدائی حصہ بیان کیا

امام بخاری فرماتے ہیں مسیب کی یہ روایت منکر ہے۔

جب بقول مسیب اتنی لمبی چوڑی تلوار لئے حضرت جبرئیلؑ ساتھ تھے تو ہو سکتا ہے کہ درِ خیبر جبرئیلؑ نے اکھاڑا ہو اور یار لوگوں نے اسے حضرت علیؓ کی جانب منسوب کر دیا ہو۔

رہا ان کے سید عرب ہونے کا مسئلہ تو اہل عرب تو انہیں خلیفہ بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے حتیٰ کہ ان کی خلافت سمٹ سمٹا کر صرف کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی۔ اور ساتھ میں صرف ایرانی اور قاتلین عثمانؓ رہ گئے تو وہ کس وقت سید عرب بنے ہمیں اس کی خبر نہیں۔

علیؓ انبیائے کرام کا ایک نمونہ

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص

بلحاظ علم آدمؑ کو. بلحاظ حکمت نوحؑ کو اور بلحاظ بردباری ابراہیمؑ کو دیکھنا چاہے وہ علیؓ کو دیکھ لے۔ ہمارے نظریہ کے مطابق یہ انبیائے کرام کی صریح توہین ہے کہ کسی غیر نبی کو ان کے مثل قرار دیا جائے. لیکن مذہب تشیع کی رو سے ہر امام کا مقام تمام انبیأ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ تشبیہ غلط ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ کا ہم مثل ہونا ضروری ہے۔ لہذا جب حضرت علیؓ کو ان انبیأ سے تشبیہ دی گئی تو یہ تسلیم کر لیا گیا کہ یہ انبیأ حضرت علیؓ کے برابر درجہ رکھتے ہیں لیکن جب یہ عقیدہ مانا جائے کہ معراج میں پس پردہ جو آواز آ رہی تھی وہ بھی حضرت علیؓ کی آواز تھی ..... تو اس لحاظ سے انہیں انبیأ سے تشبیہ دینا یہ بھی سراسر توہین ہے۔ لیکن ہم اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ کسی غیر نبی کو نبی کے برابر درجہ نہیں دے سکتے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیہ بے جوڑ ہے۔

مسعر بن یحییٰ النہدی اس کا راوی مسعر بن یحییٰ ہے۔ ذہبی کا بیان ہے میں اسے نہیں جانتا اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۴ ص۹۹۔

مسعر بن یحییٰ نے یہ روایت شریک بن عبداللہ بن سنان سے نقل کی ہے اور وہ خالص شیعہ ہے اس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ شریک نے یہ روایت ابواسحاق سبیعی سے نقل کی ہے. جو مدلس ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے جو غیر معروف ہے۔ اس روایت پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔

حضرت علیؓ بادلوں میں

جناب باقر کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو ایک چادر اوڑھائی۔ اس چادر کو "سحاب" کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ یہ سحاب (بادل) پہن کر تشریف لائے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ علی سحاب میں آ رہے ہیں۔ جعفر کا بیان ہے کہ میرے والد باقر نے فرمایا ان لوگوں نے اس میں تحریف کر ڈالی اور یہ کہنا شروع کیا کہ علیؓ بادلوں میں آ رہے ہیں۔ میزان ج ۴ ص۹۹

شیعوں میں سے فرقہ رجعیہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ زندہ بادلوں میں اٹھا لئے گئے ہیں۔ یہ

بجلی کی کڑک ان کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے اور یہ بجلی ان کے کوڑے کی چمک ہے۔ اسے تو ربعیہ کہتے تھے۔ جناب باقر نے اس کی خوب عمدہ تاویل پیش کی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب باقر کو یہ چادر اڑھانے کا قصہ کیسے معلوم ہوا کیونکہ جناب باقر بقول ملا مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور علی بیمار خود کمسن بچے تھے ان کے یہ صاحبزادے میدان کربلا میں چار سال کے تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ کس سے سنا۔ محدثین اہل سنت کی نظر میں یہ روایت مرسل ہے اور مرسل روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

ہاں فرقہ شیعہ کے ہاں اس سے زیادہ مقبول کوئی روایت نہیں ہوتی کیونکہ اسے ایک امام روایت کر رہا ہے۔ ان سے ان کے صاحبزادے جعفر نقل کر رہے ہیں۔ جن کی ذات پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں جعفر سے نقل کرنے والا مسعدہ بن الیسع الباہلی ہے۔

مسعدہ ابن عدی کا بیان ہے یہ تباہ کن ہے۔ ابوداؤد کا قول ہے کذاب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں ایک زمانہ گزر گیا کہ ہم نے اس کی روایات پھاڑ کر پھینک دیں۔ قتیبہ کا بیان ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے لیکن میں نے اس سے روایات سننا پسند نہیں کیا۔ میزان ج ۳ صـ۹۸

دارقطنی لکھتے ہیں یہ مسعدہ بن الیسع الباہلی بصرہ کا باشندہ ہے۔ جعفر ابن جریج اور محمد بن عمرو سے روایات نقل کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین صـ۱۵۹

اے اللہ! تو علیؓ سے دوستی رکھ

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا علیؓ میرے بھائی ہیں۔ اور میں علیؓ کا بھائی ہوں۔ اے اللہ! تو اس سے دوستی رکھ۔ میزان ج ۴ صـ۳۱۵

ہمیں حیرت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۷ھ میں فتح خیبر کے وقت کسی بھائی چارے

کا خیال نہیں آیا۔ اور جب خیبر فتح ہو گیا۔ اور ابوہریرہؓ ایمان لائے تو اس بھائی چارے کا خیال آیا؛ بھائی چارہ ہجرت مدینہ کے بعد پیش آیا۔ اور مہاجرین اور انصار کو باہم ایک کر دیا گیا تاکہ باہم اخوت ہو اس لحاظ سے حضرت علیؓ کا بھائی چارہ حضورؐ سے نہیں ہوا۔ بلکہ سہل بن حنیفؓ سے ہوا۔ یہ وہ بھائی چارہ ہے جسے عام مؤرخین مواخات کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

دوسرا بھائی چارہ مہاجرین کا باہم کرایا گیا لیکن یہ عام بھائی چارہ نہ تھا۔ بلکہ صرف ان مہاجرین کا بھائی چارہ کرایا گیا جن مہاجرین کا کوئی بھائی نہ تھا۔ حضرت علیؓ کے بڑے بھائی حضرت جعفرؓ مسلمان تھے۔ اس لحاظ سے حضرت علیؓ کے بھائی چارے کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ اس سلسلہ میں جتنی روایات ہیں وہ سب رافضیوں کی پھیلائی ہوئی ہیں۔ حضرت علیؓ کا بھائی چارہ سہلؓ بن حنیف انصاری سے ہوا۔

ہیاج بن بسطام الہروی اس روایت کا راوی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے ابوداؤد کہتے ہیں۔ محدثین نے اس کی روایات ترک کر دی ہیں۔ احمد بن حنبل کا فرمان ہے۔ یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ ابن ماجہ کے علاوہ اس سے کسی نے روایت نہیں لی نسائی لکھتے ہیں۔ ہیاج بن بسطام ہروی ضعیف ہے۔ الضعفا والمتروکین للنسائی ص۱۰۱

حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔

ہیاج بن بسطام التمیمی البرجمی الہروی ضعیف ہے۔ اس سے اس کے بیٹے خالد نے بہت سی منکرات نقل کی ہیں ۱۷۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تقریب التہذیب، ص۳۶۷

حضرت علیؓ کے کان

ابوالدنیا کا بیان ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور اس کے کان اسے محفوظ رکھتے ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ! میں نے اللہ سے سوال کیا کہ وہ تیرے کان ایسے بنا دے۔ میزان ج ۴ ص۵۲۳

اس کا واضع ابوالدنیا الاشج ہے۔ اس نے ۳۰۰ھ کے بعد (یعنی جب بارہویں امام غائب

ہو گئے تھے، یہ دعویٰ کیا کہ وہ حضرت علیؓ کی شاگردی میں رہا ہے۔ جس طرح تین حضرات نے تین سو سال بعد اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ سب افراد اپنے اپنے زمانہ کے دجال تھے۔ اس ابوالدنیا کی تمام روایات حضرت علیؓ سے متعلق ہیں کسی اور کی اسے خبر نہیں۔

اہل بیت میں دو فرقے ہونا

زید بن وہب الجہنی کا بیان ہے کہ ہم حضرت حذیفہؓ کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے نبیؐ کے گھر والے دو فرقوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو تلوار سے قتل کرنا شروع کر دیں گے۔ ہم نے عرض کیا اے ابو عبداللہ ایسا ہو گا؟ انہوں نے فرمایا ہاں ایسا ہو کر رہے گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اس فرقہ کو دیکھو جو علیؓ کی طرف دعوت دینا چاہے لازم پکڑو۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

اتفاق سے ان حضرت حذیفہؓ کے متعلق تمام محدثین و مورخین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ مروی ہے کہ جب انہیں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ جنگل میں جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ چالیس روز کے اندر ان کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت حذیفہؓ کو فتنوں کے بارے میں سب سے زیادہ خبر تھی۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت کو اتنا اہم سمجھا کہ کسی اور کی بیعت کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

شیعوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ اہل بیت میں یہ دو فرقے کب بنے؟ اور ان کا آپس میں قتال کب ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قتل حسینؓ کے وقت اکثر ان کے بھائیوں اور رشتہ داروں نے ساتھ نہیں دیا۔ حتیٰ کہ بہن زینب شہادت حسینؓ کے بعد جا کر یزید کے پاس بیٹھ گئی۔ تب بھی ان میں آپس میں قتل و قتال نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک پارٹی نے حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اکثر انہیں منع کرتے رہے۔

مؤرخ مسعودی اس روایت کا راوی ہے۔ اس کا نام عبداللہ بن عبدالملک ہے عقیلی کا بیان

Marfat.com

ہے کہ اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اور وہ خالص شیعہ تھا۔ اس سے یہ داستان نقل کرنے والا عبّاد بن یعقوب الرواجنی ہے جو کٹر رافضی ہے اور بخاری کا شیخ ہے۔

مسعودی نے یہ داستان عمرو بن حُریث سے نقل کی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ روایت قطعاً جھوٹ ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۹۵

نور کی چھڑی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تخلیق سے چالیس ہزار سال قبل نور کی ایک چھڑی پیدا فرمائی اس کے آدھے حصے سے مجھے پیدا کیا اور آدھے سے علیؓ کو۔ میزان ج ۴ ص ۵۲۳

غالباً اسی لئے حضور کی غیر حاضری میں علیؓ پر وحی نازل کی جاتی تھی اسطرح یہ دوہری نبوت چلتی رہی جو بارھویں امام لے کر غائب ہو گئے۔

اس کہانی کا راوی ابو ذکوان ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اس نے یہ روایت احمد بن عمرو سے نقل کی ہے۔ یہ کونسا احمد بن عمرو ہے اس کا کچھ اتا پتہ معلوم نہیں اس احمد بن عمرو نے اپنے ہم نام احمد بن عبداللہ سے حدیث نقل کی ہے اتفاق سے احمد بن عبداللہ نامی سینکڑوں افراد ہیں۔ احمد بن عبداللہ نے یہ داستان عبیداللہ بن عمرو سے نقل کی ہے۔ اور عبیداللہ بن عمرو کوئی شخص نہیں۔ دراصل یہ سب افسانوی ہیرو ہیں۔ جن کا وجود کوئی ضروری نہیں۔ عبیداللہ نے یہ روایت عبدالکریم الجزری سے نقل کی ہے اور یہ منکرات بیان کرنے میں مشہور ہے۔ عبدالکریم نے اسے عکرمہ سے نقل کیا ہے جو ابن عباسؓ کا غلام ہے اور مشہور خارجی ہے۔ وہ تو ان لوگوں کا قتل بھی لازمہ زندگی سمجھتا تھا جو حضرت علی کو مسلمان سمجھتے ہوں۔ اگر واقعتاً اس نے کوئی ایسی روایت سُنی اور بیان کی ہوتی تو شاید یہاں تک نوبت نہ آتی۔

ہاں سوچنے اور سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت علیؓ کب اور کس شئے سے پیدا ہوئے۔ کبھی وہ زمین

Marfat.com

کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں کبھی جنت کی مٹی سے کبھی درخت سے اور کبھی نور سے کبھی ان کے ساتھ پیدائش میں حضور شریک ہوتے ہیں کبھی ان کی بیوی اور صاحبزادے بھی شریک ہوتے ہیں اور کبھی متبعین بھی آخر وہ ہیں کیا شے آج تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کوئی ہے جو ہماری رہنمائی کرے۔

جنت میں تیرا باغیچہ اس باغیچہ سے بہتر ہے

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں اور علیؓ بن ابی طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے باغوں کی جانب گئے۔ اتفاق سے ہمارا گزر ایک باغیچہ پر سے ہوا۔ حضرت علیؓ نے اسے دیکھ کر فرمایا یہ باغیچہ کتنا عمدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تجھے جو باغیچہ ملے گا وہ اس سے بہتر ہوگا۔ حتیٰ کہ آپ سات باغوں پر سے گذرے اور ہر بار یہی کہتے رہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ اس پر حضرت علیؓ نے سوال کیا۔ رسول اللہ! آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے جسے وہ ظاہر نہیں کرتے۔ اور میری وفات تک ہی ہوتا ہے گا۔

آخر قوم کے دل میں حضرت علیؓ کی جانب سے کون سا کینہ بھرا ہوا تھا۔ جو پوری قوم اسے دل میں چھپائے بیٹھی تھی۔ اس قوم میں انصار، قریشی، تمیمی، غفار، اوس، بجیلہ، نخع، اشعر اور دیگر قبائل سب شامل تھے۔ بالفاظ دیگر پانچ افراد کے علاوہ پورا عرب ان سے کینہ رکھتا تھا۔ حالاں کہ جہاں یہ بات خلاف عقل ہے وہاں یہ بات خلاف نقل بھی ہے۔ اور آپ کے رونے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لوگ خوش نہ تھے۔ آخر اس مخفی تبرا کی کیا ضرورت تھی۔ کھل کر اور واضح الفاظ میں کہنا چاہیے تھا کہ سب کافر تھے۔

یونس بن خباب الاسیدی الکوفی

اس روایت کا راوی یونس بن خباب ہے۔ اس کی روایات ترمذی، نسائی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا۔

Marfat.com

عباد بن عباد کا بیان ہے کہ میں یونس بن خباب کے پاس گیا۔ اور اس سے عذاب قبر کی حدیث دریافت کی۔ اس نے حدیث بیان کی اور پھر کہنے لگا کہ اس حدیث میں ایک جملہ اور بھی تھا۔ جو میں نے ناصبیوں سے چھپا لیا ہے۔ میں نے دریافت کیا وہ جملہ کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ قبر میں یہ بھی سوال ہوگا کہ تیرا ولی کون ہے؟ اگر مرنے والے نے یہ جواب دیا کہ وہ علیؓ ہیں تو نجات پا جائے گا۔ (جب ہی تو آج کل ہمارے سنی بھائی کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے)

عباد کہتے ہیں میں نے اس پر کہا کہ میں تو اپنے باپ دادا سے ایسی بات نہیں سنی تھی۔ اس نے سوال کیا تو کہاں کا باشندہ ہے، میں نے جواب دیا بصرہ کا۔ اس پر بولا تو تو عثمانی خبیث ہے۔ عثمانؓ سے نسبت کرتا ہے۔ حالانکہ عثمان نے حضور کی دو بیٹیوں کو قتل کر دیا تھا۔ عباد کہتے ہیں میں نے کہا جب ایک کو قتل کر چکے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوسری بیٹی کا نکاح کیوں فرمایا؟

یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ یونس کذاب ہے یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ بدترین انسان تھا۔ ابن حبان کہتے ہیں اس سے روایت لینا بھی حلال نہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے دارقطنی کہتے ہیں یہ ایک بدترین انسان تھا غالی شیعہ ہے۔ بخاری کا قول ہے منکر الحدیث ہے۔
میزان جلد ۴ ص ۴۷۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۱۰ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۸۱

حضرت علیؓ امام المتقین ہیں

حضرت سعد بن زرارہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے علیؓ کے معاملہ میں مجھ پر تین باتوں کی وحی کی۔ اول تو وہ سید المسلمین ہیں، امام المتقین ہیں۔ اور ان لوگوں کے قائد ہیں۔ جن کے اعضاء وضو سے چمکتے ہوں گے۔

اس روایت کا راوی وہی یحییٰ بن العلاء الرازی ہے۔ جس کا حال سابقہ روایت میں گزر چکا ہے۔
وہ اس کہانی کو

Marfat.com

بلال بن ابی حمید سے نقل کر رہا ہے۔ جو قطعاً مجہول ہے۔ یحییٰ بن العلا سے یہ روایت نقل کرنے والا

عمرو بن حصین العقیلی ہے ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث بے کار ہوتی ہے۔ ابو زرعہ کا بیان ہے۔ یہ بہت واہی انسان ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۵۳

لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام میں سے اس کا کسی کو علم نہ ہوسکا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت ابوبکر صدیق کو امام متعین کر دیا۔ اس طرح یہ چور دروازہ بند ہوگیا۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ حضور کی وفات کے بعد سے عثمان کے خاتمہ تک خلافت پر منافقین کا ناجائز قبضہ تھا۔ لیکن اتفاق یہ کہ جب حضرت علی کی صورت میں ایک مومن زبردستی خلافت پر قابض ہوا تو دنیا نے اس کی مخالفت کی اور واقعہ تحکیم کے بعد وہ صرف امیر کوفہ ہو کر رہ گئے۔ اور صحابہ کرام نے ان کی معزولی کا فیصلہ سنا دیا۔

جنت کے خزانے حضرت علی رض کے ہاتھ میں ہونگے

حضرت انس رض کا بیان ہے کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو برزہ اسلمی رض کے پاس بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے ان سے فرمایا اور میں یہ بات سن رہا تھا۔ اے ابو برزہ رض علی کے بارے میں پروردگار نے مجھ سے عہد فرمایا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا علی ہدایت کے جھنڈے، ایمان کے منار، میرے اولیاء کے امام اور ان سب لوگوں کے نور ہیں جنھوں نے میری اطاعت کی۔

اے ابو برزہ رض علی میرے امین ہیں کل میرے حوض پر آئیں گے۔ میرا جھنڈا اٹھائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی جنت کے خزانوں کی چابیوں کے ذمہ دار ہوں گے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۵۵

آج تک حضرت علی رض کے سلسلے میں جتنے بھی عہد و پیمان ہوتے ہیں۔ ان سب پر کسی انصاری کا تقرر ہوتا ہے۔ اور مہاجرین و قریش سے ان کا اخفا کیا جاتا ہے۔ آخر اس میں کیا راز پنہاں ہے کا نو منافق ہونے میں دونوں مساوی ہیں۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

Marfat.com

ہاں میرا سبائیوں سے یہ سوال ضرور ہے کہ چلو تاریخ و رجال سے یہی ثابت کردو کہ عروۃ بن الزبیر نے حضرت انس رض بن مالک سے کوئی حدیث سنی ہے۔ حالانکہ انہوں نے حضرت انس رض کو دیکھا تک نہیں۔ اس لئے کہ حضرت انس رض حضرت عمر رض کے زمانہ سے بصرہ میں مقیم رہے جب کہ عروہ مدینہ کے عالم ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رض کے شاگرد ہیں۔

لاھز ابو عمر والتیمی ابن عدی کا بیان ہے کہ اس روایت کا راوی لاہز ابو عمرو التیمی ہے۔ جو مجہول ہے اور ثقہ راویوں کے نام سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ روایت باطل ہے۔ ذہبی کا بیان ہے یقیناً موضوع ہے۔

سبائیوں سے ہمارا ایک سوال یہ بھی ہے کہ اس روایت کو عروہ سے ان کے صاحبزادے ہشام نقل کر رہے ہیں اور ہشام سے سلیمان بن طرخان التیمی البصری، چلئے یہی ثابت کر دیجئے کہ سلیمان تیمی نے ہشام بن عروہ سے احادیث سنی ہیں۔ اور ہشام کا عراق آنے کے بعد یعنی ۱۳۱ھ کے بعد حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ ان کی صرف وہ روایات قابلِ قبول ہیں جو ان سے صرف اہل مدینہ نقل کریں۔

بُغضِ علی رض کا انجام

حضرت جابر رض فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی رض! اگر میری امت تجھ سے بُغض رکھے گی تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ناک کے بل دوزخ میں ڈال دے گا۔ میزان ج ۳ ص۴۱

اس روایت کو عثمان بن عبداللہ القرشی الشامی نے ابن لہیعہ سے نقل کیا ہے۔ اس عثمان کے نسب نامہ میں اختلاف ہے کوئی اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان۔

خطیب کا بیان ہے کہ حاکم نے اس کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عبدالرحمن بن الحکم بن ابی العاص الاموی۔

بعض نے اسے حضرت عثمان رض کی جانب منسوب کیا ہے اور نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔

عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن محمد بن عبدالملک بن سلیمان بن عبدالملک بن عبداللہ بن عتبہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

ذہبی کا بیان ہے کہ نسب نامہ طویل ہے اور خالص جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ عبداللہ القرشی اور حضرت عثمانؓ کے درمیان دس آباؤ کہاں ہوتے چھ کا ہونا بھی محال ہے۔

ابن عدی کا بیان کہ یہ نصیبین اور دارالبلاد میں رہا کرتا تھا۔ یہ ثقہ راویوں کے نام سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۱

شیعہ فردوس کے ایک چشمے سے پیدا ہوئے

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن نے اپنے باپ اور جعفر نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فردوس میں ایک چشمہ ہے جو شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اسی سے اللہ نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اور اسی سے ہمارے شیعوں کو اور یہی وہ میثاق تھا جس کا اللہ نے وعدہ لیا تھا یعنی ولایت علیؓ کا۔ میزان ج ۲ ص ۲۳

یہ روایت حماقتوں سے معمور ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو زمین سے پیدا فرمایا۔ ارشاد الٰہی ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ — ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا۔ اسی میں لوٹائیں گے۔ اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔

گویا ہم اس مٹی سے پیدا ہوئے اسی لئے مٹی میں دفن ہوتے ہیں۔ شیعوں کو چاہیے کہ وہ فردوس میں دفن ہوا کریں۔ اس زمین سے ان کا کوئی واسطہ نہ ہونا چاہئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اپنے کسی مخصوص قبرستان کا نام فردوس رکھ لیا ہو۔ ہم نے کراچی میں متعدد ہوٹلوں کا نام فردوس دیکھا ہے ہاں یہ ضرور غور طلب مسئلہ ہے کہ شیعوں کے امام کہاں دفن ہیں۔ اب اگر وہ مٹی میں دفن ہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو کوئی مغالطہ ہوا ہو۔ ویسے بھی ہم اپنے ساتھیوں کو ایک پتہ کی بات بتائے دیتے

Marfat.com

ہیں کہ علی رضا کا ہمارا مقبرہ بیان کیا جاتا ہے۔ وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے مخصوص ساتھی جنھوں نے بیعت یزید کی بنیاد رکھی۔ یعنی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ دفن ہیں۔ یہ بات خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں بیان کی ہے۔

اس روایت میں لفظ شہد بھی استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ شہد فارسی کا لفظ ہے۔ عربی میں شہد کو عسل بولتے ہیں۔ جو اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ کہانی کسی ایرانی نے وضع کی ہے۔ کیونکہ اولادِ علیؓ عربی زبان سے خوب واقف تھی۔ وہ عربی النسل تھے۔ شہر بانو کی اولاد نہ تھے جو ماں کے عجمی ہونے کا اثر آتا۔

عبید بن مہران اس کا راوی عبید بن مہران ابو عباد المدنی ہے جو مجہول ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۲۳

اس روایت میں ایک لطف یہ ہے کہ اسے حضرت علیؓ کی اولاد میں سے دو شخص روایت کر رہے ہیں ایک جعفر کے دادا زین العابدینؒ جو تابعی ہیں اور انہوں نے حضور کو نہیں دیکھا۔ اور اوپر کا راوی وہ بیان نہیں کرتے اس طرح یہ روایت مرسل ہوئی۔

دوسرے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے دادا حسن بن علی ہیں یہ بھی تابعی ہے۔

راوی کا دعویٰ ہے کہ دونوں اپنے دادا سے روایت کر رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں کے دادا جداگانہ، اس لحاظ سے یہ جملہ عن جدہی غلط ہوا۔

تو مجھ سے جنگ کریگا' حالانکہ یہ تیرا ظلم ہوگا

ابو حرّہ کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو قسم دے کر سوال کیا، کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا تھا کہ اے زبیرؓ تو علیؓ سے جنگ کرے گا حالانکہ تو ظالم ہوگا؟ زبیرؓ نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن میں بھول گیا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۲۶۴

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ابو حرّہ جو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کا قصہ نقل کر رہا ہے۔ یہ مجہول ہے اسے کوئی نہیں جانتا۔ میزان ج ۴ ص ۵۱۵

عبدالملک بن مسلم الرقاشی

ابو جرد سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالملک بن مسلم الرقاشی ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت صحیح نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں اسے عبدالملک کے علاوہ اور کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن محمد الرقاشی

اس عبدالملک بن مسلم سے عبداللہ بن محمد الرقاشی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا جو اس کا پوتا ہے۔ اس سے بجز جعفر بن سلیمان کے کوئی روایت نہیں لیتا۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ اس نے زبیرؓ و علیؓ کا قصہ نقل کیا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے اس روایت کی سند کمزور ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ

جعفر بن سلیمان الضبعی

اس کا حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ یہ کٹر رافضی تھا خلفائے ثلٰثہ کو گالیاں دیتا۔

ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ جب حسب روایت زبیرؓ نے اپنی غلطی قبول کرلی تھی۔ اور میدان چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ پھر انہیں کس جرم میں قتل کیا گیا اور قتل کے بعد جب قاتل نے حضرت علیؓ کے سامنے ان کے قتل کا اعلان کیا تو حضرت علیؓ نے اس قاتل سے زبیرؓ کا قصاص کیوں نہیں لیا؟

علیؓ سے زیادہ مجھ سے کوئی محبت نہیں کرتا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ اچانک علیؓ آگئے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کی خاطر اس سے مجھ سے زیادہ کوئی محبت نہیں کرتا۔ اللہ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی ہے۔ اور میری اولاد علیؓ کی پشت میں رکھ دی۔ میزان ج ۲ صفحہ ۵۰۶۔

کیونکہ بقول روافض حضورؐ کی ایک ہی صاحبزادی تھیں اور آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اتفاق سے کسی اور کے اولاد نہ ہوئی تھی۔ اس لئے حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھ دی گئی۔

(دوسرا) چونکہ حضرت ابوالعاصؓ اور حضرت عثمانؓ آپؐ کے سگے داماد نہ تھے۔ بلکہ ایسے ہی مانگے

کی بیٹیاں لے کر پال لی تھیں۔ لہذا آپ کا ایک ہی داماد تھا۔ اور اس کا نام علیؓ تھا۔ اور ابوالعاصؓ اور عثمانؓ ایسے ہی زبردستی داماد بن گئے تھے لہذا انکی اولاد اولادِ رسول نہیں کہلا سکتی۔ ورنہ پورا ایک دستہ تیار ہو جائے گا......

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحبزادے عبداللہؓ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے۔ اس سے قبل تو مدینہ میں ان کا کوئی وجود نہ تھا۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب حضورؐ کی اولاد علیؓ کی پشت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس پشت سے ام کلثومؓ بھی پیدا ہوئیں جو حضرت عمرؓ کے نکاح میں گئیں ان ام کلثومؓ سے عمرؓ کی جو اولاد ہوئی۔ زید اور رقیہ وہ بھی اولادِ رسول ہے۔

عبدالرحمٰن بن محمد الحاسب یہ داستان عبدالرحمٰن بن محمد نے نقل کی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اسے کوئی نہیں جانتا اور یہ روایت جھوٹی ہے۔ میزان جلد ۲ صفحہ ۵۸۶

حضرت علیؓ کی شبِ عروسی کا بستر مینڈھے کی کھال تھی

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ہم علیؓ اور فاطمہؓ کی شادی میں حاضر ہوئے۔ اور گھر پر بہت عمدہ مٹی کا پلاستر کیا۔ ہمارے روبرو کشمش اور چھوہارے لائے گئے جو ہم نے کھائے اور شبِ عروس میں علیؓ و فاطمہؓ کا بستر مینڈھے کی کھال تھی۔ میزان ج ۲ ص ۵۱۲

عبداللہ بن میمون القداح اس روایت کا راوی عبداللہ بن میمون القداح المکی ہے۔ جو یہ کہانی جعفر بن محمد سے نقل کر رہا ہے۔ اسکی روایت ترمذی میں پائی جاتی ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسکی روایت ردی ہوتی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اگر یہ کوئی تنہا روایت بیان کرے گا تو ہرگز قابلِ حجت نہیں۔ ابوزرعہ رازی کا بیان ہے کہ اس کی حدیث واہی ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۱۲

نسائی لکھتے ہیں، عبداللہ بن میمون القداح ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۶۱

قتلِ عثمانؓ کے روز علیؓ دُلدُل پر سوار ہو کر آئے۔

علی بن عبداللہ بن نجیح نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ جس روز عثمانؓ قتل ہوئے اس روز علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر دُلدُل پر سوار ہو کر آئے۔

ذہبی کا بیان ہے اسے عقیلی نے مختصراً بیان کیا ہے۔ مجھے پوری روایت کسی جگہ نہیں ملی۔

ابراہیم بن علی الرافعی اس کا راوی ابراہیم بن علی الرافعی ہے۔ بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ (میزان ج ۱ ص۴۹)

دارقطنی لکھتے ہیں یہ بہت کم روایات بیان کرتا ہے۔ اس نے کثیر بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز پڑھائی اور پانچ تکبیریں کہیں۔ یہ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۴۴

محشی حاشیہ میں قمطراز ہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ خطا بہت کرتا حتی کہ ان لوگوں سے جن کی روایت حجت ہو اسے خارج کر دیا گیا۔ حاشیہ ص۴۴

جو شخص محمدؐ سے محبت کرتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت کرنی چاہیئے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص محمدؐ سے محبت رکھتا ہے اسے علیؓ سے بھی محبت رکھنی چاہیے۔ اور جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی سے بغض رکھتا ہے وہ میریؐ شفاعت سے محروم ہوا۔

عبداللہ بن حفص الوکیل اس داستان کا راوی عبداللہ بن حفص الوکیل السامری ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے اس کی روایات لکھی تھیں، اس نے مجھ سے جتنی روایات بیان کیں، سب موضوع تھیں۔ ان میں ایک روایت قارئین کے سامنے

Marfat.com

پیش کی گئی۔

ذہبی لکھتے ابن عدی کو اپنی کتاب میں ایسے دجال کا حال بیان نہیں کرنا چاہیے تھا۔

اس شخص نے جہاں حضرت علیؑ کی فضیلت میں روایات وضع کی ہیں وہاں حضرت امیر معاویہؓ کے فضائل میں بھی وضع کی ہیں۔ جو ہم انشاء اللہ مناقب معاویہؓ میں پیش کریں گے۔ یعنی جیسا موقع دیکھا ویسے بن گئے۔ میزان ج ۲ ص ۱۱

حضرت علیؑ کے عمامہ باندھنا

حضرت علیؑ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز میرے ایک عمامہ باندھا۔ اور اس کے دونوں کنارے میرے مونڈھوں پر ڈال لیے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری بدر و روز حنین فرشتوں کے ذریعہ مدد فرمائی۔ اور وہ فرشتے یہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ عمامہ مسلمین و مشرکین کے درمیان رکاوٹ ہے۔ پھر اس کے بعد لوگ آپؐ کے سامنے سے گزرنے لگے۔ اچانک ایک شخص کے ہاتھ میں عربی کمان تھی۔ اور ایک شخص کے پاس فارسی کمان تھی۔ آپؐ نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

تم ان دونوں کو ان کے مشابہ چیزوں کو اور نیزوں کو اختیار کرلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین میں تمہاری ان کے ذریعہ مدد فرمائے گا۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶

۱۔ اولین مسئلہ یہ ہے کہ ایک عمامہ بدر و حنین کے روز کتنے فرشتوں نے باندھا ہوگا۔ پھر انہوں نے یہ عمامہ یکے بعد دیگرے باندھا تھا۔ یا ایک ساتھ باندھا تھا۔ اور یہ کتنا طویل تھا جسے پہلے پانچ ہزار فرشتوں نے باندھا اور پھر وہ حضرت علیؓ کے سر پر آ گیا۔ حالانکہ ہم تو آج تک یہ سنتے آئے تھے کہ عمامہ بقدر رحمۃ۔ اگر واقعتاً اس عمامہ میں یہ اہم خصوصیت پائی جاتی تھی تو کم از کم جنگ احد کے وقت اس کی خاص ضرورت تھی۔ لیکن جب حضرت علیؓ پر الزام لگا تو یہ عمامہ باندھ دیا گیا۔ تاکہ اس عمامہ کے ذریعہ اس الزام کی پردہ پوشی کی جائے۔ لیکن صد افسوس کہ اتنا طویل عمامہ

Marfat.com

امیر معاویہؓ کے مقابلہ پر کچھ کام نہ آیا۔

۲۔ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشرکین بھی عمامہ باندھا کرتے۔ یہ عمامہ تمام عربوں کا لباس تھا نہ کہ صرف مسلمانوں کا۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غدیر خم پر سے آپؐ کا گزر حجۃ الوداع کے بعد ہوا اور جو تمام صحابہ احرام باندھ کر حج کو گئے تھے۔ اور اب اہل مکہ سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اس لئے کوئی ہتھیار ساتھ لے جانے کا کوئی مسئلہ نہ تھا تو وہاں قوس عربی یا قوس فارسی کا کون سا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اور وہ کتنے فارسی تھے جو حضورؐ کے ساتھ تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ میں سلمان فارسی کے علاوہ کوئی فارسی نہ تھا۔

عبداللہ بن بُسر الحُبرانی الحمصی

اس روایت کا راوی عبداللہ بن بسر الحبرانی الحمصی ہے یحییٰ بن سعید القطان کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۹۶ کتاب الضعفاء والمتروکین صفحہ ۵۵۔

پھر یہ عبداللہ بن بسر کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ روایت حکیم ابو الاحوص نے مجھ سے بیان کی اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ حالانکہ حکیم صحابی نہیں۔ اس صورت میں یہ روایت منقطع بھی ہوگی اور کبھی کہتا ہے کہ یہ روایت ابو راشد الحبرانی نے بیان کی اور اس نے حضرت علیؓ سے سنی جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان گپ ہے۔ اور حکیم ابو الاحوص ضعیف ہے اور ابو راشد الحبرانی مجہول ہے۔

علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل

ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ تمام مخلوق سے اسی طرح افضل ہیں جیسے بنفشہ کا تیل تمام تیلوں سے۔

اس روایت کا راوی عثمان بن عبداللہ الشامی ہے جس کا حال ابھی گزرا ہے۔ جو ثقہ راویوں کے نام سے موضوع کہانیاں نقل کرتا ہے۔ اس نے یہ داستان باقر کے ذریعہ ابو سعید خدریؓ سے نقل کی ہے۔ حالانکہ باقر نے ابو سعیدؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ ہاں یہ روایت پاکستانی تیل فروشوں کا بینک بیلنس بڑھانے

کے نمبر۔ نام آسلمی ہے۔

مسلم بن خالد الذنجی

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس میں کوئی خاص حرج نہیں۔ یحییٰ کے بارے میں عثمان دارمی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ثقہ ہے۔ لیکن بعض لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ وہ ضعیف حدیث کیا کرتے تھے

ساجی کا بیان ہے کہ بہت غلطیاں کرتا۔ علی بن المدینی کچھ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں ضعیف ہے۔ اگرچہ ابوداؤد نے اس سے روایت لی ہے۔ میزان ج ۴ صـ۱۰۲

میرا قرض ادا کرنے والا علیؓ ہے

حضرت ابوسعیدؓ نے سلمانؓ سے نقل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے۔ آپ کا وصی کون ہے؟ پہلے تو آپ کچھ دیر خاموش رہے (گویا یہ سوچ رہے ہیں۔ کہ سلمانؓ کے روبرو راز فاش کیا جائے یا نہیں) پھر بعد میں فرمایا۔ اے سلمانؓ میرا وصی، میرے راز کی جگہ، جن لوگوں کو چھوڑ کر میں جارہا ہوں ان میں سب سے بہتر۔ جو شخص میرا وعدہ پورا کرے گا اور میرا قرض اتارے گا۔ وہ علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ میزان ج ۴ صـ۲

حضرت سلمانؓ کے سوال کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لئے خاموشی اختیار کی۔ کیا یہ تو نہیں سوچ رہے تھے۔ کہ اتنے اہم راز کو کہیں یہ فاش نہ کردیں۔ اور سلمانؓ نے واقعتاً اسے فاش کردیا۔ لیکن ہم اتنا ضرور کہنے پر مجبور ہوں گے کہ سب وعدے ابوبکرؓ نے پورے کئے تھے۔ اور آپؐ کے تمام قرضے ادا کئے تھے۔ پھر حضرت حسینؓ کربلا میں بقول شیعہ حضرات کن قرضوں کی واپسی کی بات کر رہے تھے۔ اگر فی الواقع وہ قرض ادا نہیں ہوئے تھے تو اب ہمیں ادا کر دیتے جائیں۔

مزید لطف یہ ہے کہ رازدار رسول کا خطاب حضرت علیؓ کو دیا گیا۔ لیکن لے اُڑے حذیفہؓ بن الیمان حتیٰ کہ ان کا لقب رازدار رسول ہوگیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک درخت کی کھوہ میں یہ

Marfat.com

کہہ کر جا بیٹھے کہ اب کوئی امام نہیں۔ حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی۔ لیکن حضرت علی کو انہوں نے اپنا امام تسلیم نہیں کیا۔

ہاں ہم شیعہ صاحبان سے یہ ضرور سوال کرنا چاہتے ہیں کہ بقول سلمان بن حرب کا ایک وصی ہوتا ہے تو حضرت نوح، حضرت ادریس، حضرت شعیب، حضرت ایوب اور حضرت اسمعیل کا وصی کون تھا۔

اس روایت کا راوی وہی ناصح بن عبد اللہ الکوفی ہے۔ جس کا حال سطور بالا میں گزر چکا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت منکر ہے ناصح نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔

سماک بن حرب

اس کی کنیت ابوالمغیرہ ہے۔ قبیلۂ ہذیل سے تعلق رکھتا ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ مشہور علماء میں سے ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام اصحاب ستہ نے اس کی روایات لی ہیں۔

ابن المبارک نے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ سماک ضعیف ہے۔

جریر الضبی کا بیان ہے، میں سماک سے ملنے گیا۔ میں نے اسے کھڑے پیشاب کرتے دیکھا۔ میں واپس لوٹ آیا اور اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور یہ سمجھا کہ یہ شخص پاگل ہو گیا ہے۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ سماک ثقہ ہے۔ اگرچہ شعبہ اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

جنادالمکتب کا بیان ہے کہ ہم سماک کے پاس جاتے اور اس سے اشعار کا سوال کرتے اگر کوئی اہل حدیث بھی آجاتے سماک ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے اچھا سوال کرو، یہ ایک قسم کا بوجھ ہیں۔

حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے سماک کو یہ کہتے سنا ہے کہ میری اب نگاہ جاتی رہی۔ میں نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ دریائے فرات جاؤ اس میں اپنا سر ڈبو دے، لیکن اپنی آنکھیں کھلی رکھنا۔ اللہ تعالیٰ تیری بینائی لوٹا دیگا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری بینائی لوٹا دی۔ اور سماک یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے اسی صحابہ سے ملاقات کی ہے۔

امام احمد کا بیان ہے کہ سماک مضطرب الحدیث ہے۔ لیکن اس کی حدیث عبد الملک بن عمیر سے بہتر ہوتی ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ثقہ ہے سچا ہے۔ لیکن صالح جزرہ اسے ضعیف کہتے۔ نسائی

Marfat.com

تو یوں ہے کہ اب تنہا کوئی حدیث بیان کرے تو حجت نہیں۔ کیونکہ اسے جو تلقین کی جاتی وہ اسے قبول کرلیتا۔

حماد نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ دوں سماک سے کہتے کچھ لوگوں نے عکرمہ کے ذریعہ ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے تو وہ فوراً اس کا اقرار کرلیتا۔ لیکن میں نے اسے کبھی تلقین نہیں کی۔

قتادہ نے ابوالاسود دئلی سے نقل کیا ہے اگر تیری یہ تمنا ہو کہ اپنے ساتھی کو جھوٹ بولنا سکھا دے تو اسے تلقین دینا شروع کردو۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل کا بیان ہے۔ میں نے اپنے باپ کی تحریر میں ایک نامعلوم شخص کا یہ قول پڑھا ہے سماک بہت فصیح تھا۔ اپنی زبان اپنی فصاحت سے مزین کرتا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ مسلم نے اپنی روایت میں اس سے حجت پکڑی ہے۔

ابن المدینی کہتے ہیں اس سماک سے دو سو کے قریب روایات مروی ہیں۔ ابن عمار کا بیان ہے کہ ان میں غلطیاں کرتا۔ اور لوگوں کی بیان کردہ روایات میں اختلاف کرتا ہے۔

عجلی کا بیان ہے جائز الحدیث ہے لیکن سفیان ثوری اسے تھوڑا سا ضعیف کہتے۔ علی بن المدینی کہتے ہیں۔ اس کی عکرمہ سے روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ سفیان اور شعبہ نے انہیں عکرمہ کی روایت بیان کیا ہے۔ ابوالاحوص اور اسرائیل نے ان تمام روایات کو عکرمہ کے واسطے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے کہ اگرچہ یہ غیر عکرمہ میں نیک ہے۔ لیکن وہ مثبت لوگوں میں داخل نہیں۔

حضرت علیؓ باب حطہ ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ علیؓ باب حطہ ہیں۔ جو اس میں سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس سے خارج ہوگا وہ کافر ہوگا۔

Marfat.com

میزان ج ۱ صفحہ ۵۳۲

قوم یہود نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس پر جہاد سے انکار کیا تو انہیں چالیس سال تک مقام تیہ میں قید کر دیا گیا۔ جب نئی نسل پیدا ہو کر جوان ہوئی تو حضرت یوشع کے ذریعہ انہیں دوبارہ جہاد کا حکم دیا گیا۔ اور ارشاد ہوا۔

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ۔ — اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو معافی کے خواہاں ہیں ہم بخش دیں گے

خطاؤں کی آپ سے مغفرت چاہتے ہیں۔

یہ حکم یہود کے لئے مخصوص تھا۔ اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ جب تم دروازے میں داخل ہو تو یہ کہتے ہوئے داخل ہونا کہ حطۃ ۔ ہم معافی کے طلبگار ہیں۔ ہم تمہاری خطائیں معاف کریں گے انہوں نے اس حکم کی مخالفت کی اور ان پر طاعون نازل کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک روز میں ستر ہزار افراد مر گئے۔ اس واقعہ سے تمام کتب تفاسیر معمور ہیں۔

لیکن اس رافضیت نے حضرت علیؓ کو باب حطہ بنا کر اول تو اپنی جہالت کا ثبوت فراہم کیا۔ کیونکہ حطہ کسی دروازے کا نام نہیں۔ اور ساتھ ساتھ اس نے اپنے اس مسلک کی اشاعت کی کہ جس نے علیؓ کا دروازہ اختیار نہیں کیا۔ وہ باب حطہ میں داخل نہیں ہوا۔ اور جو باب حطہ میں داخل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ لہذا جو حضرت علیؓ کی ولایت کا قائل نہ ہو اور انہیں مولیٰ تسلیم نہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اس پر بھی اسی طرح عذاب نازل ہو جس طرح اس قوم یہود پر نازل ہوا تھا۔ اور کوئی سنی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو اختیار کیا ہو۔ لیکن بقول روافض کوئی سنی ایسا نہیں جس نے اس دروازے کو ترک نہ کیا ہو اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا دامن نہ تھاما ہو لہذا اسکے لئے ضروری ہوا کہ اس پر عذاب نازل ہو۔ اور اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو سبائیوں کو اپنے ساتھ ملا کر تنبیہ کر دیں اور علیؓ کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں باب حطہ قرار دیں۔ اور یہ تمام منازل کوفہ میں بیٹھ کر طے کر لئے ہوں لہذا جو شخص کوفہ آکر حضرت علیؓ کی قیادت کو قبول نہیں کرتا

Marfat.com

وہ عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ اور جس نے علیؓ کو چھوڑا، وہ کافر ہوا۔

لہٰذا تمام وہ حضرت جو امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مد مقابل ہوئے۔ اسی طرح وہ حضرات جنھوں نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ وہ سب کافر مرے۔ اور ان حضرات کی تعداد اسی نوے ہزار کے درمیان تھی۔ جب کہ حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ام المومنین عائشہؓ کے ساتھ مل کر جنگ کرنے والوں کی تعداد بقول ابن سیرینؒ تیس صحابہ سے زیادہ نہ تھی۔ اس لحاظ سے یہ سب صحابہ کافر تھے۔ حتیٰ کہ ان میں وہ حضرات بھی داخل تھے جن کے نام سے منسوب کر کے ہزارہا روایات وضع کی گئیں۔ مثلاً حضرت جابرؓ، حضرت بریدہؓ وغیرہ۔

اس داستان کا واضع حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے۔ بخاریؒ کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ ابوزرعہؒ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابوحاتمؒ کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے یہ غالی شیعہ ہے صحابہ اور نیک لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ بعض ضعیف راوی اس کی ضعیف روایت کا کچھ حصہ لے کر اور اس میں اضافات کر کے اس کی جانب منسوب کرتے۔ اس کے بعد ابن عدیؒ نے اس کی منکرات بیان کیں جن کا واضع اسے قرار دیا۔ ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے۔

ابومعمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائیؒ اور دارقطنیؒ لکھتے ہیں۔ یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص۳۳۔ ابوحاتمؒ کا بیان ہے۔ یہ قوی نہیں۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ حد سے زیادہ گمراہ تھا۔ نیک لوگوں کو گالیاں دیتا۔ میزان ج ۱ ص۵۳۔

دارقطنی لکھتے ہیں یہ حسین کوفہ کا باشندہ ہے۔ اشقر کے لقب سے مشہور ہے۔ شریک قیس بن جعفر الاحمر اور ہریم بن سفیان سے روایات نقل کرتا ہے۔ یہ قوی نہیں، کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۸۳۔

اس کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا۔

شریک اس حسین الاشقر نے یہ روایت شریکؒ سے نقل کی ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ خالص شیعہ ہے۔ اور اس کا داداسنان قاتل حسینؓ ہے یا کہ

Marfat.com

شریک نے یہ روایت عطا سے نقل کی ہے اگر عطا سے مراد عطا بن ابی رباح المکی ہیں تو وہ مسلم امام ہیں اور انہوں نے ابن عباسؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ لیکن اعمش جن سے شریک نے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے ان عطا سے کوئی روایت نہیں کی اس طرح یہ روایت منقطع ہوئی۔ لیکن اگر عطا سے مراد عطا بن السائب ہیں۔ اگرچہ وہ ثقہ ہیں لیکن ان کا حافظہ خراب تھا۔ اور اعمش نے ان سے روایات سنی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس عطاء نے ابن عباسؓ سے کوئی روایت نہیں سنی۔ یہ اس راوی کی جہالت کا اعلیٰ نمونہ ہے جو ہم نے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

جنّت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ علیؓ رسولؐ اللہ کے بھائی ہیں

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخی رسول اللہ

اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں علی رسول اللہ کے بھائی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس کا راوی کادح بن رحمہ ہے۔

کَادِحُ بن رَحْمَہ ہے۔ جو انتہائی زاہد اور پارسا ہے۔ لیکن ازدی کا بیان ہے کہ روایت حدیث میں کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس کا نام ابو رحمہ ہے۔

خطابی کا قول ہے میں ساٹھ روز اس کے پاس رہا۔ میں نے شب و روز میں کسی وقت اسے لیٹے نہیں دیکھا۔

بظاہر تو یہ بات بہت نیکی کی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا ذہن زہد و تقویٰ میں لگا ہوا ہو وہ حفظ حدیث کی جانب توجہ نہیں دے سکتا۔ اسی لئے امام یحیٰی بن سعید القطان نے فرمایا تھا۔

ما رایت اکذب من الصالحین فی الحدیث۔ — میں نے نیک لوگوں سے زیادہ حدیث میں کسی کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

اور امام مسلم نے یہ تشریح فرمائی ہے۔

Marfat.com

بل الکذب یجری علی لسانھم — بلکہ جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔

اس سے یہ قاعدہ ظاہر ہوگیا کہ جو شخص زیادہ نیک ہوگا وہ حدیث میں قطعاً کمزور ہوگا۔

اس کا درج نے یہ روایت مسعر کے واسطے عطیہ العوفی سے نقل کی ہے۔ اور عطیہ مشہور شیعہ ہے۔

جنت میں داخلہ کیلئے علیؓ کی محبت لازمی ہے

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص میرے پروردگار کی اس جنت میں داخل ہونا چاہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود لگایا ہے۔ اسے علیؓ سے محبت کرنی چاہیے۔

اس کا راوی قاسم بن محمد بن ابی شیبہ العبسی ہے۔ یہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ کا بھتیجا ہے۔ اس کا انتقال ۲۳۵ھ میں ہوا۔ یہ تمام آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کا بیان ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ قاسم بن محمد میرا چچا ہے۔ وہ روایت حدیث میں کیسا ہے۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! تیرا چچا ضعیف ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۳۷۹

یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی اس نے یہ روایت یحییٰ بن یعلی الاسلمی الکوفی سے نقل کی ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ شیعہ ہے، ضعیف ہے۔ تقریب صہ ۳۷۹

بخاری لکھتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ ترمذی نے اس کی روایت کو غریب اور منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ صہ ۴۱۵

عمار بن زریق یحییٰ نے اسے عمار بن زریق سے نقل کیا ہے۔ سلیمانی کا بیان ہے کہ وہ رافضی ہے۔ میزان ج ۳ صہ ۱۶۳

ابواسحٰق سبیعی عمار نے اسے ابواسحٰق سبیعی سے نقل کیا ہے۔ وہ اگرچہ ثقہ سمجھے جاتے ہیں لیکن مدلس ہیں۔ اور مدلس کی حدیث معنعن قطعاً قابل قبول نہیں ہوتی۔ اتفاق سے

Marfat.com

یہ روایت بھی مُعَنعَن ہے

زیاد بن مطرف ابو اسحٰق اسے زیاد بن مطرف سے نقل کرتا ہے جو مجہول ہے

اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونے کے لئے جن اوصاف کو لازم قرار دیا ہے ان میں یہ وصف شامل نہیں کیا گیا۔

مختصراً اس کی کوئی کل بھی درست نہیں۔ اور جب کوئی کل درست ہو جائے گی تو دیکھ غور کیا جائے گا

اے علیؓ تیری جانب سے لوگوں کے دلوں میں کینہ ہے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ اور آپؐ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ ہم ایک باغیچہ پر سے گزرے، میں نے کہا کتنا خوبصورت باغیچہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جنت میں تیرے لئے اس سے بھی زیادہ حسین ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغیچوں پر سے گذرے اور آپ ہر ایک کے سلسلہ میں یہی بات فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ جب راستہ سے کنارہ کش ہو گئے۔

تو آپؐ نے مجھے گلے لگایا اور رونے لگے۔ میں نے سوال کیا آپؐ کے رونے کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، میریؐ قوم کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا ہے۔ وہ تجھ سے یہ کینہ میرے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کینہ کیا میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگا۔ میزان ج ۳ صہ ۳۵۵

یہ روایت نسائیؒ نے مسند علی اور بغویؒ نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔

ہمارے نزدیک یہ روایت تقیہ کا ایک اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صحابہ سے خائف ہیں کہ انہیں فضیلت علیؓ کا علم نہ ہو۔ اسی لئے شہر سے دور جا کر جب کوئی دیکھنے والا نہ رہے علیؓ کو گلے لگاتے اور بے ساختہ روتے ہیں اور صحابہ کرام جو حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خائف ہیں۔ اور اپنا کینہ ظاہر نہیں کرتے۔ اسی لئے دونوں ہی تقیہ پر مجبور ہیں اس لحاظ سے دین کی سلامتی تقیہ ہی میں ہے۔ اور دین کے دس حصوں میں سے نو حصہ دین تقیہ پر موقوف ہے

Marfat.com

لہٰذا ہم تقیہ بازوں کے ڈر سے تقیہ کئے بیٹھے ہیں۔

یہ بھی ہم عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انصار مدینہ کے پاس کھجور کے کچھ باغات تھے۔ اور مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی پھل نہ تھا۔ اور نہ آج تک کسی اور پھل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ کم از کم ہمارے زمانہ تک تو یہی صورت حال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ افغانستان، ایران و کشمیر کا علاقہ نہ تھا جس میں پے در پے سات باغات گزرتے چلے گئے۔ اور وہ بھی سب سر راہ واقع تھے۔ یا دونے کے لئے جنگل میں جانا کونسی ضروری تھا؟

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ کو جنت میں اس سے بہتر باغات ملیں گے تو حضرت علیؓ کا تو بہت بڑا مقام ہے۔ ایک عام مسلم کو بھی جنت میں جو کچھ ملے گا اسے نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا۔ جب ایک عام مسلم کیلئے ہمارا یہ تصور ہے تو حضرت علیؓ کا تو بہت اونچا مقام ہے۔ اس بہلاوے سے حضرت علیؓ کو دنیا میں کیا فائدہ پہنچا۔ اگر واقعتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات فرمائی تھی تو حضرت علیؓ نے قبولِ خلافت کے وقت اس وصیت کو کیوں نہ ذہن میں رکھا؟

فضل بن عمیرۃ القیسی اس روایت کا راوی فضل بن عمیرۃ القیسی ہے۔ محدثین کا بیان ہے یہ ضعیف ہے۔ عقیلی کہتے ہیں وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جو دوسرا کوئی نہیں بیان کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ ثقہ ہے۔ لیکن ذہبی لکھتے ہیں یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ بلکہ منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ ص ۳۵۵

میمون فضل نے یہ روایت میمون سے نقل کی ہے۔ پھر بھی یہ کہتا ہے کہ یہ روایت میمون الکردی سے مروی ہے اور کبھی کہتا ہے میمون بن سیاہ سے مروی ہے۔ اور میمون اسے ابوعثمان النہدی سے نقل کر رہا ہے اور ابوعثمان کے شاگردوں میں میمون کردی داخل ہے میمون بن سیاہ نہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ میمون کردی ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۳۲۔ لیکن اگر میمون بن سیاہ مراد ہے۔ تو ابوداؤد کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ ص ۲۲۳

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انبیا کرام کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے

حضرت امامہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیا کو مختلف درختوں سے پیدا فرمایا ہے۔ اور مجھے اور علیؓ کو ایک درخت سے پیدا کیا۔ اس درخت کی جڑ میں ہوں فاطمہؓ اس کا تنا ہیں، علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسن و حسین اس کے پھل ہیں۔ ان شاخوں میں سے اگر کوئی ایک شاخ تھام لے گا۔ وہ نجات پا جائے گا۔ میزان ۳ صـ ۳۴۲

اللہ تعالیٰ نے تو قرآن میں یہ دعویٰ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ طِيْنٍ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس سلسلہ میں تخلیق آدم کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ درختوں سے پیدائش کی کہانی ان تمام آیات قرآنیہ کے خلاف ہے اور فقہاء احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی روایت خلاف قرآن ہو تو اس کی تاویل اگر ممکن ہے تو اس کی تاویل کی جائے گی ورنہ اسے باطل قرار دیا جائے گا۔ اور قرآن اس کی شہادت دے رہا ہے کہ تمام انسان مٹی سے پیدا ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے۔

لیکن شیعہ صاحبان کو اس روایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کو قبرستانوں کی بجائے درختوں میں دفن کرنا چاہیے۔ ہم بھی اس تماشہ کے منتظر ہیں۔ لیکن افسوس کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہؓ، حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما سب مٹی میں دفن ہوئے اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

فُضَال بن جُبَیر اس روایت کا راوی فضال بن جُبیر ہے۔ جو خود کو ابوامامہ کا دوست کہتا ہے۔ اس کی کنیت ابو مہند ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحیح نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں اس روایت کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضال کی روایت کو بطور حجت پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۳ صـ ۳۴۲

آگ سے بچاؤ کا ذریعہ حضرت علیؓ کی محبت ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا جہنم سے بچاؤ کا کوئی جواز ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں علیؓ بن ابی طالب کی محبت ہے۔ میزان ج ۳ صد ۳۳۹

اس روایت کا ایک راوی فارس بن حمدان العبدی ہے۔ جو روایات وضع **فارس بن حمدان بن عبدالرحمٰن العبدی** کیا کرتا اور یہ روایت موضوع ہے۔ فارس نے یہ روایت اپنے باپ دادا کے واسطہ سے، **شریک بن عبداللہ النخعی** سے نقل کی ہے۔ جو خالص شیعہ ہے۔ اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ شریک نے یہ کہانی،

لیث بن ابی سلیم سے نقل کی ہے۔ اس کے ضعف پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ اور اس کا تفصیلی حال پہلے پیش کیا جا چکا۔ لیث نے یہ روایت مجاہد کے واسطے طاؤس سے نقل کی ہے۔ حالانکہ طاؤس و مجاہد نے ایک دوسرے کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس سلسلہ میں صرف یہی کہنا کافی ہوگا۔

ع دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے باہر ہیں

حضرت علی فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علیؓ کے فضائل حدِ شمار سے زیادہ رکھے ہیں۔ جس نے ان کی ایک فضیلت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہ معاف فرماتا ہے اور جس نے علیؓ کی ایک فضیلت لکھی تو فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ لکھا ہوا موجود ہے اور جس نے فضائل علیؓ میں سے ایک فضیلت سنی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے ان تمام گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے۔ جو اس نے نگاہ کے ذریعے کئے ہوں۔

Marfat.com

علیؓ کی جانب دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی بندے کا ایمان علیؓ کی دوستی اور اس کے دشمنوں سے برأت (بیزاری) کے بغیر قبول نہیں کرتا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶

ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں جتنی روایات وضع کی گئی ہیں۔ ان میں سب سے بدترین اور رسوا کن ہے۔ لیکن ہمیں امام ذہبی کی رائے سے اس لئے اتفاق نہیں کہ اگر یہ نسخہ کار وجود میں نہ آتا تو ان احکاماتِ الہیہ سے چھٹکارا کیسے حاصل ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے امر و نہی کے سلسلہ میں قرآن میں دیئے ہیں۔ لیکن اعمال سے چھٹکارا اور گناہوں کی معافی اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے۔ جبکہ حضرت علیؓ کے دشمنوں پر تبرا بھیجا جائے۔

یہ تو غالباً آپ حضرات جان گئے ہوں گے کہ شیعہ فرقے کے نزدیک دشمنان علیؓ سے کون لوگ مراد ہوتے ہیں۔ اگر آپ نہ جانتے ہوں تو مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ پانچ نفوس کے علاوہ سب کافر تھے۔ ہاں ہم ان کے چند بڑے بڑے کافروں کے نام بتا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ اہل سنت والجماعت اسے ہضم کر سکیں۔

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ، معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، حبیب بن مسلمہؓ، عبید اللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ وغیرہ۔ اگر آپ ہیں سے کوئی شخص ان اشخاص میں سے کسی کو مسلمان سمجھتا ہے تو شیعہ مذہب میں آپ پر بھی تبرا بھیجنا لازم ہے۔

ہم بھی دشمنان علیؓ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک حضرت علیؓ کے اصل دشمن وہ قاتل عثمانؓ ہیں جنھوں نے اوّل حضرت علیؓ کو خلافت پر مجبور کیا۔ پھر انہیں مدینہ سے نکال کر لے گئے۔ اور اس طرح حضرت علیؓ کو اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا دیا۔ اور پھر حضرت حسینؓ کو کوفہ زبردستی طلب کر کے کربلا میں نہیں سرزمین نینوا میں انہیں ختم کر دیا۔ اور خود ہی سینہ کوبی میں مشغول ہو گئے۔ اور آج تک اس پر کاربند ہیں۔

محمد بن شاذان اس داستان کا راوی وہی محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے۔ جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند میں مزید چار مجہول اور موجود ہیں۔ یعنی حسن بن احمد المخلدی۔ حسین بن اسحاق، محمد بن عمار اور جعفر بن محمد بن عمار۔ یہ چار راوی

Marfat.com

تو مجہول ہیں ۔ اور ایک راوی کی ذات پر اختلاف یعنی جعفر بن محمد بن علی یعنی جعفر صادق جو بقول یحیٰی بن سعید مجالد سے بھی زیادہ کمزور ہیں ۔ اور اس روایت کا ایک راوی مشہور کذاب ہے یعنی **محمد بن زکریا الغلابی** ۔ دار قطنی نے اسے واضع الحدیث قرار دیا ۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۵

فضائل علیؓ کا شمار ممکن نہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تمام جھاڑ قلم بن جائیں ۔ اور سمندر سیاہی بن جائیں اور جنات حساب میں لگ جائیں اور تمام انسان لکھنے لگ جائیں تو وہ فضائل علیؓ کا شمار نہیں کر سکتے ۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶۶

دراصل یہ داستان قرآن کی اس آیت کے رد میں وضع کی گئی ۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۔ (الکہف)

آپ فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کے کلمات (لکھنے کے لئے) سمندر روشنائی بن جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے اگرچہ اس جیسی روشنائی اور لائی جاتے ۔

اس شیطان نے کلماتِ الہیہ کو فضائل علیؓ بنا دیا ہے ۔ ہاں روایت سے یہ نئی بات مزید معلوم ہوئی کہ شیعہ صاحبان حساب کا کام جنات سے لیتے ہیں ۔ ہم تو آج تک یہی تصور کرتے آئے تھے ۔ کہ حساب کے موجد انسان ہیں اور انہوں نے اس فن کو ترقی کی معراج پر پہنچا دیا ہے ۔ کیونکہ انہی کو حساب و کتاب کی ضرورت تھی ۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی ۔ اس کی اصل ضرورت شیاطین کو پیش آتی ہے ۔ کیونکہ وہ گمراہوں کا حساب کتاب کرتے رہتے ہیں ۔

محمد بن احمد اس روایت کا واضع محمد بن احمد بن علی بن شاذان ہے ۔ اس کی روایات نور الھدی ابو طالب الزینبی اور اخطب خوارزمی نے اپنی اپنی کتابوں میں فضائل علیؓ میں نقل کی ہیں ۔ اور یہ روایات کافی تعداد میں اور سب باطل اور رکیک ہیں ۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۶۶

Marfat.com

اس محمد کے سوا، اس روایت کی سند میں چار راوی مجہول ہیں۔ یعنی حسن بن محمد بن بہرام، یوسف بن موسیٰ القطان، معانی بن زکریا اور محمد بن احمد بن ابی الثلج۔ اس کے علاوہ ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

جو شخص علیؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور وہ علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میزان ۳ صفحہ ۳۱۵

اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ ہے۔ یہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے۔ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب۔

ابن حبان کا بیان ہے یہ اپنے باپ دادا سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ جن میں سے ایک روایت یہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں یہ شخص متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۱۵

قریش کے دو بدبخت

حضرت علیؓ فرماتے ہیں قرآن میں جو یہ آتا ہے۔ وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (اور انہوں نے اپنی قوم کو جہنم میں پہنچا دیا۔) اس سے قریش کے دو بدبخت مراد ہیں۔ میزان ۳ صفحہ ۲۹۵

حاشا وکلا جو حضرت علیؓ ایسی بات فرماتے کیونکہ اس روایت میں افجران دو بدبختوں سے مراد ابوبکرؓ وعمرؓ ہیں۔ اس روایت کا راوی وہی شرابی عمرو ذومر ہے۔ اور اس سے یہ کہانی نقل کرنے والا ابو اسحاق ہے۔ ہمیں تعجب تو اس ابو اسحاق پر ہے کہ تمام محدثین اسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ روایت ثابت کر رہی ہے کہ ابو اسحاق بھی رافضی ہے۔ کیونکہ بعد کے تمام راوی معتبر اور اہل سنت کے امام ہیں۔ اس لئے یہ روایت وضع کرنے والا عمرو ذومر ہے۔ اور اس کی اشاعت کرنے والا ابو اسحاق ہے

Marfat.com

اے اللہ جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میںؐ جس کا مولیٰ ہوں علیؓ بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ اے اللہ جو علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ میزان ج ۳ صہ ۲۹۴

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ لفظ مولیٰ اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رافضیوں نے اپنی کہانیوں میں اسے حضرت علیؓ کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ علیؓ کے پردہ میں اللہ تھا۔ اس لئے لفظ مولیٰ کا اللہ کے سوا کسی اور کے لئے استعمال جائز نہیں۔

عمرو ذومر اس کہانی کا راوی عمرو ذومر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ ذومر ابواسحاق کے ان اساتذہ میں داخل ہے۔ جو قطعاً مجہول ہیں اور جن کا اتا پتہ کسی کو معلوم نہیں۔ بلکہ ہمیں یہ خبر نہیں کہ ابواسحاق کو اس کا اتا پتہ معلوم تھا یا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عکرمہ عبداللہ بن سوار کے ہاں ٹھہرا کرتا۔ اور یہ عبداللہ بن سوار ذومر کا باپ ہے۔ عبداللہ بن سوار اپنے بیٹے سے کہتا اس سے احادیث سنو۔ عکرمہ اس عمرو کو تلاش کرتا۔ لیکن یہ عمرو شراب پینے میں مشغول رہتا۔ میزان ج ۳ صہ ۲۹۵

اس روایت میں ایک مزید خامی یہ ہے کہ ابواسحاق مدلس ہے اور مدلس عام طور پر حرف عن سے روایت کرتے ہیں تاکہ کسی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ اس نے بیان کردہ راوی سے ملاقات بھی کی تھی یا نہیں اسی لئے حدیث معنعن قابل قبول نہیں ہوتی۔

جابر بن حرّ ابواسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والا جابر بن حرّ ہے۔ ازدی کہتے ہیں محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ میزان ج ۱ صہ ۳۳۷

مخول بن ابراہیم جابر سے یہ کہانی مخول بن ابراہیم نے نقل کی ہے۔ یہ کوفہ کا باشندہ تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ رافضی تھا اور اہل سنّت سے بہت

Marfat.com

بغض رکھتا تھا۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ ایک روز ایک سیاہ فام شخص کو دیکھ کر بولا۔ میرے نزدیک یہ شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے افضل ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوں

حضرت علیؓ فرماتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی۔ آپ کا ولی۔ آپ کا چچازاد بھائی اور آپ کا وارث ہوں، مجھ سے زیادہ اس کا حقدار کون ہو سکتا ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۲۵۵

اس کا راوی عمرو بن حماد بن طلحہ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ انشاء اللہ وہ سچا ہے۔ کیونکہ ابوحاتم رازی اور یحیٰی بن معین نے اسے سچا اور مطینؔ نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوداؤد کا کہنا ہے کہ یہ عمرو بن حماد رافضی ہے۔ قناد کے لقب سے مشہور ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۳۵۵

ایک جانب تو ذہبی عمرو بن حماد کو ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ——— ہے۔ لیکن اس کی کوئی خاص وجہ بیان نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک اس کے منکر ہونے کی ایک وجہ تو عمرو بن حماد کا رافضی ہونا ہے اور دوسری اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرو بن حماد نے اسے

اسباط بن نصر سے روایت کیا ہے۔ جسے ابونعیم اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور وہ بھی شیعہ ہے اور اس روایت کا راوی ہے کہ آپ نے علیؓ، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ سے فرمایا تم جس سے جنگ کرو گے میں اس سے جنگ کروں گا اور جس سے صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۱۸۶

سماکؒ بن حرب اسباط نے یہ روایت سماک بن حرب سے نقل کی ہے۔ اس کا آخر عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا لوگ اس سے جس بات کو حدیث کہلوانا چاہتے وہ اسے حدیث کہہ دیتا۔ اور خاص طور پر وہ جتنی روایات عکرمہ سے نقل کرتا ہے وہ اسی قسم کی ہوتی ہیں کہ لوگوں نے گھڑ کر اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے اپنے پاگل پن سے اسے روایت کر دیا۔ اور اتفاق سے سماکؒ نے یہ روایت عکرمہ سے نقل کی ہے۔ گویا کہ ہر وہ روایت جسے سماکؒ عکرمہ سے

Marfat.com

نقل کرے وہ درست نہیں ہوتی۔ میزان ج ۲ صد ۲۳۳

عکرمہ مولیٰ ابن عباس جہاں تک عکرمہ کا تعلق ہے تو اسے اگرچہ بہت سوں نے ثقہ کہا ہے لیکن بہت سے اسے کذاب کہتے ہیں۔ مثلاً سعید بن المسیب، محمد بن سیرین، ابن عون اور مالک وغیرہ، اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی کا بیان ہے کہ یہ میرے باپ پر جھوٹ بولتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک یہ روایت عکرمہ نے بیان نہیں کی۔ بلکہ سماک نے اپنے پاگل پن سے اس کی جانب منسوب کر دیا۔ ورنہ عکرمہ تو خارجی تھا اور حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں کا قتل واجب تصور کرتا تھا۔ اس لئے وہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔

حضرت علیؓ چار انگوٹھیاں پہنے رہتے

عبدخیر کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں جنھیں وہ پہنے رہتے، قوت قلب کے لئے یاقوت کی۔ بینائی کے لئے فیروزہ کی اور چینی لوہے کی قوت باہ کے لئے اور عقیق کی پناہ کے لئے۔

عبدخیر سے اس کہانی کو جس متبرک ہستی نے نقل کیا ہے ان کا نام سُدّی ہے ان کا حال پہلے گزر چکا، اس کا ایک راوی

ابوجعفر الرازی ہے۔ اس کا نام محمد بن احمد بن سعید ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ میں اسے نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت باطل ہے۔ اور یہ ساری آفت اسی کی ڈھائی ہوئی ہے۔ میزان ج ۲ صد ۴۵

ہاں یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی پہننے کے باوجود کوفہ میں ان کا قتل عام ہو جائے رہ گئی جان کی حفاظت تو عقیق کی انگوٹھیاں بازاروں میں ماری ماری پھرتی ہیں۔ بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس انگوٹھیاں پہنے پھرتے ہیں۔ لیکن موت اپنے وقت پر آتی ہے۔ یا فیروزے

Marfat.com

کی انگوٹھی۔ اس کے پہنے بغیر کوئی شیعہ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ فیروزہ فیروز کی یادگار ہے جو قاتل عمرؓ ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اسے نہ پہنا جائے۔ اسی سے تو سب فالیں کھولی جاتی ہیں۔

جہاں تک ہمارے اپنے تخیل کا تعلق ہے۔ تو حضرت علیؓ پکے موحد تھے نہ وہ بت پرست تھے اور نہ سنگ پرست۔ یہ دوسری بات ہے کہ انگوٹھی کو سنت رسول سمجھتے ہوئے پہنتے ہوں۔ اگرچہ اس میں اختلاف ہے۔ محققین کا مسلک یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء انگوٹھی کو بطور مہر استعمال کرتے نہ کہ عورتوں کی طرح ہاتھوں میں سجاتے۔

میرے بعد علیؓ کے پاس پناہ لینا

حضرت صفیہؓ بنت حیی زوجہ رسول فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی بیویوں میں سے کوئی بیوی ایسی نہیں جس کا قبیلہ موجود نہ ہو۔ جہاں جاکر وہ پناہ نہ لے سکے لیکن میرا تو کوئی قبیلہ نہیں۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آگیا تو میں کس کے پاس پناہ لوں۔ آپؐ نے فرمایا علیؓ کے پاس۔ میزان ج۲ ص۳۲۸

یہ کیا عالم غیب کی باتیں ہو رہی ہیں؟ عالم شہود میں تو ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ ان کے نخرے اٹھاتے رہے اور جب حضرت علیؓ خلیفہ بنائے گئے تو مدینہ چھوڑ کر چلے گئے۔ اس داستان کا راوی **مالک بن مالک** ہے۔ جو یہ داستان حضرت صفیہؓ سے نقل کر رہا ہے اور اس سے یہ داستان ابواسحاق سبیعی نے نقل کی ہے۔ لیکن اس مالک کو کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس مالک کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج۳ ص۴۲۸

ذہبی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ضرار بن صرد ہے۔ جو ضعیف ہے۔

ضرار بن صُرد ذہبی اس کے حال میں لکھتے ہیں اس کی کنیت ابونعیم الطحان ہے۔ بخاری کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں۔ ایک نعیم النخعی اور ایک یہ ضرار بن صرد۔ اس نے جتنی روایات بیان کی ہیں سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں بیان کی ہیں۔ میزان ج۲ ص۳۲۷

Marfat.com

حسین ابن الحسن الاشقر الکوفی

اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی روایت غور طلب ہے

ابوزرعہ کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں قوی نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں حد سے بڑھا ہوا ہے نیک لوگوں کو گالیاں دیتا تھا۔ اس کی متعدد منکرات نقل کر کے لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ساری بلا اس حسین کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہذلی کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دارقطنی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ۲۰۸ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ گویا اس روایت کے تین راوی ماشاء اللہ ہیں اور رافضی اور کذاب ہیں۔

حضرت علیؓ ابو بکرؓ سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ابو بکرؓ سب کے والی بن گئے، حالانکہ میں خلافت کا سب سے زیادہ حقدار تھا۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

کثیر بن یحییٰ بن کثیر

اس روایت کا راوی کثیر بن یحییٰ ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے شیعہ ہے۔ ازدی کہتے ہیں یہ منکر روایات نقل کرتا ہے۔ عباس بن العظیم العنبری فرماتے ہیں اس کی کوئی روایت نقل کرو۔

اس کثیر سے نقل کرنے والے ابو عوانہ ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں یہ ابو عوانہ پر جھوٹ ہے۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں لی۔ اور اس کثیر سے نقل کرنے والے کا کچھ اتا پتہ نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۴

جب ابو عوانہ پر یہ روایت جھوٹ ہے تو خالد الحذاء، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اور ان کے والد ابو بکرہؓ صحابی کیسے روایت کر سکتے ہیں۔ جب کہ ابو بکرہؓ نے جمل و صفین میں بھی تلوار اٹھانا گوارا نہ کیا۔ اور یہ روایت بیان کی کہ جب دو مسلمان باہم قتال کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔ اور اسی باعث حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ گویا ابو بکرہؓ اس کے کیا قائل ہوتے کہ علیؓ کا پہلا نمبر ہے۔ وہ تو چوتھا نمبر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

Marfat.com

علیؓ کا منبر تمام انبیاء کے منبروں سے بڑا ہو گا

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر نبی کو ایک نور کا منبر ملے گا۔ اور علیؓ کے پاس سب سے طویل اور سب سے زیادہ نورانی منبر ہو گا۔ ایک منادی ندا کرے گا: نبی امی کہاں ہیں؟ تو انبیاء جواب دیں گے ہم سبھی نبی امی ہیں۔ تو کہا جائے کا نبی امی عربی کہاں ہے۔ راوی کہتا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے۔ اور جنت کے دروازے پر آئیں گے۔ اسے کھٹکھٹائیں گے۔ آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا۔ آپ اس میں داخل ہوں گے تو پروردگار تجلی فرمائے گا اور یہ تجلی کسی نبی کے لئے قطعاً نہ ہوگی۔ اسے دیکھ کر آپ سجدے میں گر جائیں گے۔ یہ حدیث انتہا سے زیادہ غریب ہے۔

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ہر امام کا مقام بجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑھ کر ہے۔ لہذا منبر علیؓ سب سے زیادہ طویل اور سب سے زیادہ نورانی ہونا چاہیے۔

سنیوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی امتی کسی نبی کا مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ کجا کہ اسے تمام انبیاء پر فوقیت ہو۔ اس داستان کا راوی

کثیر بن حبیب اللیثی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ اگرچہ اس کثیر کو ابن ابی حاتم نے ثقہ کہا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۳

اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کریگی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ میزان ج ۳ ص ۴۰۱

جب حضرت علیؓ کو اس بات کا علم تھا تو انہیں خلافت سنبھالنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ اور اگر سنبھالی تھی تو کسی کے ساتھ بگاڑ نہیں رکھنا چاہیے تھا۔

Marfat.com

کامل بن العلأ السعدی

اس روایت کا راوی کامل بن العلأ السعدی الکوفی ہے۔ اس کی کنیت ابو العلاء ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ یہ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا رہتا۔ اور صحابی کے قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرتا ہے۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۰۱

کامل نے یہ روایت حبیب بن ابی ثابت سے نقل کی ہے اور حبیب نے

ثعلبہ بن یزید الحمانی سے نقل کی ہے۔ ثعلبہ حضرت علیؓ کی جانب سے پولیس افسر تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ یہ شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں اس کی روایت پر اعتراض ہے۔ یعنی اے علیؓ! امت تیرے ساتھ غداری کرے گی۔ اس روایت کو ثعلبہ سے حبیب نے نقل کیا ہے۔ اور کوئی اس روایت کو نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ا صفحہ ۳۰۱۔ اس ثعلبہ کو اگرچہ نسائی نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام شعبی تابعی کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔ اور محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ علیؓ سے جتنی روایات مروی ہیں سب جھوٹ ہیں۔

علیؓ سے محبّت کرنیوالے کو پسینہ کے ہر قطرہ کے بدلے جنّت میں ایک شہر ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے علیؓ سے محبت کی۔ اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدن کے پسینہ کے ہر قطرے کے بدلے جنّت میں ایک شہر عطا فرمائے گا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۶۰۴

اس کا واضع وہی ابن شاذان ہے۔ اور اس نے اس روایت میں امام مالک کا نام بھی لیا ہے۔ حاشا وکلا امام مالک کی مرویات محدثین میں مشہور ہیں ہمیں ان کی مرویات میں یہ روایت کہیں نظر نہیں آتی۔

ہاں ہمیں یہ سنکر ضرور خوشی حاصل ہوئی کہ ہر شیعہ کو جنّت میں شہروں کی صورت میں اتنی

Marfat.com

بڑی مملکت عطا فرمائے گا جس پر کسریٰ پرویز بھی حسد کرے گا۔ اور موجودہ دور کے امریکہ اور روس بھی۔ اتفاق سے شیعوں کی ہمیشہ سے تمنا یہی رہی ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے حضرت علیؓ اور حسینؓ کو استعمال کیا گیا۔ اور جب دنیا میں حسرت پوری ہوتی نظر نہ آئی تو جنت کے ٹھیکیدار بن گئے۔

علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے معاذؓ کو ہمیشہ علیؓ کی جانب دیکھتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔ میزان ج ۳ ص۴۰۵

ذہبی لکھتے ہیں اس کا واضع

محمد بن اسمٰعیل الرازی محمد بن اسمٰعیل بن موسیٰ بن ہارون الرازی ہے خطیب لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس روایت کا واضع یہی ہے۔ خطیب نے اس کی متعدد موضوعات نقل کی ہیں۔ اس رازی کا انتقال ۳۵۰ھ کے بعد ہوا۔

موسیٰ بن نصر الرازی محمد بن اسمٰعیل الرازی کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ روایت موسیٰ بن نصر الرازی سے سُنی ہے۔ جو جریر کے شاگرد تھے۔ خطیب کا دعویٰ ہے کہ محمد بن اسمعیل الرازی نے موسیٰ بن نصر سے کبھی ملاقات نہیں کی۔

اس روایت میں ایک عیب یہ ہے کہ محمد بن اسمٰعیل کا دعویٰ ہے کہ یہ روایت محمد بن القیس نے ہوذہ سے نقل کی ہے اور ہوذہ نے ابن جریج سے اور ابن جریج نے ابو صالح سے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ محمد بن ایوب نے ہوذہ کا زمانہ نہیں پایا اور ہوذہ نے ابن جریج کا اور ابن جریج نے ابو صالح کا زمانہ نہیں پایا۔ گویا ان کے درمیان میں کم از کم تین راوی اور ہونے چاہئیں۔

اس کی سند پر اور بھی اعتراضات کئے جا سکتے ہیں لیکن ہماری تو غرض صرف اتنی سی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت معاذؓ کو یہ عمل کرتے کب دیکھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضورؐ کی حیات میں

دیکھا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر تو ہین رسولؐ کیا ہو گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چھوڑ کر حضرت علیؓ کے چہرے کو دیکھا جائے اور وہ بھی لگاتار یعنی ٹکٹکی باندھ کر۔ کیونکہ لفظ یدیم دوام ثابت کرتا ہے اور یہ کسی صحابی سے ممکن نہیں لیکن فرقہ شیعہ اس امر کا دعویدار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی جانب دیکھنا کوئی عبادت نہیں۔ لیکن علیؓ کے چہرے کی جانب دیکھنا عبادت ہے۔

لیکن اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ معاذؓ نے یہ عمل حضورؐ کی وفات کے بعد شروع کیا تو وفاتِ رسول کے بعد صحابہ کرام مرتدین کے قلع قمع میں لگے رہے۔ اور بعد میں معاذؓ شام کی مہمات میں ابو عبیدہؓ کے ساتھ چلے گئے اور وہیں ۱۶ھ میں انتقال فرمایا۔

دراصل سبائیوں نے یہ تصور کر لیا ہے کہ سنی جاہل اور بے وقوف ہیں لہذا انھیں جو چاہے سبق پڑھا دو۔ تو اللہ کا کرم ہے کہ ابھی کچھ صاحب علم باقی ہیں۔

اگر کوئی صاحبِ استغراق یہ فرمائیں کہ یہ سب کچھ عالم استغراق میں ہوتا تھا۔ تو حضرت معاذؓ کا تمام استغراق جہاد میں تھا۔ اور اس وقت اسی استغراق کی ضرورت تھی۔ انہیں حضرت علیؓ کے سلسلہ میں کسی استغراق کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تین شخصوں نے اللہ کے ساتھ کبھی کفر نہیں کیا۔ ایک مؤمن آل یٰسین، ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک علیؓ بن ابی طالب

میزان ج ۴ ص ۶۴

اس روایت کا جھوٹا ہونا اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اس لئے کہ حضرت آسیہ فرعون کی کی بیوی پہلے متفقہ طور پر کافرہ تھیں، بعد میں حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائیں۔ اس طرح آل یٰسین پہلے کافر تھا۔ بعد میں حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔

جہاں تک حضرت علیؓ کا تعلق ہے تو اگر وہ روزِ پیدائش ہی سے مومن تھے۔ جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے اپنی جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی پیدائش کے تیسرے روز سورۃ

Marfat.com

مومنوں کی تلاوت فرمائی جب کہ ابھی حضور کو نبوت بھی نہ ملی تھی ۔ اور فاطمہؓ بنت اسد تو حضرت علیؓ کی پیدائش کے وقت بھی مسلمان تھیں ۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ فاطمہؓ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ کا کوئی رافضی حضور کے بعد تذکرہ نہیں کرتا ، اور لطف یہ کہ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ النساء بنا یا گیا لیکن فاطمہؓ بنت اسد کو قطعاً بھلا دیا گیا ۔ حالانکہ وہ تو سب سے پہلے امام کی ماں تھیں ۔

ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت علیؓ نابالغ تھے ۔ اور نابالغ غیر مکلف ہوتا ہے ۔ اور فرقہ شیعہ کے نزدیک وہ پیدائش کے وقت ہی مسلمان تھے ۔ ایسی صورت میں ان کے اسلام کی کہانیاں کیا معنیٰ رکھتی ہیں اور علی الخصوص ایسی صورت میں کہ حضور کی صاحبزادیوں کے ایمان کا کوئی تذکرہ نہیں ہے ۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اسے کیا کہیئے

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ بچپن میں حضرت علیؓ کی پرورش حضور نے فرمائی حتیٰ کہ جلاء العیون میں ہے کہ تیسرے روز آپ علیؓ کو لے آئے تھے ۔ ایسی صورت میں ان کے کفر کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے ۔

محمد بن المغیرۃ دراصل اس روایت کا راوی محمد بن مغیرۃ الشہرزوری ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حدیث چور تھا ۔ اور روایت وضع کیا کرتا تھا ۔ میزان ج ۴ صفحہ ۴۶

یحییٰ بن الحسین محمد بن المغیرۃ نے یہ روایت یحییٰ بن الحسین المدائنی سے نقل کی ہے جو ابن لہیعہ سے نقل کرتا ہے ۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ مجہول الحال ہے ۔ دف خطیب نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے ۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۶

اس محمد بن مغیرہ نے یہ داستان عبداللہ بن لہیعہ سے نقل کی ہے ۔ ہم اس کا حال پہلے بیان کر چکے ہیں ۔ الغرض یہ روایت جھوٹ کا ایک پلندہ ہے ۔

رحمت الٰہی سے مراد علیؓ ہیں

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ جو یہ فرماتا ہے ۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ

وَبِرَحْمَتِهٖ ۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ۔

ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں فضل اللہ سے مراد محمدؐ اور رحمت اللہ سے مراد علیؓ ہیں۔

میزان ج ۳ ص ۱۳۳

سُدّی ابن عباسؓ کے اس قول کا راوی محمدؒ بن مروان ہے جو سدیؒ صغیر کے لقب سے مشہور ہے تمام محدثین نے اسے ترک کیا ہے اور بعض حضرات نے اسے کذاب کہا ہے تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ۔

کلبی سدیؒ نے یہ تفسیر کلبی سے نقل کی ہے ۔ جو مشہور رافضی اور کذاب ہے ۔ یہ تفسیر ابو صالحؒ سے نقل کرتا ہے ۔ جسے اس نے دو ایک بار دیکھا تھا ۔ لیکن اس نے اسے پوری تفسیر گھول کر پلا دی ۔ اسی طرح ابو صالحؒ نے کبھی ابن عباسؓ کو نہیں دیکھا لیکن وہ تفسیر ابن عباس ابو صالحؒ کو دیکھے بغیر گھول کر پلا گئے اور پھر ابو صالحؒ نے اسے کلبیؒ کو گھول کر پلا دیا ۔

بقول ابن حبانؒ کلبی کو جب جھوٹ بولنا ہوتا ہے تو وہ اس کام کے لئے ابو صالحؒ کو قبر سے باہر نکال کر کھڑا کر دیتا ہے اور پھر اس کے نام سے خوب دل کھول کر جھوٹ بولتا ہے ۔ اور چونکہ ہم جھوٹ کے دلدادہ ہیں ۔ لہذا ہم نے تفسیر کلبی کا نام تفسیر ابن عباسؓ تجویز کیا اور پھر اس نام سے اس کی اتباع شروع کر دی ۔ اس کی تفصیل پہلے بارہا گزر چکی ہے ۔

حضرت علیؓ سے دوستی نہ رکھنے والا جنّت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیگا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ اے علیؓ! اگر کوئی بندہ ایک ہزار سال تک اللہ کی عبادت کرتا رہے ، اس کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے اور صفا و مروہ کے درمیان مظلوم قتل ہو ۔ لیکن وہ شخص تجھ سے دوستی

Marfat.com

نہ رکھتا ہو تو وہ شخص جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور اس میں داخل بھی نہ ہوگا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۵۹

ہم یہ پہلے تحریر کر چکے کہ جس روایت میں یا علی رضی ہو موضوع ہوتی ہے۔ اس روایت میں یا علی رضی آرہا ہے۔ اور کم از کم ان روایات کے مطالعہ کرنے کے بعد حضرات ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کا تصور ذہن سے قطعاً نکل جاتا ہے۔ اور یہ ماننے میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی کے علاوہ بقیہ صحابہ سب منافق تھے لیکن یہ منافقت کا مرض یا تو یہودیوں میں پایا جاتا ہے یا عجمیوں میں۔ عربوں میں زمانہ کفر میں بھی یہ مرض نہ تھا۔ کیونکہ منافقت کا مرض ہمیشہ کمزور لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

محمد بن عبداللہ البلوی

اس کا راوی محمد بن عبداللہ بن محمد البلوی ہے۔ اور اس کی یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں یہ محمد بن عبداللہ کذاب ہے اور یہ روایت قطعاً موضوع ہے۔

ابراہیم

بلوی نے یہ روایت ابراہیم سے نقل کی ہے۔ یہ ابراہیم کون سا ہے۔ اس کا علم یا تو کسی عالم الغیب کو ہو سکتا ہے یا یہ جھوٹ وضع کرنے والے کو۔ کیونکہ جب تک ابراہیم کے باپ کا نام معلوم نہ ہو وہ قطعاً مجہول ہے۔ امام ذہبی نے اپنی میزان الاعتدال میں ۱۳۲ ابراہیم نامی راویوں کا ذکر کیا ہے جو تقریباً سب ضعیف ہیں۔ اور یہ ابراہیم عبیداللہ بن العلاء سے نقل کر رہا ہے جس کا وجود ہمیں تاریخ میں نظر نہیں آیا۔ اور عبیداللہ اپنے باپ علاء سے نقل کرتا ہے۔ یہ علاء کون ہے اس کا بھی ہمیں علم نہیں۔ کتب رجال میں سو کے قریب علاء نامی افراد پائے جاتے ہیں جن میں ستر سے زیادہ ضعیف ہیں اور اتفاق سے ان میں کوئی ایسا علاء موجود نہیں جو زید بن علی بن حسین سے حدیث روایت کرتا ہو۔ کیونکہ موجودہ روایت کا علاء زید بن علی بن حسین سے روایت کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ علاء علم باطن کا کوئی راز ہو۔ یا امام غائب کی طرح وہ بھی اس دنیا سے غائب ہو۔ ان تمام امور کی وضاحت رافضی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نہ ہم رافضی ہیں اور نہ علم باطن کے ماہر ہیں۔

Marfat.com

آسمان سے اخروٹ کا نزول

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں ایک اخروٹ تھا۔ جبرئیلؑ نے آپؐ کو وہ اخروٹ دیا، آپ نے اسے توڑا تو اس میں ایک سبز کاغذ رکھا ہوا تھا۔ جس پر نور سے لکھا ہوا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے آپ کی تائید علیؓ سے کی۔ اور انہی کے ذریعہ آپ کی مدد کی۔ جس نے مجھ پر میرے فیصلہ میں تہمت لگائی یا مجھ پر رزق میں تاخیر کا الزام لگایا وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا۔ میزان ج ۳ صـ۱۰۹

عجیب لطیفہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھوک لگ رہی ہے۔ تو اخروٹ نازل ہوتا ہے اور وہ بھی کھانے کے لئے نہیں۔ بلکہ حضرت علیؓ کی فضیلت میں ایک جملہ لکھا ہوا ملا۔ توسوال یہ ہے کہ کیا اس جملہ سے بھوک مٹ گئی؟ اگر ایسا واقعہ پیش آیا تھا تو حضرت علیؓ کے پجاریوں کو بھوکا رہنا چاہیے تھا۔ لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس فرقہ سے زیادہ پیسے کا بھوکا کوئی اور فرقہ شاید ہی ہو۔

محمد بن ابی الزعیزعہ

اس کا واضع محمد بن ابی الزعیزعہ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۱۰۹

اس کا ایک اور راوی میمون بن مہران ہے جو مجہول ہے۔

چار افراد ایک مخصوص مٹی سے پیدا ہوئے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ہارونؑ، یحییٰؑ اور علیؓ ایک مٹی سے پیدا ہوئے۔ آج تک ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کس شئے سے پیدا ہوئے۔ کبھی یہ دونوں حضرات نور سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی درخت سے اور کبھی مٹی سے۔ پھر ان کے ساتھ کبھی تخلیقی عمل میں حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ شریک ہوتے ہیں۔ کبھی اور دیگر افراد

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں حضرت زینب رضؓ۔ حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ کبھی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان کی اولاد۔ ان حضرات کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ ان بیٹیوں کے خاوند اموی ہیں اور ان کی اولاد بھی اموی ہے۔ اور تشیع نے ہمیں یہ سبق پڑھایا ہے کہ بنوامیہ تو حضور کے پکے دشمن تھے لیکن مکی زندگی میں بنو امیہ کے جتنے افراد ایمان لائے بنو ہاشم خاندان میں سے اس کے آدھے بھی ایمان نہ لائے۔ اسی باعث کسی ہاشمی عورت کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ جب کہ ام المومنین ام حبیبہ رضؓ حضرت ابوسفیان رضؓ کی صاحبزادی آپؐ کے نکاح میں آئیں جو کہ اموی تھیں۔

جس طرح آپؐ کی دیگر صاحبزادیاں اموی ہونے کے باعث آپؐ کی اولاد ہونے سے خارج ہوتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ رضؓ کی اولاد میں سے حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم اس خیر سے محروم ہوتی ہیں۔ زینب اس لئے خارج ہیں کہ حضرت حسین رضؓ کی شہادت کے بعد انہوں نے یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اور فرمایا کہ میں یہاں اپنے داماد کے پاس رہوں گی۔ اور آج تک ان کا مزار دمشق میں ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ یزید پر قتل حسین رضؓ کا الزام سراپا جھوٹ ہے۔

رہیں حضرت ام کلثوم رضؓ انہوں نے حضرت عمر رضؓ سے نکاح فرمایا۔ اور اتفاق سے یہ نکاح پڑھانے والے حضرت حسن رضؓ تھے۔ اس لحاظ سے حضرت عمر رضؓ کی اولاد بھی بنی ہاشم ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں نسب عورت سے چلتا ہے مرد سے نہیں۔ لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ حضور کی صاحبزادیاں حضرت زینب رضؓ، حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ بھی ہاشمیہ تھیں۔ اگرچہ وہ اموی کے نکاح میں گئیں۔ لیکن ان کی اولاد بھی تو ہاشمی ہوگی۔ اسی لئے تو حضرت فاطمہ رضؓ کے علاوہ بقیہ صاحبزادیوں کا پتا کاٹا جاتا ہے۔

اس کا راوی محمد بن خلف المروزی ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن جوزی نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ میزان ج ۳ ص ۵۳۸

Marfat.com

فرشتے سات سال تک حضرت علیؓ پر درود پڑھتے رہے

حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے مجھ پر اور علیؓ بن ابی طالب پر سات سال تک درود پڑھتے رہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت زمین سے آسمان کی جانب بلند نہیں ہوتی بجز میرے اور علیؓ کے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

جب کلمہ شہادت حضرت علیؓ اور حضورؐ کے علاوہ کسی کا قابلِ قبول نہیں اور نہ وہ آسمانوں پر چڑھتا ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ کے علاوہ سب کا اسلام غیر مقبول ہے۔ جن میں خاص طور پر حضرت فاطمۃؓ اور حضرات حسنینؓ بھی داخل ہیں۔ گویا ان حضرات کا بھی نامقبول ہے۔

عباد بن عبد الصمد ذہبی لکھتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھلی تہمت ہے اور اس کا راوی عباد بن عبد الصمد البصری ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت پر اعتراض ہے۔ ابن حبان لکھتے ہیں یہ بہت واہی انسان ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ انتہائی ضعیف ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں ہوتی ہیں یہ غالی رافضی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۶۹

ابن الجوزی لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ عباد غالی قسم کا رافضی ہے عقیلی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے حضرت انسؓ سے اس نے ایک نسخہ نقل کیا ہے جس کی عام روایات منکر ہیں۔ اور اکثر روایات حضرت علیؓ کے فضائل میں پیش کی گئی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا بیان ہے۔ کہ یہ شخص انتہائی ضعیف الحدیث ہے۔ اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ موضوعات کبیر ج ۱ ص ۳۴۱

رہا یہ سوال کہ کلمۂ شہادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے علاوہ کسی کا آسمانوں کی جانب بلند نہیں ہوتا تو ارشاد الٰہی ہے۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ

اس کی جانب پاک کلمے بلند ہوتے اور وہ نیک عمل کو اٹھاتا ہے۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ لامحدود مخلوق کے زمرف پاکیزہ کلمات اوپر چڑھتے ہیں۔ بلکہ اس کی جانب عمل صالح بھی اٹھائے جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ قرآن کی اس آیت ہی میں ناصبیوں نے ترمیم کر ڈالی ہو کیونکہ وہ جب دس پارے فضائل علیؓ سے متعلق ہضم کر سکتے ہیں یا ام المومنین عائشہؓ کی بکری انہیں کھا سکتی ہے تو اس آیت میں ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔ عیاذاً باللہ

حضرت علیؓ امیر البررہ ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علیؓ نیک لوگوں کے امیر (امیر البررہ) اور فاجروں کے قاتل ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ میزان

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا کسی جنگ میں ساتھ نہیں دیا۔ لیکن ان پر سبائی برادری اس لئے زیادہ مہربان ہے کہ سبائیوں کے ایک امام یعنی جناب باقر نے حضرت جابرؓ سے احادیث سُنی ہیں۔ اس لئے ان کا نام لینا ضروری ہے۔ اگرچہ تمام انصار ان منافقین میں شامل تھے۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کی جگہ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اور جو لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مسلمان تسلیم کریں وہ سب کافر ہیں۔ اس لحاظ سے نہ صرف حضرت جابرؓ بلکہ موجودہ دور کے تمام سُنّی کفار میں شامل ہیں

احمد بن عبداللہ اس روایت کا اوّلین راوی احمد بن عبداللہ بن یزید الہاشمی المؤدب ہے۔ اس کی کنیت ابوجعفر ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ سامرا میں مقیم تھا۔ اور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ سنہ ۲۷۱ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۱۱۱

عبدالرزاق بن ہمام یہ احمد اس روایت کو عبدالرزاق بن ہمام سے نقل کر رہا ہے۔ اس پر ہم پہلے تفصیلی کلام کر چکے ہیں کہ اول تو وہ آخر میں رافضی ہوگیا تھا ثانیاً ۲۱۲ھ میں یہ نابینا ہوگیا تھا۔ جس کے بعد اس کی کوئی روایت قابل قبول نہ سمجھی جاتی تھی۔ اور ظاہر ہے

Marfat.com

کہ احمد بن عبداللہ نے اگر اس سے کوئی روایت سنی بھی ہے تو ۲۰۰ھ کے بعد سنی ہوگی۔ اس لئے کہ اس احمد کا انتقال ۲۰۱ھ میں ہوا۔ اور اس کا شمار معمرین میں نہیں یعنی جن کی عمر سو ۱۰۰ سال یا اس کے قریب یا اس سے زیادہ ہوئی ہو۔ لہذا اصل بات وہی ہے جو ابن عدی نے فرمائی کہ یہ روایت احمد بن عبداللہ بن یزید الہیثمی نے خود وضع کر کے ان لوگوں کی جانب منسوب کر دی ہے۔

ابن خثیم المکی

عبدالرزاق یہ روایت سفیان کے واسطے سے ابن خثیم المکی سے نقل کر رہا ہے اس ابن خثیم کا نام عبداللہ بن عثمان ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی احادیث قوی نہیں۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی کہتے ہیں۔ ضعیف ہے۔ میزان ج ۲ صـ ۴۵۹

عبدالرحمان بن بہمان

ابن خثیم نے یہ روایت عبدالرحمان بن بہمان سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے۔ اس عبدالرحمان سے ابن خثیم کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا علی ابن المدینی فرماتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ یہ کون شخص ہے۔ میزان ۲ صـ ۵۵۱

گویا اس روایت کے ابتداء سے آخر تک تمام راوی وضاع، رافضی، ضعیف اور مجہول لوگ ہیں ایسی صورت میں اس روایت کی کیا پوزیشن ہوگی۔

ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہونگے

حضرت ابورافع کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ سے فرمایا۔ سب سے پہلے جنت کے اندر میں، اے علی رضہ تو اور حسن رضہ و حسین رضہ داخل ہوں گے۔ اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے ہوگی۔ اور ہمارے دائیں بائیں ہمارے شیعہ ہوں گے۔ میزان ج ۳ صـ ۶۳۵

یعنی جنت صرف اولادِ علی رضہ اور ان کے ماننے والوں کے لئے بنی ہے۔ تو ہم جیسے لوگوں کا وہاں کیا گذر ہوگا۔ رہے اہل سنت تو وہ حب علی رضہ اور حب حسین رضہ کے معاملہ میں خالص شیعہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بائیں جانب انہی کا گروہ ہو۔ باقی ہم تو یہ جانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارشاد

فرمایا میری امت میں ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس میں آپؐ نے حب علیؓ کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ اس لئے ہمیں اللہ سے امید ہے کہ ہم ان میں داخل ہوں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع

اس کا راوی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع ہے جو ابو رافعؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ تمام محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے۔

بخاری کا بیان ہے کہ ابو رافعؓ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پوتا محمد منکر الحدیث ہے یحیی بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا قول ہے کہ یہ انتہائی منکر الحدیث ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا۔ میزان ج ۳ صـ۶۳۵

دار قطنی لکھتے ہیں محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ زید بن اسلم، عطا اور حکم سے حدیث روایت کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفا والمتروکین صـ۳۴۰ للدارقطنی

کتاب الضعفا کے محشی لکھتے ہیں ابو حاتم اور بخاری کا بیان ہے کہ یہ محمد منکر الحدیث ہے یحیی بن معین کہتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ حاشیہ کتاب الضعفا صـ۱۴۷

امام بخاری لکھتے ہیں۔

محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اپنے باپ اور داؤد بن الحصین سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے علی بن ہاشم نے حدیث روایت کی ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ کتاب الضعفا الصغیر صـ۱۰۱

الضعفا والصغیر کے محشی لکھتے ہیں۔ یحیی بن معین کا بیان ہے۔ یہ اور اس کا بیٹا معمر کچھ نہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے انتہا سے زیادہ منکر الحدیث ہے ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار شیعان کوفہ میں ہوتا تھا۔ حاشیہ الضعفا الصغیر صـ۱۰۱

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حرب بن الحسن الطحان کے ذریعہ یحیی بن یعلی سے نقل کی ہے۔ اور یحیی اس محمد سے نقل کرتا ہے۔ حرب بن الحسن الطحان پر بھی اعتراض ہے

اور یہ روایت باطل ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۶۳۵

اے علیؓ! جس شخص نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھ سے بُغض رکھا

صلصال بن دلہمس البخاری کا بیان ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں علیؓ آ گئے۔ آپؐ نے فرمایا اے علیؓ وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو اس کا مدعی ہے کہ وہ مجھؐ سے محبت رکھتا ہے اور اس شخص سے بغض رکھتا ہے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھؐ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی اسے اللہ نے محبوب بنایا اور جسے اللہ محبوب بنائے۔ اسے اللہ جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے تجھ سے بُغض رکھا اس نے مجھؐ سے بُغض رکھا اور جس نے مجھ سے بُغض رکھا اور اس نے تو اللہ سے بغض رکھا اور اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔ میزان ۳ صـ ۵۸۶

صلصال • صلصال بن دلہمس کا یہ بیان ہے کہ جب یہ وقوعہ پیش آیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حالانکہ صلصال نامی کسی صحابی کا وجود نہیں۔ نیز یہ صلصال بُخارا کا باشندہ ہے اور بخارا کا کوئی فردِ بشر صحابی نہیں۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نہ بخارا تک اسلام پہنچا تھا اور نہ اہل بخارا کو اسلام کے بارے میں کچھ علم تھا۔ لہٰذا صلصال نامی کوئی صحابی رسول نہیں۔ بلکہ بخارا کے آتشکدہ کا کوئی پجاری ہوگا۔

اس صلصال سے اس واقعہ کو نقل کرنے والا اس کا بیٹا ضَوَّر ہے۔ جس کا تاریخ میں کوئی وجود نہیں اور ضَوَّر سے نقل کرنے والا اس کا بیٹا محمد ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اسے حجت میں پیش کرنا جائز نہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کی روایت باطل ہے۔ اور ہمیں یہ اطلاعات ملی ہیں کہ وہ بغداد میں جھوٹ بولنے اور شراب نوشی میں مشہورِ زمانہ ہے۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں اس سے دین کی کوئی بات سننا حلال نہیں۔ اس لئے کہ وہ کذاب

Marfat.com

ہے۔ شراب نوشی اور فسق و فجور میں مشہور ہے۔ میزان ج ۳ ص۶۰۵

ہم پہلے یہ کلیہ بیان کر چکے کہ ہر وہ روایت جس میں یا علی کے الفاظ ہوں۔ بجز اس روایت یا علی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کے سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

دس حصوں میں سے نو حصے حکمت علیؓ کو دی گئی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حکمت تقسیم کی گئی تو حضرت علیؓ کو نو حصے دیئے گئے۔ باقی تمام انسانوں کو صرف ایک حصہ دیا گیا۔

احمد بن عمران بن سلمہ اس کا راوی احمد بن عمران ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ کون ہے اور یہ روایت جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص۱۲۲

اس روایت کے جھوٹا ہونے کی متعدد دلائل ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت علیؓ نے حصول خلافت کے لئے جو طریقے استعمال کئے وہ سراسر حکمت کے خلاف تھے۔ اسی لئے آخر میں ان کی خلافت کوفہ تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ حتیٰ کہ اہل بصرہ بھی بخاری کے زمانہ تک تشیع کے مخالف رہے۔

۲۔ یہ روایت جن حضرات کی جانب منسوب کی گئی ہے ان میں سے کوئی جھوٹا نہ تھا۔ لہٰذا یہ روایت یقیناً احمد بن عمران کی وضع کردہ ہے۔

۳۔ حضرت علیؓ کو جو نو حصے حکمت کے دیئے گئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز ان کی حکومت میں کمی آتی گئی اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ امیر معاویہ سے صلح کرنے پر مجبور ہوئے اور تمام صحابہ نے ان کی بیعت کی۔ اور اس دن کا نام عام الجماعت رکھا گیا۔

اس روایت پر ہم اس لئے مزید کلام کرنا نہیں چاہتے کہ حکمت کے اس بچے ہوئے دسویں حصہ میں انبیاء کرام بھی ہیں۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جب نو حصہ حکمت حضرت علیؓ کی صورت میں دنیا سے اٹھ گئی تو بیچارے حسنؓ کو بھی بے وقوفوں سے صلح کرنی پڑی اور حضرت علیؓ حکمت کے نو حصے

Marfat.com

لے کر ایسے رخصت ہوئے کہ اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ کے لئے خلافت سے محروم کر گئے۔

سیب کی حور

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب مجھے رات کو لے جایا گیا تو میں جنت میں داخل ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے ایک سیب دیا۔ اچانک وہ سیب پھٹا۔ اور اس سے ایک حور برآمد ہوئی۔ میں نے اس حور سے دریافت کیا تو کس کے حصہ میں آئی ہے۔ اس نے جواب دیا علیؓ بن ابی طالب کے۔ میزان ج ۱ صفحہ ۱۲۰

اس روایت کو خطیبؒ بغدادی نے اپنی تاریخ میں احمدؒ بن علی بن عیسٰی بن ہامان سے روایت کیا ہے۔ ذہبیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت عبداللہؒ بن سلیمان نے بھی نقل کی ہے۔ لیکن اس نے حضرت علیؓ کے بجائے حضرت عثمانؓ کا نام ذکر کیا ہے۔ میزان ج ا صفحہ ۱۲۰

اس روایت میں صرف یہی عیب نہیں کہ اس کا ایک راوی احمد بن علی بن عیسٰی بن ہامان ہے جو قابل قبول نہیں۔ بلکہ یہ روایت ابو سعید کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ اور ابو سعید سے یہ کہانی نقل کرنے والا وہی عطیہؒ ہے۔ جس کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ ابو سعید یعنی کلبی کذاب سے روایت نقل کرتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ ہمارے قارئین کے ذہن سے کلبیؒ کا خاکہ نکل گیا ہو۔ لہٰذا اس کا حال دوبارہ پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن السائب المعروف بہ کلبی اس کی کنیت ابو النضر ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے مشہور مؤرخ، مفسر اور ماہر انساب میں شمار ہوتا ہے۔

امام سفیانؒ ثوری کا بیان ہے کہ ایک روز مجھ سے اس کلبی نے کہا کہ ایک دن مجھ سے ابو صالح نے

کہا کہ میں نے ابن عباسؓ کی جتنی روایات بیان کی ہیں وہ کسی سے بیان نہ کرنا۔

دراصل اس کلبی نے ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ سے پورے قرآن کی تفسیر نقل کی ہے جو تفسیر ابن عباس کے نام سے بازار میں ملتی ہے۔ کلبی اس سلسلہ میں یہ بیان کرتا جاتا ہے کہ ابوصالح نے یہ سب روایات جھوٹ نقل کی ہیں۔

ابومعاویہ کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے سنا کہ جتنی جلد میں نے قرآن حفظ کیا۔ اتنی جلد کسی اور نے نہیں کیا۔ یعنی میں نے پورا قرآن صرف چھ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ اور جتنی بھول مجھے واقع ہوئی اتنی بھول کسی کو واقع نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ میں ایک روز حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑی تاکہ ایک بالشت سے زیادہ جو ہے اسے کٹوا دوں۔ لیکن نیچے کے بجائے اوپر سے کٹوا دی۔

امام سفیان ثوری کا فرمان ہے کہ اس کلبی سے بچو۔ کیونکہ کلبی نے خود مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوصالح کے واسطے سے ابن عباسؓ کی جتنی احادیث بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں یعنی تفسیر ابن عباسؓ

یعلی محاربی کا بیان ہے کہ میں کلبی سے تفسیر پڑھنے جاتا تھا۔ ایک روز کہنے لگا کہ میں ایک دفعہ بیمار ہوا۔ جو کچھ مجھے یاد تھا میں سب کچھ بھول گیا۔ میں آل محمد کے پاس گیا۔ انھوں نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ جس سے سب بھولا ہوا سبق یاد آگیا۔ یعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے یہ سننے کے بعد اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ اور قسم کھائی کہ آئندہ اس کی کوئی روایت نہ لوں گا۔

یزید بن زریع کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی ہے۔

اعمش کا بیان ہے کہ اس سبائی سے بچو۔ کیونکہ میں نے اپنے زمانہ کے جتنے لوگوں کو دیکھا وہ سب ان سبائیوں کو جھوٹا سمجھتے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعمش شیعہ تھا۔

ابن عدی اور ذہبی کا بیان ہے کہ اس کلبی نے ابوصالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہر نشہ آور شئے حرام ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جب ہم شراب زیادہ پیتے ہیں تو ہمیں نشہ ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر نو گھونٹ پینے میں نشہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر دسویں گھونٹ پر نشہ ہو تو حرام ہے۔ اور یہ شیعہ مذہب پیش کیا

Marfat.com

جا رہا ہے۔)

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ منکر احادیث پیش کرتا ہے۔ اور خاص طور پر جب یہ کلبی ابو صالح کے واسطہ سے کچھ روایت کرے تو وہ یقیناً منکر ہوتی ہے اگویا پوری تفسیر ابن عباس منکر ہے)

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ کلبی سبائی تھا۔ اور ان لوگوں میں داخل تھا۔ جو یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت علیؓ کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے جیسے ظلم سے بھری ہوئی تھی۔ اگر یہ سبائی طبقہ کوئی بادل دیکھتا تو کہتا کہ امیر المومنین اس بادل میں تشریف لے جا رہے ہیں (اور یہ کڑک امیر المومنین کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اور یہ بجلی ان کے کوڑے مارنے کی چمک ہے۔ اللہ خیر کرے، دیکھیے امت پر یہ عذاب کب تک نازل ہوتا رہے گا۔)

ہمام کا بیان ہے کہ میں نے کلبی کو خود یہ کہتے سنا کہ میں سبائی ہوں۔

ابو عوانہ کا قول ہے کہ یہ کلبی کہا کرتا تھا کہ جبرئیلؑ جب حضورؐ کے پاس وحی لے کر آتے تو اگر آپؐ حاجت ضروریہ کے لئے چلے جاتے تو جبرئیلؑ وہ وحی علیؓ پر نازل کرتے (اس طرح ایک وقت میں دو نبی تھے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے علیؓ بن ابی طالب اور جتنا قرآن علیؓ بن ابی طالب پر نازل ہوا وہ گیا۔ ہویں امام کا فرضی بیٹا لے کر غائب ہوگیا۔)

احمد بن زہیر کا بیان ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے دریافت کیا۔ کیا کلبی کی تفسیر (یعنی تفسیر ابن عباسؓ) دیکھنا جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کلبی ثقہ نہیں۔ جوزجانی کا قول ہے کہ کلبی کذاب ہے۔ دار قطنی اور ایک بڑی جماعت کہتی ہے متروک ہے۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کا مذہب تو جیسا ہے ظاہر ہے لیکن اس کا جھوٹا ہونا بھی بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ابو صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے جو تفسیر نقل کرتا ہے وہ بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ اول تو ابو صالح نے ابن عباسؓ کو دیکھا ہی نہیں۔ دوئم کلبی نے ابو صالح سے دو ایک باتیں سنی ہیں۔ جب

Marfat.com

کلبی کو یوں جھوٹ گھڑنا ہوتا ہے تو ابوصالح کو زمین کی گہرائیوں سے نکال لا سکتا ہے۔ اس کا تو کسی کتاب میں ذکر بھی نہیں ملا لیکن واہ رے افسوس کہ [illegible] کوئی تفسیر اس رافضی [illegible] کے ذکر سے خالی نہیں۔

عطیہ العوفی ابوسعید کے نام سے جس کی کنیت ہے روایات نقل کرتا ہے [illegible] ابوسعید [illegible] سے [illegible] ابوسعید [illegible] جھوٹ ہیں۔ اس قسم کی روایات [illegible] ان [illegible] ہیں [illegible] [illegible] سبائی [illegible] ہمارے [illegible] ابوسعید عطیہ [illegible] روایت [illegible] سبائی [illegible]

خدیجہؓ اور علیؓ کے علاوہ کسی نے اسلام قبول نہیں کیا۔

عفیف بیان کرتے ہیں کہ میں ایک تاجر تھا۔ ایام حج میں [illegible] گیا تو عباسؓ کے پاس [illegible]۔ اچانک ایک شخص باہر نکلا۔ اس نے آسمان کو دیکھا۔ جب سورج کو دیکھا کہ مائل ہو گیا ہے۔ تو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ پھر اسی خیمہ سے جس سے وہ مرد نکلا تھا ایک عورت نکلی۔ وہ عورت آپ کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگی۔ میں نے عباسؓ سے عرض کیا اے ابوالفضلؓ! یہ کون لوگ ہیں؟

عباسؓ نے جواب دیا یہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ خدیجہؓ ہیں۔ پھر اچانک ایک لڑکا نکلا جو بلوغ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اس پر عباسؓ نے کہا یہ علیؓ ہے اس کے چچا کا بیٹا۔ میں نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں۔ عباسؓ نے جواب دیا یہ نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کا گمان ہے کہ یہ نبی ہے اور یہ بھی گمان کرتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے لئے فتح کر دیئے جائیں گے۔

عفیف اس کے بعد اسلام لائے اور کہا کرتے تھے۔ اگر اللہ نے اس روز میرے لئے اسلام مقدر فرما دیا ہوتا تو میں علیؓ کے ساتھ دوسرا ہوتا۔ میزان ج ا ص ۲۲۳

Marfat.com

معنوی لحاظ سے اس روایت میں متعدد ایسی خامیاں پائی جاتی ہیں جو اس روایت کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہیں۔

۱۔ راوی یہ بیان کرنا چاہ رہا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔ جو حضورؐ نے آسمان کی جانب یہ دیکھ کر کہ سورج ڈھل گیا ہے ادا کی۔ حالانکہ جب تک پنج وقتہ نماز فرض نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک رات کو نماز ادا کی جاتی رہی۔ اور پنج وقتہ نماز کی فرضیت معراج میں واقع ہوئی اور معراج ہجرت سے ایک سال قبل اور نبوت کے بارہ سال بعد نماز فرض ہوئی۔ گویا راوی یہ بیان کرنا چاہتا ہے۔ کہ نبوت کے تیرہویں سال تک آپ پر علیؓ کے علاوہ کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور حضرت علیؓ اس وقت بھی نابالغ تھے۔ تو تیرہ سال قبل تو وہ اپنی والدہ کا دودھ پی رہے ہوں گے۔

۲۔ ہمیں افسوس اس امر کا ہے کہ راوی حبِّ علیؓ میں مبتلا ہو کر حضورؐ کی صاحبزادیوں کو بھی بھول گیا۔

۳۔ حضرت خدیجہؓ کا انتقال معراج سے قبل ہو چکا تھا۔ اور پنج وقتہ نمازیں معراج میں فرض ہوئی تھیں۔

۴۔ حضرت علیؓ اسلام لائے تو راویوں کا بیان ہے کہ ان کی عمر بقول بعض ۱۳ سال اور بقول بعض ۹ سال اور بقول بعض اس سے بھی کم تھی۔ لیکن معراج کے بعد یعنی نبوت کے بارہ سال بعد تو آپ جوان ہو گئے ہوں گے۔ لہٰذا نمازِ ظہر کے وقت راوی نے جو انہیں نابالغ بچہ کہا تو ہوسکتا ہے کہ یہ عفیف نامی فرضی ہیرو خود بچہ ہو۔

۵۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل عورتیں مردوں کے ساتھ نماز نہ پڑھتی تھیں۔ عورتوں کو نماز میں شرکت کا حکم مدینہ آنے کے بعد ملا۔

۶۔ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں مقیم تھے، نہ کہ خیمے میں۔ خواہ وہ مکان آپؐ کے والد کا ہو یا حضرت خدیجہؓ کا۔

جہاں تک سند کا تعلق ہے تو ہمیں عفیف کا حال معلوم نہیں۔ اور نہ تاریخ میں کہیں نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے انھیں صحابی قرار دیا ہے وہ اسی روایت کو پیشِ نظر رکھ کر دیا ہے۔ لیکن جب یہ روایت فی الواقع غلط ہے۔ تو ان کا اسلام کیسے ثابت ہوگا۔ کیونکہ ان سے اور کوئی روایت مروی نہیں

Marfat.com

عفیف سے اس روایت کو نقل کرنے والے ان کے بیٹے ایاس اور یحییٰ ہیں۔ ایاس سے ان کے بیٹے اسمٰعیل کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس ایاس کی حدیث پر اعتراض ہے رہا عفیف کا دوسرا بیٹا یحییٰ تو بخاری کہتے ہیں اس کی روایت صحیح نہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۲۲۳ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ بھی مجہول ہے۔ میزان ج ۴ صفحہ ۳۹۶

کیا کسی کی زوجہ میری زوجہ کے مانند ہے؟

حضرت ابوالطفیلؓ کا بیان ہے کہ میں شوریٰ کے روز دروازے پر موجود تھا۔ اچانک آوازیں بلند ہونے لگیں اور میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی حالانکہ میں اس معاملہ میں ابوبکرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی ابوبکرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ کافر نہ بن جائیں اور ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔

پھر لوگوں نے عمرؓ کی بیعت کر لی۔ اور اللہ کی قسم میں عمرؓ سے زیادہ حقدار تھا۔ لیکن میں نے تب بھی عمرؓ کی بات سنی اور اطاعت کی اس خوف سے کہ لوگ ایک دوسرے کی گردن نہ کاٹنے لگیں۔ اب تم عثمانؓ کو چاہتے ہو میں اس کی بھی سنونگا۔ اور اطاعت کروں گا۔ عمرؓ نے مجھے پانچ آدمیوں میں داخل کر دیا۔ اور عمرؓ نے میری فضیلت نہیں پہچانی۔ اور نہ یہ لوگ مجھے پہچان سکے۔ اور یہ سب اس معاملہ میں برابر ہیں

اگر اللہ کی قسم میں کلام کروں تو کوئی عربی اور عجمی اس کے رد کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ کسی کو اپنا بھائی بنایا۔ پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسمیں دے کر سوال کرتا ہوں کیا کسی کے چچا میرے چچا حمزہؓ کی طرح ہیں۔ سب نے کہا نہیں حضرت علیؓ نے فرمایا کیا کسی کا بھائی میرے بھائی ذوالجناحین (حضرت جعفرؓ) کی طرح ہے جن کے پروں میں موتی جڑے ہوئے ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ جنت میں اڑتا پھرتا ہے۔ کیا کسی کے بیٹے میرے بیٹوں کی طرح ہیں۔ جو نوجوانانِ اہل جنت کے سردار ہیں۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا تم میں کسی

Marfat.com

کی زوجہ میری زوجہ کی طرح ہے۔ سب نے جواب دیا نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مشرکین کو اسی طرح قتل کرنے والا ہے۔ جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مصیبت میں کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ (لیکن افسوس کہ پھر بھی عثمانؓ کو منتخب کر لیا گیا)

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایک طویل روایت ہے۔ حاشا وکلا ہر گز یہ ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے ایسی باتیں فرمائی ہوں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلا تذکوا انفسکم هو اعلم بمن اتقی ○

اپنے نفسوں کو پاکیزہ قرار نہ دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ متقی ہے۔

کیا ایک صحابی رسول اس حکم الٰہی کی موجودگی میں اس قسم کی فضول ڈینگیں مار سکتا ہے۔ جس کا اس کی ذات سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ یہ باپ دادا، اولاد پر فخر ان لوگوں کو تو زیب دیتا ہے۔ جو خود کچھ نہ کر سکتے ہوں۔ لیکن حضرت علیؓ جیسے صحابی سے متعلق یہ باتیں ہرگز زیب نہیں دیتیں۔ اس روایت کے موضوع ہونے کے لئے یہی دلیل کافی ہے۔ اور اہل عرب کبھی اس قسم کے عیب میں مبتلا نہیں رہے۔ یہ مرض تو ان میں ایرانیوں نے پھیلایا ہے۔

نیز وہ صرف چھ آدمیوں کا اجلاس تھا۔ کوئی پاکستان کی پارلیمنٹ کا اجلاس نہ تھا۔ جو اس میں کرسیاں چلیں۔ اور جس کی ہنگامہ آرائی کی اطلاع پوری دنیا میں پہنچ رہی ہو۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایات منکر ہے۔ حضرت ابو الطفیلؓ سے اسے حارث بن محمد کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ ابن عدی کا بیان ہے

حارث بن محمد کہ یہ حارث مجہول ہے۔ اور اس سے زافر بن سلیمان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور وہ بھی ایک ایسے انسان کے واسطے سے جو مجہول ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اسے زافر کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ میزان ج ا ص ۴۴۱

مجہول حارث سے نقل کرنے والا ایک مجہول شخص ہے۔ راوی نے اس کا نام لینا گوارا

نہیں کیا۔ حالانکہ ایسی روایت جس کا راوی مجہول ہو وہ روایت خود مجہول ہوتی ہے۔ اور یہ ابوالطفیلؓ کی جانب منسوب کرنا ویسے بھی خلاف عقل محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ابوالطفیلؓ کی عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ نو سال تھی اور ۱۱۰ تک حیات رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں جن خلفاء کی بیعت کی وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ۔ یزید بن معاویہ، معاویہ بن یزید، ابن الزبیر، ولید بن عبد الملک، سلیمان بن عبد الملک، عمر بن عبد العزیز، یزید بن عبد الملک۔

زافر بن سلیمان

جہاں تک زافر بن سلیمان کا تعلق ہے۔ یہ شخص قوہستان کا باشندہ ہے۔ آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ یہ قوہستان کے تیار شدہ کپڑے بغداد لاکر فروخت کیا کرتا تھا۔

بخاری کا بیان ہے کہ یہ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنھیں کوئی دوسرا روایت نہیں کرتا۔ ابن حبان کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے اور اسے روایت میں بے پناہ وہم ہوتا ہے۔ ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ جن میں سے ایک روایت مذکورہ بھی ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ امام مالک سے منکر روایات نقل کرتا ہے۔ زکریا ساجی کا بیان ہے کہ اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۲ صد ۶۳ نیز بخاری لکھتے ہیں اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ الضعفاء الصغیر صد ۴۴، کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صد ۴۳

اپنی اولاد کو حبِ علیؓ پر پیش کرو

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنی اولاد کو حب

Marfat.com

علیؓ بن ابی طالب پر پیش کریں۔ (اور دیکھیں کہ وہ محبِ علیؓ کے قائل ہیں یا نہیں)

ہمیں حیرت اس پر ہے کہ حضرت جابرؓ نے کبھی اس پر خود عمل نہ کیا۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ کا کبھی حضرت جابرؓ نے ساتھ نہ دیا۔ بلکہ حضرت جابرؓ نے امیر معاویہؓ اور یزید کا ساتھ دیا۔ ہاں یار لوگ ایسی باتوں سے بے وقوف ضرور بن جاتے ہیں۔

ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن حبانؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ حسن بن علی کی بکواس ہے۔ ابن عدیؒ کا بیان ہے کہ اسی حسن سے اگرچہ بہت کم روایات مروی ہیں۔ لیکن سب موضوع ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ روایات اس نے خود وضع کی ہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔

ذہبیؒ کہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس نام کو حیا نہیں۔ یہ شخص اتنی بات تک نہیں سوچتا کہ وہ کیا جھوٹ گھڑ رہا ہے۔

ابن حبانؒ کا بیان ہے۔ کہ اس نے ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کر کے لوگوں میں پھیلائیں۔ ۳۱۹ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۰

اے علیؓ تیرے لئے مسجد میں وہ امور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں کھجور کی شاخ سے مارا اور فرمایا کیا مسجد میں لیٹے ہو حالانکہ مسجد لیٹنے کے لئے نہیں ہوتی۔ پھر آپ ہماری جانب آگے بڑھے۔ لیکن علیؓ بھی آگے بڑھ آئے آپؐ نے فرمایا اے علیؓ آگے آؤ تمہارے لئے مسجد میں وہ امور حلال ہیں جو میرے لئے حلال ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو پانی پلائے گا۔

ہمارے یہاں ساقیٔ کوثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب تھا۔ اور آج بھی بہت سے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساقیٔ کوثر کہتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ اس قسم کی بکواس سے متاثر ہو کر حضرت علیؓ کو ساقیٔ کوثر کہہ کر پکارتا ہے۔

Marfat.com

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت انتہائی منکر ہے ۔ اس کا راوی

حرام بن عثمان الانصاری المدنی ہے۔ یہ حضرت جابرؓ کے دو بیٹوں سے روایت کرتا ہے امام مالک اور یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں یہ ثقہ نہیں ۔ امام احمد کا قول ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے ۔ امام شافعی کا قول ہے کہ اس حرام بن عثمان کی روایت قبول کرنا بھی حرام ہے ۔

ابن حبان کہتے ہیں یہ غالی درجہ کا شیعہ تھا ۔ حدیث کی سندات میں تبدیلیاں کرتا اور مرسل کو مرفوع بنا تا تھا ۔ امام یحییٰ بن معین اور جوزجانی کا بیان ہے کہ اس حرام سے روایت لینا بھی حرام ہے ۔ یعنی حرام ہی خود کو جابرؓ کا بیٹے قرار دیتا ہے ۔ کبھی خود کا نام محمد رکھ لیتا ہے ۔ اور کبھی عبد الرحمان ۔ اگر تو چاہے تو وہ اپنے دس فرضی نام تجویز کر سکتا ہے ۔ میزان ج ۱ صفحہ ۴۶ ، کتاب الضعفا والمتروکین صفحہ الضعفاء ، الصغیر صفحہ ۳۸

سوید بن سعید اس کا ایک راوی سوید بن سعید ہے ۔ یہ آخر میں نابینا ہو گیا ۔ جس کے بعد اگر کوئی لقمہ دیتا تو انہی الفاظ کو حدیث بنا دیتا ہے ۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن تدلیس بہت کرتا ہے ۔ بغوی کا بیان ہے کہ ——— امام احمد اپنے دونوں بچوں کو اس کے پاس جانے دیتے ۔ بخاری کا بیان ہے کہ یہ انتہائی درجہ ضعیف ہے ۔ نسائی کہتے ہیں کہ انتہائی درجہ ضعیف ہے ۔ امام احمد کہتے متروک ہے ۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کذاب ہے ۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک نیزہ ہوتا جو اس سے جا کر جہاد کرتا ۔ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتا ہے ۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۵۱ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صفحہ ۵۱ ۔ اس کا تفصیلی حال پہلے گذر چکا ہے ۔

قیامت کے روز اہل بیت کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔ قیامت کے روز بندے

Marfat.com

کے قدم اس وقت تک نہیں ہل سکتے۔ جب تک ہم اہل بیت کی محبت کا سوال نہ ہو جائے۔ اور آپؐ نے علیؓ کی جانب اشارہ کیا۔

ہم یہ پہلے متعدد میں بیان کر چکے ہیں کہ اہل بیت سے مراد بیویاں ہوتی ہیں۔ قرآن میں اہل بیت کا لفظ بیوی کے لئے آیا ہے۔ اس سے اولاد علیؓ مراد لینا، یہ شیعوں کا مذہب ہے۔ اور اس سلسلے میں جتنی روایات مروی ہیں ان میں سے کوئی روایت ایسی نہیں جس میں کوئی شیعہ یا مجہول راوی موجود نہ ہو۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور اسے

حارث بن معلوف کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ اور اس راوی سے تمام دفتر احادیث میں صرف یہی روایت مروی ہے۔ میزان ج ا صـ۴۴۳۔ یعنی اس روایت کے علاوہ حارث کا کوئی حال معلوم نہیں۔

ابو بکر بن عیاش حارث نے یہ روایت قاری ابو بکر بن عیاش سے نقل کی ہے۔ قاری صاحب قرات میں تو مسلم امام ہیں۔ لیکن روایت حدیث میں غلطیاں کرتے ہیں۔ دراصل یہ ان لوگوں کے دشمن تھے جو قرآن چھوڑ کر حدیث میں اپنی عمر گذارتے تھے۔

معروف بن خربوذ حارث المعکوف کا بیان ہے کہ ابو بکر بن عیاش نے یہ روایت معروف بن خربوذ سے نقل کی ہے۔ یہ معروف بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے اگرچہ یہ سچا ہے۔ لیکن شیعہ ہے۔ ابو حاتم لکھتے ہیں اس کی روایت بطور تحقیق لکھ لی جائے۔ امام احمد فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ اس کی حدیث کیسی ہوتی ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۴ صـ۱۴۴

شیعہ درخت کے پتے ہیں

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیان ہے۔ انھوں نے فرمایا مجھ سے اس سے قبل سوال کر لو کہ احادیث

Marfat.com

ہیں باطل باتیں شامل ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں ایک درخت کی طرح ہوں۔ فاطمہؓ اس کی جڑ ہیں علیؓ اس کی شاخ ہیں حسنؓ و حسینؓ اس کے پھل ہیں۔ اور ہمارے شیعہ اس کے ورق ہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۰۵۔ ج ۴ صفحہ ۲۳۵

مینا بن ابی مینا

ذہبی کا بیان ہے کہ شاید یہ روایت مینا بن ابی مینا نے وضع کی ہے۔ لیکن جلد چہارم میں لکھتے ہیں شاید یہ روایت ابو عبد الغنی نے وضع کی ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کوئی اس کا واضع ہے۔ عبد الغنی الازدی کا نام حسن بن علی بن عیسیٰ ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ راویوں کے نام سے احادیث وضع کرتا۔ اس کی روایت کسی حال میں لینا جائز نہیں۔ میزان ج ۱ صفحہ ۵۰۵

جہاں تک مینا بن ابی مینا کا تعلق ہے تو اس سے عبد الرزاق کے باپ ہمام کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کا بیان ہے کہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔

عباس دوری کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار یحییٰ کو یہ کہتے سنا۔ کون مینا؟ وہی جو اپنی ماں کی پیشاب گاہ کو چھوتا ہے حتیٰ کہ صحابہ کو بھی برا کہتا ہے۔ یہ ہرگز ثقہ نہیں۔ میزان ۴ صفحہ ۲۳۳

ہمام

اس مینا سے نقل کرنے والا ہمام بن نافع ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث محفوظ نہیں اور ہمام سے اس کے بیٹے عبد الرزاق کے علاوہ کسی نے روایت نہیں لی۔

ہمام سے یہ داستان نقل کرنے والا عبد الرزاق رافضی ہے۔ اور عبد الرزاق سے عبد الغنی کذاب نے یہ روایت نقل کی ہے۔ گویا اس درخت کے پورے پھل سڑے ہوتے ہیں۔

پھر ہمیں اس پر حیرت ہے کہ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو ان لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہ جنہوں نے علیؓ کی موجودگی میں عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ اور اتنی بڑی شاخ کو چھوڑ دیا۔ اور حسنؓ و حسینؓ سے انہیں کبھی بھی واسطہ پیش نہیں آیا۔

سابقین اوّلین سے کیا مراد ہے؟

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس آیت وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی تفسیر فرمائی کہ اس سے دس قریشی اشخاص مراد ہیں۔ جن میں سب سے پہلے علیؓ ابن طالب اسلام لائے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵۔

حسن بن علی اس روایت کا راوی حسن بن علی الہمدانی ہے۔ جس کا کچھ بھی حال معلوم نہیں اور یہ روایت منکر ہے۔ حسن سے یہ نقل کرنے والا اسمٰعیل ابن بنت السدی ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۰۵

امام ذہبی نے اشاروں میں گفتگو کی ہے۔ کیونکہ یہ سدی شیعہ ہے۔ گویا اس روایت میں ذہبی کے نزدیک دو عیوب ہیں۔ حالانکہ اس روایت میں مزید دو عیوب اور پائے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا پوتا قاسم اور پڑپوتا حمید دونوں مجہول ہیں۔ ہاں عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا بیٹا حمید ثقہ ہے اور مقبول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس روایت میں مہاجرین کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ ارشاد فرمایا۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

اور مہاجرین و انصار میں سے پہلے سبقت کرنے والے اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی

گویا سابقین سے مراد صرف مہاجر نہیں بلکہ اس طبقہ میں انصار بھی داخل ہیں۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ان دونوں طبقوں کی اتباع میں اسلام لائے۔ گویا سابقین سے مراد ابتدا میں اسلام لانے والے مراد نہیں۔ ورنہ مؤرخین نے سابقین مہاجرین کو نام بنام گنایا ہے۔ لیکن یہاں وہ سابقین مراد ہیں جس میں انصار بھی داخل ہیں۔ اس طرح مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور جب اس پر غور کیا جاتا ہے کہ یہ آیات جنگِ تبوک کے بعد نازل ہوئیں تو اس آیت میں ہزاروں مہاجر اور انصار داخل ہو گئے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ سابقین اوّلین

Marfat.com

کون ہیں۔ بلکہ بتانا یہ مقصود ہے کہ رضائے الٰہی کن لوگوں کو حاصل ہے۔

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سابقین اولین سے مراد مہاجرین حبشہ ہیں تو حضرت علیؓ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ سابقین سے مراد وہ مہاجرین ہیں جنھوں نے پہلے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ تب بھی حضرت علیؓ کا نمبر بہت بعد میں آتا ہے۔ الغرض یہ روایت ہر طرح لغو ہے۔ بلکہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف پر ایک اتہام ہے کہ وہ اتنی معمولی بات نہیں سمجھ سکے۔ عیاذاً باللہ

تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ نور تھے

حضرت سلمانؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تخلیق آدمؑ سے چار ہزار سال قبل میںؐ اور علیؓ نور تھے۔ جو ہر وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۰

ہم آج تک یہ طے نہ کر سکے کہ حضورؐ کی اور حضرت علیؓ کی تخلیق کس شئے سے ہوئی۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو کے لئے ایک مخصوص قسم کی مٹی درکار ہوئی۔ ان ہر دو افراد کو آدمؑ سے جداگانہ پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو علیؓ، ہارونؑ اور یحییٰؑ کے ساتھ نور سے پیدا کیا گیا۔ کسی روایت میں انکی تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور کسی میں سال بڑھائے گئے۔ اسی لئے ہمارے اہل سنت میں یہ مشہور ہے کہ حضورؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اور پھر اس کام کے لئے روایات کا سہارا تھاما گیا۔ اور اس میں مزید پھر یہ اضافہ کیا گیا کہ آپؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے۔ حالانکہ نور خود مخلوق ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ؕ — اور اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور نور کو پیدا فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ — اور جس کے لئے اللہ نور پیدا نہ فرمائے اسے نور کیسے حاصل ہوگا۔

نور خود مخلوق ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سب سے بڑا درجہ انسان کا متعین فرمایا

Marfat.com

اور ارشاد الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ۔ اور ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا۔

اور جب انسان فرشتوں سے معزز و مکرم ہوا اور فرشتے نورانی مخلوق میں سب سے افضل ہیں لہذا از روئے قرآن یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان سے بڑھ کر کوئی مخلوق نہیں۔ اور جو شخص انسان کو نورانی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ انسان کو ایک معزز مقام سے گرا کر ایک کمتر مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ نورانی مخلوق میں سب سے بڑا مقام فرشتوں کا ہے۔ لیکن جب اس سے انسان کو سجدہ کرایا جاتا ہے اور انسان مسجود بنتا ہے تو فرشتوں کا مقام انسانوں سے خود کمتر ثابت ہوتا ہے۔ اور رہ گیا یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ خود نور ہے اور اس نے اپنے نور کے اجزاء کئے جن میں سے ایک حصّہ سے حضورؐ کو پیدا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن طِينٍ ۝ اور ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔

تو جتنے انسان پیدا ہوئے ان کا مادہ مٹی ہے نور نہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ اپنے نور سے کسی کو پیدا نہیں کر سکتا۔ اس طرح الوہیت مختلف حصوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ سادات میں الوہیت آئے گی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ہمارے احناف بھائی آج تک سادات کو پوجتے آ رہے ہیں۔ بلکہ جسے پوجنا چاہا اسے اوّلاً سادات بنایا اور پھر اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اس روایت کا راوی

حسن بن علی بن زکریا بن صالح ہے جو بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو سعید ہے اور ذئب (بھیڑیا) کے لقب سے مشہور ہے۔ دار قطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابنِ عدی کا بیان ہے کہ یہ حسن بن علی احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس نے ابن خراش سے جو روایات نقل کی ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنھیں روئے زمین پر کوئی نہیں جانتا۔ خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ اس نے بعد میں بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ۲۱۰ھ

Marfat.com

میں پیدا ہوئے اس کا دعویٰ تھا کہ میرا ایک بار بغداد سے گذر ہوا تو وہاں میں نے ایک مجمع دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے ارد گرد جمع تھے۔ میں نے اسے ایک گدھا اس طرح دیکھا جس طرح کوئی بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں سے سوال کیا یہ کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ خراش ہے جو حضرت انس بن مالک کا شاگرد ہے اس کی عمر ایک سو اسی سال ہے۔ اسی حسن بن علی کا بیان ہے کہ میں لوگوں کو چیرتا ہوا ان کے پاس پہنچا۔ لوگ ان سے احادیث لکھ رہے تھے۔ میں ایک شخص کے بازو سے قلم لے کر اپنے جوتے کے نیچے تلوے میں حضرت علیؓ کی فضیلت میں چودہ احادیث لکھیں اور یہ ۲۳۲ھ کا واقعہ ہے۔ میری عمر اس وقت بارہ سال تھی۔

اس سے آپ حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس خبیث کے نزدیک حدیث رسول کا کیا مقام ہے۔ اور آپ حضرات اس سے اندازہ فرمالیں کہ اس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کا کیا مقام ہوگا؟

خراش اب رہا یہ سوال کہ یہ خراش کون بلا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کذاب حسن بن علی کا دعویٰ ہے کہ یہ خراش حضرت انسؓ کا خادم تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس خراش کی حدیث لکھنا بھی حلال نہیں۔ میزان ج ۱ ص۶۵۱

ابوالاشعث حسن بن علی نے یہ روایت ابوالاشعث سے نقل کی ہے۔ ابوالاشعث مشہور ہیں لیکن ایسا ابوالاشعث کوئی نہیں جو فضیل بن عیاض سے روایت نقل کرتا ہو۔ اس لحاظ سے یا تو یہ ابوالاشعث مجہول ہے اور اگر یہ مجہول نہیں تو اس کے نام سے جھوٹ وضع کیا گیا ہے۔

زاذان سلمانؓ سے یہ داستان نقل کرنے والا زاذان ہے۔ اس کی کنیت ابوعمرو ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ بہت سے صحابہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔

شعبہ کا بیان ہے کہ میں نے حکم سے دریافت کیا کہ تم زاذان کی حدیث کیوں قبول نہیں کرتے

Marfat.com

انہوں نے فرمایا وہ بولتا بہت ہے۔ اور دستور ہے کہ جو بولتا زیادہ ہو وہ ہرگز محتاط نہیں رہ سکتا
سلمۃ بن کہیل کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اس سے بہتر البختری ہے۔ (جو ایک رافضی ہے
اور محدثین نے اس کی حدیث کو رد کیا ہے) حالانکہ اس کی اکثر روایات مرسل ہوتی ہیں۔ ابو احمد
الحاکم کا بیان ہے کہ وہ محدثین کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ایک تاجر تھا۔ اور ہر ایک گاہک سے لڑتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر گاہک
اسے شری تصور کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے ابن مسعود کے ہاتھ پر توبہ کی، یعنی کفر سے۔ میزان ج ۲ صہ ۶۳

بریلویوں نے حضورؐ کے نور ہونے کا چکر اسی قسم کی روایات سے اخذ کیا ہے۔ وہ اس قسم کے
مسائل میں شیعوں کے مقلد ہیں۔ اگرچہ ان کے امام احمد رضا کا قول یہ ہے کہ شیعہ جہنم کے کتے ہیں

اسی حسن بن علی نے اور بھی اس قسم کی متعدد روایات وضع کی ہیں۔ ان میں سے ایک
روایت اور ملاحظہ فرمالیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری بیٹی انسانی حور ہے جسے نہ حیض آتا
ہے نہ نفاس۔ اللہ نے اس کا فاطمہؓ اس لیے نام رکھا کہ اس نے فاطمہؓ اور اس کے محبت کرنے والوں کو
آگ سے محفوظ رکھا ہے۔ اللآلی المصنوعہ ج صہ ۴۰

خطیب یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ روایت ثابت نہیں۔ اس کی سند میں متعدد راوی
مجہول ہیں۔ اللآلی ج صہ ۴۰

قاسم بن مُطَیّب ۔ نہ صرف مجہول بلکہ بعض راوی سخت مجروح ہیں جن میں سے ایک راوی
قاسم بن مطیب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ اس قابل ہے کہ اس کی روایت ترک کر دی جائے۔

حسن بن عمرو بن سیف ۔ ایک اور راوی حسن بن عمرو بن سیف ہے۔ علی بن المدینی اور
بخاری کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابو زرعہ رازی کا قول ہے متروک ہے۔ ابن جوزی نے بھی اسے کذاب قرار دیا ہے۔
میزان ج ۱ صہ ۵۱۶

ان دونوں کے علاوہ اس کے بقیہ تمام رواۃ مجہول ہیں اور خطیب سے قبل کسی مصنف نے اسے

Marfat.com

روایت نہیں کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے جو عالم شباب میں انتقال فرمایا۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حیض و نفاس نہ آنے کے باعث پیٹ میں گانٹھیں پڑ گئی ہوں اور خون کی گرمی دماغ کو چڑھ گئی ہو جو ان کی موت کا سبب بنی ہو۔ سیائی برادری ذرا سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے کہیں دوبارہ کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

یہ وہ کہانیاں ہیں جن کے بل بوتے پر لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ سید پر آگ اثر نہیں کرتی۔ ہذا قارئین کرام سگریٹ یا ماچس کے ذریعہ ان کا امتحان کر لیا کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی تخریب کار کے پھندے میں پھنس جائیں۔

اگر زمین و آسمان ایک پلے میں اور علیؓ کا ایمان ایک پلے میں رکھا جائے تو علیؓ کا ایمان بھاری رہے گا

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر زمین و آسمان ایک پلے میں رکھے جائیں اور ایمان علیؓ ایک پلے میں رکھا جائے تو ایمان علیؓ بھاری رہے گا میزان ج ۳ ص ۴۹

محمد بن تسنیم

اس کا راوی محمد بن تسنیم الوراق ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اس کے حال سے واقف نہیں۔ اور اس کی یہ روایت باطل ہے۔

یہ روایت ابن عساکر نے بیان کی ہے۔

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے شاید عالم خواب میں یہ بات فرمائی ہو لیکن جہاں تک عالم بیداری کا تعلق ہے وہ اس کے قائل تھے کہ سب سے اول ابوبکرؓ پھر وہ خود۔ پھر ابو عبیدہؓ۔ اور وہ چھ افراد ہیں جنھیں شوریٰ کے لئے انہوں نے چنا تھا ان میں سب سے بہتر سعد بن ابی وقاص تھے۔ غالباً ابن عساکر نے چھٹی صدی میں یہ خواب دیکھا تھا۔

جس نے حضرت علیؓ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے چھوڑا اس نے

Marfat.com

اللہ کو چھوڑا۔ اور جس نے علیؓ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ اور جس نے علیؓ سے دوستی رکھی اس نے مجھ سے دوستی کی اور جس نے مجھ سے دوستی کی اس نے اللہ سے دوستی کی۔ میزان ج ۲/۴۹

اس روایت کا راوی رزین الکوفی الاعمی ہے۔ جو حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ ازدیؒ کہتے ہیں یہ متروک ہے۔ اس سے حبیب بن ابی ثابت نے یہ حدیث روایت کی ہے۔ پھر ازدیؒ نے اس رزین کی ان باطل روایت میں سے مذکورہ روایت کو پیش کیا۔ میزان ج ۲/۴۹

میرا خیال ہے کہ اس رزین الکوفی الاعمی سے اس کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ رزین الکوفی مجہول ہے۔ تقریب ص ۱۰۳۔

چونکہ اکثر صحابہ نے حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی بلکہ صرف آٹھ دس صحابہ نے بیعت کی جب کہ صحابہ کی تعداد اس وقت ۸۰ اور نوے ہزار کے درمیان تھی حتی کہ ان ابوہریرہؓ نے بھی بیعت نہیں کی جنکی جانب یہ روایت منسوب کی گئی۔ بلکہ وہ مدینہ میں مروان کے قائم مقام رہے۔ الغرض تمام صحابہ نے حضور کو بھی چھوڑا اور اللہ کو بھی چھوڑا۔ بقول سبائیہ صرف پانچ افراد مومن تھے۔ باقی کافر تھے۔ جن میں تمام صحابہ کرام اور اہل سنت شامل ہیں۔

حضرت علیؓ دابۃ الارض ہیں

حبیب بن صہبان کا بیان ہے کہ میں نے علیؓ کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ دابۃ الارض (زمین کا چوپایہ) منہ سے کھانے گا اور چوتڑوں سے ہگے گا۔ اس پر رشید ہجری نے کہا میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اے علیؓ آپ وہی دابۃ الارض ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے اسے سخت الفاظ کہے۔

رشید الہجری

یہ رشید الہجری حضرت علی کا شاگرد ہے جو انہیں دابۃ الارض بنا رہا ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے یہ کذاب ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ بخاری کہتے ہیں محدثین نے اس پر کلام کیا ہے عباس دوری نے یحیٰ ابن معین سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے امام شعبی نے رشید الہجری۔ حبۃ العرنی اور اصبغ بن نباتہ کو دیکھا ہے (حارث اعور کو بھی) وہ انہیں کچھ نہ سمجھتے تھے۔

زکریا بن زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ امام شعبی سے دریافت کیا۔ کیا وجہ جو آپ حضرت علیؓ کے ساتھیوں پر عیب لگاتے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان سے علم حاصل کیا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ میں نے

Marfat.com

صحاب علیؓ میں سے کس سے تم نے علم حاصل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا حارث الاعور، صعصعہ اور رُشید ہجری۔

انہوں نے فرمایا صعصعہ تو ایک خطیب تھا میں نے اس سے فن خطابت حاصل کیا۔ حارث ایک حاسب تھا میں نے اس سے حساب سیکھا جہاں تک رُشید ہجری کا تعلق ہے تو آؤ میں تم سے اس کا حال بیان کرتا ہوں۔

ایک روز ایک شخص نے مجھ سے کہا چلو رشید کے پاس چلیں ہم اس کے پاس گئے۔ اس نے جب ہمیں دیکھا تو انگلیوں سے قسم کا نشان بنایا۔ یہ دیگر لوگوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ اپنا آدمی نہیں۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ میں کوئی دشمن نہیں تو بولا کہ ہم حضرت علیؓ کی موت کے بعد حضرت حسنؓ کے پاس گئے اور ان سے عرض کیا ہمیں امیرالمومنینؑ کے پاس اندر جانے دو۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا وہ تو مر چکے۔

رُشید کا بیان ہے ہم نے عرض کیا وہ ہرگز نہیں مرے بلکہ وہ بالکل زندہ ہیں اور چادر کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ حسن نے جواب دیا جب تم نے حقیقت پہچان لی ہے تو تم اندر جا سکتے ہو لیکن نہیں جگانا نہیں۔ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام شعبی نے سوال کیا۔ اے زکریا بن زائدہ اور تو کیا معلوم کرنا چاہتا ہے؟

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ رُشید حضرت علیؓ کی دوبارہ آمد پر ایمان رکھتا تھا۔ اس کے بعد ابن حبان نے امام شعبی سے اس کا ایک اور واقعہ نقل کیا۔ تو میں ایک روز اس کے پاس گیا تو کہنے لگا۔ میں حج کے لئے گیا تھا اور میں نے دل میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں امیرالمومنین (حضرت علیؓ) سے کوئی عہد لوں گا تو میں علیؓ کے دروازے پر پہنچا۔ اور ایک شخص جو دروازے پر کھڑا تھا اس سے کہا امیرالمومنین کے پاس جاؤ اور میرے لئے اجازت طلب کرو۔ اس نے جواب دیا امیرالمومنین تو مر چکے (اور وہ بھی کوفہ میں نہ کہ مدینہ میں) میں نے اس سے کہا کہ وہ تم میں مر گئے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ تو ایک زندہ انسان کی طرح سانس لے رہے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ جب تو آلِ محمد کے راز سے واقف ہو گیا ہے تو جا اندر چلا جا۔ رُشید کہتا ہے میں اندر گیا۔ اور امیرالمومنین نے مجھے ہونے والے واقعات بتائے۔ یہ سن کر امام شعبی نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو تجھ پر اللہ کی لعنت۔

اس واقعہ کی خبر ابن زیاد کو پہنچ گئی جو کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے اس رُشید کی زبان کاٹ کر پھانسی پر چڑھا دیا۔ حضرت علیؓ کے اکثر شاگردوں کا تقریباً یہی حال ہے۔ جبھی تو امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں مغیرہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔

Marfat.com

اصحاب علی کلہم کذابون — علیؓ کے سب ساتھی جھوٹے ہیں۔

اور ذہبی بخاری نے ابن سیرین کا یہ قول نقل کیا ہے۔

کل ما یروی عن علی فھو باطل — علیؓ سے جتنی روایات نقل کی جاتی ہیں وہ سب باطل ہیں

حضرت علیؓ کے تقریباً تمام ساتھیوں کا یہی حال ہے۔ ان میں سے اصبغ بن نباتہ، حارث اعور اور رشید کا حال گزر چکا ہے باقی ساتھیوں کا حال بھی کسی نہ کسی جگہ آجائے گا۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں جوزجانی کا بیان ہے کذاب ہے۔ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ۵۶۔ بخاری کہتے ہیں۔ محدثین کو اس پر کلام ہے۔ عباس دوری کا بیان ہے کہ یحیٰی بن معین ان لوگوں کو ایک حبہ کے برابر بھی حیثیت نہیں دیتے جنہیں شعبی نے دیکھا ہے۔ میزان ج ۲/ ۵۱

میں اس کا دشمن ہوں جو علیؓ سے دشمنی رکھے

حضرت عبد اللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے علیؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا اللہ تیرا دوست ہے اور میں تیرا دوست ہوں۔ جو تجھ سے دشمنی رکھے میں اس کا دشمن ہوں۔ اور جو تجھ سے دوستی رکھے میں اس کا دوست ہوں۔ میزان ج ۲ ص ۷۵۔

زکریا بن یحیٰی

اس کا راوی زکریا بن یحیٰی الکسائی الکوفی ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں میں نے اس کے بارے میں یحیٰی بن معین سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ بدترین انسان ہے اور بدترین قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ میں نے کہا مجھ سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا کہ یحیٰی ابن معین نے مجھ سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یہ سن کر امام یحیٰی نے منہ پھیر لیا۔ اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں تو اس کے پاس کبھی نہیں گیا۔ اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی ہے۔ وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس میں اسے دھکے دے دیا جائے۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۷۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳

Marfat.com

اس زکریا نے یہ روایت علی بن القاسم الکوفی سے نقل کی ہے اور وہ اسے معلی بن عرفان سے نقل کرتے ہیں

معلی بن عرفان

یہ اپنے چچا ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت نقل کرتا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں یہ معلی کچھ نہیں بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۴ ص۱۵۱ نسائی کا بیان ہے یہ متروک الحدیث ہے کتاب الضعفاء والمتروکین لنسائی ص۹۹

ذہبی لکھتے ہیں یہ غالی شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے چچا شقیق کے واسطے سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ جنگ صفین میں حاضر ہوئے۔ (حالانکہ عبداللہؓ جنگ صفین سے چار سال قبل انتقال کر چکے تھے اور اس کے چچا شقیق ان لوگوں میں داخل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھیوں کو قاتل عثمانؓ تصور کرتے رہے) میزان ج ۴ ص۱۴۹۔ گویا یہ روایت جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ ہے۔ وہیں عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگرد شقیق پر جھوٹ ہے۔

مومنین کیلئے علیؓ کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کرنا کافی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وہ یہ آیت اس طرح تلاوت فرماتے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ بعلی	اور اللہ مومنین کی جانب سے قتال میں کافی ہے
میزان ج ۲ ص۳۸۰	(علیؓ کے ساتھ مل کر)

قرآن مجید کی آیت اتنی ہے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ۔ اس آیت کریمہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے نام سے **بعلی** کا اضافہ کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تاکہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ قرآن ناقص ہے۔ بقول شیعہ قرآن کے چالیس پاروں میں دس پارے حضرت علیؓ نے خلافت ابی بکرؓ میں امام غائب کی حاضری تک غائب کر دیئے تھے۔ اور اس قرآن میں بھی بہت سے اضافات تھے جو حضرت علیؓ کے فضائل میں تھے عثمانؓ انہیں کھا گئے اور عبداللہ بن مسعودؓ کے قرآن کو عثمانؓ نے قبول نہیں کیا۔ اتفاق سے وہ دانشمند یا کے

Marfat.com

ماتم کیا تھا۔ اس میں یہ آیت بھی تھی جو آپ کی خدمت میں پیش کی گئی ہے ۔

عبادبن یعقوب اس روایت کا راوی عباد بن یعقوب الرواجنی الکوفی ہے جو انتہائی غالی شیعہ ہے۔ بلکہ اس کا شمار سرداران شیعہ میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی روایات بخاری۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں مذکور ہیں ۔

ابوحاتم رازی کا بیان ہے کہ یہ شخص ثقہ ہے۔ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ عباد اپنے دین میں متہم ہے لیکن روایت حدیث میں ثقہ ہے۔ غالباً یہی تخیل امام بخاری کا ہے ۔

عبدان الاہوازی کا بیان ہے کہ عباد بن یعقوب صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا۔ ابن عدی لکھتے ہیں اس نے فضائل میں متعدد منکر احادیث روایت کی ہیں (جن میں سے ایک پیش کردہ روایت یہ بھی ہے)

صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا۔ اور میں نے اسے یہ کہتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے کہ وہ طلحہؓ اور زبیرؓ کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے علی کی بیعت کر کے توڑ دی اور پھر علیؓ سے جنگ کی۔ (زبردستی کی بیعت کا یہی حال ہونا ہے)

قاسم بن زکریا المطرز کا بیان ہے کہ میں حدیث سننے کے لئے عباد کے پاس گیا۔ اور اس کا قاعدہ تھا کہ جو شخص اس سے روایات سننے آتا تو اس کا امتحان لیتا کہ وہ سنی ہے یا شیعہ۔ میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے سوال کیا کہ سمندر کس نے کھودا ہے؟ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے کھودا ہوگا اور کیا کہ وہ ختم ہوگیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو۔ میں نے عرض کیا آپ ہی بتادیں۔ اس نے جواب دیا علیؓ نے پھر سوال کیا سمندر جاری کس نے کیا۔ میں نے جواب دیا اللہ نے۔ اس نے کہا اللہ نے جاری کیا ہوگا تم میرے سوال کا جواب دو میں نے کہا آپ ہی بتادیں۔ اس نے جواب دیا حسین ابن علیؓ نے۔

قاسم کا بیان ہے کہ یہ عباد نابینا تھا۔ میری اچانک نظر پڑی کہ اس کے گھر میں تلوار لٹکی ہوئی ہے میں نے اس سے سوال کیا کہ تم نے یہ تلوار کس لئے رکھ رکھی ہے۔ کہنے لگا مہدی کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرنے کیلئے مجھے اس شخص سے جتنی روایات سننی تھیں جب انہیں سن چکا تو پھر میں اس کے پاس گیا۔ اس نے سوال کیا سمندر کس نے کھودا؟ میں نے جواب دیا معاویہؓ نے کھودا۔ عمرو بن العاص نے جاری کیا۔ پھر میں وہاں

Marfat.com

سے فیصلہ کرے گا اور وہ پیچھے سے چیختا رہا اس اللہ کے دشمن فاسق کو پکڑو اور قتل کرو۔

محمد بن جریر طبری کا بیان ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے سنا ہے کہ جو شخص ہر نماز میں آل محمدؐ کے دشمنوں پر تبرا نہیں کرتا۔ اس کا حشر بھی آل محمدؐ کے دشمنوں کے ساتھ ہوگا۔

ابن حبان کہتے ہیں اس کا انتقال ۲۵۰ھ میں ہوا یہ لوگوں کو رفض کی دعوت دیتا تھا۔ میزان ج ۲ ص ۳۷۹

عباد نے یہ روایت فضل بن القاسم سے نقل کی ہے۔ ذہبی کہتے ہیں میں اسے نہیں جانتا۔ اس روایت کے بقیہ رواۃ ثقہ اور اہل سنت ہیں جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس روایت کا بنا کرنے والا یا عباد بن یعقوب ہے اور یا پھر یہ فضل بن القاسم۔ اور فضل بن القاسم کا رجال و تاریخ میں کوئی وجود نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی موہومی پرندہ ہو اور اس کے نام سے یہ روایت وضع کی گئی ہو۔ اس صورت میں اس کا واضع عباد ہوگا۔ اسی باعث ابن عدی اور ذہبی نے یہ روایت عباد کے تذکرہ میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کی موجودگی میں یہ دعویٰ کہ یہ رافضی سچا ہے۔ باطل ہے۔ اسی وجہ سے مسلم، نسائی اور ابوداؤد نے اس کی روایت نہیں لیں۔

سوید : جبیرتی نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس سوید پر اعتراض ہے۔ یہ نابینا ہو گیا تھا تو جو شخص چاہتا اسے تلقین کرکے کہلوا لیتا۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن بڑھاپے میں اس کے سامنے بعض غلط چیزیں پڑھی گئیں اور یہ ان کی تصدیق کرتا۔

یحییٰ بن معین نے اسے برا کہا اور اسے کذاب کہا ابن الجوزی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے اس سوید نے امام مالک سے موطا بھی روایت کی ہے۔ کہا جاتا ہے اس نے موطا پس دیوار سے سنی تھی۔ اسی لئے یہ سوید ضعف کے زیادہ قریب ہے۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ یہ شخص حلال الدم ہے۔ یعنی اس کا خون مباح ہے۔ اور حسین بن فہم نے یحییٰ سے نقل کیا ہے۔ اللہ اس پر کبھی رحمت نازل نہ فرمائے۔

ابوبکر الاعین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ عیش کا پروردہ بوڑھا ہے۔ اس نے بالسند یہ روایت پیش کی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو ہمارے دین میں اپنی رائے سے

Marfat.com

کوئی بات کہے اسے قتل کر دو۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کے بارے میں یحییٰ نے کہا تھا کاش میرے پاس ایک ڈھال اور ایک تلوار ہوتی تو میں اس سوید سے جہاد کرتا۔

حاکم کا بیان ہے کہ یحییٰ نے اس سوید پر اس حدیث کے باعث اعتراض کیا۔ کہ جس شخص نے عشق کیا۔ اسے چھپایا۔ اور پاکدامن رہا۔ اور پھر اس حال میں مرگیا تو وہ شہادت کی موت مرا۔ جب یحییٰ کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ کاش میرے پاس ایک گھوڑا اور نیزہ ہوتا میں سوید سے جا کر جہاد کرتا۔

ابراہیم بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میں نے امام مسلم سے سوال کیا۔ آپ نے سوید کی روایت جو اپنی صحیح میں نقل کی ہے اس کا جواز کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا میں حفص بن میسرہ کا نسخہ کہاں سے نقل کرتا۔ کیونکہ اس کا نسخہ تو اسی کے پاس ہے۔

یہ وہی سوید ہے جس نے ابو معاویہ، اعمش، عطیہ اور ابو سعید کے واسطہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن و حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ حالانکہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ عطیہ جب ابو سعید سے روایت کرتا ہے تو اس کی مراد کلبی کذاب ہوتا نہ کہ ابو سعید خدری۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ روایت ابو معاویہ سے باطل ہے۔ لیکن ذہبی کا بیان ہے کہ جب میں مصر گیا تو میں نے یہ روایت مسند منجنیقی میں ابو کریب۔ ابو معاویہ کی سند سے پائی اس لحاظ سے اس روایت کے بیان کرنے کا جرم سوید پر واقع نہیں ہوتا جس کے باعث وہ اس جرم سے پاک رہتا ہے۔ بشرطیکہ اوپر کے راوی سب معتبر ہوں۔

سوید سو سال تک زندہ رہا اور ۲۴۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

ابن عدی نے اس کی متعدد روایات کو منکر قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت جابرؓ نے ارشاد فرمایا جو حضرت علیؓ کے قتال میں شبہ کرے۔ وہ کافر ہے۔

ہمارے لئے مصیبت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ ۷۰ھ تک حیات رہے اور تادم مرگ کسی ایسی جنگ میں کبھی حصہ نہیں لیا جو کسی مسلم نے مسلم کے خلاف لڑی ہو۔ حتیٰ کہ حضرت جابرؓ نے حضرت علیؓ کا بھی ساتھ نہیں دیا۔

Marfat.com

تو وہ ایسی بات کیسے فرما سکتے تھے۔ یہ بات تو کسی تقیہ باز نے کی ہوگی حتیٰ کہ کرم جس امیر کی بیعت کرنے کے ساتھ جنگ میں شرکت سے گریز کرتے کیونکہ اس طرح جنگ نہ کرنا بیعت سے انحراف ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ نے دیگر صحابہ کرام کی مانند حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔

خم غدیر کی ایک اور کہانی ۔ براءؓ بن عاذب کی زبانی

حضرت براءؓ بن عاذب کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ فرمائے۔ جن میں سے ایک پر علیؓ بن ابی طالب کو اور دوسرے پر خالد بن ولیدؓ کو امیر بنایا۔ اور فرمایا جب قتل وقتال شروع ہو جائے تو علیؓ امیر ہوں گے۔

الغرض حضرت علیؓ نے ایک قلعہ فتح کیا۔ اور وہاں سے ایک باندی حاصل کر لی۔ اس واقعہ پر حضرت خالدؓ بن الولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط تحریر کر کے مجھے دیا جس میں علیؓ کی برائی تھی۔

براءؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے خط پڑھا۔ آپؐ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا اور فرمایا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت فرماتا ہے میں نے عرض کیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں تو صرف ایک قاصد ہوں۔

ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہمیں اس روایت کی اس سند کے علاوہ کوئی اور سند معلوم نہیں۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۳۷۔

اس روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ مال غنیمت میں سے تقسیم کے بغیر کچھ لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر یہ جائز ہے تو یہ خمس تمام مسلمانوں کا مال ہے یا صرف پنج تن کا حق ہے اگر تقسیم کے بغیر مال لینا ناجائز ہے تو تمام اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے عربی میں غلول (بے ایمانی) بولتے ہیں یعنی غبن اور بددیانتی۔

Marfat.com

اگر یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے اجازت ہے جن کا خمس میں حصہ ہے تو اول تو خمس میں متعدد افراد کا حصہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ .	اور جان لو کہ جو شے تم غنیمت میں حاصل کرو تو اس کا خمس اللہ۔ رسول۔ ذوی القربی یتامی۔ مساکین اور مسافروں کے لئے ہو۔

معلوم ہوا خمس میں یتیم۔ مساکین اور مسافروں کا بھی حق ہے۔ اس طرح یہ حق عام ہوگا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ یہ ذوی القربی کا حق ہے تو لفظ ذوی القربی بہت عام ہے۔ اس میں تمام قریش داخل ہو جائیں گے اور اگر اس لفظ کو خاص مانا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خمس میں سے فاطمہؓ کو غلام دینا قبول نہیں کیا تو یہ باندی حضرت علیؓ کیلئے کیسے جائز ہوگی؟

اگر فی الواقع یہ چیزیں جائز ہوتیں تو صحابہ کرام کو یہ عمل ناگوار نہ گزرتا۔ اور نہ یہ شکایت ہوتی۔ اور یہ بھی خلاف عقل ہے کہ صحیح شکایت پر حضور ناگواری کا اظہار فرمائیں۔

یہ بھی غلط ہے کہ حضرت علیؓ کو کوئی لشکر دے کر بھیجا گیا تھا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں خالد بن ولیدؓ کے پاس خمس لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ جب حضرت علیؓ نے خمس پر قبضہ کر لیا تو ان سے مال خمس میں یہ غلطی سرزد ہوئی۔ کیونکہ حضرت بریدہؓ کے الفاظ ہیں۔

بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی خالد لیقبض الخمس وکنت ابغض علیا وقد اغتسل فقلت لخالد الا تری لهذا فلما قدمنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکرت ذلک له فقال یا بریدة اتبغض علیا فقلت نعم قال لا تبغضه فان له فی الخمس	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ کے پاس علیؓ کو اس لئے بھیجا تاکہ وہ ان سے خمس حاصل کر لیں اور میں علیؓ سے بغض رکھتا تھا کیونکہ انہوں نے غسل کیا تھا میں نے خالدؓ سے کہا کہ آپ اس شخص (علی) کو نہیں دیکھتے۔ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ حضور کے سامنے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہؓ کیا تو علیؓ سے بغض رکھتا ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں آپ

Marfat.com

اکسٹرمن ذالک۔ [illegible]

(البخاری ج ۲ ص ۶۲۳) [illegible]

[illegible] سے ان تمام امور [illegible]

[illegible]

سے بہت [illegible] ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] دونوں کی [illegible] ہو۔

اس حدیث سے یہ [illegible] کہ حب علی کوئی جز و ایمان نہیں اور بغض علی سے کوئی شخص

ایمان سے خارج ہوتا ہے [illegible] اس بغض کی وجہ [illegible]

روایات پائی جاتی ہیں وہ سب منکر ہیں [illegible] شیعوں کی [illegible] اس روایت کی سند بھی

ملاحظہ فرمائیں۔

ابو اسحاق سبیعی

اس کے پہلے راوی ابو اسحاق ہیں۔ [illegible] عثمان کے [illegible] آخر عمر میں ان کا کچھ حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ یہ مشہور [illegible] تدلیس کے مریض ہیں۔

امام عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں اہل کوفہ میں تدلیس کا مرض پیدا کرنے اور انہیں خراب کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش ہیں۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۷۰۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مدلس کی حدیث معنعن محدثین کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اور یہ حدیث معنعن ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت قابل قبول نہیں۔

یونس بن ابی اسحاق

ابو اسحاق سے یہ روایت نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے یونس ہیں۔ ان کی روایات بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔

عبدالرحمان بن مہدی فرماتے ہیں۔ یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ سچے ہیں لیکن ان کی روایات بطور حجت پیش نہیں کی جا سکتی۔ نسائی کا قول ہے یہ کام چلاؤ ہیں۔ ابن خراش کا قول ہے کہ ان کی

Marfat.com

حدیث میں کمزوری ہوتی ہے۔

ابن حزم محلی فرماتے ہیں۔ انہیں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن سعید نے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ بالذات سچے ہیں۔ لیکن شعبہ اور مسعر کے درجہ کے نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں ان میں غفلت پائی جاتی ہے۔ احمد بن حنبل کا قول ہے کہ مضطرب الحدیث ہیں۔ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد سے نقل کیا ہے کہ یہ ایسے اور ویسے ہیں یعنی کمزور ہیں۔ میزان ج ۲ صـ ۲۸۳

اس روایت کو یونس سے نقل کرنے والا احوص بن جواب ہے۔

احوص بن جواب بخاری نے اس سے کوئی روایت نہیں لی۔ ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے لیکن یحییٰ بن معین کا قول ہے یہ قوی نہیں۔ میزان ج ۱ صـ ۱۶۴

ان بحثوں سے اس روایت کا اندازہ فرمالیں۔ اور کچھ دیر کیلئے یہ بھی سوچیں کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلط بات کی اس انداز سے تردید فرماتے؟ کم از کم ہم جیسا بد عقل انسان ان امور کو قبول نہیں کر سکتا۔

ہم دونوں نور سے پیدا ہوئے

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں اور علیؓ نور سے پیدا ہوئے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل ہم دونوں کا نور پیدا فرمایا۔ ہم عرش کے دائیں جانب تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا۔ اس طرح ہم مردوں کی پشت میں تبدیل ہوتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں رکھا۔ پھر اللہ نے اپنے نام سے ہمارا نام تخلیق فرمایا۔ پس اللہ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ علی ہے اور علی میں ہے

جعفر بن احمد

یہ روایت جعفر بن احمد نے وضع کی ہے۔ یہ ایک رافضی بچہ تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ ہم اس امر کا یقین رکھتے تھے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا

الموضوعات ج ۱ صفحہ ۳۴۰

امام ذہبی اس جعفر کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا پورا نام جعفر بن احمد بن علی بن بیان بن زید بن سیابہ ابوالفضل الغافقی المصری ہے۔ جو ابن ابی العلاء کے نام سے مشہور ہے۔

ابن عدی نے ان کا پورا نسب نامہ لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ میں نے اس شخص سے ۲۹۹ اور ۳۰۰ھ میں احادیث تحریر کی تھیں۔ اور میرا گمان ہے کہ اسی سن میں اس کی موت واقع ہوئی۔ اس نے ابو صالح عبداللہ بن یوسف التنیسی اور سعید بن عفیر اور ایک جماعت سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ ہم اس پر وضع حدیث کی تہمت لگاتے ہیں بلکہ ہمیں اس پر یقین ہے اور یہ رافضی تھا۔

ابن یونس نے اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ شخص رافضی تھا احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

اس کے بعد ابن عدی نے اس کی متعدد روایات نقل کر کے انہیں موضوع قرار دیا۔ جن میں سے ایک روایت قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

"تم اپنی پھوپی کھجور کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ اللہ نے اسے آدمؑ کے پتلے سے بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے۔" میزان ج ۱ صفحہ ۴۰۔

تعجب ہمیں اس پر ہے کہ جب آدمؑ نور سے پیدا ہوئے تو مٹی کیسے بچ گئی۔ کیا اس مٹی کا تعلق نور سے تھا۔ یا مٹی اور نور ایک ہی شے ہو سکتی ہے؟

Marfat.com

رافضی گروہ کو جہاں پاؤ قتل کر دو

حضرت فاطمہؓ سے بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن ابی طالب تو اور تیرے شیعہ جنت میں جائیں گے۔ اور عنقریب ایسے گروہ آئیں گے جو تیری محبت کا اظہار کریں گے۔ یہ جماعت اسلام سے نکل جائے گی اور انہیں رافضی کہا جائے گا۔ اے علیؓ اگر تیری ان سے ملاقات ہو تو انھیں قتل کر دینا۔ کیونکہ یہ سب مشرک ہوں گے۔

ہمیں افسوس یہ ہے کہ یہ حکم حضرت علیؓ کو دیا گیا ہمیں نہ دیا گیا۔ اگر ہمیں دیا جاتا تو ہو سکتا ہے کہ یہ سرزمین رافضیوں سے پاک نظر آتی۔

اگرچہ یہ روایت سابقہ صفحات میں بھی گزر چکی ہے۔ لیکن چونکہ الفاظ میں تھوڑا بہت فرق تھا اس لئے ہم نے اسے دوبارہ نقل کر دیا ہے۔ اس کا واضع تلید بن سلیمان الکوفی ہے۔ ذرا اس کا حال ذہبی کی زبانی سنیئے۔

تلید بن سلیمان الکوفی اس کی کنیت ابو الجحاف ہے۔ عطا بن السائب اور عبد الملک بن عمیر سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے امام احمد اور ابن نمیر نے روایت لی ہے۔ اس کی منکرات میں سے یہ سابقہ روایت بھی ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ شیعہ ہے لیکن ہم اس کی روایت میں کوئی برائی نہیں سمجھتے۔ یحیٰی ابن معین کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ ایک دفعہ چھت پر چڑھا حضرت عثمانؓ کو برا کہہ رہا تھا تو حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے کسی نے اس کے تیر کھینچ کر مارا جس سے اس کے پاؤں ٹوٹ گئے

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے ابو بکرؓ و عمرؓ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو داؤد نے یہ الفاظ کہے کہ رافضی ہے خبیث ہے نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۸ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۶

اس روایت میں سب سے اہم لطیفہ یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت فاطمہؓ سے زینب بنت علیؓ نقل کر رہی ہیں جن کے بارے میں روافض کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی وفات پیدائش فاطمہؓ سے چند سال قبل واقع ہوئی اور آخر میں نسل حسینی کے بعد اپنے داماد یزید کے پاس حاضر رہیں۔ اور وہیں دمشق میں انتقال کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے رافضیوں سے ناراض ہو کر یہ بات کہی ہو۔

پل صراط پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہونگے

(اور اعراف پر کچھ آدمی ہوں گے)

عبداللہؓ بن عباسؓ ارشاد الٰہی وعلی الاعراف رجال کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اعراف پل صراط پر ایک ٹیلہ ہوگا جس پر عباسؓ، حمزہؓ اور علیؓ بیٹھے ہوں گے۔ یہ اپنے چاہنے والوں کو چہرہ دیکھ کر پہچانیں گے کہ ان کے چاہنے والوں کے چہرے سپید ہوں گے۔ اور ان سے بغض رکھنے والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

میزان ج ۲ صـ ۲۵۲۔

حیرت ہے کہ آیت کریمہ میں اعراف کا ذکر ہو رہا ہے۔ اعراف چہار دیواری کو کہتے ہیں اور راوی پل صراط پر ٹیلہ بنا رہا ہے اور اس پر حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کو چہرے پہچاننے کے لئے بٹھا رہا ہے لیکن بنو عباسؓ اور بنو علیؓ میں ہمیشہ جنگ جاری رہی لہٰذا یہ فیصلہ بڑا دشوار ہوگا کہ کس کے چہرے سپید ہیں اور کس کے سیاہ۔ کیونکہ خلافت بنو عباسؓ کے دور میں شیعان علیؓ ہمیشہ بغاوت کرتے رہے۔ لہٰذا یا تو شیعان علیؓ کے چہرے روشن ہوں گے یا شیعان عباسؓ کے جو ان سے لڑتے رہے۔ اور دونوں کے روشن ہونا ممکن نہیں۔

رہ گئے بیچارے حضرت حمزہؓ ان کا نام نہ عباسیؓ لیتے ہیں اور نہ علویؓ۔ انہیں تو اس ٹیلہ پر صرف ایک مہرہ بنا کر بٹھایا جائے گا۔ ان بیچاروں کو کوئی عباسی اور کوئی علوی جانتا بھی نہ ہوگا۔

اعراف چہار دیواری کو بولتے ہیں۔ اور پل صراط دوزخ پر ایک پل ہوگا جو بال سے باریک اور تلوار سے تیز

Marfat.com

ہوگا۔ اور حضورؐ اس کے کنارے کھڑے کہتے ہونگے رب سَلِّم اے میرے رب محفوظ رکھ۔ پُل صراط سے گزرنے والے یا بخیر و خوبی گزریں گے یا کٹ کر جہنم میں گریں گے۔ ظاہر ہے کہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے وہ تو کٹ کر دوزخ میں خود ہی گر جائیں گے۔

عاصم بن سلیمان ابو شعیب التیمی الکوزی البصری۔ کوز ایک قبیلہ ہے جس کی جانب یہ منسوب ہے۔ ہشام بن عروہ اور ایک جماعت سے اس نے حدیث روایت کی ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ فلاس کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا ہیں نے اس جیسا احادیث وضع کرنے والا نہیں دیکھا۔ نسائی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کذاب ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی حدیث لکھنا بھی جائز نہیں مگر بغرض تعجب۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۵۱۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۳۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۱۹۔

جویبر عاصم نے یہ روایت جویبر سے نقل کی ہے۔ جویبر سے مراد جویبر بن سعید ابوالقاسم الازدی البلخی ہے جو مشہور مفسر ہے اور ابن عباسؓ کی روایات نقل کرتا ہے۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ جوزجانی کہتے ہیں یہ اس قابل نہیں کہ اسکی جانب توجہ بھی دی جائے۔ نسائی اور دارقطنی وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ متروک الحدیث ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۷۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۸۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۷۳۔

بخاری تاریخ الصغیر میں لکھتے ہیں کہ علی بن المدینی نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ میں اس جویبر کو دو روایات کی وجہ سے پہچانتا ہوں۔ پھر اس کے بعد وہ روایات بیان کیں لیکن اس کے بعد ضعیف قرار دیئے گئے۔ تاریخ الصغیر ص ۲۷۔

ضحاک بن مزاحم البلخی جویبر نے یہ روایت ضحاک بن مزاحم سے نقل کی ہے۔ یہ مشہور مفسر ہے بچوں کو ادب سکھاتا تھا۔ شعبہ کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے ملاقات تک نہیں کی۔ عبدالملک بن میسرہ کا بیان ہے کہ یہ ضحاک عبداللہ بن عباسؓ سے ملا نہیں بلکہ اس نے تفسیر

Marfat.com

سعید بن جبیر سے حاصل کی تھی لیکن یہ ضحاک درمیان سے سعید کو نکال کر خود کو ابن عباسؓ کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔

مشاش کا بیان ہے کہ اس نے ابن عباسؓ کو دیکھا تک نہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں یہ ضحاک ہمارے نزدیک ضعیف ہے۔ اگرچہ اسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور ابو زرعہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ ابن عباسؓ اور ابو ہریرہؓ سے جتنی روایات نقل کرتا ہے۔ سب پر اعتراض ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۲۵۔

علیؓ تو میرا نفس ہیں

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ کا بیان ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں نے آپ کو کبھی علیؓ کے بارے میں کچھ کہتے نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا علیؓ تو میرا نفس ہے اور کوئی اپنے نفس کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتا۔ میزان ج ۳ صفحہ ۴۹

حالانکہ حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاص ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے [illegible] امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا اور حضرت علیؓ کے مقابل تھے اور جو اپنے والد کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کی جانب سے مصر کے گورنر بنائے گئے اور یزید کے آخری دور میں انتقال فرمایا۔

دراصل اس روایت میں حضرت فاطمہؓ کا قول اور اس کا جواب موضوع ہے۔ اور یہ حدیث صحیح میں زیادتی کی گئی ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس زیادتی کا راوی نضر بن محمد الحذاء ہے جو ان الفاظ کو ابو الربیع الزہرانی سے نقل کر رہا ہے۔ ان دونوں میں کسی نے حدیث صحیح میں اضافہ کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں یہ عبارت موضوع ہے۔ خواہ نضر بن محمد نے کی ہو یا اس کے استاد نے۔

حجاج بن ارطات اس کا ایک راوی حجاج بن ارطات ہے جو مشہور فقیہ ہے لیکن روایت حدیث میں کمزور ہے۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اس کے سر سے [illegible]۔

Marfat.com

اب اسے مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں۔

عجلی کا بیان ہے کہ یہ فقیہ ہے مفتی ہے لیکن اس میں برائی کا مادہ ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل روایت نقل کرتا ہے حالانکہ یحییٰ سے اس نے کوئی روایت نہیں سنی۔ اس پر تدلیس کا عیب لگایا گیا ہے۔ اس نے تقریباً چھ سو کے قریب احادیث روایت کی ہیں۔

یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ سچا ہے لیکن قوی نہیں۔ تدلیس سے کام لیتا ہے۔ یحییٰ بن یعلی المحاربی کا بیان ہے کہ ہمیں زائدہ نے اس امر کا حکم دیا کہ ہم حجاج بن ارطات کی حدیث ترک کر دیں۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس حجاج نے زہری کو نہیں دیکھا اور زہری اس حجاج کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے۔ وہ حجاج بن ارطات اور محمد بن اسحاق کے بارے میں بہت بری رائے رکھتے جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تفصیلی حالات شب برات نامی کتاب میں ملاحظہ فرمائیے۔

علیؓ میرے علم کا تھیلا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی میرے علم کا تھیلا ہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۲۲۰۔

یعنی اگر خدانخواستہ علیؓ نہ ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم سے محروم رہ جاتے اور بہرصورت علیؓ کے پاس تو علم ہی علم ہوتا گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم میں تھیلے کے محتاج ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ابن عباسؓ اس کے باوجود حضرت علیؓ پر نکتہ چینی کرتے رہے۔ ان نکتہ چینیوں کا تماشا دیکھنا ہو تو طبری ملاحظہ فرمالیں۔

ضرار بن صرد الکوفی اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ بخاری کا قول ہے کہ متروک ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ کوفہ میں اصل کذاب دو ہیں ایک ضرار بن صرد اور ایک ابونعیم النخعی۔ نسائی کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ضعیف ہے ابوحاتم فرماتے ہیں یہ قابل حجت نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۳۲۷

نسائی لکھتے ہیں ضرار بن صرد متروک ہے اس کی کنیت ابونعیم ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ٢٦٥۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ١٠٦۔

یحیٰی بن عیسیٰ الرملی

ضرار نے یہ روایت یحیٰی بن عیسیٰ الرملی سے نقل کی ہے۔ نسائی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے یحیٰی ابن معین کہتے ہیں وہ کچھ نہیں ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات کوئی دوسرا نقل نہیں کرتا۔ میزان ج ٤ ص ٤٠١۔

عبایہ

اس روایت کی سند میں ایک اور راوی عبایہ ہے جو حضرت علیؓ کا شاگرد ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ یہ وہی عبایہ ہے جس نے حضرت علیؓ سے یہ داستان نقل کی ہے کہ میں دوزخ تقسیم کروں گا۔ اس نے حضرت علیؓ سے یہ کہانی بھی نقل کی ہے۔ کہ میں قتل کیا جاؤں گا پھر مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ پھر میں دوبارہ قتل کیا جاؤں گا۔ میزان ج ٢ ص ٣٦٧۔

اے علیؓ میرے بعد جو اختلاف ہوگا تو اسے ظاہر کریگا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا میرے بعد امت میں جو اختلاف پیدا ہوگا تو اسے ظاہر کرے گا۔ میزان ج ٢ ص ٣٢٥۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ نے حضرت علیؓ کے ساتھ کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اور اس جنگ میں شریک ہوئے جو یزید بن معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر لڑی۔ حالانکہ صحابہ کرام کو اصل اختلاف حضرت علیؓ سے ہوا کہ انہوں نے قاتلین عثمان کا ساتھ دیا۔

اس کہانی کا راوی بھی وہی ضرار بن صرد الکوفی ہے جس کا حال پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے نقل کرنے والا زکریا بن یحیٰی الکوفی ہے۔

زکریا بن یحیٰی الکوفی

عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے یحیٰی بن معین سے اس زکریا کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ برا آدمی ہے۔ بدترین قسم کی کہانیاں بیان

Marfat.com

کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا اس نے تو مجھ سے کہا تھا کہ مجھ سے یحییٰ بن معین نے روایات لکھی ہیں۔ انہوں نے منہ بنایا اور اللہ کی قسم کھا کر بیان کیا کہ نہ تو وہ اس کے پاس گئے اور نہ اس سے کوئی روایت لکھی۔ اور فرمایا وہ تو اس قابل ہے کہ ایک کنواں کھود کر اس زکریا کو اس میں دھکا دے دیا جائے۔

اسی نے یہ کہانی نقل کی ہے کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ۔ اور یہ عبارت اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل لکھی تھی۔ نسائی اور دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ متروک ہے۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۷۵

نسائی لکھتے ہیں زکریا بن یحییٰ الکسائی متروک الحدیث ہے ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۴۳

دارقطنی کا بیان ہے کہ زکریا بن یحییٰ الکسائی الکوفی متروک ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۹۵

یاقوت کی سرخ شاخ

حضرت زید بن ارقمؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو سرخ یاقوت کی شاخ تھامنا چاہتا ہے وہ حب علیؓ کو لازم پکڑ لے۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۔

ابن حبان لکھتے ہیں کہ عبد الملک بن دلیل نے ایک موضوع کتاب اپنے باپ سے نقل کی ہے۔ اس میں تمام روایات سدی کے ذریعہ حضرت زید بن ارقم سے منقول ہیں۔ یہ سب حضرت علیؓ کی فضیلت میں ہیں۔ ان روایات کا اپنی کتابوں میں ذکر کرنا بھی حلال نہیں۔ ان میں سے ایک مردود روایت مذکورہ روایت ہے میزان ج ۲ ص ۲۸

یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ روایت کس کی وضع کردہ ہے کیونکہ اس کے تمام روات یعنی عبد الملک بن دلیل دلیل بن عبد الملک اور سدی سب کذاب ہیں۔ اس کا راوی دلیل بن عبد الملک ہے جس نے اپنے باپ سے ایک موضوع نسخہ نقل کیا ہے۔ جس کا بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

سدی دو ہیں سدی کبیر اور سدی صغیر اور بالاتفاق سے ہر دو رافضی ہیں۔ ان دونوں کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

اے علیؓ تجھے جس نے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا

[illegible] ابوذرؓ [illegible] سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ جس نے مجھے چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا اور جس نے تجھے چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱۔

ابوالجحاف ذہبی کا بیان ہے یہ روایت منکر ہے۔ اس کا راوی ابوالجحاف داؤد بن ابی عوف ہے۔ اسے اگرچہ احمد، یحییٰ، نسائی اور ابوحاتم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں۔ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات فضائل اہل بیت میں مروی ہوتی ہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۸۱۔

ابوالجحاف نے اسے ابومعاویہ سے روایت کیا ہے۔ اور میزان کے ایک نسخہ میں ہے کہ معاویہ سے روایت کیا ہے وہ ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ ہم نے رجال کی کتابیں چھانیں۔ لیکن ہمیں کوئی ایسا ابومعاویہ نہ ملا جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں یہی حال معاویہ نامی شخص کا ہے کہ تابعین میں کوئی معاویہ نامی ایسا شخص موجود نہیں جس نے ابوذرؓ سے روایات سنی ہوں۔

ہاں یہ ممکن ضرور ہے کہ صحابہ میں سے کسی معاویہؓ نامی فرد نے ابوذرؓ سے روایت لی ہو۔ صحابہ میں متعدد افراد کا نام معاویہ ہے۔ مثلاً معاویہؓ بن الحکم السلمی، معاویہؓ بن حیدۃ القشیری اور معاویہؓ بن ابی سفیان۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس ابوالجحاف نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا۔ یہ تبع تابعی ہے۔ الغرض ہر صورت میں ایک راوی مجہول ہے اور درمیان میں سے روایت منقطع ہے۔

علی امام الاولیاء ہیں

حضرت ابوبرزہؓ اسلمی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ

Marfat.com

سے علیؓ کے بارے میں عہد لیا کہ علیؓ ہدایت کے جھنڈے، امام الابرار اور ایک کلمہ ہیں جو اللہ نے متقین پر لازم کیا ہے۔ جو علیؓ سے نسبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی۔ میزان ج ۲ ص ۲۶۶۔

ذہبی کا بیان ہے یہ روایت باطل ہے۔ اور اس کی سند کے تمام راوی مجہول ہیں۔ اور دریوں کا یہ چکر تین سو سال بعد وجود میں آیا۔ جو اسلام میں ایک بدعت ہے۔

اے علیؓ عنقریب تیرے دونوں ستون گر جائینگے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے میری خوشبو تجھ پر سلام ہو۔ میں دنیا میں سے بہترین خوشبو کی تجھے وصیت کرتا ہوں۔ ابھی کچھ دن بعد تیرے دونوں ستون گر جائیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فرمایا یہ تیرے دو ستونوں میں سے ایک ستون ہے لیکن جب فاطمہؓ علیہا السلام کا انتقال ہوا۔ تو فرمایا یہ تیرا دوسرا ستون ہے۔ میزان ج ۴ ص ۴۷۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اپنی وفات کے بعد کس طرح یہ بات بیان فرمائی کہ تیرا یہ پہلا ستون گرا اور کس طرح حضرت فاطمہؓ کے انتقال پر یہ بیان کیا کہ تیرا دوسرا ستون گرا۔ ہو سکتا ہے یہ بھی کوئی حیات النبی کی قسم کا کوئی مسئلہ ہو اور ہماری سمجھ سے بالاتر ہو۔

کدیمی اس کا راوی محمد بن یونس بن موسیٰ القرشی السامی البصری ہے جو کدیمی سے مشہور ہے۔ ابنِ عدی کا بیان ہے کہ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں اس نے ایک ہزار سے زائد روایات وضع کی ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایسے لوگوں سے روایات نقل کرتا ہے جنہیں اس نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

ابوداؤد، موسیٰ بن ہارون اور قاسم المطرز کا بیان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس کی تعریف تو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کے حال سے باخبر نہ ہو۔

ابوبکر احمد بن المطلب الہاشمی کا بیان ہے کہ ہم ایک روز قاسم بن زکریا المطرز کی حدیث سن رہے تھے اتنے میں ان کی کتاب میں کدیمی کی حدیث آئی۔ انہوں نے اسے پڑھنے سے انکار کر دیا۔ محمد بن عبدالجبار

کدیمی سے اکثر روایات نقل کرتے تھے انہوں نے کدیمی کی روایات پڑھنے پر اصرار کیا تو انہوں نے فرمایا جب میں اللہ کو حساب دوں گا تو یہ بھی کہوں گا کہ یہ کدیمی آپ کے رسول اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۵۵۔ اس کا انتقال ۲۸۶ھ میں ہوا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ کدیمی متروک ہے۔ کتاب الضعفاء و المتروکین ص ۱۰۱ لدار قطنی۔

حماد بن عیسیٰ الجہنی کدیمی نے یہ روایت حماد بن عیسیٰ جہنی سے نقل کی ہے۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ حماد ابن جریج اور جعفر بن محمد کے نام سے من گھڑت روایات نقل کرتا ہے۔ ابو داؤد اور ابو حاتم نے اسے ضعیف کہا ہے۔ میزان ج ا ص ۵۹۸۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی میں تہتر کھجوریں آئیں۔

حضرت انسؓ بن مالک نے حضرت عمرؓ کے واسطے سے حضرت ابوبکرؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کھجوریں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے مجھے جواب دیا۔ اور مٹھی بھر کر کھجوریں دے دیں۔ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں اٹھ کر علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلا گیا۔ ان کے سامنے بھی کھجوریں موجود تھیں۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور ہنسنے لگے اور مجھے ایک مٹھی بھر کے کھجوریں دیں، میں نے انہیں شمار کیا، تو ان کی تعداد تہتر تھی۔

مجھے اس پر تعجب ہوا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا۔ اور آپ کے روبرو کھجوریں تھیں آپ نے ایک ہتھیلی بھر کر مجھے دیں میں نے انہیں شمار کیا تو وہ تہتر تھیں۔ پھر میں علیؓ کے پاس چلا گیا۔ ان کے ہاں بھی کھجوریں پھیلی تھیں۔ انہوں نے ایک مٹھی کھجوریں مجھے دیں۔ میں نے انہیں شمار کیا تو وہ بھی تہتر تھیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا اے ابوہریرہؓ کیا تو نہیں جانتا کہ میرا اور علیؓ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں۔

Marfat.com

اس موضوع پر ہم پہلے عیسیٰ بن بنار کی روایت بیان کر چکے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ بات صرف ایک ہاتھ کی نہیں دو ہاتھ کی تھی اور دونوں ہاتھوں میں ساٹھ کھجوریں آئی تھیں اور یہاں ایک ہاتھ میں تیتر کھجوریں آئیں۔ فیا للعجب۔

خطیب نے اس روایت کو اپنی تاریخ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت اس سند سے باطل ہے اور اسے قاسم ملطی کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

قاسم ملطی، اور وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ قاسم ملطی کذاب ہے۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱۲

دارقطنی لکھتے ہیں یہ قاسم بن ابراہیم ملطی امام مالک کے نام سے جھوٹ بولتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص ۱۶۳

ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ لوگوں سے نقل کرتا ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے یہ کذاب ہے ذہبی کا بیان ہے کہ یہ ایسی بکواسات نقل کرتا ہے جو برداشت سے باہر ہیں۔ پھر ذہبی نے اس کی دو روایات نقل کیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب فاطمہؓ تھیں

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت فاطمہؓ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت علیؓ سے تھی۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس سند کے علاوہ اس کی کوئی سند ہم نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۲۵۔ ابراہیم الجوہری کا بیان ہے کہ اس سے مقصود آپ کے اہل بیت تھے۔

امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا لیکن ایک ایسی روایت کو جو اس کی عین ضد ہے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ لہذا وہ روایت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

حضرت عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا۔ جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ میں نے عرض کیا میں مردوں کے معاملہ میں پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا اس کا باپ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۱۰

ترمذی نے پہلی روایت کو غریب اور اسے صحیح قرار دیا یہی وجہ ہے کہ ابراہیم بن سعید الجوہری کو اس تاویل کی ضرورت پیش آئی کہ یہاں سوال سے مراد صرف اہل بیت ہیں حالانکہ یہ ایک زبردستی کی تاویل ہے ورنہ الفاظ تو عام ہیں بلکہ اس تاویل کے ذریعہ اہل سنت کو بیہوشی کا ایک زہریلا انجکشن بھی لگا دیا گیا کہ اہل بیت تو یہ چہار تن علیؓ۔ فاطمہؓ۔ حسنؓ و حسینؓ ہیں۔ ازواج مطہرات نہیں۔

حالانکہ سب سے بہتر تاویل تو یہ ہے کہ عمرو بن عاصؓ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور روایت بریدہؓ میں حضرت بریدہؓ نے اپنا تخیل ظاہر فرمایا ہے اور فرمان رسول کے مقابلہ

میں ایک صحابی کے تخیل کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے ؟ بشرطیکہ ان کی جانب اس کی نسبت صحیح ہو۔ لیکن ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت بریدہؓ کی جانب اس کی نسبت قطعاً درست نہیں۔ اس لئے کہ بریدہؓ جب حضرت علیؓ کے ساتھ یمن سے واپس تشریف لائے تھے اور حج سے واپسی کے وقت خم غدیر میں انھوں نے حضرت علیؓ کی شکایت کی تھی تو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔

هل تبغض عليا۔ قال نعم کیا تو علی سے بغض رکھتا ہے انھوں نے کہا جی ہاں

گویا حجۃ الوداع کے خاتمہ تک تو انھیں حضرت علیؓ کی اس خوبی کا علم نہ تھا بلکہ بریدہؓ ان سے بغض رکھتے تھے۔ اچانک انھیں اس خوبی کا کیسے احساس ہوا جس کا دس سال تک بھی احساس نہ ہو سکا تھا۔ ہمارے نزدیک حضرت بریدہؓ کی جانب اس روایت کی نسبت ہی جھوٹ ہے اور یہ جھوٹ جعفر بن الاحمر کا وضع کردہ ہے۔

جعفر بن زیاد الاحمر الکوفی حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب ص۵۵

امام احمد کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کی حدیث کا انکار کیا۔ ابو داؤد کہتے ہیں سچا تو ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ راہِ حق سے ہٹا ہوا ہے۔

جعفر کے پوتے حسین بن علی بن جعفر کا بیان ہے کہ میرا دادا خراسان کے شیعوں کا سردار تھا۔ ابو جعفر یعنی باقر نے اسے خط لکھا جس کے بعد یہ شیعوں کو لے کر سابور پہنچا اور اعلان بغاوت کیا منصور نے اس کے خلاف لشکر کشی کی جس کے نتیجہ میں یہ شکست سے دوچار ہوا۔ اور ایک مدت دراز تک قید خانہ میں بند رہا۔ ۱۶۷ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۱ ص۴۰۷

عبداللہ بن عطاء جعفر نے یہ روایت عبداللہ بن عطاء سے نقل کی ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ عبداللہ بن عطاء محمد بن اسحاق کا استاد ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۲ ص۴۶۲

Marfat.com

امام نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص
ان تمام تفصیلات سے یہ امر ظاہر ہو کر سامنے آگیا کہ یہ روایت خالص سبائی فیکٹری کی تیار کردہ ہے سبائیوں نے اس کی تائید میں ایک اور بھی روایت وضع کی ہے جو جمیع بن عمیر التیمی سے مروی ہے۔ ذرا اس کا بھی جائزہ لے لیں۔

جمیع بن عمیر التیمی کا بیان ہے کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہؓ کے پاس گیا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انھوں نے فرمایا فاطمہؓ میں نے سوال کیا کہ مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ان کے شوہر علیؓ میں تو یہ جانتی ہوں کہ علیؓ بہت قیام کرنے والے اور بہت روزہ رکھنے والے تھے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص

اگر اس کے جواب کے لئے حدیث بالا جو حضرت عمرو بن العاص سے مروی ہے کافی ہے لیکن اس کے ساتھ حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت بھی شامل کر دی جائے جو عبداللہ بن شقیق نے نقل کی ہے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

عبداللہ بن شقیق کا بیان ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ فرمایا ابوبکرؓ۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا عمرؓ میں نے عرض کیا ان کے بعد فرمایا ابوعبیدہؓ میں نے پھر سوال کیا تو ام المومنین نے سکوت اختیار کیا۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴ ترمذی کے علاوہ یہ روایت مسلم میں بھی مروی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن شقیق کا بیان تو یہ ہے کہ ام المومنین نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ابوبکرؓ تھے پھر عمرؓ اور جمیع نے ام المومنین سے یہ نقل کیا ہے کہ سب سے محبوب فاطمہؓ تھیں پھر حضرت علیؓ۔ ان دونوں میں سے کس کا قول قابل قبول ہے اور کس کا قابل رد۔

عبداللہ بن شقیق تمام محدثین کے نزدیک سچے ہیں۔ یحیٰ بن معین فرماتے ہیں وہ بہترین مسلمانوں میں سے ہیں۔ ان کی روایت کو کیسے رد کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں تک جمیع بن عمیر کا تعلق ہے تو اس کا

Marfat.com

حال بہت ہی بدتر ہے۔

جمیع بن عمیر التیمی

بیان کرتے ہیں انہوں نے حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ سے احادیث سنی ہیں لیکن اس پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں رافضی ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن نمیرؒ کا بیان ہے کہ وہ سب سے زیادہ جھوٹا انسان تھا کہا کرتا تھا کہ کرکی نامی پرندہ فضا میں بچے جنتا ہے اور اس کے بچے زمین پر گرنے نہیں پاتے۔ پرندے بچے نہیں جنتے انڈے دیتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی عام روایات ایسی ہوتی ہیں جنہیں کوئی اور روایت نہیں کرتا۔ صرف ترمذی تنہا واحد محدث ہیں، جنہوں نے اس کی روایت کو حسن قرار دیا۔ میزان ج ۱ ص ۴۲۳

اس کا ایک اور راوی حسین بن یزید الطحان الکوفی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں ثقہ ہے لیکن ابوحاتم کہتے ہیں کمزور ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۳۵

اس کی سند میں تیسرا راوی ابو الجحاف ہے جس کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ احمد اور یحییٰ کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم بھی اسے ثقہ قرار دیتے ہیں لیکن ابن عدی کا بیان ہے کہ یہ میرے نزدیک قابل حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی شیعہ کی روایت قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ اور جمیع بن عمیر وضاع الحدیث اور کذاب ہے۔

جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو جبرائیلؑ و میکائیلؑ ان کے دائیں اور بائیں چل رہے تھے

ابن عباسؓ سے نقل کیا جاتا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ رخصت کی گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے آگے آگے چل رہے تھے۔ جبرائیلؑ ان کے داہنی جانب چل رہے تھے۔ میکائیلؑ بائیں جانب چل رہے تھے اور ان کے پیچھے ستر ہزار فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے اور وہ یہ تسبیح و تقدیس صبح صادق تک کرتے رہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۹
میزان ج ۱ ص ۳۶۱

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ روایت موضوع ہے کیونکہ ابن لبزی کا بھائی کذاب ہے اور توبہ بن علوان شعبہ اور اہل عراق کی جانب ایسی ذخیرہ روایت منسوب کرتا ہے جو انھوں نے کبھی بیان نہیں کیں۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں یہ روایت کھلا جھوٹ ہے اور عبد الرحمان کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے [illegible] کے ذکر میں ایک موضوع حدیث روایت کی ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ ج۱ ص۲۱ اور [illegible] توبہ بن علوان [illegible] میزان ج۱ ص [illegible]

ذہبی عبد الرحمان بن محمد کے حال میں لکھتے ہیں۔ اس نے حضرت فاطمہؓ کی فضیلت میں توبہ بن علوان سے ایک جھوٹی حدیث روایت کی ہے۔ میزان ج۲ ص۵۸۶

گویا بلحاظ سند اس کے دو راوی کذاب ہیں اور اگر اس کے راوی ثقہ ہوتے تب بھی یہ روایت خلاف عقل ہوتی۔ اس لئے کہ :-

۱۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباس کو فرشتوں کی آمد کا کیسے علم ہوا؟

۲۔ جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی تو ابن عباسؓ اس وقت صرف پانچ سال کے بچے تھے اور اس وقت وہ مکہ میں تھے۔

۳۔ بفرض محال اگر مدینہ ہی میں تھے تو انھوں نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو ان ناموں کے ساتھ کیسے شناخت کیا۔ کیا وہ پہلے سے ان کو جانتے تھے۔

۴۔ فرشتوں کی تسبیح و تقدیس کیا بآواز بلند تھی کہ وہ سن سکتے؟

۵۔ اگر بآواز بلند تھی تو دوسروں کو بھی سننا چاہیئے تھا، جب کہ ایسا ہوا نہیں۔

۶۔ اتنی بڑی تعداد میں فرشتوں کا شمار کر لینا اور صحیح تعداد کا معلوم کر لینا کیا معجزہ نہ کہلائے گا؟

حضرت فاطمہؓ کے چاہنے والوں پر آگ حرام ہے

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ کا نام فاطمہؓ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرنے والوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔

ج۱ ص۴۰

... نے یہ روایت محمد بن ذکریا الغلابی کی وضع کردہ ہے۔

غلابی یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابوجعفر نام محمد بن ذکریا ہے۔ ایک مورخ ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن مندہ کا بیان ہے کہ محدثین کو اس پر اعتراض ہے۔ دارقطنی لکھتے ہیں یہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ اس نے زین العابدین کی فضیلت میں بھی ایک روایت وضع کی ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۵۵

بشر بن ابراہیم اس غلابی نے یہ کہانی ابن عمیر کے واسطہ سے بشر بن ابراہیم الانصاری سے نقل کی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ امام اوزاعی کے نام سے جھوٹی احادیث وضع کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک یہ روایات وضع کیا کرتا تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ روایات وضع کرکے انہیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۱ صـ ۳۲۱

محمد بن اسحاق الاہوازی اس روایت میں صرف یہی دو کذاب نہیں بلکہ ایک اور کذاب بھی موجود ہے۔ اس کا نام محمد بن اسحاق بن ابراہیم الاہوازی ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ الشیرازی کا بیان ہے کہ اس محمد بن اسحاق الاہوازی نے خود وضع حدیث کا اقرار کیا ہے۔ میزان ج ۳ صـ ۴۷۸

اس طرح اس روایت کی سند میں پے در پے تین کذاب جمع ہیں اور مزید عیوب اس کے علاوہ ہیں۔

ابن عدی نے تقریباً اسی مضمون کی ایک اور روایت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ فاطمہؓ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اللہ نے اس کے عوض فاطمہؓ اور اس کی اولاد کے لیے جہنم حرام کر دی ہے۔ اللالی ج ۱ صـ ۴۰۰

گویا روئے زمین پر روزِ اول سے حضرت فاطمہؓ کے علاوہ کسی عورت نے اپنی عصمت کی حفاظت نہ کی تھی اور چونکہ یہ ایک بے مثال کارنامہ ظہور پذیر ہوا تھا لہٰذا انہیں اس کا یہ اجر حاصل ہوا۔ اس طرح اس کہانی کو وضع کرنے والے نے دنیا جہاں کی تمام عورتوں پر الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ — اور اپنی پیشاب گاہوں کی حفاظت کرنے والے

وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ○

مرد اور عورتیں۔ اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد و عورت۔ ان کے لئے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

گویا تمام مسلمان مرد و عورت اس صفت سے متصف تھے اور بھی کو اس صفت سے متصف ہونا چاہیئے اور بقول حضرت ہند والدہ امیر معاویہؓ کوئی شریف عورت یہ کام نہیں کیا کرتی جس کا منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ ہر شریف عورت پاکدامن ہوتی ہے بلکہ قبل از اسلام بھی ایسا ہی ہوتا رہا اور جو عورتیں بدکاری میں مبتلا ہوئیں وہ سب غیر شریف عورتیں تھیں۔ اور ہر پاکدامن عورت کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا وعدہ فرمایا اور اس روایت کی رو سے اس کی اولاد کے لئے بھی آگ حرام ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر پاکدامن عورت اور اس کی اولاد جنت میں جائے گی۔

غور طلب امر یہ ہے حضرت فاطمہؓ کی کیا خصوصیت ہے یا دوسرے الفاظ میں یہ روایت کن تخیلات کے تحت وضع کی گئی ہے تو ہماری نظر میں اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ سبائیوں نے جب قرآن میں حضرت مریم کی پاکدامنی کی صفت اور تعریف پڑھی تو ان کا حاسدانہ ذہن یہ گوارا نہ کر سکا کہ قرآن ان کی تعریف میں تو رطب اللسان ہو اور حضرت فاطمہؓ جنھیں یہ سیدۃ النساء کا خودساختہ خطاب دیں تو قرآن و سنت اور تاریخ ان کی پاکدامنی کے ذکر سے خالی ہو۔ لہٰذا یہ داستانیں وضع کی گئیں۔ اور یہ نہ سوچا کہ حضرت مریمؑ پر تو ایک گروہ نے اتہام بازی کی تھی اور ان کے یہاں حکم الٰہی سے بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس لئے ان کی پاکدامنی کا ذکر کیا گیا اور حضرت فاطمہؓ کے ساتھ یہ صورتیں پیش نہیں آئیں۔ اس لئے ان کی اس خوبی کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔

۲۔ دراصل یہ تبرّا ہے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر کہ قرآن میں ان کی پاکدامنی نازل ہونے کے باوجود یہ طبقہ ان کے بارے میں وہی تصور اپنائے ہوئے ہے جو ان کے روحانی آباؤ اجداد یہودیوں نے حضرت مریمؑ کے بارے میں قائم کیا تھا۔

عمرو بن غیاث ۔ ابن عدی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس روایت

Marfat.com

کو عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور اسے دارقطنی نے ضعیف بلکہ شیعوں کا شیخ بیان کیا ہے۔

ایک دھاندلی یہ ہے کہ عمرو بن غیاث کبھی تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے عاصم نے زر بن حبیش سے روایت کیا ہے اور انھوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔ اور کبھی درمیان سے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام گرا کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ زر نے یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔ حالانکہ زر صحابی نہیں۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث عاصم کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کرتا ہے۔ اگر عاصم نے کوئی ایسی بات کہی بھی ہوگی تو اس وقت کہی ہوگی جب بڑھاپے میں ان کا دماغ مختل ہوگیا تھا اور اگر بالفرض ہم اس روایت کو درست بھی مان لیں تو محمد بن علی بن موسیٰ الرضا کا بیان ہے کہ ذریت فاطمہ سے حسن اور حسین مراد ہیں۔ انکی قیامت تک نسل مراد نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰

محمد بن عقبۃ السدوسی کا بیان ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ کوئی شخص یہ روایت بیان نہیں کرتا۔

ہاں حاکم نے "مستدرک" میں یہ روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن امام ذہبی نے ان کی گرفت کی اور فرمایا عمرو بن غیاث بہت واہی ہے اور اس سے معاویہ بن ہشام کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰

دارقطنی کہتے ہیں عمرو بن غیاث ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمترکین ص ۱۲۷ ابوحاتم اور بخاری کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ تاریخ کبیر بخاری ج ۳ ص ۱۸۵۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۲۸ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۲۱۶۔

سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن شاہین اور ابن عساکر نے دعویٰ کیا ہے کہ عمرو بن غیاث کے علاوہ اسے تلید نے بھی روایت کیا ہے اور تلید کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں لیکن سیوطی خود لکھتے ہیں یہ تلید را[فضی] ہے۔ اللآلی ج ۱ ص ۴۰

تلید بن سلیمان۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ تلید بن سلیمان الکوفی

Marfat.com

اور وجہ کاذب ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کو گالیاں دیتا تھا [illegible]
عثمانؓ کو گالیاں دے [illegible] اتفاق سے حضرت عثمانؓ کے [illegible]
اس نے اس کی ٹانگوں پر تیر مارا۔ یہ زخمی ہو کر چھت سے گر [illegible]

ابو داؤد کا بیان ہے کہ یہ رافضی ہے۔ خبیث ہے۔ حضرت [illegible] کو گالیاں دیتا [illegible]
نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ [illegible] ص ۳۰۸

عقیلی، ابن شاہین اور ابن [illegible]
[illegible] کی ہے جو اس سے بھی زیادہ ضعیف تھا۔

سیوطی نے دعویٰ کیا ہے کہ اس روایت کا ایک اور بھی شاہد موجود ہے اور وہ کہ حفص بن عمر الابلی نے عبد الملک بن ولید بن معدان اور سلام بن سلیمان النظاری کے ذریعہ تمام سے نقل کیا ہے اور وہ زر سے روایت کرتے ہیں اور وہ حذیفۃ بن الیمانی سے۔

حفص بن عمر الابلی ۔ جہاں تک حفص بن عمر الابلی کا تعلق ہے تو ابن عدی کہتے ہیں۔ یہ شخص جتنی بھی روایات بیان کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں ہوتیں یا وہ روایات منکر ہوتی ہیں۔ یا ان کی سندات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شخص پکا جھوٹا ہے۔ عقیلی کا بیان ہے کہ یہ بڑے بڑے ائمہ کی جانب جھوٹی روایات منسوب کرتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۵۶

حفص نے یہ کہانی سلام بن سلیمان اور عبد الملک بن الولید سے نقل کی ہے اور [illegible] عاصم سے۔

سلام بن سلیمان بن سوار ۔ یہ شخص مدائن کا باشندہ ہے۔ اس کی کنیت ابو العباس ہے قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۷۸

دارقطنی لکھتے ہیں۔ سلام بن سلیمان المدائنی متروک ہے۔ [illegible] ابن سلیمان اور ابن سلم طویل بھی کہا جاتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین ص ۱۰۱

عبدالملک بن ولید بن معدان ۔ بخاری کہتے ہیں۔ اس پر اعتراض ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سندت تبدیل کر دیتا ہے۔ اس کی روایت دلیل میں پیش کرنا حلال نہیں۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۶۶

سیوطی نے یہ تمام حوالے اور سندات بیان کر کے اول تو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس کی متعدد سندات موجود ہیں اور اس آخری سند پر کوئی کلام نہیں کیا۔ تاکہ قارئین یہ سمجھیں کہ یہ سند صحیح ہے۔ اسی لئے میزان کے حوالے سے ہم نے اس پر جرح کی ہے۔

سیوطی نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس روایت کی صحت پر مہر ثبت کرنے کیلئے ایک اور روایت ابن عباسؓ کی پیش کی اور اس کے بارے میں بھی سکوت اختیار کیا اور اس طرح تشیع کی ان رام کہانیوں کو صحت کی سند عطا کی گئی۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے بیٹے کو عذاب نہ دے گا۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ صفحہ ۴۱۲

حالانکہ سابقہ روایات سے تو یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضرت فاطمہؓ ان کی تمام اولاد اور تمام چاہنے والوں پر آگ حرام ہے اور اس روایت میں صرف حضرت فاطمہؓ اور انکے ایک لڑکے کیلئے آگ حرام کی گئی۔ ان ہر دو امور میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو اس روایت ابن عباسؓ سے پہلی بات کیسے ثابت ہو گی۔

پھر کسی مخالف نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ عیاذاً باللہ حضرت فاطمہؓ جہنم میں جائیں گی کیونکہ ہم تو تمام صحابہ کے بارے میں جنتی ہونے کے مدعی ہیں کجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کے بارے میں کوئی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن ہاں اتنی ضرور عرض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان میں سے صرف فاطمہؓ کے لئے یہ بات فرمائی اور بقیہ تینوں کے ذکر سے خاموشی اختیار کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کے پس پردہ اس طبقہ کا ہاتھ کارفرما ہے جو صرف آپؐ کی ایک صاحبزادی کے وجود کا قائل ہے۔ اسی لئے دیگر صاحبزادیوں کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر ان کا ذکر کیا جاتا تو سبائیوں کو ان کی اولاد کو بھی تسلیم کرنا پڑتا۔ اور ان کی اولاد تسلیم کرنے کا مطلب

Marfat.com

یہ ہے کہ نواسے اور نواسیوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ اور اس اضافہ کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو امامت اور حق ان کا ناموں پر بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آسان اور سہل طریقہ یہ ہے کہ ان کے ذکر کو ہی مٹا دیا جائے۔

ہمیں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ عربی میں لفظ **ولد** ایک بیٹے کے لئے آتا ہے جس سے یہ صاف واضح ہو رہا ہے کہ اس گروہ کے نزدیک نجات کا اہل صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ دوسرا بیٹا یعنی حضرت حسنؓ وہ تو مذل وجوہ المؤمنین یعنی مومنوں کے چہروں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ اسی نے تو اس مجوسی برادری کے چہرے پر سیاہی ملی ہے۔ اسی لئے اس کی اولاد حق امامت سے محروم ہوئی اور چونکہ انھوں نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے یہودی اور مجوسی سازش پر پانی پھیرا ہے تو وہ جہنم کے عذاب سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ رہ گیا صاحبزادیوں اُمّ کلثوم کا مسئلہ تو وہ حضرت عمرؓ کے نکاح میں جانے اور ان کی اولاد کی ماں بننے کی قصوروار ہیں اور رہ گئیں زینبؓ تو انھوں نے آخری زندگی میں ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس نے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا یعنی شہادت حضرت حسینؓ کے بعد دمشق پہنچنے پر اپنے ناد یزید کے پاس رہنا پسند کیا۔ اسی لئے اولاد کے بجائے **ولد** کا لفظ لایا گیا تاکہ ان تمام جھنجھٹوں سے نجات مل جائے۔

سبائیوں کا یہ بھی مسئلہ ہوا اور جس نظریہ کے تحت بھی یہ روایت وضع کی گئی ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہمیں تو اس کا افسوس ہے کہ طبرانی جیسے محدث اس قسم کی روایت نقل کر رہے ہیں۔ ان جیسے لوگ اس قسم کی روایات کی وکالت فرمائیں۔ شیعوں کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے اپنی وکالت کے لئے خصوصاً صوفیوں کو آگے کر دیا ہے۔ اب ہر درس گاہ اور ہر مسجد سے ہر وقت شیعہ روایت کا گانا گایا جا رہا ہے۔

اب اس روایت کی سندی حیثیت پر بھی غور کر لیا جائے تاکہ یہ راز بھی طشت از بام ہو جائے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

طبرانی نے ابن عباسؓ سے یہ روایت چھ راویوں کے واسطے سے نقل کی ہے یعنی عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عبدالرحمن بن الغسیل، صیفی بن ربعی، اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان الانصاری، محمد بن مرزوق اور احمد بن بہرام الایذجی جو طبرانی کے اس روایت میں استاد ہیں۔

عکرمہ مولی ابن عباس ۔ یہ ایک ایسی ذات شریف ہیں جن کے تذکرہ سے رجال کی تمام کتابیں معمور ہیں ۔ ایک بہت بڑا گروہ اسے ثقہ بلکہ امام التفسیر سمجھتا ہے ۔ اور ہر آیت کی تفسیر میں اس کا قول پیش کیا جاتا ہے ۔ جبکہ امام مالک المتوفی ۱۷۹ھ محمد بن سیرین المتوفی ۱۱۰ھ سعید بن المسیب متوفی [illegible] ابن عون ، حماد بن زید اور عبداللہ بن عباس کے صاحبزادے علی نے اسے کذاب قرار دیا ہے۔

اس پر تو تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ خارجی بن گیا تھا اور مسلمانوں کو واجب القتل سمجھتا تھا اور خارجیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علیؓ ان کی اولاد ، امیر معاویہؓ اور انھیں مسلمان ماننے والے سب کافر ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ روایت عکرمہ ہرگز بیان نہیں کر سکتا ۔ اس لئے کہ اس کے عقیدے کی رو سے حسین بن علیؓ ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہیں ۔ اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں ۔ یا تو کسی نے یہ روایت وضع کر کے عکرمہ کی جانب منسوب کی یا اس نے صرف حضرت فاطمہؓ کا ذکر کیا ہو گا اور بعد میں عاشقانِ حسینؑ نے اس میں اضافے کرنے ہو نگے ۔

عبدالرحمن بن الغسیل ۔ عکرمہ سے یہ داستان نقل کرنے والا عبدالرحمان بن الغسیل ہے ۔ اس کا پورا نسب نامہ اس طرح ہے ۔ عبدالرحمان بن سلیمان بن عبداللہ بن حنظلۃ الانصاری ۔ یہ ابن غسیل کی کنیت سے مشہور ہے ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ۔ یہ سچا آدمی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہے ۱۶۳ھ میں ایک سو چھ ۱۰۶ سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا ۔ تقریب التہذیب ص ۲۰۳

اسماعیل بن ابی الوراق کا قول ہے کہ اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی لیکن حافظ ذہبی لکھتے ہیں یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اگر اس کی اتنی عمر ہوتی تو یہ حضرت عمرؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کا زمانہ پاتا اور ان سے روایت کرتا ۔ حالانکہ اس نے صحابہ میں سے صرف سہل بن سعدؓ ۸۸ھ کو دیکھا ہے ۔ ابو زرعہ اور دارقطنی نے اسے ثقہ کہا ہے ۔ یحیٰ کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں لیکن نسائی کہتے ہیں قوی نہیں ۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس کا انتقال ۱۷۱ھ میں ہوا ۔ میزان ج ۲ ص ۵۶۸

اس لحاظ سے یہ اسماعیل غیر ثقہ تو نہیں لیکن مشکوک ضرور ہے ۔

صیفی بن ربعی ۔ عبدالرحمان بن غسیل سے یہ روایت نقل کرنے والا صیفی بن ربعی ہے ۔ امام

بخاری، امام نسائی، ابن عدی اور حافظ ذہبی نے اس کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا۔ یعنی یہ کوئی معروف شخص نہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب میں صرف اتنا لکھا ہے۔ اس کی کنیت ابوہشام ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے اس سے صرف ترمذی نے روایت لی ہے۔ اگرچہ سچا ہے لیکن وہم ہوتا تھا۔ تقریب ص ۱۰۵

حافظ ابن حجر یہ جملہ اتنی کثرت سے استعمال کرتے ہیں کہ ذہن میں یہ اشتباہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں حافظ صاحب کو تو وہم نہیں ہو رہا ہے۔ ہم نے حافظ صاحب کے اس قسم کے جملوں کو جب تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ جس کے پس پردہ کوئی شیعہ ہے اور چونکہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب کا راوی ہے لہذا اس کے تشیع کو وہم کے پردے میں چھپایا جا رہا ہے۔ یہ ہمارا اپنا ایک ذاتی تخیل ہے ہو سکتا ہے کہ یہ بھی ہمارا وہم ہو۔

اسمٰعیل بن موسیٰ ۔ یمیفی سے یہ روایت نقل کرنے والا اسمٰعیل بن موسیٰ بن عثمان [illegible] ہے۔ بخاری، نسائی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تذکرہ تک بھی نہیں کیا لیکن ذہبی کہتے ہیں یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۱ ص ۲۵۲

محمد بن مرزوق ۔ اسمٰعیل سے یہ کہانی نقل کرنے والا محمد بن مرزوق ہے۔ اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔ بخاری اور نسائی نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص ۳۱۷

لیکن ابن عدی اور ذہبی نے لکھا ہے اس کا نام محمد بن محمد بن مرزوق [illegible] اسے ثقہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی ایک روایت منکر ہے اور ابن عدی کہتے ہیں یہ کمزور ہے اور اس کی دو روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۶

احمد بن ماہبہرام ۔ اس کا آخری راوی احمد بن ماہبہرام ہے جو طبرانی کا شیخ ہے۔ مجھے تاحال اس کا اتا پتہ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے اس روایت میں دو مجہول اور بقیہ روات قابل اعتماد نہیں بلکہ پہلا راوی ایسا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو کافر سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ روایت ان لوگوں نے وضع کی ہے جو مجہول ہیں اور جن کے بارے میں یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کس کیفیت کے ہوتے؟

Marfat.com

اے فاطمہ میں نے تیرا نکاح دنیا کے سردار سے کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ شب عروس منا چکیں تو انہوں نے ایک کڑک سنی (یہ ترجمہ ہمارا بیان کردہ ہے ورنہ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ انھیں ایک کڑک پہنچی یعنی تنہا انھوں نے سُنی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا۔ اے فاطمہؓ! میںؐ نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں نیک لوگوں میں سے ہوگا۔

اے فاطمہؓ میںؐ نے جب تجھے علیؓ کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیلؑ چوتھے آسمان میں کھڑے ہوئے پھر علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے درختوں کو حکم دیا انھوں نے زیورات اور حلّے پہنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا۔ انھوں نے وہ زیورات حلّے فرشتوں پر نثار کئے۔

پس جس نے بھی اُس روز کچھ حاصل کرلیا۔ اس نے اپنے دوسرے ساتھی سے زیادہ حاصل کیا۔ جس پر قیامت تک اس کا ساتھی اس پر فخر کریگا۔ میزان ج ۴ ص ۸۳

ہمیں اس پر حیرت ہے کہ اس کڑک کی آواز فاطمہؓ کے علاوہ کسی نے جب نہیں سُنی تھی اور اس کا علم بجز فاطمہؓ کے کسی کو نہ ہوا تھا تو عبداللہ بن مسعودؓ کو کیسے خبر ہوگئی۔

مخلد بن عمرو الحمصی الکلاعی اس کا راوی مخلد بن عمرو الحمصی ہے۔ اس نے یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ العبسی سے نقل کی ہے۔ جو غالی شیعہ ہے اور عبیداللہ نے اسے سفیان ثوری سے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ مخلد ناقابل قبول ہے۔

ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا اصل نام مخلد نہیں جیسا کہ ابن حبان نے لکھا ہے۔ اس کا نام خالد بن عمرو ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں یہ خالد ثقہ نہیں۔ بخاری کا بیان ہے۔ یہ منکر الحدیث ہے صالح جزرہ کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کرتا تھا ابوزرعہ نے اس کی روایات باہر اٹھا کر پھینک

Marfat.com

دیں۔ عقیلی کا بیان ہے کہ سفیان ثوری کی جتنی روایات یہ نقل کرتا ہے سب بے حقیقت ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ امام لیث سے جتنی روایات نقل کرتا ہے سب منکر ہوتی ہیں۔ بلکہ اس نے خود وضع کی ہیں۔ میزان ج ۱ صـ۶۳۶ ، امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس خالد بن عمرو کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے منکر الحدیث ہے کتاب الضعفاء الصغیر صـ۷ ۔ نسائی لکھتے ہیں کہ یہ خالد بن عمر والاموی ثقہ نہیں ہے۔ یہ عبدالعزیز بن ابان کا چچازاد بھائی ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صـ۳۴ دارقطنی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ ہے اور سعید بن العاص بن سعید بن العاص کی اولاد سے ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للدارقطنی صـ۵۰

عبیداللہ بن موسیٰ العبسی

یہ عبیداللہ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کا شیخ ہے۔ فی الذات تو ثقہ ہے۔ لیکن ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے

ابوحاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابوحاتم یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ابونعیم اس سے زیادہ محتاط ہے۔ اور عبیداللہ اسرائیل کے معاملہ میں سب سے زیادہ ثابت ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ یہ قرآن کا عالم تھا بلکہ علم قرآن میں سردار مانا جاتا تھا۔ اسے کبھی سر اٹھائے دیکھا اور نہ ہنستے ہوئے دیکھا۔

ابوداؤد کا بیان ہے کہ یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے۔ کہ عبیداللہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ بہت بری احادیث روایت کرتا۔ یہ بلائیں اسی کی نازل کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا۔ لیکن میں نے اس کے سامنے احادیث پیش نہیں کیں۔

ایک محدث نے امام احمد بن حنبل سے اس سے روایت لینے کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے اس سے منع فرمادیا۔ ۲۱۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت جبرئیلؑ نے پڑھا تھا

راوی نے عبد اللہؓ بن مسعودؓ سے نقل کیا ہے۔ اے فاطمہؓ جب میں نے تجھے علیؓ کو دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا۔ انہوں نے فرشتوں کی صفیں قائم کیں۔ پھر ان کے روبرو خطبہ دیا اور علیؓ سے تیرا نکاح کیا۔ میزان ج ا ص ۶۳۷

خالد بن عمرو الحمصی:۔ اس کا راوی خالد بن عمرو الحمصی ہے۔ جس کی کنیت ابو الاخیل ہے۔ جعفر الفریابی کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں یہ ایک واہی انسان ہے۔ یہ روایت اسی کی وضع کردہ ہے۔

عبید اللہ بن موسیٰ العبسی:۔ خالد نے یہ روایت عبید اللہ بن موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ عبید اللہ بخاری کے استاد ہیں۔ تمام کتب ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔ اگرچہ اکثر محدثین کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے لیکن ابوداؤد کہتے ہیں یہ ایک آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں یہ احادیث میں خلط ملط کرتا۔ اور بہت بری قسم کی روایات بیان کرتا ہے۔ اور یہ تشیع والی روایات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا تھا لیکن میں نے اس سے حدیث سننا پسند نہیں کیا۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ کیا میں

Marfat.com

اس سے حدیث سنوں۔ امام احمد نے اسے منع فرمایا۔

ذہبی کہتے ہیں اگرچہ ثقہ ہے لیکن شیعہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۳۶۔

یہ بدترین قسم کے شیعہ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت علیؓ اور ان کے گھر والوں کے سلسلہ میں کوئی صحیح بات بیان کرے گا۔ یہ تقریباً ناممکن ہے اور جبکہ بقول امام احمد یہ تمام خرافات اسی کی وضع کردہ ہیں۔

گمان غالب یہ ہے کہ یہ روایت عبیداللہ بن موسیٰ اور خالد بن عمرو میں سے کسی ایک نے وضع کی ہے کیونکہ اوپر کے بقیہ راوی کم از کم جھوٹ کے الزام سے پاک ہیں۔

روایت کے الفاظ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو حضرت فاطمہؓ سے کسی وقت نکاح کے بعد غیروں کی عدم موجودگی میں اندرون خانہ بیان فرمایا ہوگا۔ ایسی صورت میں نبی کریمؐ اور فاطمہؓ کے درمیان عبداللہ بن مسعودؓ کی موجودگی کیونکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اس پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔

قیامت کے روز حضرت فاطمہؓ کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے

حاکم نے علی بن موسیٰ الرضا سے نقل کیا ہے اور وہ اپنے باپ دادا کے واسطے یعنی ائمہ کے ذریعہ حضرت علیؓ بن عبدمناف سے ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"قیامت کے روز جب میری بیٹی کا حشر ہوگا تو اس کے ہاتھوں میں خون آلود کپڑے ہوں گے۔ وہ عرش کے پایوں میں سے ایک پایہ پکڑ کر لٹک جائے گی اور کہے گی۔ اے عدل کرنے والے میرے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر تو رب کعبہ کی قسم وہ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا۔"

Marfat.com

سیوطی لکھتے ہیں ابن جوزی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ علی بن موسی الرضا سے ابن بسطام اور ابن مہدی کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

علی بن احمد بن مہدی:۔ صاحب میزان (ذہبی) نے ابن مہدی کے حال میں لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے۔ اللآلی

ذہبی نے ابن بسطام کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن انہوں نے علی بن موسی الرضا پر بھی کلام کیا ہے۔ جس کا سیوطی نے ذکر تک نہیں کیا اور علی بن احمد بن مہدی کے متعلق ذہبی لکھتے ہیں کہ دارقطنی کا قول ہے۔ یہ وضاع الحدیث ہے اور اس نے روایات کا ایک نسخہ وضع کر کے اسے علی بن موسی الرضا کی جانب منسوب کیا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۰۲

علی بن موسی الرضا:۔ ذہبی لکھتے ہیں ابن طاہر کا بیان ہے کہ یہ اپنے باپ دادا کے نام سے عجیب عجیب روایات بیان کرتا رہتا ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ دراصل ان کے نام سے مختلف اشخاص نے مختلف نسخے وضع کر کے ان کی جانب منسوب کئے ہیں جن میں سے ایک نسخہ ابوالصلت الہروی۔ ایک نسخہ علی بن احمد بن مہدی القاضی۔ ایک ابو احمد عامر بن سلیمان الطائی اور ایک داؤد بن سلیمان القزوینی کا ہے۔ ان علی بن موسی کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی۔

دارقطنی نے ابن حبان سے نقل کیا ہے کہ اس علی الرضا سے عجیب عجیب روایات نقل کی جاتی ہیں۔ یہ روایات میں غلطیاں کرتا اور اسے وہم ہوتا ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۰۸
ملا علی قاری نے جزری سے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے محمد بن الاشعث سے موسی بن اسماعیل اور علی رضا بن موسی بن جعفر کی روایات لکھیں جو انہوں نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں۔ اس نے مجھے ایک نسخہ دکھایا جس میں تقریباً ایک ہزار روایات

موسیٰ بن اسماعیل نے اپنے باپ دادا سے نقل کی تھیں اور سب منکر تھیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ کتاب جو علویات کہلاتی تھی اللہ کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہے۔ عسقلانی کہتے ہیں اس کتاب کا نام السنن رکھا ہے۔ اس میں سب روایات ایک سند سے مروی ہیں۔ اسی طرح ایک نسخہ علی الرضا کے نام سے ہے جو انہوں نے اپنے باپ دادا کے نام سے نقل کیا ہے۔ اور یہ سب موضوع ہے۔ اس کتاب میں ابو سعید کے واسطہ سے حضرت علیؓ کو کچھ وصیتیں مروی ہیں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو معاذ اللہ بیوی سے ہم بستری کے طریقے تعلیم دئے ہیں۔ دریکوک شاستر علی رضا کی جانب منسوب ہے۔ موضوعات کبیر ص ۳۸

موسیٰ کاظمؒ: جہاں تک موسیٰ کاظم کا تعلق ہے تو ابن ابی حاتم و ابو حاتم رازی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن عقیلی کہتے ہیں ان کی جانب جتنی روایات منسوب ہیں وہ سب ابو الصلت ہروی کی وضع کردہ ہیں۔ اس میں موسیٰ کا کوئی قصور نہیں۔ ۱۸۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت عابد اور متقی شخص تھے۔ ان سے بہت کم احادیث مروی ہیں۔ میزان ج ۳ ص ۲۰۲

جہاں تک ان کے والد جعفر بن محمد کا تعلق ہے تو ان کا حال اور جگہ بیان کیا جا چکا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ داستان وضع کرنے والا علی بن احمد بن مہدی القاضی ہے جس نے علی رضا کے نام سے پوری ایک کتاب تیار کی ہے۔

جہاں تک قتل حسینؓ کا تعلق ہے تو روز حشر حضرت فاطمہؓ کو عرش کے پائے پکڑنے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ وہاں ہر قاتل و مقتول کا حساب ضرور ہو کر رہے گا۔ بلکہ ان لوگوں سے بھی حساب لیا جائے گا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو سنہرے خواب دکھا کر مکہ سے بلایا تھا۔ اور پھر جن لوگوں نے انہیں نینوا لے جا کر قتل کیا اور دوسروں کو ملزم ثابت کرنے کے لئے کربلا کی داستانیں وضع کیں اور اس طرح غم حسین کے پردے میں غم رستم اور کربلا کے پردے میں غم قادسیہ منایا گیا۔ اور اس طور پر عربوں سے اپنا پرانا کینہ نکالا گیا۔

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کی تکفین و تدفین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؓ نہایت مغموم رہتیں۔ اور یہ چند ماہ انہوں نے نہایت صبر وسکون کے ساتھ پورے کئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس اٹھائیس انتیس سال کے عرصہ میں جتنے غم حضرت فاطمہؓ پر نازل ہوئے شاید ہی اتنے غم کسی اور عورت پر نازل ہوئے ہوں۔

بچپن ہی بھائیوں کی محبت سے محروم ہوئیں۔ جوانی میں قدم رکھا تو ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ والد کو من حیث النبوت جو تکالیف پہنچائی گئیں وہ جداگانہ۔ گھر بار اور وطن چھوڑ کر مدینہ آئیں شادی ہوئی تو زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوئی۔ بہنیں بھی آنکھوں دیکھے رخصت ہوگئیں۔ لے دے کے ایک باپ کا سہارا تھا۔ جب بھی غم برداشت سے باہر ہوتے تو باپ کے پاس پہنچ کر دل کا غبار نکال لیتیں۔ اب وہ سایہ بھی سر سے اُٹھ چکا تھا۔ اور خود ان کے بقول وہ اس منزل سے دوچار تھیں

صبت علی مصائب لو انها　　　صبت علی الایام صرن لیالیا

مجھ پر مصائب کچھ اس طرح بہائے گئے کہ اگر وہ دن پر بہا دیئے جاتے تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

یہ چند ماہ کی زندگی کوئی زندگی تھی۔ غم پیتے پیتے خود سراپا مریض بن گئیں۔ گویا وہ تو جانے کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔ صرف طلبی کا انتظار تھا۔ کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا۔ بچے کمسن تھے۔ حضرت علیؓ کہاں تک دیکھ بھال کرتے۔ وہ اس معاملہ میں خود سہارے کے محتاج تھے۔ یہ سہارا انہیں خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مہیا کیا۔ اُن کی زوجہ محترمہ اسماءؓ بنت

Marfat.com

میں تشریف لائیں اور اُن کی تیمارداری فرمائیں۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ بخاری ومسلم اور بیہقی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور وفات تک اس سلسلہ میں کوئی بات نہیں کی۔ پھر علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا۔ اور ابوبکرؓ کو اطلاع تک نہ دی۔

یہ عبارت پڑھنے کے بعد ذہن میں جو تصور پیدا ہوتا ہے وہ کچھ اس قسم کا پیدا ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے مرتے دم تک حضرت ابوبکرؓ سے کوئی بات نہیں کی۔ اور ناراضگی کا عالم یہ تھا کہ حضرت علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو مطلع تک نہیں کیا۔

آگے چل کر اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کے انتقال تک ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اور چھ ماہ بعد تلوار کے خوف سے بیعت کر لی۔ کچھ اسی قسم کا تاثر ہمارے اردو مؤرخین پیش کیا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسی بنیاد پر جماعت اسلامی تو یہ لکھتی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلی حزب اختلاف حضرت علیؓ کی صورت میں وجود میں آئی۔ گویا خلافت راشدہ کے دور میں مدینہ میں انگلستان سے درآمد شدہ پارلیمانی نظام رائج تھا۔ اور اس کا سہرا حضرت علیؓ کے سر ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت اس لئے عمل میں آئی کہ حزب اختلاف اور حزب اقتدار میں ٹکراؤ شروع ہو گیا تھا اور اس ٹکراؤ میں حزب اختلاف کامیاب ہوئی۔ اور اس انقلاب کے لیڈر حضرت علیؓ تھے۔ گویا موجودہ دور کے نوزائیدہ خارجی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ معاذ اللہ قاتل عثمانؓ ہیں۔ وہی دعویٰ حسین الفاظ میں جماعت اسلامی کرتی ہے۔ بعینہٖ یہی الفاظ آج سے تین سال پیشتر سنی کونسل کے اجلاس میں صلاح الدین صاحب نے فرمائے تھے جو اُس وقت جسارت کے ایڈیٹر تھے۔ کہ جب اُس حزب اختلاف کے خلاف حزب اقتدار نے حزب اختلاف کا روپ دھار لیا تو وہ ملوکیت کی بانی بن گئی۔ کیا خوب فلسفہ ہے۔ آپ چاہیں تو اس فلسفہ کو پیپلز پارٹی کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو ضمناً بات زبان پہ آ گئی۔ رہا یہ مسئلہ کہ حضرت علیؓ نے کب بیعت کی۔ اس موضوع

پر ہم کسی اور وقت گفتگو کریں گے۔ اس وقت تو ہمارے سامنے حضرت فاطمہؓ کا مسئلہ ہے۔

ہم بھی بخاری کی روایت کے پیشِ نظر ایک زمانہ تک برسرِ عام اس کا پرچار کرتے رہے اور یہ سوچ کرتے رہے کہ ام المومنین عائشہؓ کوئی غلط بات نہیں فرما سکتیں اس لئے یقیناً کچھ ایسا ہی وقوعہ پیش آیا ہوگا۔ لہٰذا ہم پر ایک زمانہ تک خارجیت کا اثر رہا۔ شیعیت و رافضیت کا کیڑا کسی وقت ہمارے ذہن میں نہیں کلبلایا۔ اس کیڑے سے تو ہم ہمیشہ محفوظ رہے۔ ہاں خارجیت نے کچھ اثر ہم پر بھی ڈالا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے ہمیں بچا لیا۔ لہٰذا ہم اللہ سے مغفرت کے خواستگار ہیں۔

جب ہمارے سامنے دیگر روایات آئیں تو ہمارے ذہن نے انہیں اس لئے قبول نہیں کیا کہ بخاری کے مقابلہ میں ان روایات کی کیا حیثیت ہے؟ لیکن جب بخاری کی روایت کو اس نقد نگاہ سے دوبارہ دیکھا تو اس جملہ پر آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔

قال فهجرته فاطمة فلم تكلمه في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلا ولم يؤذن بها ابا بكر	راوی کہتا ہے کہ فاطمہؓ نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر تا وفات اس سلسلہ میں کوئی کلام نہیں کیا حتیٰ کہ انکی موت واقع ہوگئی۔ علیؓ نے انہیں راتوں رات دفن کیا اور ابوبکرؓ کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

اس عبارت کا پہلا لفظ قال اس کا کھلا ثبوت تھا کہ یہ الفاظ ام المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ ان کے الفاظ ہوتے تو قال کی بجائے قالت ہوتا۔ یہ تو بعد کے کسی راوی نے اپنی جانب سے الفاظ بڑھائے ہیں۔ اصطلاح حدیث میں روایت میں الفاظ بڑھانے کو ادراج بولتے ہیں۔ اور وہ الفاظ جو راوی اپنی جانب سے حدیث میں داخل کرتا ہے انہیں مدرج کہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو واضح طور پر مدرج ہیں۔ امام نووی نے شرح مسلم میں ان الفاظ پر بحث کرتے ہوئے قاضی عیاض کا قول نقل فرمایا ہے۔

والاكثر ما جاء انه من كلام الزهري	اس میں جو اکثر امور ہیں وہ زہری کا کلام ہیں

Marfat.com

گویا یہ زہری کا اپنا ایک تخیل تھا جو اس نے روایت بیان کرتے ہوئے پیش کر دیا۔ یہ غنیمت سمجھئے کہ لفظ "قال" نے ساری پول کھول دی۔ ہمارے ذہن نے خارجیت کی جو عمارت تعمیر کی تھی وہ دھڑام سے زمین پر آ گئی۔ کیونکہ زہری کی رائے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ لہٰذا بخاری کی اس روایت کو اس معاملہ میں سند نہیں بنایا جا سکتا۔ اور دیگر روایات اور شواہد کو دیکھنا ہو گا کہ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

فرقہ سبائیہ کے ارشادات

شیخ محمد بن حسن طوسی نے اپنی کتاب "الامالی" میں تحریر کیا ہے۔

کہ حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کرتے۔ اور پھر انہوں نے اس کام کے لئے اسماءؓ بنت عمیس کو متعین فرمایا جو وفات تک یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

وتعینه علی ذلک اسماء بنت عمیس رحمها الله علی استمرار امذ لک۔

الامالی ج ا ص [illegible]

اور اس کام پر اسماء بنت عمیس رحمہا اللہ کو مامور کیا جو مستقل یہ خدمات انجام دیتی رہیں۔

غور کیجئے اور سوچئے کہ یہ تیمارداری چند منٹ کی نہیں بلکہ متواتر اور لگاتار ہے۔ اور یہ صورت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اسماءؓ اپنے خاوند ابوبکرؓ سے اس کی اجازت نہ لیں۔ کیونکہ گھر سے لگاتار غیر حاضری بلا اجازت ممکن نہیں۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ام المومنین کو اس امر کی اطلاع نہ ہو۔ ایسی صورت میں یہ الفاظ ام المومنین کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

ملا باقر مجلسی نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

پس حضرت بوصیت او عمل نمودہ خود متوجہ تیمارداری او بود، اسماء بنت عمیس آں حضرت را در ایں امور معاونت می کرد۔ جلاء العیون ص ۱۶۳

پس حضرت علیؓ ان کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کی تیمارداری کی جانب متوجہ ہو گئے۔ اسماءؓ بنت عمیس اس معاملہ میں انکی مدد کرتی رہیں

Marfat.com

ان عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ پورا پورا دن حضرت فاطمہؓ کے پاس گزارتیں۔ اور ان کی خدمت میں لگی رہتیں۔

حاکم نے زین العابدین سے نقل کیا ہے وہ ابن عباسؓ سے ناقل ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب فاطمہؓ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی تو انہوں نے اسماءؓ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اب میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ کیا میرا جنازہ بھی اسی طرح بے پردہ اٹھایا جائے گا۔ اسماءؓ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں آپ کے لئے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جو میں نے حبشہ میں دیکھی تھی۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا مجھے تیار کر کے دکھاؤ۔

اسماءؓ نے کھجور کی تازہ چھڑیاں کٹوا کر منگوائیں۔ اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح لگا دیں۔ مدینہ میں اس قسم کی چارپائی پہلی بار تیار ہوئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ اسے دیکھ کر مسکرائیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے انہیں کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

"ان کی وفات کے بعد ہم نے انہیں اسی طرح باپردہ اٹھایا اور انہیں رات کو دفن کیا۔"

المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۶۲۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۸۔ جلاء العیون ج ۱ ص ۱۷۱

گویا رات کو دفن کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ حضرت فاطمہؓ دفن ہونے تک پردے میں رہیں۔ یہ حکمت نہ تھی کہ ابوبکرؓ کو پتہ نہ چلے۔ چوری چھپے دفنا دیا جائے جیسا کہ زہری دبے دبے الفاظ میں دعوی کر رہے ہیں اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کا گلا گھونٹ کر ختم کر دیا۔ استغفر اللہ۔ اور اس قتل پر پردہ ڈالنے کے لئے راتوں رات دفنا دیا۔ جیسا کہ خارجیوں کا گمان ہے

اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ جس میں جنت سے کافور کا آنا اور اس کا تین حصوں پر تقسیم ہونا درج ہے۔ اس روایت میں اسماءؓ بنت عمیس کے ساتھ آخری کلام کرنا اور وصیت کرنا مذکور ہے۔ پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا حسنین کا گھر آنا اور اسماءؓ کا انہیں فاطمہؓ کی وفات سے مطلع کرنا۔ اور پھر اہل مدینہ کا بین کرنا۔ یہ تمام واقعات آخری وقت میں اسماءؓ کے سامنے پیش آئے۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۲

Marfat.com

ہم بہتر یہ سمجھتے ہیں کہ جلاء العیون سے اس رام لیلائی داستان کا کچھ حصہ ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جائے۔ تاکہ ناظرین کرام کے کام و دہن کا کچھ مزا تبدیل ہو جائے۔

"کشف الغمہ" میں روایت ہے کہ جب وفات جناب فاطمہؓ قریب آئی اسماءؓ بنت عمیس سے کہا پانی لاؤ میں وضو کروں گی۔ بعد وضو کرنے کے بروایت دیگر بعد غسل کرنے کے خوشبو لگائی اور نئے کپڑے پہنے اور فرمایا۔ اسماءؓ جبرئیل وقت وفات پدر بزرگوار چالیس درہم کافور بہشت سے لائے تھے۔ اور آنحضرت نے اس کے تین حصے کئے تھے۔ ایک حصہ اپنے لئے ایک حصہ علیؓ کے لئے اور ایک میرے لئے رکھا تھا۔ وہ کافور لے آؤ کہ مجھے اس سے حنوط کریں۔ جب اسماءؓ کافور لائیں تو فرمایا میرے سرہانے رکھ دو۔ یہ فرما کر پاؤں قبلہ کی جانب پھیلا دیئے اور کپڑا اوڑھ کر آرام کیا اور مجھ سے فرمایا اے اسماءؓ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز دینا۔ اگر میں جواب نہ دوں تو علیؓ کو بلانا اور جاننا کہ میں اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہوئی۔ اسماءؓ نے تھوڑی دیر انتظار کر کے پکارا۔ جواب نہ پایا۔ جلاء العیون ج ا ص ۲۲۶

یہ کافی طویل رام لیلائی داستان ہے۔ ہمیں تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ اسماءؓ بنت عمیس جو حضرت ابوبکرؓ کی زوجہ تھیں وہ وفات کے وقت تک حضرت فاطمہؓ کے پاس موجود تھیں اور وہی ساری خدمت کر رہی تھیں۔ اور پھر انہی کے خاوند سے چھپانے کے لئے حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا۔ اسے کہتے ہیں آنکھوں میں دھول جھونکنا۔

حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد غسل کا مرحلہ درپیش آیا جیسا کہ شریعت اسلامیہ کا حکم ہے کہ پہلے میت کو غسل دیا جائے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے بعد اسے دفن کیا جائے۔ اس غسل کے مرحلہ میں بھی حضرت اسماءؓ بنت عمیس برابر کی شریک تھیں۔ جبھی تو ان کے ذریعہ کافور جنت طلب کیا گیا۔ اور جبھی انہیں وصیتیں کی گئی تھیں۔ اور غسل میں ہمیشہ اہل خاندان یا مخصوص افراد شریک ہوتے ہیں۔ لہذا حضرت اسماءؓ تو اس میں ضرور شریک کار تھیں کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ اسی لئے کسی روایت میں آتا ہے کہ اسماءؓ نے غسل دیا

Marfat.com

اور کسی میں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ میت کو ایک ہی شخص غسل نہیں دیتا۔ کم ازکم دو افراد اس میں ضرور شریک ہوتے ہیں۔ ایک غسل کراتا ہے اور ایک پانی ڈالتا ہے۔ اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو تین اشخاص نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ، حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ جو حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ تھیں اور ابو رافعؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے البدایۃ والنہایہ ج ۶ ص ۳۳۳۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۷۸۔ مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۴۱۰۔ رحما بینہم ج ۱ ص ۳۱ بنات اربعہ ص ۲۹۰۔

اس پر شیعہ و سنی ہر دو متفق ہیں کہ حضرت اسماءؓ نے تیمارداری فرمائی اور غسل میں شریک ہوئیں۔ ایسی صورت میں یہ دعویٰ تو مہمل ہے کہ ابوبکرؓ کو اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر حضرت علیؓ اور خاندان بنی ہاشم اطلاع بھی نہ دیتا تو حضرت اسماءؓ بنت عمیس موجود تھیں جو کم ازکم اپنے خاوند کو تو اطلاع دیتیں۔ اور اگر بالفرض والمحال وہ اطلاع بھی نہ دیتیں تو جب وہ رات کو گھر اپنے وقت پر نہ پہنچی ہوں گی تو دریافت حال کے لئے کوئی نہ کوئی ضرور آیا ہوگا۔ اور بہرحال ابوبکرؓ کے گھر تک اس سانحہ کی اطلاع پہنچی ہوگی۔ ذرا عقل سے سوچنے کی دیر ہے۔

سطور بالا میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر باپردہ چارپائی بنانا۔ یہ رسم حبشہ میں جاری تھی اور مسلمانوں میں اس رسم کی بانی حضرت اسماءؓ بنت عمیس ہیں جنہوں نے حضرت فاطمہؓ کی خواہش پر یہ کام انجام دیا جس پر آج تک عمل ہو رہا ہے۔

۲۔ حضرت فاطمہؓ کی وصیتوں کی تکمیل حضرت اسماءؓ کے ذریعہ ہوئی۔

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی خدمات حضرت اسماءؓ نے انجام دیں۔

۴۔ حضرت فاطمہؓ کے غسل میں حضرت اسماءؓ شریک تھیں۔ بلکہ یہ کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ کہ حضرت اسماءؓ غسل دے رہی تھیں اور حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے۔

Marfat.com

(۵) ان تمام امور سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان ہر دو خاندان کے درمیان کوئی کشیدگی نہ تھی، بلکہ باہمی الفت و محبت کے رشتے قائم تھے۔ اختلاف کی روایات سبائی طبقہ نے اپنی تخریب کاری کے لئے پھیلا رکھی ہیں جتی کہ وہ اہل سنت میں اس طرح پھیل گئیں گویا یہی روایات سنی عقیدہ ہیں۔

۶۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی صورت حال سے ابوبکرؓ کو اطلاع نہ ہو۔ اور وہ جنازے میں شریک نہ ہوں۔

۷۔ زہری نے بخاری و مسلم کی روایت میں جو یہ اضافہ کیا ہے کہ علیؓ نے ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں دی۔ یہ زہری کا خود ساختہ تخیل ہے جو بلا سند ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خود براہ راست حضرت علیؓ نے اطلاع نہ دی ہو یا انہیں اتنا موقع نہ ملا ہو۔

خود شیعہ مصنفین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضرت علیؓ نمازیں پانچوں وقت مسجد میں پڑھتے۔ جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہر نماز کے وقت ان سے حضرت فاطمہؓ کا حال معلوم کرتے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے شاگرد خاص سلیم بن قیس الہلالی العامری نے یہ تمام واقعات اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔ سلیم بن قیس کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وکان علی یصلی الصلوات الخمس فلما صلی	علیؓ پانچوں نمازیں ادا کرتے ایک روز جب
قال له ابوبکر وعمر کیف کان بنت	وہ نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے ان سے
رسول الله صلی الله علیه وسلم	دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
الی ان ثقلت فسألا عنها۔	صاحبزادی کا کیا حال ہے۔ حضرت فاطمہؓ
کتاب سلیم بن قیس	حضرت علیؓ پر بار ہو گئی تھیں لہٰذا ان دونوں
مطبوعہ نجف ص ۲۲۴	نے ان سے سوال کیا۔

اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو ہر بات کا علم تھا۔ وہ روزانہ ہر نماز کے بعد حال دریافت کرتے۔

Marfat.com

حتیٰ کہ ان شیعہ علماء نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ انتقال کے فوراً بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور اس وقت جنازہ اٹھائے جانے کا بھی ذکر آیا۔ سلیم بن قیس نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے۔

قال ابن عباس قبضت فاطمة من يومها فارتجت المدينة بالبكاء من الرجال والنساء ودهش الناس كيوم قبض فيه رسول الله فاقبل ابوبكر وعمر يعزيان عليا ويقولون له يا ابا الحسن لا تسبقنا بالصلوة على ابنة رسول الله۔ كتاب سليم بن قيس ص ۲۲۶

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اسی روز فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور مرد و عورت کے رونے سے مدینہ اسطرح کانپ اٹھا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن کانپ اٹھا تھا تو ابوبکرؓ و عمرؓ بھی علیؓ کی تعزیت کے لئے آئے اور علیؓ سے کہنے لگے اے ابوالحسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی نماز جنازہ ہمارے بغیر نہ پڑھانا۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی انتقال کی خبر تمام اہل مدینہ میں پھیل گئی اور بقول ملت سبائیہ تمام مرد و عورت رونے میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ رونے کی آواز سے مدینہ کانپ اٹھا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ تعزیت کے لئے آئے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے یہ بھی فرمایا کہ نماز میں جلدی نہ کرنا کہ ہمارے بغیر نہ پڑھ لینا۔

قارئین کرام آپ نے سنا ہوگا۔ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور، یہ ہم نے آپ کو کھانے والے دانت دکھائے ہیں دکھانے کے دانت اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم ملا باقر مجلسی کے ذریعہ ان کی جھلک بھی دکھا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے قارئین گھبرا نہ اٹھیں۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت فاطمہؓ کی زبان سے حضرت علیؓ کو جو وصیتیں کیں ہیں۔ ان میں سے آخری وصیت ملاحظہ فرمائیں۔

پھر فرمایا" میرے لئے نعش (تابوت) بناؤ۔ اس لئے کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے کہ انہوں نے میرے لئے نعش بنائی ہے۔ اور پہلے جو نعش زمین پر بنائی گئی تھی وہ

Marfat.com

یہی نعش تھی۔ بعد ازاں فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے جنازے پر ان میں سے ایک بھی نہ آئے جنہوں نے مجھ پر ظلم وستم کئے اور میرا حق غصب کیا۔ اس لئے وہ لوگ میرے اور رسول خدا کے دشمن ہیں، اور ان میں سے اور ان کے ہوا خواہوں میں سے کسی کو میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے دینا۔ اور مجھے رات کو جس وقت لوگ سوتے ہوں دفن کر دینا"۔ جلاء العیون ج ۱ صفحہ ۲۲۶۔ مترجمہ سید عبد الحسین۔

ملا باقر آگے رقمطراز ہیں۔

اور جب یہ خبر مدینہ میں نشر ہوئی سب مرد و عورت رونے لگے، اور آواز ہائے شیون و بکا خانہ ہائے مدینہ سے بلند ہوئیں اور سب مرد و عورت خانہ امیر المومنین کی طرف دوڑے۔ زنان بنی ہاشم جناب فاطمہؓ کے گھر جمع ہوئیں (آخر کتنا بڑا محل تھا)۔ نزدیک تھا کہ کثرت ہائے صدائے شیون سے مدینہ میں زلزلہ آجائے۔ تمام لوگ تعزیت کے لئے آئے تھے۔ جناب امام حسنؓ و امام حسینؓ سامنے بیٹھے حضرت کے رو رہے تھے۔ تمام لوگ ان کا رونا دیکھ کر روتے تھے (جیسا کہ مجلسوں میں ہوتا ہے)۔ ام کلثومؓ قبر رسول خدا پر آئیں اور کہا یا رسول اللہ آج آپ کی مصیبت مفارقت ہم پر تازہ ہوئی۔ (بقول انہیں ابھی پیدا ہوئے چند ہی ماہ ہوئے تھے لیکن وہ اتنی سمجھ داری کی باتیں کرنے لگیں۔ لازماً ان کی عمر اس وقت آٹھ نو سال ضرور ہو گی) اور گویا آج آپ ہم سے جدا ہوئے اور اپنی دختر کو بھی لیتے گئے لوگ جمع تھے اور منتظر تھے کہ جنازہ باہر آئے۔

پس ابوذر رضی اللہ تعالیٰ باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ جنازے کے باہر آنے میں توقف ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو کر چلے گئے (ابوذرؓ عورتوں میں کس لئے بیٹھے تھے اور کیا وہ تمام زنانِ بنی ہاشم کے محرم تھے۔ چلئے قبیلہ غفار سے بنی ہاشم کا ایک ہی رشتہ کوئی ثابت کر دے) جب پھر رات آئی اور سب لوگ سو گئے جنازے کو باہر لائے۔ اور جناب امیرؓ و حسنینؓ و عمارؓ و مقدادؓ و عقیلؓ و زبیرؓ و ابوذرؓ و سلمانؓ و بریدہؓ اور ایک گروہ بنی ہاشم اور خواص آنحضرت نے

نماز جنازہ ادا کی اور اسی رات دفن کر دیا۔"

ملا باقر مجلسی نے اس فہرست میں چند دشمنوں کے نام بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً حضرت زبیرؓ، حضرت عقیلؓ اور خصوصاً حضرت بریدہؓ۔ اس کی کوئی خصوصی وجہ ہے یا غلطی سے یہ نام اس فہرست میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ فیصلہ خود قارئین کریں۔

ملا باقر مجلسی آگے لکھتے ہیں۔

جناب امیرؑ نے گرد قبر جناب فاطمہؓ سات قبریں اور بنائیں۔ اس لئے کہ نہ جانیں کہ قبر فاطمہؓ کون سی ہے؟ اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا۔ اس لئے کہ قبر جناب فاطمہؓ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہؓ کو زمین کے ہموار کر دیا۔ کہ علامت قبر نہ معلوم ہو۔ اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین و اشقیائے امت قبر آنحضرت کو جان نہ سکیں اور قبر پہ جا کر نماز جنازہ نہ پڑھ سکیں اور خیال قبر کھودنے کا دل میں نہ لائیں۔ اس وجہ سے مقام قبر جناب فاطمہؓ میں اختلاف ہے۔ بعضے کہتے ہیں بقیع میں نزدیک قبور ائمہ ہے۔ بعضے کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کے بیچ ایک باغ ہے باغہائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے دروازہ ہائے بہشت سے اور صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؓ کو گھر میں ہی دفن کیا جیسا کہ روایات صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ابن شہر آشوب وغیرہ نے روایت کی ہے جب چاہا جناب سیدہ کو قبر میں اتاریں۔ دو ہاتھ قبر کے اندر سے شبیہ بدستہائے جناب رسول خدا پیدا ہوئے اور جناب فاطمہؓ کو لے کر قبر میں رکھا۔ جلاء العیون مترجمہ ج ا ص ۲۲۸

قارئین کرام آپ حضرات کو اب بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔ لہذا ہم ان امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اصل موضوع پہ آتے ہیں۔

نماز جنازہ

یہ بھی آپ نے جناب امینی کے حوالے سے سطور بالا میں پڑھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے جنازے میں فلاں فلاں اشخاص شریک تھے۔ لیکن متقی اس بات کو گول کر گئے کہ نماز کس نے پڑھائی تھی۔ اور سنی بھائیوں کو اس الجھن میں مبتلا کر دیا کہ جب پوشیدہ طور پر نماز جنازہ ہوئی تو پڑھانے والا بھی کوئی پس پردہ کا شخص ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ امام وقت ہیں اور اصل وارث بھی وہی ہیں لہذا یہ نماز انہوں نے ہی پڑھائی ہوگی۔ اور اسی لئے راتوں رات دفن کی گئیں۔ لیکن مسئلہ اسی وقت واضح ہو سکتا ہے کہ جب پہلے تین امور واضح ہو جائیں۔

۱۔ نماز جنازہ پڑھانا کس کا حق ہے؟

۲۔ کیا کوئی شخص رات کو دفن نہیں ہوا۔ اگر رات کو کوئی اور بھی شخص دفن کیا گیا تو اس کی وجہ کیا تھی؟

۳۔ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

نماز جنازہ پڑھانا شرعاً کس کا حق ہے؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں اگر پہلے اسلامی قانون معلوم کر لیا جائے تو مسئلہ بغیر کسی دشواری کے سمجھ میں آجائے گا۔

اسلامی قانون میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ان کے متعلق اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفۂ وقت نماز کی امامت کا اصل حق دار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا اسے کوئی عذر درپیش ہو تو امیر المومنین کی جانب سے جو آدمی متعین ہو وہ امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا کہ مجھے اطلاع دیئے بغیر کسی کو نہ دفنایا جائے بلکہ ایک بار صحابہ نے

Marfat.com

اطلاع دیئے بغیر ایک شخص کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا

فہلا اٰذنتمونی — تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔

ہر دور کے تمام مسلمان بالاتفاق اسے تسلیم کرتے رہے اور تمام مذہبی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ بلکہ اگر امیر کو اطلاع نہ دی گئی تو شرعاً وہ اس کا حق رکھتا ہے کہ وہ دفن ہونے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ قبر پر نماز جنازہ ادا کرے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی نماز جنازہ قبر پر پڑھی۔ اسی لئے تو ملا باقر نے اپنی جانب سے پورا انتظام کیا کہ سات قبریں کھدوائیں اور چالیس قبروں پر پانی چھڑکوایا تاکہ ابوبکرؓ کو قبر کا پتہ نہ چل سکے اور وہ امیر المسلمین ہونے کی حیثیت سے نماز جنازہ ادا نہ کر سکیں۔ ہاں ملا جی سے یہ غلطی ضرور سرزد ہوئی کہ انہوں نے روضۃ الجنۃ میں ایک قبر تیار کرا دی۔ اور وہ صرف ایک۔ نہ چالیس اور نہ سات جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ساری پول کھل گئی۔

اسلام کے اس مسلمہ اصول کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں۔ علمائے اہل سنت فقہ کی کتابوں میں باب الامامت کا مطالعہ فرمالیں۔ ان کی تسلی ہو جائے گی۔ لیکن ہم اپنے قارئین کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے چند حوالہ جات پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ دل سیر ہو جائے گا۔

۱۔ لوگوں نے جناب جعفرؒ سے امامت کے مسئلہ کے سلسلہ میں سوال کیا۔ انہوں نے جو جواب دیا وہ فروع کافی باب من الحق ان یؤم القوم میں ان الفاظ میں مروی ہے۔

فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیتقدم القوم اقراھم للقران فان کانوا فی القراءۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواء فاکبرھم سنا۔ فروع کافی ج ۱ ص ۲۲۵۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو وہ لوگوں کی امامت کرے۔ اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو جو ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرے۔ اور اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو جو بلحاظ سن زیادہ ہو وہ امامت کرے

Marfat.com

۲۔ شیخ صدوق اپنی "الامالی" میں فرماتے ہیں۔

واولی الناس بالتقدم فی جماعة اقرؤهم للقرآن فان کانوا فی القراءة سواء فاقدمهم هجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاسنهم
الامالی ص ۳۱۲

اور جماعت میں مقدم ہونے کا وہ شخص زیادہ حقدار ہے جو سب سے بڑا قاری ہو اور اگر قرات میں سب برابر ہوں تو امامت کا وہ زیادہ حقدار ہے جس نے اول ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں برابر ہوں تو وہ زیادہ حقدار ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔

یہ تو وہ صورتیں ہیں کہ جب امام المسلمین یا اُن کا کوئی نمائندہ موجود نہ ہو۔ لیکن ہر دو صورتوں میں سبائیہ کے نزدیک متفق بہ فتویٰ یہ ہے۔

۳۔ فان تساووا فی الفقه والقراءة فـ لا قدم هجرة من دار الحرب الی دار الاسلام .... فان تساووا فی ذلک فالاسن مطلقا ....
والامام الراتب فی مسجد مخصوص اولی من الجمیع وکذا صاحب المنزل اولی منهم ومن الراتب وصاحب الامارة فی امارته اولی من جمیع من ذکر ایضا
شرح لمعه ج ا ص ۱۰۱

اگر تمام لوگ فقہ اور قرات میں مساوی ہوں تو وہ حقدار ہے جس نے دار الحرب سے دار الاسلام کی جانب پہلے ہجرت کی ہو .... اگر اس میں برابر ہوں تو جو عمر میں زیادہ ہو۔
اور وہ امام جو کسی متعینہ مسجد کے لئے مخصوص ہو وہ ان سب سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح گھر کا مالک اوروں سے اولیٰ ہے۔ اور جو شخص کسی عہدہ پہ مامور ہو وہ اپنے عہدوں پر رہتے ہوئے اوروں سے اولیٰ ہے۔

۴۔ اصول کافی میں جناب جعفر کا قول ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال اذا حضر الامام الجنازة فهو احق الناس بالصلوة علیها۔ فروع کافی۔ کتاب الجنائز ج ا ص ۹۳

ابوعبداللہ فرماتے ہیں جب جنازے میں امام موجود ہو تو وہ اوروں سے زیادہ نماز کا حق دار ہے۔

Marfat.com

۵۔ سبائیہ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا ارشاد ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال علی علیہ السلام اولی احق بالصلوۃ علی الجنازۃ من ولیہا۔ قرب الاسناد حمیری صفحہ ۲۱۰	حضرت علیؓ فرماتے ہیں جنازہ پڑھانے کا والی، ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

ان تمام روایات کا لُب لباب یہ ظاہر ہوا کہ امامت کا اصل حق دار خلیفۃ المسلمین ہے خواہ نماز پنجگانہ ہو یا نماز جنازہ۔ خلیفہ کی موجودگی میں کوئی اور شخص نماز پڑھانے کا حق نہیں رکھتا۔

ائمہ کے فرمودات معلوم ہونے کے بعد آپ حضرات خود سوچ کر فیصلہ فرمائیں کہ امامت کی شرائط کس میں پائی جاتی ہیں۔ سبائیہ کے ائمہ کا فرمان ہے کہ اگر تمام لوگ قرأت اور فقہ میں مساوی ہوں تو اس شخص کو امام بنایا جائے جو ہجرت میں مقدم ہو۔ اور دیا جاتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو امانتیں سپرد کر کے آئے تھے کہ یہ امانتیں لوگوں کو پہنچا کر ہجرت کر کے مدینہ آجانا۔ اس لحاظ سے حضرت ابوبکرؓ ہجرت میں حضرت علیؓ پر مقدم ہوئے لہٰذا حضرت علیؓ کو امامت کا حق حاصل نہ تھا۔

اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو پھر عمر میں جو زیادہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت ساٹھ اکسٹھ سال کے بوڑھے ہیں اور حضرت علیؓ تیس سالہ جوان ہیں۔ ملت سبائیہ نے جو اصول بیان کیا ہے اسے سامنے رکھتے ہوئے تو حضرت علیؓ کو نماز جنازہ پڑھانے کا کوئی حق نہ تھا۔

مسجد محلہ کا امام ولی و وارث سے زیادہ حق رکھتا ہے۔ لہٰذا مسجد نبوی کے امام ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ نماز جنازہ پڑھانے کے حق دار تھے۔

اور سب سے آخری فیصلہ جو خود حضرت علیؓ نے دیا تھا اور جسے ہم قرب الاسناد کے حوالہ سے پیش کر چکے ہیں۔ خلیفہ وقت ہر ولی سے زیادہ حق دار ہے۔ لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت علیؓ نے خاموشی سے خود جنازہ پڑھا دیا ہو۔ اسی لئے ملا باقر نے امام کا نام غائب کر دیا تاکہ کوئی ان پر یہ اعتراض نہ کرے کہ حضرت علیؓ تو خود یہ فرماتے ہیں۔ پھر یہ حرکت کیسے ظہور میں

Marfat.com

آئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ ہو گی اور ان کے معتقدین خود اُن کی ذات کو کس طرح بازیچۂ اطفال بناتے ہیں۔

تاریخی شواہد

شریعت اسلامیہ کے اس قانون پر کہ نماز جنازہ پڑھانے کا اصل حق دار خلیفہ یا اس کا نائب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خاندان بنی ہاشم کا اس اصول پر کہاں تک عمل رہا ہے اور ہاشمیوں نے اسے قابلِ عمل تصور کیا یا نہیں؟ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے لہٰذا ہم اس کا حل تاریخ میں تلاش کرتے ہیں۔

پہلا جنازہ نوفل بن الحارث

ہاشمی خاندان کے ایک بزرگ نوفلؓ بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں۔ یہ عبدالمطلب کے سب سے بڑے صاحبزادے حارث کے بیٹے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں۔ ۱۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے۔ اسی لئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

دوسرا جنازہ ابوسفیان بن الحارث

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیانؓ بن الحارث بن عبدالمطلب ہیں یہ نوفلؓ بن حارث کے بھائی ہیں۔ غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں۔

وتوفی ابوسفیان سنة عشرین وصلی علیه عمر بن الخطاب وقیل مات بالمدینة بعد

ابوسفیانؓ نے ۲۰ھ میں انتقال کیا۔ اور ان کی نماز جنازہ عمرؓ نے پڑھائی۔ ایک قول یہ ہے کہ

اخیہ نوفل بن الحارث باربعة اشہر

اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۴

ان کا انتقال مدینہ میں ان کے بھائی نوفل بن حارث رضؓ کے چار ماہ بعد ہوا۔

تیسرا جنازہ عباس رضؓ بن عبدالمطلب

تیسرا تو حضرت عباس رضؓ بن عبدالمطلب کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ ان کا انتقال مدینہ میں بروز جمعہ ۱۲ ررجب ام رجب ۳۲ھ میں ہوا۔ اور امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بقیع میں دفن ہوئے۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۱۰۰۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷ ص ۱۶۲

چوتھا جنازہ حسن رضؓ بن علی رضؓ

چوتھا جنازہ حضرت حسن رضؓ کا ہے۔ ان کا ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں مدینہ میں انتقال ہوا۔ اُس وقت خلیفہ وقت امیر معاویہ رضؓ تھے جو دمشق میں تھے ان کی جانب سے مدینہ کے گورنر سعید رضؓ بن العاص الموی تھے۔ حضرت حسین رضؓ نے سعید رضؓ کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا

وقدم الحسین علیہ الصلاۃ والسلام سعید بن العاص وھو یومئذ امیر المدینة وقال تقدم فلولا انہا السنة لما قدمتک۔ تاریخ سنیہ کاری ص ۱۵۵۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۴ ص ۲۵۔

حضرت حسین رضؓ نے سعید رضؓ بن العاص کو آگے بڑھایا۔ اور وہ اس روز مدینہ کے امیر تھے۔ ان سے حسین رضؓ نے فرمایا آگے بڑھیئے نماز پڑھلیئے۔ اور اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں آپ کو آگے نہ کرتا۔

پانچواں جنازہ عبداللہ رضؓ بن جعفر رضؓ

عبداللہ بن جعفر رضؓ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے اور اسلام میں سب سے اول پیدا ہونے والے بچے ہیں۔ مسلمانوں میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہ تھا۔ ۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس

Marfat.com

وقت عبدالملک بن مروان کی جانب سے ابان بن عثمانؓ بن عفان امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ کتاب نسب قریش ص۱۳۹۔ اسد الغابہ ج ۲ ص۱۳

چھٹا جنازہ محمد بن الحنفیہ

محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا انتقال ۸۱ ہجری میں ہوا۔ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو ان کے بیٹوں نے ابان بن عثمانؓ سے جو عبدالملک کی جانب سے مدینہ کے گورنر تھے کہا۔

نحن نعلم ان الامام اولی بالصلوٰۃ ولولا ذلک ما قدمنٰک نتقدم فصلی علیہ۔
ابن سعد ج ۵ ص۸۶

ہم خوب جانتے ہیں کہ امام نماز کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم آپ کو آگے نہ کرتے۔ ابان بن عثمانؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

ساتواں جنازہ ام کلثومؓ بنت علیؓ

شیعہ عالم ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی نے جناب جعفر سے نقل کیا ہے کہ جب کلثومؓ بنت علیؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا امیر مروان بن الحکم تھا۔ جب وہ جنازہ پڑھانے کے لئے آیا تو حضرت حسینؓ نے ان سے فرمایا

لولا السنۃ ما ترکتہ یصلی علیہا۔ کتاب الجعفریات ص۲۱۰

اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں تمہیں نماز پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

حتیٰ کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا جب قسطنطنیہ میں انتقال ہوا تو ان کی نماز جنازہ امیر المومنین یزید نے پڑھائی۔

ان حوالوں سے یہ امر تو ثابت ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امیر وقت یا اس کا

Marfat.com

کوئی نائب نماز جنازہ پڑھانے گا۔ لہذا یہ ہرگز ممکن نہیں کہ حضرت علیؓ نے شریعت کے اس اصول کو پامال کیا ہو۔ اور خلیفۃ المسلمین کے ہوتے ہوئے انہیں اطلاع تک نہ کی ہو اور خود نماز پڑھا دی ہو۔

رات میں دفن کرنا

رہا یہ سوال کہ حضرت فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کر دیا گیا۔ تو رات کو دفن کرنا کوئی خلاف شریعت نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں دفن کیا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایک باب قائم کیا باب الدفن باللیل اور ساتھ ہی ساتھ یہ الفاظ بھی لائے

ودفن ابوبکر لیلاً — اور ابوبکرؓ رات میں دفن کئے گئے

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں متعدد افراد رات کو دفن کئے گئے۔ اور بخاری نے یہ حدیث پیش کی کہ ایک شخص کو راتوں رات دفن کر دیا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں دی گئی۔ آپؐ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال مغرب و عشاء کے مابین ہوا اور ان کو رات کو دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا سترہ رمضان گزار کر شروع شب میں انتقال ہوا۔ اور انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفنا دیا جائے۔

وامرت ان تدفن لیلاً فدفنت بالبقیع ۔ الاکمال فی اسما الرجال — اور ام المومنین نے اس بات کا حکم دیا کہ انہیں راتوں رات دفن کر دیا جائے۔ اور وہ بقیع میں دفن کی گئیں

سبائی منطق کو اگر ہم پیشِ نظر رکھیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ ام المومنین کو بنی ہاشم سے خطرہ تھا۔ لہذا اس لئے ایسا کیا گیا۔ ان امور سے یہ امر واضح ہوا کہ حضرت فاطمہؓ کو رات میں کسی

Marfat.com

سوچی سمجھی اسکیم کے تحت دفن نہیں کیا گیا تھا اور نہ وہاں کوئی برائی ذہن کارفرما تھا جو سازش مقصود ہو۔ اور اگر اس کے پس پردہ کوئی سازش ہوتی تو حضرت اسماءؓ کو تیمارداری کی ذمہ داری سپرد نہ کی جاتی کیونکہ جن کے خلاف سازش کی جاتی ہے انہی کے مخصوص افراد کو سازش میں شامل نہیں کیا جاتا۔

حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

اب آئیے اس امر کی جانب کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی۔ تاریخی اور عقلی طور پر تو یہ بات واضح ہو چکی کہ لازماً یہ نماز حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی ہو کیونکہ ان کا یہ قانونی حق تھا۔ اور اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ ابوبکرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھائی اور اصول یہ ہے کہ جب کسی شے کا کوئی اصول متعین ہو تو اس وقت تک کوئی شے اس اصول سے خارج نہیں ہوتی جب تک اس شے کے خروج کا کوئی ثبوت موجود نہ ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ یہاں استثنا کا کوئی ثبوت موجود نہیں بلکہ اس امر کا تاریخی ثبوت موجود ہے کہ واقعتاً یہ نماز جنازہ ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ ابن سعد نے طبقات میں اپنی مکمل سند کے ساتھ روایت کیا ہے

عن حماد عن ابراهيم النخعي قال صلى ابوبكر الصديق على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فكبر اربعا۔ طبقات ج ۸ ص۱۹	حماد نے ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ ابوبکرؓ نے فاطمہؓ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔

اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن ابراہیم نخعی کی مرسلات محدثین کے نزدیک قابل قبول ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے۔

احب المرسلات الی مرسلات ابراهيم النخعي	مجھے سب سے زیادہ محبوب مرسلات ابراہیم نخعی کی مرسلات ہیں۔

Marfat.com

لیکن ابن سعد نے اس روایت کو شعبی سے ہی نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس روایت کو بیہقی نے شعبی سے بالسند ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

ان فاطمة رضی الله عنها لما ماتت دفنها علی لیلا واخذ بضبعی ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فقدمه یعنی فی الصلوة علیها

بیہقی مع الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۹ کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۴

حضرت فاطمہؓ کا جب انتقال ہوا تو انہیں راتوں رات دفن کیا۔ اور ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کے نماز میں آگے کیا۔

کنز العمال کے مصنف علی المتقی الہندی نے خطیب کے حوالہ سے جناب باقرؒ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ماتت فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء ابوبکر وعمر لیصلوا فقال ابوبکر لعلی بن ابی طالب تقدم فقال ما کنت لاتقدم وانت خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فتقدم ابوبکر وصلی علیها۔

کنز العمال۔ ج ۶ ص ۳۱۸

فاطمہؓ بنت رسول اللہ کا انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے آئے۔ ابوبکرؓ نے علیؓ سے کہا آگے بڑھئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں آگے بڑھ سکتا ہوں حالانکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے نماز پڑھائی۔

محبّ الطبری نے "ریاض النضرۃ" میں امام مالک کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے

مالك عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده علی ابن الحسین قال ماتت فاطمة بین المغرب والعشاء فحضرها ابوبکر وعمر وعثمان والزبیر وعبد الرحمن بن عوف فلما وضعت لیصلی علیها

مالک نے جعفر بن محمد سے روایت کیا ہے اور انہوں نے اپنے والد باقر سے اور باقر نے اپنے والد علی بن الحسین سے کہ جب حضرت فاطمہؓ کا مغرب وعشاء کے مابین انتقال ہوا تو ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ وزبیرؓ اور عبدالرحمان بن عوف آئے جب نماز کے لئے فاطمہؓ کا جنازہ رکھا گیا تو

Marfat.com

قال علی تقدم یا ابا بکر فقال
و انت شاهد یا ابا الحسن
قال نعم تقدم فو اللہ لا یصلی علیها غیرک
فصلی علیها ابوبکر رضی اللہ عنهم اجمعین
و دفنت لیلاً اخرجه المهدی و خرجه ابن
السمان فی الموافقة۔ ریاض النضرہ ج ا ص ۱۰۶

حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ آگے
بڑھئے اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابوالحسنؓ تمہارا
موجودگی میں آگے بڑھوں؟ اس پر حضرت علیؓ
نے فرمایا۔ آگے بڑھئے بیشک آپ کے سوا کوئی نماز نہیں
پڑھ سکتا۔ نتیجۃً ابوبکرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی
اور رات کو وہ دفن کی گئیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے "تحفۂ اثنا عشریہ" طعن ۱۰ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کیا ہے۔

در فصل الخطاب آورده که ابوبکر صدیق و
عثمان و عبدالرحمن بن عوف و زبیر بن العوام
وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت
فاطمه درمیان مغرب و عشا شب سه شنبه
سوم ماه رمضان ۱۱ھ بعد از شش ماه از واقعه
سرور جہان بوقوع آمده و سن شریف
بست و هشت بود و ابوبکر بموجب علی
مرتضی پیش امام شد و نماز بروی گزاشت
و چهار تکبیر بر آورد ص ۲۷۵

فصل الخطاب میں آیا ہے کہ ابوبکرؓ صدیق،
عثمانؓ، عبدالرحمانؓ بن عوف اور زبیرؓ نماز
عشاء میں حاضر تھے۔ اور فاطمہؓ کا انتقال مغرب و
عشاء کے درمیان منگل کی رات گیارہ رمضان
کو ہوا۔ چھ ماہ حضورؐ کی وفات کے بعد گزر چکے
تھے اور فاطمہؓ کی عمر اس وقت ۲۸ سال
تھی۔ ابوبکرؓ علیؓ کے حکم کے مطابق امام
ہوئے اور انہوں نے نماز پڑھائی اور چار
تکبیرات کہیں۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ
سے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بجنازة
فصلی علیها و کبر علیها اربعا و قال کبرت
الملائکة علی آدم اربع تکبیرات و کبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک جنازہ
لایا گیا۔ آپ نے اس کی نماز پڑھائی اور
چار تکبیریں کہیں اور فرمایا فرشتوں نے آدم

Marfat.com

بو بکر علی فاطمۃ اربعا وکبر عمر علی ابی بکر اربعا وکبر صہیب علی عمر اربعا

حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۹۶

کی چار تکبیریں کہیں تھیں اور ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر چار تکبیریں کہیں اور عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چار تکبیریں کہیں اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چار تکبیریں کہیں۔

کیا حضرت فاطمہؓ نے خود غسل فرما لیا تھا؟

حضرت فاطمہؓ سے متعلق تقریباً تمام مسائل کی وضاحت مکمل ہو چکی لیکن تاہنوز ایک مسئلہ زیر بحث باقی ہے۔ اور وہ یہ کہ عام طور پر اخبارات میں ہمارے مضمون نگار اکثر لکھتے رہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے وفات سے قبل خود ہی غسل فرما لیا تھا۔ اور خود ہی نئے کپڑے پہن کر لیٹ گئی تھیں یہی اُن کا کفن تھا۔

لیکن اس سے بھی زیادہ پر لطف اور حیران کن لطیفہ ہم سنائے دیتے ہیں۔ واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا کہ ہمارے محلہ کے ایک عمر رسیدہ بزرگ جو تبلیغی جماعت کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ ایک روز راہ میں اچانک میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشیانہ انداز میں استفسار فرمانے لگے کہ مولوی جی ایک صاحب نے بڑے وثوق سے یہ بات فرمائی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنی نماز جنازہ خود پڑھ لی تھی اور جب میں نے انکار کیا تو فرمانے لگے اچھا تم ہی بتا دو کہ ان کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟

میں نے جواب میں عرض کیا کہ ان صاحب کے لئے تو میرا جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ خود ہی دفن ہو گئے تھے؟۔ وہ میرا منہ تکنے لگے، میں نے عرض کیا کہ حضرت حسنؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ اور میں اس پر حیران تھا کہ جس شخص نے تبلیغی جماعت میں اپنی زندگی گزار دی اس کی علمیت کا یہ عالم ہے تو عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔

اسی قسم کا یہ واقعہ ہے کہ ذرا سی عقل بھی استعمال کر لی جائے تو یہ مسئلہ چٹکی بجاتے بغیر کسی تحقیق کے حل ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۱۔ غسل میت انسان کے مرنے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جب تک انسان مرتا نہیں تو یہ غسل واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر حضرت فاطمہؓ اپنے غسل میں پورا ذخیرۂ آب بھی صرف کر دیتیں تو یہ غسل وارد نہ ہوتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ خلیج فارس سے پانی بہم پہنچایا گیا ہو اور اسے گنگا جل کی طرح متبرک تصور کر لیا گیا ہو۔

۲۔ یہ غسل مردے پر ہرگز واجب نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ غسل اس کے زندہ ورثاء پر واجب ہوتا ہے۔ یعنی اگر مرنے کے بعد کسی کو غسل نہ دیا گیا تو اس کا جرم مرنے والے پر عائد نہ ہوگا بلکہ اس کے مجرم وہ افراد قرار پائیں گے جنہوں نے اسے غسل نہیں دیا۔

امام احمد نے سلمیٰؓ زوجہ ابو رافعؓ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ کے مرض نے شدت اختیار کر لی تو مجھ سے فرمایا۔ اے میری ماں میرے لئے غسل کا پانی تیار کرو۔ میں نے پانی رکھا اور وہ اٹھیں اور جیسے عمدہ طریقہ پر وہ ہمیشہ غسل کرتی تھیں اسی طرح غسل کیا۔ پھر مجھ سے فرمایا میرے لئے نئے کپڑے لاؤ۔ میں نے نئے کپڑے پیش کئے اور وہ انہوں نے پہنے۔ پھر اس کمرے میں آئیں جہاں ان کا قیام تھا اور فرمایا درمیان کمرے میں میرے لئے بستر لگا دو۔ پھر وہ لیٹ گئیں اور ایک ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھا اور قبلہ رخ ہو گئیں۔ پھر فرمایا اے میری ماں میں آج مر جاؤں گی میں نے غسل کر لیا ہے لہٰذا میرا جسم نہ کھولا جائے۔

حضرت سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ اسی جگہ انتقال کر گئیں۔ جب علیؓ آئے تو میں نے ان سے واقعہ بیان کیا انہوں نے یہ سن کر فرمایا واللہ ان کا جسم کوئی نہ کھولے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے انہیں بغیر غسل کے دفن کر دیا۔ (نہ صرف بغیر غسل کے بلکہ بغیر کفن کے بھی)

امام ابن الجوزی حنبلی فرماتے ہیں یہ روایت صحیح نہیں۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحاق ہے جسے امام مالک اور ہشام بن عروہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

اس کا ایک اور راوی عاصم بن علی ہے۔ اس کے بارے میں یزید بن ہارون کہتے ہیں۔ ہم تو اسے ہمیشہ جھوٹا ہی سمجھتے رہے۔ امام احمد اس کے بارے میں بری رائے رکھتے تھے۔ کبھی کہتے ہیں یہ

Marfat.com

کچھ نہیں۔ اور نسائی کا قول ہے متروک الحدیث ہے

ابن جوزی فرماتے ہیں یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ یہ غسل موت واقع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ وہ پہلے کیسے ادا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہ ہو تو یہ بات حضرت علیؓ سے کیسے مخفی رہی۔ پھر امام شافعی اور امام احمد نے یہ جائز سمجھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا

العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا صـ۲۷۶

ہم سطور بالا میں متعدد روایات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کو تین شخصوں نے غسل دیا۔ حضرت علیؓ۔ حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت سلمیٰؓ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ ہیں اور خود بھی حضور کی خادمہ رہیں۔

ہم بارہا یہ اصول تحریر کر چکے ہیں کہ جو روایت بداہتہً عقل کے خلاف ہو۔ یا اصول شرعیہ کے مخالف ہو۔ یا سنت صحیحہ اور اجماع صحابہ کے خلاف ہو وہ روایت یقیناً منکر ہے۔ خواہ اس کے راوی فرشتہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اسلام نے ہمیں یہ کہیں حکم نہیں دیا کہ ہم بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بکواس پر ایمان لے آئیں۔ اور اس روایت کی سند میں ایک زہریلا ناگ مورخ محمد بن اسحاق شیعی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم نے محمد بن اسحاق کا تفصیلی جائزہ اپنی کتاب "ایصال ثواب قرآن کی نظر میں" اور مذہبی داستان حصہ اوّل میں پیش کر دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرت فاطمہ کی شب عروسی میں ساری رات ستر ہزار فرشتے تسبیح کرتے رہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب فاطمہؓ علیؓ کے پاس رخصت کی گئیں تو نبی کریم

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ کے آگے چل رہے تھے۔ جبرئیلؑ ان کے دائیں تھے۔ بائیں جانب میکائیل تھے۔ اور ستر ہزار فرشتے ان کے پیچھے اللہ کی تسبیح و تقدیس کر رہے تھے حتیٰ طلوع فجر تک یہ معاملہ جاری رہا

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ توبہ بن علوان شعبہ سے اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی۔

رہ گیا عبد الرزاق کا بھائی تو ہم اس کا نام نہیں جانتے۔ لیکن

احمد بن عبد اللہ تو اس کے سلسلہ میں یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ یہ کذاب ہے ثقہ نہیں۔ رہ گیا۔

احمد بن محمد بن رمیح ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۰۔

روایت پر کچھ تو ابن جوزی نے بحث کر دی ہے اور انشاء اللہ ہم بھی کچھ نہ کچھ کلام کریں گے۔ لیکن ہمارے قارئین یہ ہر وقت ذہن میں رکھیں کہ عبد اللہ بن عباسؓ ہجرت رسول سے ڈھائی تین سال قبل پیدا ہوئے اور فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تو جس وقت حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی وہ مکہ کی گلیوں میں گلی ڈنڈا کھیلتے پھرتے ہوں گے انہیں مدینہ کی ان باتوں کی کیسے خبر ہوئی۔ اس کا جواب تبرائیوں کے ذمے!

توبہ بن علوان ذہبی لکھتے ہیں۔ یہ شعبہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے صرف نسائی نے روایات لی ہیں۔ ازدی کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ توبہ بصری ہے۔ شعبہ اور اہل عراق سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انہوں نے روایت نہیں کیں۔ اور یہ اہل یمن سے بھی روایات نقل کرتا ہے۔

اس کے بعد ذہبی نے حدیث بالا بیان کی اور اس کو بیان کرنے کے بعد لکھا۔ یہ کھلا جھوٹ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۶۱۔

اس توبہ سے عبد الرحمان بن محمد نے روایات نقل کی ہیں۔ ذہبی کا بیان ہے کہ

Marfat.com

عبد الرحمان بن محمد یہ توبہ بن ملوان سے اس نے روایت نقل کی ہے اور حضرت فاطمہؑ کے ذکر میں ایک باطل روایت بیان کی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۵۸۶۔

فاطمہؑ کیلئے پیغام سرمایہ داروں نے بھی دیا تھا

حضرت اسماءؓ بنت عمیس کا بیان ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو فاطمہؑ کے لئے پیغام قریش کے مالداروں نے دیا تھا۔ آپ نے ان سے نکاح نہیں فرمایا۔ بلکہ اس لڑکے سے نکاح کر دیا۔

پس جب وہ رات ہوئی کہ جس رات فاطمہؑ کو رخصت کیا گیا آپ نے ایک شخص سلمانؓ فارسی کو بلانے بھیجا اور ان سے فرمایا میری شہبا اونٹنی لاؤ۔ جب وہ اونٹنی آگئی تو آپ نے اس پر فاطمہؑ کو سوار کیا۔ سلمانؓ اس اونٹنی کو کھینچ رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہانک رہے تھے۔ اچانک آپؐ نے پیچھے سے ایک آواز سنی۔ آپؐ نے گردن پھیر کر دیکھا تو جبرئیلؑ و میکائیل۔ اسرافیلؑ اور بے پناہ فرشتے نظر آئے۔ آپؐ نے سوال کیا اے جبرئیلؑ تم کیوں نازل ہوئے ہو؟ ان فرشتوں نے جواب دیا ہم اس لئے نازل ہوئے ہیں تاکہ فاطمہؑ کو ان کے خاوند کے پاس رخصت کر دیں اس لئے کہ ان کا شمار اہل بیت میں نہ ہو۔ اس پر جبرئیلؑ نے تکبیر کہی پھر میکائیلؑ نے تکبیر کہی پھر اسرائیلؑ نے تکبیر کہی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سلمانؓ نے تکبیر کہی یہیں سے یہ کام سنت ہو گیا کہ دلہنوں کے سامنے یا پیچھے تکبیر کہی جاتی ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر آئے اور انہیں علیؓ کے بازو میں بٹھایا پھر فرمایا اے علیؓ یہ تحفہ میری جانب سے ہے جس نے اس کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ اور جس نے اس کی توہین کی اس نے میری توہین کی۔ اے اللہ اس پر برکت نازل فرما۔ اور انھیں پاک اولاد عطا فرما۔ آپ یقیناً بہت دعا سننے والے ہیں۔

یہ روایت موضوع ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس شخص نے اسے وضع کیا اس نے عجیب باتیں بنائیں ہیں۔

Marfat.com

راوی کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سواری مانگ رہے تھے اور سلمانؓ سواری کو کھینچ رہے تھے یہ واقعہ گھڑنے والے نے شان رسالت میں گستاخی کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سواری کو چلا رہے ہونگے۔ سلمانؓ تو اس وقت یہودیوں کی غلامی میں مصروف تھے اور اس وقت تک اپنی کتابت زرِ فدیہ سے بھی فارغ نہ ہوتے تھے۔ اور کوئی بعید بات نہیں کہ یہ محمد بن انس القرمطی نے یا معبد بن عمرو البصری نے وضع کی ہو۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۲۔

ہماری سب سے اول عرض یہ ہے کہ اس واقعہ کو اسماءؓ بنت عمیس نے پیش کیا جو اس وقت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ میں وقت گزار رہی تھیں ان کا مدینہ میں وجود ہی نہ تھا۔ وہ تو [illegible] میں مدینہ پہنچیں۔ آخر انہوں نے یہ کہانی کس سے سنی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اور فاطمہؓ کے گھر میں کوئی زیادہ فاصلہ نہ تھا جو حضور کو سواری کی ضرورت پیش آئی اور اگر ضرورت پیش آئی تھی تو بلالؓ کہاں چلے گئے تھے جو سلمانؓ کو بلوایا گیا؟

دراصل ہم کہانیوں کے دلدادہ ہیں اور اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں کہ کوئی شخص وہاں موجود تھا یا نہیں، اور چونکہ ہم سُنی ہیں، سنی سنائی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں خواہ ایسی روایتوں کا کوئی سر ہو نہ پیر۔ ایمان لانے سے غرض ہوتی ہے لہذا ہم اس کہانی پر بھی ایمان لے آئے۔

یہ روایت جناب جعفرؒ نے اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے اور ان سے نقل کرنے والا معبد بن عمرو البصری ہے۔ جس سے کوئی ماہر رجال واقف نہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی خبر نہیں کہ یہ پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں۔

اسی طرح معبد سے نقل کرنے والا ابوالحسن احمد بن محمد بن انس بن القرمطی ہے۔ یہ بھی کوئی ہما کی قسم کا پرندہ تھا جو امامیوں کے کان میں یہ بات پھونک کر چلا گیا۔

فاطمہؓ عرش کے پائے پکڑ کر کھڑی ہوں گی

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری بیٹی جب حشر میں اٹھائی

جائے گی تو اس کے ہاتھ میں خون کے رنگے کپڑے ہوں گے اور وہ عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑی ہوں گی اور فرمائیں گی اے منعم میرے بیٹے اور میرے بیٹے کے قاتل کے درمیان فیصلہ کر دے تو رب کعبہ کی قسم میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت بلاشک موضوع ہے اور یہ ابن مہدی اور ابن بسطام سے آگے نہیں بڑھتی۔

احمد بن علی الرقی ذہبی لکھتے ہیں کہ اس نے علی رضا سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ یہ اصل میں احمد بن علی بن مہدی بن صدقہ ہے۔ ہم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ واقعتا اس نے علی رضا سے کوئی روایت سنی ہے اور وہ روایت صحیح طور پر ثابت ہو۔ میزان ج ۱ ص ۱۲۰

حضرت فاطمہؓ کے مہر میں پوری زمین دی گئی

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کا بیان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے علیؓ اللہ نے تیرا نکاح فاطمہؓ سے کیا ہے۔ اور اس کے مہر میں پوری زمین دی ہے۔ پس جو شخص زمین پر غضب ناک حالت میں چلے گا وہ شام حرام حالت میں گزارے گا۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے متعدد راویوں پر جرح کی گئی ہے لیکن اصل متہم اس میں ذارع ہے۔

ذارع اس کا نام احمد بن نصر ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ ذارع کذاب ہے۔ وضاع ہے۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۱۶۔

ذہبی کا بیان ہے کہ یہ بغداد کا باشندہ ہے۔ حارث بن ابی اسامہ اور ان کے طبقہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اور منکر روایات بیان کرتا ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

دارقطنی کا بیان ہے یہ دجال ہے۔ اس کی کنیت ابوبکر ہے۔ اس سے یہ روایت مروی ہے

کہ ایک کھجور کے درخت نے دوسرے درخت کو آواز دی کہ یہ نبی مصطفی اور علی مرتضی جا رہے ہیں۔ اور کھجور کو اسی لئے صیحانی کہا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے (میزان ج ۲ صفحہ ۱۶۲) اس روایت میں اور بھی متعدد کذاب موجود ہیں۔ میں نے ان کی تفصیل پیش نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک میں فرماتے سنا اور اس وقت ہم آپ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کی شادی علی سے کر دوں۔ اور اس کے بعد جبرئیل نے مجھ سے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں کا ایک محل تیار کیا ہے اور اس کے ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک موتیوں کی ایک لڑی ہے جو یاقوت سے تیار کی گئی ہے۔ اور یہ یاقوت سونے سے جوڑے گئے ہیں ان کمروں کی چھتیں سبز زبرجد سے تیار کی گئی ہیں۔ اور اس میں موتیوں کے طاق بنائے گئے ہیں جو یاقوت سے جڑے ہوئے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی عبدالنور ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ اس نے ایک طویل حدیث بیان کی۔ عقیلی نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور عقیلی کا بیان ہے کہ عبدالنور احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ہم سے یہ روایت محمد بن نامر نے بھی بیان کی ہے اور اس نے اپنی سند سے عبدالنور سے یہ الفاظ بھی بیان کئے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے اس محل میں کھڑکیاں بھی بنائی ہیں جن کی ایک اینٹ چاندی کی ایک اینٹ سونے کی۔ ایک اینٹ موتیوں کی ایک اینٹ یاقوت کی اور ایک اینٹ زبرجد کی ہے۔ پھر اس محل میں چشمے تیار کئے۔ جن کے کناروں میں سبزہ اگا ہوا ہے اور انہیں نہروں نے گھیر رکھا ہے۔ اور نہروں پر موتیوں کے قبے بنے ہیں جو سونے کی لڑیوں سے جوڑے

Marfat.com

کئے ہیں۔ اور مختلف قسم کے درختوں سے انہیں گھیرا گیا ہے۔ ان درختوں کی ہر شاخ میں ایک گھر ہوگا۔ ہر گھر میں ایک سپید موتیوں کا بستر لگا ہوگا (جس پر لیٹنا آرام دہ نہ ہوگا) جس کے پردے سندس اور استبرق کے ہونگے۔ اس کمرے میں نیچے جو فرش بچھا ہوگا وہ زعفران، عنبر اور مشک کا ہوگا۔ ہر قبہ میں ایک حور ہوگی۔ قبہ کے سو دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو باندیاں محافظ ہوں گی اور وہاں دو درخت لگے ہوں گے۔ ہر قبہ میں فرش ہوگا اور کچھ لکھا ہوگا۔ کپڑوں کے چاروں کونوں پر آیت الکرسی لکھی ہوگی۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ اللہ نے یہ جنت کس کیلئے بنائی۔ وہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جنت فاطمہؓ اور علیؓ کے لئے بنائی ہے۔ اس باغ کے علاوہ ان کے لئے اور بھی تحفہ ہے جو اللہ نے انہیں دیا ہے اور یا رسولؐ اللہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کی ہیں۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عبدالنور بن عبداللہ المسمعی امام شعبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ کذاب ہے۔

عقیلی کا بیان ہے کہ یہ غالی شیعہ ہے۔ اس سے یہ روایت منسوب کی گئی ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں اس روایت کو اسماعیل نے بھی نقل کیا ہے اور یہ اسماعیل سدی کا نواسہ ہے اس نے بشر بن الولید الہاشمی سے نقل کیا ہے اور اس نے اسی عبدالنور سے۔ میرا خیال یہ ہے کہ شیعہ خواہ کچھ بھی بکواس کریں۔ لیکن جنگ تبوک کے سفر میں جب کہ فاطمہؓ کی شادی کو آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا یہ کیسے خیال آیا۔ اور پھر لطف یہ ہے جنگ تبوک میں حضرت علیؓ شریک بھی نہ تھے تو بات کہی کس سے گئی؟

ایک عجیب و غریب تاج

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو حوا جنت میں انداز دکھاتی پھرتیں۔ یہ دونوں میاں بیوی کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے بہتر کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی۔ یہ دونوں میاں بیوی اسی حال میں مست تھے کہ اچانک ایک لڑکی ان

Marfat.com

کے سامنے آئی۔ اور آج تک انہوں نے ایسی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ اس لڑکی سے نور نکل رہا تھا جس سے جنت کی فضا میں شعاعیں نکل رہی تھیں جو قریب تھا کہ ان کی نگاہیں اچک لے۔ اس کے سر پر تاج تھا۔ اس کے دونوں کانوں میں دو بالیاں پڑی تھیں۔ آدم و حوا نے عرض کیا اے پروردگار یہ لڑکی کون ہے۔ جواب ملا یہ فاطمہ بنت محمد کی تصویر ہے جو تیری اولاد کی سردار ہوں گی۔ ان دونوں حضرات نے پوچھا یہ ان کے سر پر کیسا تاج ہے۔ جواب ملا یہ اس کے خاوند علی بن ابی طالب ہیں۔ عرض کیا یہ دونوں مینڈھیاں کیسی ہیں۔ فرمایا یہ ان کے دونوں بیٹے حسن اور حسین ہیں۔ ان کا علم تیری پیدائش سے دو ہزار سال قبل تھا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ اور حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں شیعہ ان کے بارے میں امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ روایت اپنے باپ دادا سے نقل کی ہے۔ یہ کچھ نہیں۔

یہ حسن بن علی جو صاحب العسکر کہلاتے ہیں ہماری زبان میں انہیں حسن عسکری کہا جاتا ہے۔ یہ شیعوں کے گیارہویں امام ہیں۔ انہوں نے یہ داستان اپنے آباؤ اجداد کے واسطے سے نقل کی ہے۔ یہ ایک گھریلو داستان ہے جو حسن عسکری نے بیان کی ہے۔ ابن جوزی کا بیان ہے یہ کچھ نہیں۔ موضوعات ج ا ص ۴۱۵۔

اہل بیت کو لازم پکڑو

حضرت ابو سعید کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک کتاب اللہ اور ایک اپنی عترت۔ اور یہ دونوں چیزیں اس وقت تک ایک جگہ رہیں گی جب تک تم مجھ سے حوض پر نہ ملو۔ پھر سوچو کہ میں تمہیں ان دو چیزوں میں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔

عطیہ امام احمد اور امام یحیٰی وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

عبداللہ بن عبدالقدوس۔ یحیٰی کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ یہ رافضی ہے خبیث ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن داھر احمد اور یحییٰ کا بیان ہے یہ کوئی شے نہیں۔ اس سے روایت تو وہی انسان لکھ سکتا ہے کہ جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۶۹۔

ہم پہلے ایک جگہ تحریر کر چکے ہیں کہ عیسیٰ العوفی کلبی کذاب رافضی سے روایات نقل کرتا ہے اور اس نے کلبی کی کنیت ابو سعید رکھ لی تھی تو جب وہ یہ کہتا ہے کہ یہ روایت ابو سعید سے مروی ہے تو اس سے مراد کلبی کذاب ہوتی ہے حضرت ابو سعید خدری نہیں گویا یہ حدیث نہیں بلکہ کلبی کذاب کا قول ہے

ہم اس پر بھی کلام کر چکے ہیں کہ یہ عبداللہ بن داہر کون ذات شریف ہیں۔ اب رہ گئے عبداللہ بن عبدالقدوس تو ان کے بارے میں نسائی لکھتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۶۱ دارقطنی تو طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش سے روایات کرتا ہے۔ متروک ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۱۱۴

ذہبی میزان میں رقم طراز ہیں۔

عبداللہ بن عبدالقدوس کوفہ کا باشندہ ہے رافضی ہے۔ رے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اعمش وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل میں ہوتی ہیں۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کوئی شے نہیں۔ رافضی ہے خبیث ہے۔ نسائی کا قول ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ دارقطنی کا کہنا ہے کہ ضعیف ہے ابو معمر کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن عبدالقدوس نے بیان کیا اور وہ خشبی تھا میزان ج ۲ ص ۴۵۷

اہل بیت کی محبت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ سے اس لیے تم محبت کرو کہ اس نے تمہیں غذا فراہم کی ہے۔ اور مجھ سے اللہ کی محبت کے باعث محبت کرو

Marfat.com

خطیب بغدادی کا بیان ہے کہ

احمد بن رزقویہ ہمارے نزدیک معروف نہیں۔ اور

ذارع اس کے ساتھ ثابت نامز نہیں ہو سکتی۔

خطیب اسی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس کی روایت میں نکارت پائی جاتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷

ہو سکتا ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہوں۔ نہ کہ وہ معنی مراد لئے جائیں جو شیعہ اس لفظ کے مراد لیتے ہیں۔ رہ گیا جناب ذارع کا حال تو ہم پہلے تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔

آل محمدؐ کون ہیں؟

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آل محمدؐ کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہر مومن متقی۔

ابن جوزی کہتے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں۔ کیونکہ

نافع ابو ہرمز کی روایت پر وہم غالب ہے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے یحییٰ اور احمد بن حنبل نے اسے ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار فرمایا یہ کذاب ہے۔ دارقطنی کا قول ہے کہ یہ متروک ہے۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۶۷

امام ذہبی رقم طراز ہیں۔

نافع بن ہرمز اس کی کنیت ابو ہرمز ہے۔ عقیلی نے اس کا نام عبدالواحد بیان کیا ہے۔ حسن بصری اور انس بن مالک سے روایت کرتا ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔

امام احمد اور ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن معین نے ایک بار اسے کذاب کہا ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے یہ متروک ہے۔ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔

میزان ج ۴ ص ۲۴۳

Marfat.com

ابن ابی مزمنہ ... ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطاءؔ اور حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص۱۰۱۔ بیہقیؔ کا بیان ہے کہ اس جیسے آدمی کو حجت میں پیش کرنا جائز نہیں حاشیہ العلل ص۲۶۷۔

اہل بیت سے محبت کرنیوالے میرے درخت کے پتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں ایک درخت ہوں۔ فاطمہؓ اس کا تنا ہیں۔ علیؓ اس کی شاخ ہیں۔ حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے جنت کے حتمی اور یقینی طور پر پتے ہیں۔

ابن جوزیؒ کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے اور موسیٰؔ بن نعمان سے کوئی واقف نہیں ہے۔ موضوعات ج ۲ ص ۵۔

موسیٰ بن نعمان ذہبیؒ لکھتے ہیں اس شخص سے کوئی واقف نہیں۔ اس نے لیثؔ بن سعد سے ایک باطل روایت نقل کی ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۲۵

نصر بن شعیب اس نے یہ روایت موسیٰ سے نقل کی ہے۔ یہ اپنے باپ کے واسطے سے جعفر بن سلیمان سے روایات نقل کرتا ہے۔ اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ میزان ج ۴ ص۲۵۱۔

محمد بن السری۔ یہ تمارؔ کے لقب سے موسوم ہے یہ غلام خلیل وغیرہ سے روایت کرتا ہے منکرات اور بلاؤں کا ناقل ہے۔ یہ کچھ نہیں۔ میزان ج ۳ ص۵۵۹

الغرض اس روایت کے تین راوی بے کار اور ردّی ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ پنج تن کے وسیلہ سے قبول کی

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں سوال کیا جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تلقین کئے اور اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ کہ

تجھے محمدؐ، علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ اور حسینؓ کا واسطہ جو میری توبہ قبول نہ کرے۔

الغرض آدمؑ و حواؑ نے یہ دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کلمات کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥

اے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ہم ٹوٹے میں پڑ جائیں گے

اس کی موجودگی میں کسی اور کلمہ کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں اہل سنت والجماعت کے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے آدمؑ نے عرش پر حضور کا نام لکھا دیکھا تو انہوں نے اس نام کا وسیلہ مانگا تو ان کی دعا قبول ہوئی۔ یہ سب قرآن کے مقابلے میں کہانیوں پر ایمان لانے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ دارقطنی کا کہنا ہے کہ یہ روایت عمر بن ثابت نے اپنے والد سے نقل کی ہے۔ لیکن یہ بات حسین الاشقر کے سوا کوئی نقل نہیں کرتا۔

عمر بن ثابت یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ عمر بن ثابت ثقہ اور مامون نہیں۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ثقہ لوگوں سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

Marfat.com

حسین بن الحسن الاشقر کوفہ کا باشندہ ہے۔ حسن بن صالح اور زہیر وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ اس سے احمد بن حنبل اور کدیمی وغیرہ نے روایت نقل کی ہے۔

بخاری کا بیان ہے اس پر اعتراض ہے۔ ابو زرعہ کا قول ہے کہ یہ شخص منکر الحدیث ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں قوی نہیں۔

جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ غالی قسم کا رافضی ہے۔ نیک لوگوں کو (یعنی صحابہ کبار کو) گالیاں دیتا تھا

ابن عدی کا کہنا ہے کہ ضعیف راویوں کی ایک جماعت حسین الاشقر کی روایات کو حیلہ بناتی ہے کیونکہ اس کی روایات میں اس کا کچھ حصہ موجود ہوتا ہے۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ منکرات ذکر کیں اور ایک مقام پر صاف طور پر لکھا کہ اس میں تمام بلا اشقر کی نازل کردہ ہے۔

ابو معمر الہندی کہتے ہیں یہ کذاب ہے۔ نسائی اور دار قطنی کا کہنا ہے یہ قوی نہیں۔ ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ۲۰۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

ابن عدی ایک روایت کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت باطل ہے۔ اور ایک روایت کے آخر میں کہتے ہیں کہ یہ تمام اشقر کی نازل کردہ ہے۔ نسائی لکھتے ہیں حسین الاشقر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۳۳۔

اسلئے یہ داستان نقل کرنے والا محمد بن علی بن خلف العطار ہے۔

محمد بن علی بن خلف العطار۔ یہ حسین الاشقر وغیرہ سے روایات نقل کرتا ہے۔

خطیب نے اس کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور اسے ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اسے متہم قرار دیا اور کہا یہ عجیب وغریب روایات نقل کرتا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس حدیث میں تمام بلا اس عطار کی نازل کردہ ہے۔ میزان ج ۳ ص ۶۵۱۔

Marfat.com

پنج تن حظیرۃ القدس میں ہوں گے

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں، فاطمہؓ، علیؓ، اور حسنؓ حسینؓ حظیرۃ القدس میں ایک سپید قبے میں ہوں گے۔ جس کی چھت عرش معلیٰ ہوگا۔

ابن جوزی کا بیان ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ ہم نے پہلے ذکر کیا تھا کہ اس کا ایک راوی

یونانی کذاب ہے۔ دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایات وضع کرتا تھا۔

موضوعات ج ۲ ص ۳

اے فاطمہؓ! اللہ تیری رضا سے خوش ہوتا ہے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا۔ اللہ تیرے غضب سے ناراض ہوتا اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۵

یہ خالص گھریلو حدیث ہے۔ اس کے تمام راوی حضرت حسینؓ کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں بیت حسینؓ سے باہر اس روایت کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے آخری راوی حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب العلوی الکوفی ہے۔

حسین بن زید بن علی علی بن المدینی جو بخاری و مسلم وغیرہ کے فن رجال و حدیث میں استاد ہیں، فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی بعض روایات درست اور بعض منکر ہوتی ہیں۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی بعض روایات منکر ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۳۵

عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز

حسین بن زید سے اس روایت کو عبداللہ بن محمد بن سالم القزاز نے نقل کیا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں ———— کہ یہ عبداللہ بن محمد غیر معروف روایات نقل کرتا ہے۔

یہ روایت طبرانی کے زمانے تک خبر واحد رہی اور طبرانی کے علاوہ اسے کسی نے نقل نہیں کیا۔

اور ان کے یہاں ہر قسم کا رطب و یابس جمع ہے۔ ان کی کتاب چوتھے درجے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ ان کی کتابوں کو معجم کہتے ہیں۔ اور معجم ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جو راویوں کے نام سے منسوب ہوں۔ خواہ وہ راوی ثقہ ہوں یا غیر ثقہ۔ ہم نے جلاء العیون وغیرہ میں یہ بھی پڑھا ہے کہ فاطمہؓ حضرت حسینؓ سے ناراض تھیں حتی کہ انہوں نے اپنا دودھ پلانا پسند نہیں کیا لہذا حسینؓ سے محبت وہی شخص رکھ سکتا ہے جو فاطمہ کا دشمن ہو۔

حسن و حسین نوجوانان جنت کے سردار ہیں

حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ فرماتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے سوال کیا کہ تم حضورؐ سے کب سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا مجھے ملاقات کئے ہوئے اتنے دن ہوگئے۔ انہوں نے مجھے برا بھلا کہا۔ میں نے عرض کیا اب تو مجھے چھوڑ دیجئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا۔ اور آپؐ سے اپنی اور آپ کی مغفرت کا سوال کروں گا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی لیکن آپؐ بعد المغرب عشا تک نفلیں پڑھتے رہے۔ جب آپؐ لوٹے تو میں آپ کے ساتھ چلا تو آپ نے میری آواز سن کر فرمایا کہ حذیفہؓ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اللہ تیری اور تیری ماں کی مغفرت فرمائے کیا حاجت ہے؟

میرے پاس ابھی ایک فرشتہ آیا ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہ آیا تھا اس نے پروردگار سے مجھے سلام کرنے کی اجازت طلب کی اور اس بات کی اجازت طلب کی کہ مجھے یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہؓ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت اس سند سے غریب ہے اور ہم اسے اسرائیل کے علاوہ کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اس طویل روایت میں چند امور خاص طور پر قابل غور ہیں۔ آپ بھی ان پر غور فرمائیں۔

۱۔ حضرت حذیفہؓ مدینہ میں مقیم ہیں لیکن ایک عرصۂ دراز تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکے حتیٰ کہ والدہ نے مجبور کر کے انہیں حضور کی خدمت میں روانہ کیا۔

۲۔ اگر اس کی کوئی خاص وجہ تھی تو پھر حضرت حذیفہؓ پنج وقتہ نماز کس جگہ پڑھتے تھے۔

۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل مسجد میں ادا نہ فرماتے تھے۔ بلکہ مستقل طور پر گھر میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ خلافِ اصول عمل کیوں اور کس وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔؟

۴۔ حضور بعد المغرب گھر جا کر صرف دو سنتیں ادا فرماتے مغرب تا عشا نوافل ادا کرنا اور وہ بھی مسجد میں کیا اس فرضی فرشتے کی آمد کے لئے تو نہ تھا۔؟

۵۔ اس بشارت کے لئے کیا کسی خاص فرشتے کا نزول ضروری تھا۔؟

ہمارے نزدیک جہاں یہ روایت خلافِ عقل ہے وہاں سنداً بھی کمزور ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی منہال بن عمرو الکوفی ہے۔ اس سے مسلم کے علاوہ تمام مصنفین صحاح نے روایات لی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ منہال ثقہ ہے احمد العجلی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے لیکن امام احمد فرماتے ہیں میرے نزدیک ابو بشر منہال سے زیادہ ثقہ اور معتبر ہے۔

شعبہ ابتداء میں تو اس کی روایات لیتے لیکن ایک روز اس کے گھر سے گانے کی آواز سن کر شعبہ نے اس کی روایت ترک کر دی۔

حاکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس پر نکتہ چینی کی ہے۔ جوزجانی اپنی کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں یہ بدترین مذہب (کٹر شیعہ) رکھتا تھا جس کا ثبوت خود یہ روایت ہے۔

ابن حزم نے اس کی ایک روایت پر کلام کر کے اسے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۹۲

محدثین کا ایک اصول یہ ہے کہ اگر راوی شیعہ ہے۔ لیکن اس سے جھوٹ بولنا ثابت نہیں تو اس کی وہ روایات قبول کی جائیں گی جو مناقب اہل بیت اور مثالب صحابہ سے متعلق نہ ہوں۔ اور جو روایات اس موضوع سے متعلق ہوں گی وہ قبول نہ ہوں گی۔

پھر یہ روایت پانچ زمانوں تک خبر واحد رہی۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حضرت

Marfat.com

حذیفہؓ کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔ حضرت حذیفہؓ سے زر بن حبیش کے علاوہ اس کا کوئی راوی نہیں۔ زر سے اس کا منہال کے علاوہ کوئی راوی نہیں۔ منہال سے میسرۃ بن حبیب کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور میسرہ سے اسرائیل کے علاوہ کوئی اور راوی نہیں امام ترمذی نے آخری جملہ میں اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔

اس اسرائیل کے معاملہ میں بھی اختلاف ہے۔ یہ اسرائیل ابو اسحاق السبیعی کا بیٹا ہے مشہور عالم تصور کیا جاتا ہے تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات موجود ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے بلکہ انہیں اس کے حافظہ پر حیرت تھی۔ لیکن امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اس پر معترض تھے اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے۔

ابو حاتم کہتے ہیں سچا ہے۔ اپنے والد کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ان کی احادیث کو یاد رکھتا ہے (لیکن یہ روایت انہوں نے اپنے والد سے نقل نہیں کی)

یعقوب بن شیبہ کا بیان ہے ان کی حدیث کچھ کمزور ہوتی ہے۔ علی المدینی فرماتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ اسے بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے۔ ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ نسائی کہتے ہیں اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔

بخاری و مسلم نے اس سے صرف وہ احادیث لی ہیں جن کا تعلق اصول شریعت سے ہے۔ فضائل کی روایات نقل نہیں کیں۔ عبد الرحمان بن مہدی ان سے روایت لیتے لیکن یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہ لیتے۔

محدثین نے اس کی ان متعدد احادیث کو غریب قرار دیا ہے جو وہ اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے روایت کرتا ہے۔ اپنے باپ کی روایت میں اگرچہ اسے ثقہ مانا جاتا ہے لیکن تب بھی یہ شعبہ اور سفیان ثوری کے ہم پلہ نہیں۔ میزان ج ۱ ص ۲۰۸

اسرائیل نے یہ روایت اپنے باپ سے نقل نہیں کی۔ لہٰذا اس روایت میں وہ قابل قبول نہیں جو اپنے باپ سے نقل نہ کرے۔ اس طرح اس روایت میں کئی راویوں پر اعتراض وارد ہوتا ہے

Marfat.com

وہ ننہیال شیعہ ہے نشناء میں اس کی روایات ناقابل قبول ہیں۔ اور اسرائیل صرف اپنے باپ کی روایت میں معتبر ہیں۔ کسی اور کی روایت میں معتبر نہیں۔

اس کا ایک اور راوی مبشرۃ بن حبیب ہے وہ بھی صرف کام چلاؤ ہے۔ لہٰذا یہ روایت قطعاً قابل قبول نہیں۔ اسی لئے ترمذی نے اس روایت کو غریب قرار دیا اور اسرائیل پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔

اے اللہ میں حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہوں

حضرت براءؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۳

ہمیں امام ترمذی پر حیرت ہے کہ انہوں نے متضاد روایات کو حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ امام ترمذی نے چند سطروں کے بعد حضرت براءؓ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ کے کاندھے پر حسن بن علیؓ سوار تھے۔ اور آپؐ فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں حسنؓ سے محبت رکھتا ہوں تو بھی حسنؓ سے محبت رکھ۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ قرآن محل

پہلی روایت میں حضرات حسنؓ و حسینؓ ہر دو کا ذکر ہے۔ اور اس روایت میں صرف حضرت حسنؓ کا۔ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حسنؓ و حسینؓ ہر دو کو دیکھ کر یہ دعا فرمائی۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے یہ دعا حضرت حسنؓ کے لئے اس وقت فرمائی جب آپ حضرت حسنؓ کو کاندھے پر اٹھائے ہوئے تھے۔ تب آپؐ نے یہ دعا فرمائی اور یہ آخری واقعہ صحیح مسلم میں موجود ہے

ظاہر ہے کہ ہر دو روایات ایک دوسرے کی مخالف ہیں، اور ان میں سے ایک ضرور ضعیف ہے۔ ہمارے نزدیک پہلی روایت ہر صورت میں ضعیف ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت براءؓ سے

اس روایت کو نقل کرنے والا عدی بن ثابت ہے اور عدی سے اس واقعہ کو دو شخص نقل کرتے ہیں۔ ایک شعبہ اور ایک فضیل بن مرزوق۔

شعبہ نے عدی سے وہ الفاظ نقل کئے جو دوسری روایت میں پائے جاتے ہیں اور فضیل نے پہلے الفاظ نقل کئے ہیں۔ گویا یہ ایک روایت ہے جسے دو راویوں نے اپنے استاد سے سن کر اپنے اپنے ذہن کے مطابق اسے تیار کیا ہے۔ اس طرح اس روایت کی صحت و عدم صحت کا دارومدار اس پر موقوف ہے کہ شعبہ اور فضیل بن مرزوق میں کس کو کون سا مقام حاصل ہے۔ شعبہ کے تعارف کے لئے حافظ ابن حجر کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔ فرماتے ہیں۔

شعبہ ثقہ ہیں حافظ ہیں متقن ہیں۔ سفیان ثوری فرمایا کرتے ہیں یہ حدیث میں مسلمانوں کا امیر ہے۔ اور یہ عراق میں سب سے پہلا وہ شخص ہے جس نے عراق میں رجال کی پہچان کی۔ اور سنت کی حفاظت کی۔ یہ بہت عبادت گذار شخص تھا۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۵

ان الفاظ پر غور کریں اور پھر حافظ ابن حجر کے فضیل بن مرزوق کے بارے میں جو ارشادات ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فضیل بن مرزوق الاغر کوفی ہے۔ سچا ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تشیع کا اس پر الزام ہے۔ تقریب ص ۲۰۷

یعنی بقول حافظ ابن حجر اسے جھوٹا تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اسے حدیث میں وہم بھی ہوتا ہے۔ اور اس پر تشیع کا الزام بھی ہے۔ گویا یہ سب کچھ اسی تشیع کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسنؓ کے ساتھ زبردستی حضرت حسینؓ کو جوڑ کر ایک نئی روایت تیار کر دی گئی۔ اور امام ترمذی نے اس فضیل کے نام سے اتنا بڑا دھوکہ کھایا کہ وہ بھی روایت کو حسن صحیح فرما گئے۔ اور یہی وجہ ہے حافظ صاحب اسی قسم کی روایات کو بطور حسن ظن فضیل کا وہم تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہم نہیں بلکہ یہ خالص تشیع ہے۔ جو عمداً اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس کا اصل فیصلہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ دیگر محدثین کے اقوال بھی سامنے موجود ہوں۔ حافظ ذہبی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس فضیل کو سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن معین نے ثقہ قرار دیا ہے۔

نسائی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ امام ذہبی اپنی رائے پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ مشہور شیعہ تھا۔ لیکن صحابہ کو برا نہ کہتا تھا (یعنی تقیہ باز تھا)

ابو عبداللہ الحاکم کا بیان ہے کہ فضیل بن مرزوق صحیح کی شرائط میں داخل نہیں۔ یعنی اس کی روایت صحیح تسلیم نہیں کی جاتی۔ اسی لئے محدثین نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح میں اس کی روایات کیوں نقل کیں۔

ابن حبان کا فیصلہ یہ ہے کہ انتہائی درجہ کا منکر الحدیث ہے۔ غلط روایات ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے اور عطیۃ العوفی سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔

ابن عدی کا فیصلہ ہے کہ اگر اس کی روایت دوسروں کے مطابق ہو تو قبول کی جائے گی ورنہ نہیں۔ میزان الاعتدال ص۳

جہاں تک یحییٰ بن معین کے قول کا تعلق ہے کہ یہ فضیل ثقہ ہے تو احمد بن ابی خیثمہ نے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ گویا اس فضیل کو سفیان بن عیینہ کے علاوہ کوئی ثقہ قرار نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ سفیان کو اس کے صحیح حالات کا علم نہ ہو۔ کیونکہ سفیان مکہ آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اور یہ کوفہ میں براجمان رہا۔

عبدالرحمان بن ابی حاتم نے اپنے والد ابو حاتم کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد ابو حاتم سے سنا ہے کہ یہ فضیل سچا ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اس کی روایت لکھ لی جائے۔ میں نے عرض کیا، کیا اس کی روایت حجت سمجھی جائے۔ فرمایا نہیں۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص۷۵

اس فضیل بن مرزوق نے ابو اسحاق کے واسطہ سے حضرت علیؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ کہ اگر تم ابو بکرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے امین مسلم، دنیا میں زاہد۔ اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو اسے قوی امین پاؤ گے وہ اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ اور اگر تم علیؓ کو امیر بناؤ گے۔ اور میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو گے تو علیؓ کو ہادی مہدی پاؤ گے

Marfat.com

وہ تمہیں طریقت کی راہ پر چلائے گا۔

یہ عقدہ تو حل ہو گیا کہ یہ طریقت کہاں سے چلی ہے اور کون اس کا بانی ہے۔ آئندہ ہم یہ ایک کو بتا سکیں گے کہ طریقت کی راہ سب سے پہلے فضیل بن مرزوق نے بتائی تھی۔

الغرض اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ وہ روایت جس میں حضرت حسینؓ کا ذکر ہے وہ فضیلؓ بن مرزوق کی اختراع ہے۔ نہ معلوم امام ترمذی اسے کس رو میں صحیح قرار دے گئے۔ ممکن ہے وہ بھی حافظ ابن حجر کی طرح حسن ظن کا شکار رہے ہوں

پنج تنی فارمولا

حضرت زیدؓ بن ارقم کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ۔ فاطمہؓ، حسنؓ و حسینؓ کو دیکھ کر فرمایا تم چاروں جس سے صلح کرو گے میں بھی اس سے صلح کروں گا اور تم جس سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اگر فی الواقع یہ روایت درست ہے تو رافضیوں کو چاہیے کہ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ علیہم السلام کی شان میں گستاخیوں سے باز آجائیں۔ کیونکہ ان حضرات نے ان خلفاء اربعہ سے بیعت کی تھی۔

یہ روایت کیا درجہ رکھتی ہے؟ اس کے متعدد راوی قابل اعتراض ہیں۔

سب سے پہلا راوی صُبیح ہے حضرت ام سلمہؓ کا غلام بیان کیا جاتا ہے۔ ترمذی کا بیان ہے کہ یہ صُبیح غیر معروف ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۰۶۔ اس سے ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات نقل کی ہیں۔

صُبیح سے یہ روایت نقل کرنے والا سُدّی ہے۔ یہ کون سا سُدّی ہے یہ معلوم نہیں۔ اس لئے کہ سُدّی کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں۔

۱۔ اوّل اسماعیل بن عبدالرحمان السُّدّی۔ یہ سُدّی کبیر کے لقب سے مشہور ہے۔

Marfat.com

۲۔ محمد بن مروان السدی۔ یہ سدی صغیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اب ہر دو کا تفصیلی حال امام ذہبی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

سدی کبیر یعنی اسماعیل بن عبدالرحمان کے بارے میں یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی برائی نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں سچا ہے۔
لیکن امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں حجت نہیں
مسلم بن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ ایک بار یہ قرآن کی تفسیر بیان کر رہا تھا۔ اتفاق سے ادھر سے ابراہیم نخعی کا گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا یہ شخص تفسیر قوم بیان کر رہا ہے۔ یعنی ایسی تفسیر بیان کر رہا ہے جس سے لوگ خوش ہوں۔ بلکہ ایک بار کسی نے ان کے سامنے کہا کہ اسدی کو قرآن کا بہت بڑا علم دیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا قرآن کا علم نہیں دیا گیا بلکہ اسے جہالت کا وافر حصہ ملا ہے۔
عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے کہ ضعیف ہے۔ جوزجانی نے لیث سے روایت کیا ہے کہ کوفہ میں دو ہی شخص تو اصل جھوٹے ہیں ایک سدی کبیر اور ایک کلبی۔
حسین بن واقد المروزی کا بیان ہے کہ میں اس سے احادیث سننے کے لئے گیا۔ ابھی میں اس کی مجلس سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اس نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں اس کے بعد میں اس کے پاس نہیں گیا۔ میزان ج ۱ ص۲۳۶

یہ تو سدی کبیر کا حال تھا۔ اب ذرا السدی صغیر کا چہرہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔
اس ذات شریف کا نام محمد بن مروان ہے۔ ذہبی کہتے ہیں محدثین نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ اس کی روایت قطعاً نہ لکھی جائے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے یہ ثقہ نہیں۔ امام احمد کہتے ہیں میں اس سے بڑھاپے میں ملا تھا۔ لیکن میں نے اس کے بڑھاپے کی وجہ سے اس سے روایت نہیں لی۔ میزان ج ۴ ص۳۲

السید صبحی البدری محشی کتاب الضعفاء والمتروکین للدار قطنی حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

Marfat.com

کہ سُدی صغیر کے بارے میں بخاری کا قول ہے کہ محدثین نے اس سے سکوت اختیار کیا ہے۔ اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو ثقہ راویوں سے موضوع کہانیاں نقل کرتے ہیں۔

میزان ج۴ ص۳۲ ۔ الضعفاء الصغیر ۲۴۰ ۔ الضعفاء والمتروکین ص۲۳۱ المجروحین ج۲ ص۲۸۶ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی ص۱۵۲ ۔

اس روایت کا تیسرا راوی اسباط بن نصر الہمدانی ہے۔ اس کی روایات بخاری کے علاوہ تمام صحاح میں پائی جاتی ہیں۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ امام احمد نے اس کے معاملہ میں توقف فرمایا ہے۔ لیکن ابو نعیم کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں اس کی یہ روایت منکر ہے۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ میزان ج۱ ص۱۷۵

اس اسباط سے نقل کرنے والا ابو غسان ہے۔ ہم اس کے حالات سے اس لئے بحث کرنا نہیں چاہتے کہ کچھ مزید صفحات ضائع ہوں گے۔ کیونکہ ابو غسان چھ اشخاص کی کنیت ہے۔ اور اس روایت کے منکر و مردود ہونے کے لئے صرف سُدی اور اسباط کا وجود بہت کافی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسنؓ و حسینؓ کا لعاب چوستے

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنؓ و حسینؓ کا لعاب اس طرح چوستے دیکھا جیسے کوئی خشک کھجور کو چوستا ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ البصری

اس روایت کا راوی اسرائیل ہے جو بعد میں ہندوستان آباد ہو گیا تھا۔ ابو حاتم رازی اور یحییٰ بن معین نے اسے ثقہ قرار دیا تھا۔ لیکن ازدی کہتے ہیں یہ ضعیف ہے۔

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت انتہائی غریب ہے۔ میزان ج۱ ص۲۰۸

میرے نزدیک اس کے دو راوی محمد بن ہارون بن حمید اور حسن بن حماد مجہول ہیں۔ اس کا ایک راوی یحییٰ بن یعلیٰ ہے اگر اس سے مراد یحییٰ بن یعلیٰ القطوانی ہے تو وہ قابل قبول نہیں۔

Marfat.com

ہم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سنہ ۶ھ کے شروع میں پیدا ہوئے۔ گویا وفات رسولﷺ کے وقت ان کی عمر دو سال تین ماہ بنی اور اس عمر میں بچہ کی زبان نہیں چوسی جا سکتی۔

حضرات حسنینؓ کے تعویذ بندھے ہوئے تھے

حضرات عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنینؓ کے دو تعویذ بندھے ہوئے تھے۔ جن میں جبرئیل علیہ السلام کے پر کے ریشے تھے۔ میزان ج ا ص ۳۷

ابراہیم بن سلیمان ذہبی کا بیان ہے کہ یہ روایت ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں ابراہیم بن سلیمان سے نقل کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس ابراہیم نے اسے وضع کیا ہے۔ میزان ج ا ص ۳۷

حافظ ابن حجر یہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ یہ روایت اسی ابراہیم بن سلیمان نے وضع کی ہے۔ اسے ابن الاعرابی نے اپنی معجم میں اور صاحب اغانی نے نقل کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اس ابراہیم کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ لسان المیزان ج ا ص ۶۶

ابراہیم بن سلیمان کے بارے میں ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ اس لحاظ سے یہ راوی مجہول الحال ہے۔ اسے ثقہ یا ضعیف کہنا بے کار ہے۔ اسے مجہول کہنا زیادہ موزوں ہے۔

خلاد بن عیسیٰ ابراہیم نے یہ روایت خلاد بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ اس کی روایات ابوداؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہیں۔ یہ حکم اور ثابت سے روایات نقل کرتا ہے اور اس سے سماک اور حسین جعفی وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

ابن معین کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ ابوحاتم کا بیان ہے کہ اسکی روایت صحت کے قریب ہوتی ہے۔ عقیلی کہتے ہیں یہ نقل حدیث میں مجہول ہے۔ میزان ج ا ص ۶۵۶

Marfat.com

قیس بن الربیع

یہ شخص قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ بذات خود تو سچا ہے لیکن اس کا حافظہ خراب تھا۔ اس سے ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایات لی ہیں

امام شعبہ اور چند دیگر حضرات اس قیس کی بہت حمد و ثنا کرتے لیکن قوی نہیں۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں۔ ضعیف ہے اور ایک بار فرمایا کہ اس کی روایت نہ لکھی جائے۔ امام احمد سے سوال کیا گیا کہ لوگوں نے اس کی روایت کیوں ترک کر دی۔ انھوں نے فرمایا یہ شیعہ تھا۔ غلطیاں بہت کرتا اور اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ وکیع بن الجراح اور علی بن المدینی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ نسائی کا بیان ہے کہ متروک ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔

امام بخاری الضعفا الصغیر میں لکھتے ہیں۔ اس قیس بن الربیع کی کنیت ابومحمد ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ اور قبیلہ بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے۔ علی بن المدینی کا بیان ہے کہ وکیع بن الجراح اسے ضعیف کہتے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ اس قیس کی موت ۱۶۷ھ میں ہوئی۔ الضعفا الصغیر ص ۶۵

لیکن لکھتے ہیں۔ قیس بن الربیع کوفہ کا باشندہ ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ الضعفا والمتروکین للنسائی ص ۸۹۔ اس کا تفصیلی حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ الغرض اس روایت کے اکثر راوی ماشاءاللہ ہیں۔

جنّت الفردوس کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی گئی ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب جنّت الفردوس پیدا فرمائی تو اس نے عرض کیا اے میرے رب! مجھے کچھ زینت دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے تجھے حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت دی ہے۔ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۹۶

یعنی جب تک حسنؓ و حسینؓ دنیا سے تشریف لے جا کر جنّت الفردوس کو زینت نہ بخشیں گے

وہ بے زیب و زینت کیوں رہ جاتی تھی کہ ہزارہا سال اس پر اسی طرح گزر جائیں گے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس میں تبدیلی ہو جائے۔

اس روایت کو فضل بن یوسف القصبانی نے حسن بن صابر الکسائی کے ذریعے نقل کیا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ حسن الکسائی منکر الحدیث ہے۔ پھر ابن حبان نے یہ روایت بیان کی اور اس کی اوپر کی سند بیان کی۔ یعنی وکیع، ہشام، عروہ، حضرت عائشہؓ۔ میزان ج ا ص ۲۹۶

ہم نے اپنی عمریاتؓ نامی کتاب میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ جب تک ہشام مدینہ میں رہے یہ قسم کی نقلوں سے محفوظ رہے۔ لیکن عراق میں قدم رکھتے ہی لوگوں نے ان کی جانب سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ ہمیں ہر اس روایت پر شک ہونے لگا جسے اہل عراق ہشام سے نقل کریں۔ اور اتفاق سے اس کے راوی بھی عراقی ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے پر ہمیں ڈر محسوس ہوتا ہے۔

یہ روایت حضرت عقبہ بن عامر سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھے دو ستونوں سے زینت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کیا میں نے تجھے حسن و حسین کے ذریعے زینت نہیں دی؟ جنت یہ سن کر اسی طرح اپنے لگی جس طرح کوئی دلہن خوشی میں ناچتی ہے۔ اس روایت کا راوی

احمد بن محمد بن الحجاج بن رشدین بن سعد ابو جعفر المصری ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں۔ محدثین نے اسے کذاب کہا ہے۔ اور اس کی روایات منکر قرار دیا ہے۔ میزان ج ا ص ۱۳۳

حمید بن علی اس احمد بن محمد بن الحجاج نے یہ روایت حمید بن علی العجلی سے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ کوفہ کا باشندہ تھا اور انتہائی واہی انسان تھا۔ میزان ج ا ص ۱۳۴

ابن لہیعہ اس حمید نے یہ کہانی ابن لہیعہ سے نقل کی ہے۔ اس کا تفصیل حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گویا یہ روایت پہلی روایت سے بھی زیادہ ردی ہے۔

Marfat.com

مجھے سب سے زیادہ محبوب حسنؓ حسینؓ ہیں

حضرت انسؓ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب حسن و حسین ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۴۶۱

اس کا راوی یوسف بن ابراہیم اللالی ہے جو یہ کہانی حضرت انسؓ سے نقل کر رہا ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے یہ حضرت انسؓ کی جانب جھوٹی داستانیں منسوب کرتا ہے جو انہوں نے کبھی بیان نہیں کیں ایسی روایات کو بیان کرنا بھی حلال نہیں۔

بخاری کا بیان ہے کہ اس کی کنیت ابو شیبہ ہے۔ یہ عجیب وغریب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ ابو حاتم رازی فرماتے ہیں یہ یوسف بن ابراہیم ضعیف ہے۔ یہ عجیب غریب روایات بیان کرتا ہے۔ ابو احمد حاکم کا بیان ہے کہ یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ ابن عدی نے اس کی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان جلد ۴ ص ۴۶۱

جنّت کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ خوبصورت بنایا گیا

بزیع الازدی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت نے عرض کیا اے میرے پروردگار آپ نے مجھے بہت زیب و زینت دی تو میرے ستون بھی خوبصورت بنا دیجئے۔ ارشاد ہوا میں نے تیرے ستونوں کو حسنؓ و حسینؓ کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔

جنت جیسی بڑی جگہ جہاں اربہا ارب انسان ہوں گے۔ اس کے لئے صرف دو ستون قطعاً ناکافی ہونگے۔ لہذا اس میں بارہ اماموں اور دیگر صحابہ کا بھی اضافہ ہونا چاہئے تاکہ کچھ ستونوں کا کام چل جائے ورنہ دو ستونوں سے تو وہ حصہ بھی مزین نہ ہوگا جو حسنؓ و حسینؓ کو ملے گا۔

اس روایت کو عبدان نے معرفۃ علوم الصحابہ میں یحییٰ بن احمد سے نقل کیا ہے۔ ذہبی کا بیان

Marfat.com

ہے کہ یہ ایک مجہول شخص ہے۔ اور اسکی روایت باطل ہے۔ اس روایت کی سند میں کئی راوی مجہول ہیں۔

اسمٰعیل بن عیاش

اس روایت کو یحییٰ نے اسمٰعیل بن عیاش سے نقل کیا ہے۔ اس کا حال سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ کہ اس اسمٰعیل کی وہ روایات قطعاً ناقابل قبول ہیں جو اہل شام کے علاوہ وہ کسی اور جگہ کے راوی سے روایت کریں۔ اور وہ یہ روایت ہانی بن متوکل الاسکندرانی سے نقل کر رہا ہے۔

ہانی بن متوکل الاسکندرانی

یہ ہانی ناقابل قبول ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ اس کی اکثر روایات منکر ہوتی ہیں۔ اس سے احتجاج جائز نہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۹۱

محمد بن عیاض

ہانی بن متوکل نے یہ روایت محمد بن عیاض سے نقل کی ہے اور وہ اپنے والد سے اور یہ دونوں افراد مجہول ہیں۔ اسی طرح عباس بن بزیغ بھی مجہول ہے۔ اور بزیغ نامی کسی صحابی کا تذکرہ آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ ایران کے کسی آتشکدے کی یادگار ہو۔

ویسے بھی یہ روایت خلاف عقل ہے کیونکہ جنت کوئی چھوٹی سی کوٹھری نہیں۔ جس کیلئے صرف دو ستون کافی ہوں۔ ویسے جنت ایک باغ ہے اور باغ پر چھت نہیں ڈالی جاتی کہ اس کو ستونوں کی ضرورت لاحق ہو۔

جسے کسی جنتی بچہ کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کو دیکھ لے

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جسے کسی جنتی انسان کو دیکھنا ہو وہ حسینؓ کی جانب دیکھ لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے سنا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۲

ذہبی لکھتے ہیں یہ روایت مسند ابی یعلی میں پائی جاتی ہے۔ اس کا راوی ربیع بن سعد الجعفی الکوفی ہے۔ جو مجہول ہے۔ ابن حبان نے بھی اس روایت کو اپنی الانواع میں نقل کیا ہے۔ لیکن انہوں

Marfat.com

نے بھی ربیع بن سعد سے نقل کیا ہے۔

ربیع بن سعد تک یہ روایت خبر واحد رہی ہے۔ یعنی سو سال تک بجز ایک فرد کے اسے کوئی نہ جانتا تھا۔ اور یکایک رافضیوں کی مہربانی سے یہ چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ حالانکہ حضرت جابرؓ ان لوگوں میں داخل ہیں جنھوں نے حضرت حسینؓ کو خروج سے منع کیا۔

اگر جنتی ہونے کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اعلان کیا ہے

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○

اور مہاجرین و انصار سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جنھوں نے ان کی اتباع کی اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں اور ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کی رو سے تمام مہاجرین و انصار جنتی ہیں اور ان سے اللہ راضی ہو چکا ہے۔ اور مہاجرین و انصار کی اولاد متبعین مہاجرین و انصار میں داخل ہو کر تو جنتی بن سکتی ہے۔ لیکن اصلاً تو جنتی مہاجرین و انصار ہیں۔ اور مہاجرین و انصار کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے جنتی ہونے کا دعویٰ ظنی تو ہو سکتا ہے لیکن قطعی اور یقینی نہیں۔

جو حسین سے محبت کریگا اللہ اس سے محبت کریگا

یعلیٰ بن مرہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دعوت میں شرکت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ راہ میں حسینؓ کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آگئے اور انہیں پکڑنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ لڑکا ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے

Marfat.com

مسکرانے لگے۔ حتیٰ کہ آپ نے اسے پکڑ لیا۔ اور آپ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا اس کے سر کی کھوپڑی پر۔ اور فرمایا، حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ا صہ ۵۳

اس روایت کے دو راوی قابل اعتراض ہیں۔ ایک عبداللہؒ بن عثمان بن خثیم اور دوسرا یعقوب بن حمید بن کاسب۔

عبداللہ بن عثمان خثیم المکی

اس سے بخاریؒ کے علاوہ اور سب صحاح کے مصنفین نے روایات لی ہیں۔ ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں اور احمدؒ بن ابی مریم نے یحییٰ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ یہ ثقہ ہے۔ حجت ہے۔ ابو حاتم کا بیان ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی یہ حدیث نقل کر کے "اثمد سرمہ کو لازم پکڑو" بیان کر کے کہا ہے۔ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے میزان جلد ۲ صہ ۴۵۹

یعقوب بن حمید الکاسب المدنی

اس سے ابنؒ ماجہ نے روایات لی ہیں اگرچہ امام ذہبیؒ نے ایک جگہ یہ دعویٰ کیا کہ اس کی دو روایات صحیح بخاری میں پائی جاتی ہیں لیکن خود ہی یہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں جہاں یعقوب بن حمید کی روایت آئی ہے۔ اس سے مراد یعقوب بن حمید الدورقی ہیں۔ یعقوب بن حمید الکاسب المدنی نہیں۔

بخاریؒ کہتے ہیں یہ سچا انسان ہے۔ میں نے اس میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ لیکن یحییٰؒ بن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں۔ ان سے جب اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا اس پر تو حد جاری ہوئی تھی۔

Marfat.com

ابو زرعہ سے جب اس کی روایت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ ابو حاتم کا قول ہے ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ اس کا شمار علمائے حدیث میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کی عام روایات منکر اور غریب ہوتی ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس سے بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن بہت سی غریب ہیں۔ ابوداؤد کا بیان ہے جب ہم نے اس کی روایات کو دیکھا تو ان میں سے بہت سی منکر پائیں۔ میزان ج ۴ ص۵۱۴
نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ کتاب الضعفا للنسائی ص۱۰۶

یہ تو اس روایت پر سند کی بحث ہے۔ لیکن جہاں تک معنوی معاملات کا تعلق ہے تو ہم یہ پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ اسباط سبط کی جمع ہے اور عربی زبان میں یہ لفظ عبرانی زبان سے آیا ہے اور عبرانی زبان میں سبط بمعنی پوتا ہے۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ صاحبزادے ہوئے۔ لہذا ہر صاحبزادے کی اولاد سبط کہلائی، جس کی جمع اسباط آتی ہے۔ قرآن میں یہ لفظ ہر جگہ پوتے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہ تشیع کی فریب کاریاں ہیں کہ انہوں نے حسنؓ و حسینؓ کو سبط کے نام سے مشہور کر دیا حالانکہ اگر سبط بمعنی نواسہ آتا ہے تو اور نواسوں نے کونسا قصور کیا تھا جو ان کو اولاد ہونے سے خارج کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے ہر لڑکی کے اولاد ہوئی جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت زینبؓ :- ان کے ایک لڑکے کا نام علی ہے۔ اور یہ وہی علی ہیں جنھیں حضور نے فتح مکہ کے دن اپنے کاندھوں پر چڑھایا اور انہوں نے کعبہ کا بت توڑ کر پھینکا۔ ان کے والد کا نام ابوالعاصؓ ہے۔ جو اموی خاندان کے ایک فرد ہیں۔ یہ وہی ابوالعاصؓ ہیں جنھیں حضور نے حضرت علیؓ پر اس وقت فوقیت دی جب حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے وقت ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تھا تو حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ ابوالعاصؓ نے مجھ سے جو وعدہ کیا وہ پورا کیا۔ لیکن اے علیؓ اگر تم ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کو طلاق دیدو۔

Marfat.com

ان ابو العاص کی ایک صاحبزادی امامہ ہیں۔ جن سے حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی وصیت کے مطابق نکاح فرمایا۔

دوسری صاحبزادی رقیہؓ ہیں۔ جن کا انتقال جنگ بدر کے وقت ہوا۔ اور ان سے عثمانؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ نامی ہوئے۔

تیسری صاحبزادی ام کلثومؓ ہیں۔ ان سے ایک صاحبزادے عبدالرحمن نامی پیدا ہوئے۔ آپ کے یہ تمام نواسے اور نواسیاں اموی باپ سے پیدا ہوئیں۔ اور چونکہ ایرانی مذہب میں نسب نامہ باپ اور ماں دونوں سے چلتا ہے۔ اس اصول کو اسلام میں پھیلانے کے لئے پنج تن کی کہانیاں وضع کی گئیں۔ اور برصغیر ہند و پاکستان میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا۔ جو شیعوں کے اس بنیادی مسئلے کا قائل نہ ہو۔

جس نے حضرت حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے حسنؓ و حسینؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اگر ان ہر دو حضرات کے تحببات میں فرق ہو تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ شیعوں کی طرح کوئی فیصلہ نہ کریں کہ نام تو حضرت حسنؓ کا لیتے رہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے رہیں کہ حسنؓ مذل وجوہ المومنین اور مسود وجوہ المومنین ہیں اور اس طرح حسینیت کی یاد تازہ کرتے رہیں۔ بلکہ اپنی جگہ دونوں کو درست کہتے رہیں۔ اور کسی کے جھگڑے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔ زیادہ سے زیادہ اس روایت پر اسی طرح عمل ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ہمارا ہم خیال بننا چاہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی صلح کی فضیلت بیان کی ہے۔ لہذا جو مسلمانوں میں صلح کرائے گا وہ حضورؐ کی نظروں میں ممدوح ہوگا۔ اور جو مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کریگا

Marfat.com

وہ رسول اللہ کی نظروں میں مذموم ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور علی الخصوص جب دیگر صحابہ اور امت بھی اس کے خلاف ہوں۔ خیر یہ باتیں مضمون سے باہر کی ہیں اس لئے ہم اصل مضمون کی جانب آتے ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی داؤد بن ابی عوف ہے جس کی کنیت ابوالجحاف ہے۔ ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت پائی جاتی ہیں۔

ابن ماجہ فرماتے ہیں وہ پسندیدہ انسان تھا۔ نسائی کہتے ہیں اس شخص میں کوئی خرابی نہیں۔

امام احمد اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔

ابن عدی لکھتے ہیں میرے نزدیک اس کی حدیث حجت نہیں یہ شیعہ ہے اور اس کی عام روایات اہل بیت کے فضائل کے سلسلہ میں ہوتی ہیں۔ پھر ابن عدی نے اس کی کچھ ایسی منکرات پیش کیں جن کو اکثر محدثین نے موضوع قرار دیا۔ میزان ج ۲ ص ۱۸

ایسی صورت میں اس کی وہ روایات جو فضائل علیؓ و حسینؓ سے متعلق ہوں کیسے قبول کی جا سکتی ہیں۔

حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں

حضرت یعلیٰ بن مرہؓ کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حضرت حسینؓ ایک گلی میں کھیل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے۔ بچہ ادھر اُدھر بھاگنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہنسانے لگے حتیٰ کہ آپ نے بچہ کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ اس کے سر پہ رکھا اور ایک ٹھوڑی کے نیچے۔ اور اُس کا پیار لیا۔ اور فرمایا حسین مجھؐ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ بھی اس سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ابن ماجہ مترجم ج ۱ ص ۸۳

اس روایت کی سند حسب ذیل ہے۔

یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یحییٰ بن سلیم۔ عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ سعید بن ابی راشد

Marfat.com

حضرت یعلیٰ بن مرہ رض

یعقوب بن حمید بن کاسب المدنی:-

اس کی روایت ابن ماجہ میں پائی جاتی ہے۔

ابراہیم بن سعد، ابن وہب اور ایک جماعت نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔ ابن ماجہ، بخاری، اور عبداللہ بن احمد بن حنبل وغیرہ نے اس سے روایت لی ہے۔

امام بخاری فرماتے ہیں ہم نے اس میں صرف بھلائی دیکھی ہے۔ یہ فی الواقع سچا آدمی ہے۔ مفضل بن محمد الاسدی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ لیکن یحییٰ کے مشہور شاگرد عباس دوری نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ نہیں۔ ان سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا اس پر حد جاری ہوئی تھی۔ عباس دوری کہتے ہیں میں نے سوال کیا کہ کیا وہ اپنے سماع میں ثقہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔

امام ابوزرعہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اپنا انکار میں سر ہلا دیا نسائی کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ یہی قول یحییٰ بن معین کا ہے۔ اور ابوحاتم کا بیان ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ یہ علماء حدیث میں سے ہے لیکن اس کی غریب اور منکر روایات کافی ہیں۔ امام بخاری نے دو موقعوں پر اس کی روایت لی ہے۔ ایک کتاب الصلح میں اور ایک حاضرین بدر میں۔ لیکن بعض حضرات کا دعویٰ ہے کہ اس سے یعقوب بن ابراہیم الدورقی مراد ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ بخاری کی مراد یعقوب بن حمید نہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے۔ اس یعقوب کی روایت میں کوئی خرابی نہیں۔ اس لئے کہ یہ بہت سی احادیث کا راوی ہے۔ غریب روایات بھی بہت نقل کرتا ہے۔ میں نے اس کی مسند قاسم بن مہدی سے لکھی تھی۔ اس نے اس کی روایات کو ابواب پر تقسیم کیا تھا۔ اس میں غریب، منسوخ۔ اور ان اہل مدینہ کی روایات بھی تھیں جن سے کوئی روایت نہیں کرتا۔

زکریا بن یحییٰ العلوانی کا بیان ہے کہ میں نے ابوداؤد سجستانی کو دیکھا کہ انہوں نے اس کی

Marfat.com

روایات اپنی تحریرات کی پشت پر نوٹ کر رکھی تھیں۔ میں نے ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم نے ان کی مسند کو دیکھا تو اس میں بہت سی منکر روایات پائیں۔ ہم نے اس کی اصولی روایات کو دیکھا لیکن اس میں تبدیلی کی گئی تھی۔ اور مرسل میں اضافہ کر کے اسے مسند بنایا گیا تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہوا۔ میزان ج ۴ ص ۴۵۲

الغرض یہ یعقوب بن حمید محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

یحییٰ بن سُلیم:۔ اسے ابن ابی سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو بلج ہے۔ قبیلہ بنی فزارہ سے تعلق رکھتا ہے۔ واسط کا باشندہ ہے۔ عمرو بن میمون الاودی سے حدیث روایت کرتا ہے۔

اسے یحییٰ بن معین، ابن سعد، نسائی اور دارقطنی نے ثقہ کہا ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ اس پر اعتراض ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ اس نے ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔ ابن حبان کا بیان ہے کہ غلطیاں کرتا ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں ثقہ نہیں۔

اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد واسطی ہے تب تو یہ ہے لیکن اگر یحییٰ بن سلیم سے مراد طائفی الحزاء ہے تو اس کا حال درج ذیل ہے۔

یحییٰ بن سُلیم الطائفی:۔ اس نے حذاء (مقابل) مکہ میں اقامت اختیار کی تھی یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم اور موسیٰ بن عقبہ سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شافعی اور حسن الزعفرانی نے حدیث روایت کی ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس سے روایات لی ہیں۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہے بہت سی احادیث نقل کرتا ہے۔ شافعی اور حسن الزعفرانی کا بیان ہے کہ یہ بہت فاضل تھا۔ ہم اسے ابدال میں شمار کرتے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ثقہ ہے نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ امام احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس کی احادیث کو دیکھا تو اس میں بہت خلط ملط پایا لہٰذا میں نے اس کی روایات چھوڑ دیں۔ عبداللہ بن احمد نے اپنے والد سے

Marfat.com

نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ ایسا اور ویسا تھا۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۸۴
نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں ص ۱۰۹ کتاب الضعفاء والمتروکین

عبداللہ بن عثمان بن خثیم: یہ شخص مکہ کا باشندہ ہے۔ بخاری کے علاوہ بقیہ محدثین نے اس سے روایات لی ہیں

ابن الدورقی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ اس کی احادیث قوی نہیں۔ احمد بن ابی مریم نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہے۔ حجت ہے۔

ابوحاتم کا بیان ہے کہ ابن خثیم میں کوئی حرج نہیں۔ یہ حدیث میں نیک ہے۔ اور کبھی فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں یہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم حدیث میں کمزور ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۵۹

سعید بن راشد: اسے ابن ابی راشد بھی کہتے ہیں یعلی بن مرہ سے حدیث روایت کرتا ہے اور اس سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کی۔

ترمذی نے فضائل میں اس کی روایت حسین منی وانا من حسین کو حسن قرار دیا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵

خود ذہبی نے میزان میں دوسرے مقام پر لکھا ہے لا تغتر بتحسین الترمذی۔ ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ہرگز دھوکہ نہ کھانا۔ گویا کہ ترمذی کی تحسین کوئی مقام نہیں رکھتی۔

یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ ہم یہ تسلیم کرلیں کہ سعید بن راشد جو یعلی بن مرہ سے نقل کر رہا ہے وہ سعید بن راشد المازنی السماک نہیں ہے۔ جبکہ اس کی کوئی دلیل اور کوئی ثبوت موجود نہیں۔ اگر یہ مازنی ہے تو بخاری کا بیان ہے کہ یہ سعید بن راشد منکر الحدیث ہے۔ یحییٰ کا بیان ہے کہ یہ کچھ نہیں۔ اور نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۳۵۔ کتاب الصغیر ص ۵۔ الضعفاء الصغیر ص ۵۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۵۲۔ الضعفاء والمتروکین

للدار قطنی ص۱۰۲

اس روایت میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن میں اسباط کا لفظ متعدد مقام پر آیا ہے جیسے

كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ	جیسے ہم نے ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور اسباط کی جانب وحی کی۔

ہم جب قرآن پر غور کرتے اور سبط کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ تو کسی مقام پر بھی سبط نواسے کے معنی میں نہیں آیا بلکہ ہر مقام پر پوتے کے معنی میں آیا ہے۔ گویا اس روایت میں تشیع کارفرما ہے چونکہ شیعوں نے اس لفظ کو حضرت حسینؓ کے ساتھ لگا کر مشہور کیا ہے۔ حالانکہ اس لفظ کا وجود خود روایت کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے اس لفظ کو پوتے کے لئے استعمال کیا تھا ان روایات کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا گیا کہ قرآن غلط لفظ استعمال کر رہا ہے۔ گویا یہ قرآن غلط ہے۔ مفسر قرطبی اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اسباط یعقوب علیہم السلام کے بیٹوں کو کہا جاتا ہے جو بارہ تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو سبط بولا جاتا ہے۔ گویا ———— سبط بمعنی قبیلہ ہے۔ تفسیر قرطبی ج ا ص۱۲۵

گویا وہ ہر روایت جس میں لفظ سبط کو نواسے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ وہ شیعوں کی اختراع ہے۔ اسی لئے یہ لفظ ہر جگہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ملتا ہے۔ کیونکہ ایرانیوں میں نسب نامہ خواہ باپ سے چلے یا ماں سے اسے نسب میں شمار کیا جاتا ہے۔ جبکہ اہل عرب عورت کو نسب میں داخل ہی نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے لڑکی خواہ کسی خاندان کی ہو۔ اولاد باپ کی جانب منسوب ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادیوں کی اولاد چونکہ ہاشمی نہ تھی۔ اس لئے شیعہ ذہن اسے قبول نہیں کرتا۔ اور اسی باعث سکینہ بنت حسین جن کی عمر پچاسی سال ہوئی انہیں قبل از موت کربلا میں دفن کر دیتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اکثر نکاح امویوں سے کئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں امویوں کے نکاح میں گئیں۔ اور ان سے اولاد ہوئی جو عربی قبائل کے لحاظ سے اموی کہلائے گی۔

اور ہم نے امویوں کو ہاشمیوں کا دشمن ظاہر کیا تاکہ اس دشمنی کے بل بوتے پر یہ ثابت کیا جائے کہ یہ تینوں حضورؐ کی صاحبزادیاں نہ تھیں اور نہ ان کی اولاد حضورؐ کی اولاد ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ   اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے فرما دیجئے۔

عربی میں بنات بنت کی جمع ہے جیسے ازواج زوج کی جمع ہے اور عربی میں جمع کا لفظ کم از کم تین پر بولا جاتا ہے۔ یعنی سورۂ احزاب کے آخر میں جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کم از کم اس وقت آپؐ کی تین صاحبزادیاں حیات تھیں۔ یعنی حضرت زینبؓ۔ حضرت اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

آج کل جو یہ مرض پھیلا ہوا ہے کہ ہر بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا جاتا ہے یہ قطعاً حرام ہے۔ اسے شریعت کی زبان میں افترا علی الرسول کہہ سکتے ہیں۔ لوگوں کو اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

ہم نے یہی داستان اسی لئے تحریر کی ہے تاکہ آپ حضرات کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی زبانوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتنا جھوٹ جاری ہے۔ کم از کم آپ حضرات اس جھوٹ سے تو محفوظ رہیں۔

حسنؓ و حسینؓ سے اللہ محبت فرماتا ہے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ عباسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اٹھایا اور اپنی جگہ تخت پر بٹھا دیا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے چچا اللہ آپ کو بلند رکھے۔ اس پر عباسؓ نے

Marfat.com

فرمایا علی آیا ہے اور آنے کی اجازت چاہتا ہے آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ علی کے ساتھ حسن وحسین بھی آ گئے۔ عباس نے فرمایا یا رسول اللہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ آپ نے فرمایا ہے یہ آپ کی بھی اولاد ہے۔ پھر عباسؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا جیسے میں ان سے محبت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ایسی محبت عطا فرمائے۔

طبرانی نے اسے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابن الاجلح نے اسے اپنے باپ اجلح سے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا۔

عبداللہ بن اجلح۔ امام احمد وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس نے متعدد منکر روایات نقل کی ہیں۔ ابو حاتم رازی کہتا ہے اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن حبان کا قول ہے کہ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے اسے نہیں سمجھتا۔ العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ۱ ص ۲۵۱۔

اَجلح اس عبداللہ بن اجلح کے باپ کا نام اجلح ہے۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں۔ اس اجلح کے باپ کا نام بھی عبداللہ ہے قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا ہے سچا ہے لیکن شیعہ ہے۔ تقریب التہذیب ص ۲۵۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

اس اجلح کی کنیت ابو حجیۃ الکندی ہے۔ کوفہ کا باشندہ ہے۔ اربعہ نے اس سے روایت نقل کی ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔ امام شعبی اور ان کے اہل زمانہ لوگوں سے روایت لیتا ہے۔ اس سے ثوری اور قطان نے روایت لی ہے۔

یحییٰ بن معین اور احمد بن عبداللہ العجلی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد کا بیان ہے کہ یہ فطر کے قریب ہے۔

ابو حاتم لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ نسائی لکھتے ہیں یہ قوی نہیں۔ بری رائے رکھتا ہے۔ یحییٰ القطان

حاشیہ صفحہ نمبر ۶۰۲ پر ملاحظہ فرمائیں

Marfat.com

کا بیان ہے کہ اس کی جانب سے میرے دل میں شک ہے۔ ابن عدی لکھتے ہیں سچا آدمی ہے لیکن شیعہ ہے۔ جوزجانی کا بیان ہے کہ یہ اجلح افترا باز ہے۔

اسحاق بن موسیٰ انکندی نے شریک سے نقل کیا ہے انہوں نے اجلح سے کہ ہم یہ سنتے آئے تھے کہ جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو برا کہا یا وہ فقیر ہوا یا قتل ہو کر مرا۔ ۱۴۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس روایت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس روایت کا ایک راوی عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو واجب القتل سمجھتا ہے بلکہ ان تمام لوگوں کو واجب القتل سمجھتا ہے جو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان سمجھتا ہو۔ غالباً جناب اجلح عکرمہ کی اس بات سے واقف نہ تھے۔

لہ۔ فطر سے مقصود فطر بن خلیفہ ہے اس کی کنیت ابوبکر ہے کوفہ کا باشندہ ہے۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ انشاء اللہ یہ ثقہ ہے اگرچہ کچھ لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابوبکر بن عیاش کا قول ہے کہ میں نے اس کی روایت اسی لئے چھوڑی کہ یہ بہت بد عقیدہ تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں اس فطر کو اگرچہ یحییٰ نے ثقہ کہا ہے لیکن یہ غالی قسم کا خشبی تھا (یعنی اس لکڑی کا پجاری جس پر زید بن علی کو پھانسی دی گئی تھی۔)

احمد بن یونس کا قول ہے کہ میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر گزر جاتا تھا جیسے کوئی کتے کو چھوڑ کر گزر جاتا ہے۔ عبداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے اس فطر کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا ثقہ ہے۔ اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ شیعہ ہے۔ امام مسلم کے علاوہ باقی پانچوں نے اس سے روایات لی ہیں ۱۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔
میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۳۔

Marfat.com

حضرت حسینؓ کیلئے آسمان سے بجلی کی آمد

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسینؓ سے بہت محبت فرماتے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ اچھا اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ بھی اس کے ساتھ چلے جائیے۔ اچانک آسمان سے ایک بجلی آئی اور اس کی روشنی میں حسین چلے حتیٰ کہ اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

موسیٰ بن عثمان

دارقطنی کہتے ہیں یہ روایت اعمش سے موسیٰ بن الحضرمی کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ موسیٰ بن عثمان کوئی شئے نہیں۔ ابوحاتم رازی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔ العلل المتناہیہ ج ا ص ۲۵۱۔

ذہبی لکھتے ہیں۔

موسیٰ بن عثمان حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایات لیتے ہیں۔ غالی قسم کے شیعہ ہیں۔ کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی روایت محفوظ نہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس موسیٰ بن عثمان نے اعمش۔ مجاہد کے ذریعہ ابن عباس سے نقل کیا ہے سلام علیٰ آل یٰسین کا مطلب ہے کہ ہم آل محمد ہیں۔ میزان ج ۴ ص ۲۱۴۔

روایت کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ واقعہ رات کی تاریکی کا ہے۔ ایسی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمسن بچے کو تاریکی میں اکیلے جانے کی فہمائش کرنا ممکن نہیں۔ ویسے بھی آسمانی بجلی کی روشنی دیر تک قائم بھی نہیں رہتی کہ اس کی مدد سے راستہ طے کیا جا سکے۔

اولاد فاطمہؓ باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب ہے

فاطمہ بنت الحسین نے فاطمۃ الکبریٰ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

تمام بنی آدم باپ کی جانب منسوب ہوتے ہیں بجز فاطمہؓ کی اولاد کے۔ یاد رکھو میں ان کا باپ ہوں اور ان کا عصبہ ہوں۔

شیبۃ بن نعمان

ابن جوزی نے اس روایت کے ایک راوی شیبۃ بن نعمان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ابن حبان کہتے ہیں کہ اس شیبۃ بن نعمان کو دلیل میں پیش کرنا جائز نہیں العلل المتناہیہ فی احادیث الواہیہ ج ا ص ۲۶۰۔

شیبۃ بن نعمان کے علاوہ اس روایت میں اور بھی متعدد عیوب پائے جاتے ہیں۔

اول۔ اس روایت کا ایک راوی حسین بن الحسن الاشقر الکوفی ہے جسے ابن عدی، ابو معمر الہذلی، نسائی، دارقطنی، بخاری، ابوزرعہ، ابوحاتم اور جوزجانی نے ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ غالی رافضی ہے صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔

دوم۔ اس کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جو مغازی ابن اسحاق کا ناقل ہے جسے متعدد محدثین نے کذاب قرار دیا ہے۔ یہ بھی غالی قسم کا رافضی ہے۔

اور اس روایت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اُدْعُوهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ۔	لوگوں کو ان کے باپوں سے پکارو۔ یہ شئے اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ ہے۔ اگر تم ان کے باپوں کو نہیں جانتے تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں

لہٰذا کسی کو غیر باپ کی جانب منسوب کرنا حرام ہے۔ اور مفسرین کے بقول لوگ زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہتے۔ اس کی ممانعت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا حضرت حسن اور حسین کو باپ کے بجائے نانا کی جانب منسوب کرنا حرام ہوا۔ جو شخص ان حضرات کو حضور کی جانب منسوب کرتا ہے وہ قرآن کا منکر قرار پاتا ہے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین کی پیشاب گاہ کا پیار لیتے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے ان کی دونوں رانیں چیریں اور آپ ان کی پیشاب گاہ کا پیار لے رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے اللہ تیرے قاتل کو قتل کرے

حضرت جابرؓ کا بیان ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کا قاتل کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ایک شخص جو میرے نبیرہ سے دوستی رکھتا ہوگا، اسے میری شفاعت بھی نہیں پہنچتی ہوگی گویا وہ دوزخ کے طبقوں میں ہے۔ گھڑی میں بجھتا ہے اور گھڑی میں روشن ہوتا ہے۔ اور اس کے پیٹ سے عق عق کی آواز نکل رہی ہے۔

خطیب کا بیان ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند اور بلحاظ متن ہر دو لحاظ سے غلط ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ یہ روایت یزید بن ابی الازہر نے وضع کی ہو۔ اور پھر اسے قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن جابر کے واسطے پیش کی ہو۔ اور ابوظبیان کا نام حصین بن جندب ہے اور جندب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ مسلم تھا یا کافر۔ کجا کہ وہ کسی بات کو روایت کرتا۔ اور ابوظبیان نے حضرت سلمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔

خطیب کا بیان ہے کہ اس روایت میں ایک اور بھی فساد ہے۔ جس سے یہ روایت وضع کرنے والا بھی واقف نہیں جو اس میں تبدیلی کر لیتا۔ اور وہ یہ ہے کہ سعید بن عامر بصری ہے اس نے قابوس کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ اور قابوس ایک قدیم شخص ہے۔ جس سے سفیان ثوری اور کوفہ کے بڑے لوگوں نے روایات لی ہیں۔ اور سب سے آخر میں جسے اس نے دیکھا وہ جریر بن عبدالحمید ہے۔ گویا قابوس کا زمانہ انہوں نے کیسے پایا، اور سعید بن عامر صرف اہل بصرہ سے روایت کرتے ہیں۔ الموضوعات۔ ابن جوزی، ۱، ص ۴۰۹۔ خطیب نے یہ روایت اپنی تاریخ بغداد میں نقل کر کے اس پر جرح کی ہے۔

Marfat.com

حضرت حسین سرزمین نینویٰ میں شہید ہوئے

نجیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت علیؓ کے وضو کا برتن اٹھاتا تھا۔ ایک روز وہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین جا رہا تھا۔ جب حضرت علیؓ نینویٰ کے قریب پہنچے تو مجھے آواز دی اے ابو عبداللہ ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جاؤ۔ نجی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کس چیز نے غصہ دلایا ہے۔ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے پاس سے ابھی اٹھ کر گئے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ حسین دریائے فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے اور پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ان کے قتل گاہ کی مٹی کی بو آپؐ کو سنگھا دوں۔ نبی کریمؐ نے جواب دیا میں نے کہا ہاں۔ جبرئیلؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ایک مٹھی مٹی لے کر مجھےؐ دے دی۔ میںؐ اس وقت اپنی دونوں آنکھوں کو آنسو بہانے سے نہ روک سکا مسند احمد ج ۱ ص ۸۵۔

ہمیں حیرت ہے کہ حضورؐ کو مٹی تو سنگھائی جا رہی ہے سرزمین نینوا کی اور شہید کیا جا رہا ہے کربلا میں جب کہ مذہب شیعہ کی کتابوں میں حضرت حسینؓ کو شہید نینوا کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ نینویٰ میں شہید نہ ہوتے تو وارث علوم نبوی کیسے بنتے۔ اور اتفاق سے طبری نے ابن سعد سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسینؓ سرزمین نینویٰ میں بائیس صفر کو مارے گئے۔ گویا کہ کربلا کا کھیل تو صرف سنیوں کو بے وقوف بنانے کا ذریعہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دس محرم کو رستم ایران مارا گیا ہو اور حسینؓ کے نام سے اس کا غم منایا جا رہا ہو۔ کیونکہ قادسیہ کی سرزمین میں حضرت سعدؓ کے ہاتھوں رستم ایران ماہ محرم میں مارا گیا تھا۔

ہمیں سب سے زیادہ حیرت تو اس امر پر ہے کہ اس روایت کے راوی سب کوفی (رلالوفی) ہیں جو اور بات نینوا کی کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ حقیقت ہو گی کیونکہ

نجی الحضرمی نے حضرت علیؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی صورت یا کتا ہو یا کوئی جنبی ہو۔ اسے شعبہ نے علی بن مدرک اور ابو زرعہ کے

واسطے سے عبداللہ بن نُجی سے نقل کیا ہے۔ اور وہ اپنے باپ سے نقل کر رہا ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کوئی نہیں جانتا یہ کون ہے۔ میزان ج ۲ ص ۲۴۵ ۔

عبداللہ بن نجی آپ نے بخاری سے نقل کیا ہے کہ اس کی روایت پر نظر ہے میزان ج ۲ ص ۵۱۶ ۔

حضورؐ نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو حسینؑ کے فدیہ میں دیا

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کی بائیں ران پر آپ کے صاحبزادے ابراہیمؑ تھے اور داہنی ران پر حسین بن علیؓ تھے۔ اور آپ کبھی اس کا پیار لیتے اور کبھی اُس کا۔ اچانک رب العالمین کی جانب سے جبرئیل آئے۔ جب آپ کے پاس سے جبرئیل چلے گئے تو آپ نے کہا میرے پاس ابھی پروردگار کی جانب سے جبرئیل آئے اور فرمایا اے محمدؐ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں ان دونوں کو جمع نہیں کروں گا۔ آپ ان میں سے ایک کا فدیہ دے دیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کی جانب دیکھا اور رونے لگے پھر آپ حسینؑ کی جانب دیکھ کر رونے لگے۔ پھر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمؑ کی جانب دیکھا۔ اور رونے لگے پھر فرمایا اس کی ماں باندی ہے۔ اور جب یہ مرے گا تو میرے علاوہ اس کا غم کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لیکن حسینؑ کی ماں فاطمہؓ ہے۔ اور اس کا باپ علیؓ ہے۔ جو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ میرا خون ہے اور میرا گوشت ہے۔ جب یہ مرے گا تو اس پر میری بیٹی بھی غمگین ہوگی۔ اور میرے چچا کا بیٹا بھی غمگین ہوگا۔ اور میں بھی ان کے غم سے غمگین ہوں گا۔ لہذا میں اپنے غم کو ان دونوں کے غم پر قربان کرتا ہوں۔ اے جبرئیل ابراہیمؑ کی جان لے لی جائے۔ حسینؑ کا فدیہ ابراہیمؑ ہیں۔ راوی کا بیان ہے اس کے تین روز بعد ابراہیمؑ کی روح قبض کر لی گئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی حسینؑ کو آتے دیکھتے ان کا پیار لیتے اور انہیں اپنے سینہ سے لگاتے۔

... سانپ کے دانت نکل آتے اور فرماتے میں نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کو اس کے فدیہ میں دیا ہے۔

ابن جوزی کا بیان ہے یہ روایت موضوع ہے۔ اللہ اس روایت کے واضع کی صورت بگاڑے اس روایت کی شکل کتنی بگڑی ہوئی ہے۔ اس میں ساری آفت ابوبکر النقاش کی نازل کردہ ہے۔ حالانکہ ابن صاعد نے بھی اس میں تدلیس سے کام لیا ہے اور اس نے کہا ہے یہ راوی یحییٰ بن محمد بن عبد الملک الخیاط ہے۔ اس کی تدلیس ابن صاعد کے شرعی ہونے کی دلیل ہے۔

نقاش اس کا نام یحییٰ بن عبد الملک۔ طلحہ بن محمد الشاہد کا بیان ہے یہ نقاش حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔ برقانی کا بیان ہے کہ اس کی ہر روایت منکر ہوتی ہے۔ خطیب کا بیان ہے کہ ابن صاعد نے اس روایت میں نقاش کی تدلیس کی ہے۔ اور جو شخص اس طرح روایت کرتا ہے اس کی عدالت ساقط ہوجاتی ہے اور اس سے احتجاج ترک کردیا جاتا ہے۔ اور نقاش کی روایت میں متعدد منکرات جمع ہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ یہ روایت باطل ہے اور میرا گمان ہے کہ اس نقاش کو کسی ایسے شخص کی کتاب ہاتھ آگئی جو ثقہ نہ تھا۔ اس نے وہ روایات اپنی روایات میں شامل کرلیں۔ یا کسی نے ابومحمد بن صاعد کے لئے روایات وضع کیں اور اس ابومحمد نے یہ تصور کرلیا کہ یہ نقاش کی صحیح روایات ہیں۔ موضوعات ج ۱ ص ۴۰۸۔

حیرت ہے کہ جب فدیہ ادا کردیا گیا پھر بھی حسینؓ قاتلوں سے نہ بچ سکے۔ اور غالباً قاتلین حسینؓ نے انھیں نینوا میں ختم کردیا۔

Marfat.com

حسنؓ و حسینؓ سے محبت کرنیوالا حضورؐ کیساتھ ہوگا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جو شخص ان دونوں سے ان کے باپ، ان کی ماں اور مجھ سے محبت رکھیگا۔ وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ اس سند کے علاوہ ــــ کسی اور سند سے جعفر سے مروی نہیں

(ترمذی ج ۲ ص ۲۳۷)

سب سے اول تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جزو ایمان ہے اور آپؐ سے بغض رکھنا کفر ہے۔ کیا یہی صورتحال حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کی بھی ہے۔ ملت سبائیہ ان سب کو ایک درجہ دیتی ہے جبکہ سُنّی مذہب کی رو سے نہ ان حضرات کی محبت جزو ایمان ہے اور نہ ان کے انکار سے کفر واقع ہوتا ہے۔ اور بلحاظ ایمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا مقام ہے۔ لہذا یہ روایت کوئی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک پنج تنی فارمولا ہے اور سبائیوں کی گھڑ صنعت سازی۔

اس کی سند کے اوپر کے راویوں کا جہاں تک تعلق ہے۔ یعنی حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ، زین العابدین اور پھر باقر یہ حضرات تمام محدثین کے نزدیک شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ تمام بحث ان کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔

جعفر بن محمد یہ وہ ہستی ہیں جن کا شمار بارہ اماموں میں ہوتا ہے اور جن کی جانب فقہ جعفریہ منسوب ہے۔ یہ حقیقت تو ظاہر ہے کہ شیعوں نے فقہ جعفریہ کے نام سے جو کچھ منسوب کیا ہے وہ تو ان کی جانب سو فی صد جھوٹ ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر آیا وہ خود ثقہ ہیں یا نہیں تو اس معاملہ میں اختلاف ہے۔

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ مسلّمہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ نیک صادق ہیں۔ ان کی شان بہت بلند ہے۔ ان سے سب نے روایت لی ہے۔ لیکن بخاری نے ان سے روایت نہیں لی۔

Marfat.com

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ ثقہ ہیں۔ جھوٹ سے مامون ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں ان جیسی ہستی کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے برعکس فن رجال کے امام یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ میرے نزدیک تو مجالد بن سعید ان سے بہتر ہے۔ میرے دل میں تو ان کی جانب سے شک ہے۔ اس مجالد کا خاکہ بھی ہم آپ کے سامنے آئندہ سطور میں پیش کر دیں گے۔

دراوردی کا بیان ہے کہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں جعفر کی کوئی روایت نہیں لی تھی۔ لیکن جب بنو عباس برسر اقتدار آئے تو ان کی روایات کتاب میں داخل کر دی گئیں۔ مصعب کا کہنا ہے کہ امام مالک ان کی روایات بطور شہادت لیتے ہیں۔ وہ ان کی روایات قطعاً نقل نہیں کرتے۔ جسے جعفر کے علاوہ اوروں نے روایت نہ کیا ہو۔

یحییٰ بن معین کہتے ہیں میں نے امام الرجال یحییٰ بن سعید القطان سے کبھی جعفر بن محمد کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کیا وجہ کہ تم مجھ سے جعفر کی روایات کے بارے میں سوال نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کی روایات کا طالب نہیں۔ فرمایا اگر وہ حدیث صحیح یاد رکھیں تو ان کے والد کی روایت درست ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ امام یحییٰ بن سعید القطان جعفر کی روایات اس لیے قبول نہ کرتے تھے کہ ان کا حافظہ درست نہ تھا اور غالباً اسی باعث امام مالک نے ان کی روایات سے گریز کیا۔

انہی یحییٰ بن معین کا بیان ہے کہ ایک بار حفص بن غیاث عبادان تشریف لے گئے۔ یہ ایک چھاؤنی تھی۔ اہل بصرہ ان کے پاس احادیث سننے کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے عرض کیا اے امام ہم سے تین شخصوں کی حدیث قطعاً بیان نہ کرنا۔ عمرو بن عبید۔ اشعث بن عبد الملک اور جعفر بن محمد۔

حفص نے جواب دیا، اشعث تمہارے شہر کا باشندہ ہے لہذا تم جانو اور وہ جانے جہاں تک عمرو بن عبید کا تعلق ہے وہ بھی بصرہ کا رہنے والا ہے۔ اس کے حال سے تمہیں زیادہ واقفیت ہوگی۔ لیکن رہا جعفر بن محمد کا مسئلہ تو اگر تم یہ بات اہل کوفہ کے سامنے کہتے تو وہ جوتوں سے تمہارا چہرہ بگاڑ دیتے۔ میزان ج ۱ ص ۱۸۹)

یعنی جناب جعفر صرف اہل کوفہ کے یہاں مقبول ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان نے جو یہ کہا ہے کہ مجالد بن سعید

Marfat.com

جعفر سے بہتر ہے۔ تو اس مجالد کا تھوڑا سا حال سن لیجئے۔

مجالد بن سعید ۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں۔ احمد کہتے ہیں یہ تو مرسل روایات کو مرفوع بنا کر پیش کرتا ہے۔ نسائی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ اشج کا بیان ہے کہ شیعہ ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ بخاری کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف کہتے ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی اس سے روایت نہ لیتے۔ فلاس کہتے ہیں، تو اس قسم کا انسان تھا اگر تو اس سے مطالبہ کرتا کہ تمام احادیث کو ایک ہی سند سے بیان کردو۔ تو وہ سب احادیث عبداللہ بن مسعود کی جانب منسوب کر کے پیش کر دیتا۔ میزان ج ۳ ص ۴۳۸۔

یحییٰ بن سعید القطان کا یہ فرمانا کہ مجالد جعفر بن محمد سے بہتر ہے اس سے ہمارے ذہن میں کچھ عجیب سا خاکہ تیار ہوتا ہے۔ آپ حضرات خود غور کر کے فیصلہ فرمائیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جعفر بن محمد کو صادق مشہور کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو بات بھی ان کی جانب منسوب کر دی جائے وہ سچی ہو۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں رقمطراز ہیں۔

"اہل مدینہ، اہل مکہ، اہل شام اور اہل بصرہ میں تابعین میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گزرا جو لذاتہ ... (یعنی یہ فن تو صرف اہل کوفہ اور اہل ایران کی ایجاد ہے۔) لیکن اس کے باوجود ہر زمانے میں ان علماء کی کثرت رہی ہے جن کا تعلق خاندان بنی ہاشم سے نہ تھا۔ خاندان بنی ہاشم میں تمام اہل سنت گزرے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین علم ہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کے افعال و اقوال کو بنا کر سے زیادہ جانتے ہیں۔ حالانکہ دونوں ہم عصر ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے موسیٰ بن جعفر یعنی کاظم، علی بن موسیٰ الرضا اور محمد بن علی الجواد کا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انس، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد، اوزاعی، یحییٰ بن سعید، وکیع بن الجراح، عبداللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۶۶۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ تمام اولاد علیؓ بھی حدیث کا اتنا علم نہیں رکھتی تھی جتنا ان میں سے ہر ہر فرد رکھتا تھا۔

امام ابن تیمیہ آگے تحریر فرماتے ہیں۔ رافضیوں میں سب سے اہم عمل جھوٹ بولنا ہے۔ اور علی الخصوص

Marfat.com

انھوں نے جعفر کے نام سے اتنا جھوٹ بولا کہ روئے زمین پر کسی کے نام سے اتنا جھوٹ نہیں بولا گیا۔ حتی کہ متعدد کتابیں لکھ کر ان کی جانب منسوب کردی گئیں مثلاً کتاب الجفر، کتاب البطاقہ، کتاب الہفت، اختلاج الاعضا، جدول الہلال احکام الرعود والبروق، منافع سور القرآن اور قرأۃ القرآن فی المنام۔

صوفی عبدالرحمان سلمی نے اپنی حقائق التفسیر میں جعفر کے جتنے اقوال نقل کئے ہیں وہ سب اسی جھوٹ کا کرشمہ ہیں۔ حتی کہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "اخوان الصفا" انہی کا کلام ہے۔ حالانکہ یہ کتاب سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ اور جعفر کی موت کے دو سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ جعفر کا انتقال ۱۴۸ھ میں ہوا۔ اور اخوان الصفا اس وقت تحریر ہوئی جب بنو عبید مصر پر قابض ہوئے اور قاہرہ شہر تعمیر کیا گیا۔ اس وقت اسمٰعیلی مذہب کی تائید میں یہ کتاب لکھی گئی۔ اور اس کے شواہد خود کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۳۲۶۔

موسیٰ کاظم

یعنی موسیٰ بن جعفر عقیلی کا بیان ہے کہ ان کی روایت محفوظ نہیں۔ متعدد کذابین نے ان کے نام سے کتابیں لکھیں اور ان کی جانب منسوب کی ہیں۔ جیسے ابوالصلت الہروی نے ایک کتاب "وصایا علی" کے نام سے لکھ کر ان کی جانب منسوب کی۔ ان کی چند روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

(میزان ج ۴ ص ۲)

یہی وہ موسیٰ کاظم ہیں جنھوں نے خلیفہ مامون الرشید کو شیعہ بنایا اور مامون نے اپنی بیٹی ان کے بیٹے کے نکاح میں دی اور جب یہ مر گئے تو شیعوں نے مامون پر یہ الزام لگایا کہ انہیں مامون نے زہر دیا تھا۔ بعد میں مامون معتزلی بن گیا اور خلق قرآن کا فتنہ کھڑا کیا۔ گویا اس طرح کلام اللہ کے کلام اللہ ہونے سے انکار کیا گیا۔ یہ سب موسیٰ کاظم کی تربیت کے نتائج تھے جو امام احمد کو خلق قرآن پر کوڑے کھانے پڑے۔

علی بن جعفر

موسیٰ کاظم سے یہ روایت ان کے بھائی علی بن جعفر نے نقل کی ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں نہ انہیں کسی نے ثقہ کہا اور نہ ان پر نکیر کی۔ لیکن ان کی یہ روایت منکر ہے۔ میزان ج ۳ ص ۱۱۷۔

سنہ ۲۱۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ ہے اس روایت کا حال۔ محدثین کرام نے جو فضائل کے معاملہ میں چشم پوشی اور درگذر سے کام لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم لکڑ بھی ہضم کر رہے ہیں اور پتھر بھی ہضم کر رہے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علمائے اہل سنت نے ہر شئے کو دین بنا کر بیغیں کر دیا ہے۔ اور برسر منبر تشیع کا پرچار کرتے نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

اے اللہ تو ان لوگوں سے محبّت کر جو حسن رضؓ و حسین رضؓ سے محبّت کرتے ہوں

حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کا بیان ہے کہ میں ایک رات کسی ضرورت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپؐ جب گھر سے باہر نکلے تو آپؐ کسی شے کو چھپائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ کیا چیز ہے۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ کیا چھپائے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے چادر ہٹا کر دکھایا تو وہ حسنؓ و حسینؓ تھے۔ جنہیں آپؐ اپنی دونوں کولہوں پر لئے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا یہ میرے دونوں بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما جو ان سے محبت رکھتے ہوں ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صہ ۲۱۹۔

روایت پر بحث سے قبل یہ امر ضرور ذہن میں رکھیں کہ سبائیوں کے نزدیک صرف وہ افراد محبان اہل بیت ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو غاصب اور منافق مانتے ہوں۔ اور جو ان کو مسلمان سمجھتا یا خلیفہ برحق جانتا ہو وہ دشمنان اہل بیت میں شامل ہے۔ گویا وہ خلیفہ بلافصل اور علیؓ راہبل نبر کا دعویدار ہو۔ لہذا اے اللہ تو بھی محبان حسنؓ و حسینؓ سے محبت فرما۔ کیونکہ پکے مومن تو یہی ہیں۔

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ غریب کا لفظ تو عام ہے ہر نئے وارد کو غریب کہتے ہیں۔ خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف۔ امام ترمذی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ نہ صحیح ہے اور نہ ضعیف ہے بلکہ بین بین ہے ہم امام ترمذیؒ پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔ ورنہ ہم پر یہ الزام وارد ہو جائے گا کہ ہم اکابر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور جو اکابر کی شان میں گستاخی کرے وہ قابل گردن زدنی ہے۔ لیکن جہاں تک ہماری نظر کا تعلق ہے تو ہمیں اس روایت کی سند میں چار اشخاص مشکوک نظر آ رہے ہیں۔ لہذا ان کے نام کا پرچہ کاٹنا ضروری ہے۔ آپ بھی اس روزنامچہ کو دیکھ لیں۔

مسلم بن ابی سہل: ذہبی کہتے ہیں یہ حسن بن ابی اسامہ سے حدیث روایت کرتا ہے لیکن

Marfat.com

علی بن المدینی کا قول ہے کہ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۴ ص ۱۰۴۔

عبداللہ بن ابی بکر بن زید المدنی۔ مسلم بن سہل نے یہ روایت اس عبداللہ بن ابی بکر سے نقل کی ہے۔ یہ بھی معروف نہیں۔ علی ابن المدینی کہتے ہیں۔ یہ مجہول ہے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۔

ان دونوں سے ترمذی کے علاوہ اور کسی محدث نے روایت نہیں لی۔ گویا یہ پرچہ دو فرضی ناموں سے کٹایا گیا ہے۔

خالد بن مخلد الکوفی یہ خاصا مشہور و معروف اللسان ہے۔ اس کا شمار بخاری و مسلم کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ اس کی کنیت ابو الہیثم ہے۔ ابن عدی نے اس کی دس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ ذہبی نے اس کی ایک حدیث قدسی کہ میں ولی کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور پاؤں بن جاتا ہوں وغیرہ بیان کر کے لکھا ہے۔

لولا هيبة الصحيح لا …منكر دہ۔ اگر صحیح بخاری کی ہیبت نہ ہوتی تو تمام محدثین اس حدیث کا انکار کر دیتے

ابو داؤد کہتے ہیں بولتا تو سچ ہے لیکن شیعہ ہے امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم رازی کا قول ہے کہ اس کی حدیث حجت نہیں۔ ابن سعد کا قول ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ غالی شیعہ ہے۔ جوزجانی کا فیصلہ ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا اور اپنے بدترین مذہب کا برملا اعلان کرتا پھرتا۔ میزان ج ۱ ص ۶۴۔ اب کوئی ہمیں بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا؟

موسیٰ بن یعقوب اس کے سلسلہ میں محدثین کا اختلاف ہے۔ یحییٰ بن معین اسے ثقہ اور ابو داؤد نیک انسان کہتے ہیں۔ لیکن بخاری و مسلم کے استاد اور اس دور کے فن رجال کے امام علی بن المدینی کہتے ہیں منکر الحدیث ہے۔ میزان ص ۲۱۷ ج ۴۔ نسائی کہتے ہیں قوی نہیں۔ الضعفاء الصغیر للنسائی ص ۹۶۔

اس صورت میں کہ اس کا ایک راوی بھی تمام محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں۔ اسے حسن کہنا کیا یہ حدیث کے ساتھ کھلا مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم تو رجال وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن کہتے ہیں تو اصل وہ خطرہ کا الارم ہوتی ہے کہ ہشیار باش آگے لائن خراب ہے۔ رہا کوئی فیصلہ تو وہ قارئین کرام آپ خود فرمالیں۔ ہمیں اس سے مجبور ہی سمجھیں تو بہتر ہے۔

حضرت اُمِ سلمہؓ کو حضرت حسینؓ کے قتل کی اطلاع

سلمیٰ کا بیان ہے کہ میں حضرت اُمِ سلمہؓ کی خدمت میں گئی اور وہ اس وقت رو رہی تھیں۔ میں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی انہوں نے فرمایا میں نے ابھی ابھی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپؐ کے سرِ مبارک اور داڑھی پر مٹی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے سوال کیا یارسول یہ کیا ہوا۔ فرمایا میں ابھی حسینؓ کے قتل میں حاضر ہوا تھا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۱۸۔

یہاں پہلا سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اُمِ سلمہؓ اس وقت حیات تھیں یا نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ حضرت اُمِ سلمہؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ یا ۳ھ میں نکاح فرمایا۔

عاشت بعد ذلك ستين سنة

ماتت اثنتين وستين وقيل احدى	اور اس کے بعد وہ ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ ۶۲ھ
وستين وقيل قبل ذلك والاول	میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ھ میں انتقال
اصح (تقريب التهذيب ص ۲۰۳)	ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ ۶۱ سے قبل انتقال ہوا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے

یعنی اُمِ سلمہؓ کے انتقال کے سلسلہ میں تین قول ہیں ۶۲ھ، ۶۱ھ اور تیسرا قول اس سے قبل لیکن حافظ صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ نکاح کے بعد ساٹھ سال تک حیات رہیں۔ اور آپؐ سے ان کا نکاح ۴ھ یا ۳ھ میں ہوا۔ اگر نکاح ۴ھ میں ہے تو ان کا انتقال ۶۴ھ میں ہونا چاہیے اور اگر ان کا نکاح ۳ھ میں ہے تو ان کی وفات ۶۳ھ میں ہونی چاہیئے اس حساب سے ۶۱ھ اور ۶۲ھ ہرگز نہیں بنتا۔

حافظ ابن کثیرؒ کا بیان ہے کہ مورخ واقدی کا قول تو یہ ہے کہ ان کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی لیکن ابن ابی خثیمہ کا قول یہ ہے کہ انہوں نے یزید بن معاویہؓ کے زمانہ میں انتقال فرمایا

اس کے بعد حافظ ابن کثیر اپنا فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

والاحاديث المتقدمة في مقتل	اور وہ احادیث جو قتلِ حسینؓ کے سلسلہ میں گزری

الحسین تدل علی انھا عاشت الی ما بعد مقتله البدایه والنهایه ج ۸ ص ۲۱۵۔ | ہیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ قتل حسینؓ کے بعد زندہ رہیں۔

گویا اُم سلمہؓ کا انتقال ۶۱ھ یا ۶۲ھ میں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ وہ خوابیں جو ام سلمہؓ کی جانب قتل حسینؓ کے سلسلہ میں منسوب ہیں وہ غلط قرار پاتے ہیں اور ان خوابوں کو اگر تسلیم نہ کیا گیا تو قتل حسینؓ کی فضیلت کیسے ثابت ہوگی۔ گویا یہ حضرات تصور کر بیٹھے کہ یہ خواب بالکل صحیح ہیں۔ اور ان خوابوں میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں پایا جاتا کہ ام سلمہؓ حیات نہ تھیں لہذا کیوں نہ ان کی عمر میں دو تین سال کا اضافہ کر دیا جائے۔

ان روایات کا تجزیہ تو ہم بعد میں کریں گے لیکن ام المومنینؓ کے حیات رہنے سے ایک فائدہ یہ ضرور ہوگا کہ کم از کم یزید کی حمایت میں ایک ووٹ کا اضافہ ہو جائے گا کیونکہ یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ام المومنینؓ کی جانب سے یزید کی مخالفت سامنے نہیں آتی۔ لہذا یزید کی حمایت میں اُم المومنینؓ کے ایک ووٹ کا اضافہ ہوا۔ غالباً اسی قسم کے موقع کے لئے یہ کہاوت وضع کی گئی ہے کہ نماز معاف کرانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے۔

ولی الدین الخطیب مصنف مشکوٰۃ اپنے رسالہ "الاکمال فی اسماء الرجال" میں تحریر فرماتے ہیں۔

ماتت سنة تسع وخمسین ودفنت بالبقیع۔ الاکمال فی اسماء الرجال ص ۵۹۹ | ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

یعنی مصنف مشکوٰۃ نے زبردستی کی اس دھاندلی کو قبول نہیں فرمایا اور انہوں نے واضح طور پر یہ فیصلہ دیا کہ حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہے۔ اب آئیے اس بحث کی جانب کہ اس روایت میں اور کیا نقص ہیں

سلمی بکریہ

حضرت ام سلمہؓ سے یہ داستان سلمی بکریہ نامی کسی عورت نے نقل کی ہے۔ سلمی نام کی دو عورتیں ہیں ایک حضرت ابو رافعؓ کی زوجہ حضرت سلمیؓ صحابیہ جو حضرت فاطمہؓ کے غسل میں شریک تھیں لیکن انہوں نے ام سلمہؓ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔

دوسری سلمی بکریہ ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس کی روایات ترمذی میں پائی جاتی ہیں۔ اسے کوئی نہیں پہچانتا کہ کون ہے۔ (تقریب ص ۴۶۹)

حضرت ام سلمہؓ کو قتل حسینؓ کی خبر ایک جناتنی نے پہنچائی تھی۔

ابن سعد نے شہر بن حوشب سے نقل کیا ہے کہ ام سلمہؓ کے پاس بیٹھا تھا ہم نے ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنی۔ پھر وہ سامنے آئی اور حضرت ام سلمہؓ کے قریب پہنچ گئی اور بولی حسینؓ قتل کر دیئے گئے۔ ام سلمہؓ نے فرمایا اچھا کیا وہ قتل کر دیئے گئے۔ خدا ان کی قبروں اور ان کے گھروں میں آگ بھر دے۔ پھر ام سلمہؓ غش کھا کر گر پڑیں۔ اور ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۱)

ہمیں حیرت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کو غش آ جاتا ہے اور راوی صاحب انہیں اسی حال میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ کم از کم ان کو ام سلمہؓ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لینا چاہیئے تھا۔ دراصل صرف اس کہانی کا پلاٹ تیار کرنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ اور پلاٹ ذہن میں آتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یا وہ بھی کوئی جن تھے۔

قارئین اب اس روایت کے راویوں کا حال رجال محدثین کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

شہر بن حوشب

اس داستان کو حضرت ام سلمہؓ سے نقل کرنے والے شہر بن حوشب ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

شہر بن حوشب الاشعری الشامی حضرت اسماء بنت یزید بن السکن کا غلام تھا۔ سچا ہے لیکن اسے وہم بہت ہوتا ہے۔ اور اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب التہذیب ص ۱۴۱

حافظ ابن حجرؒ کے بقول اس میں دو عیب ہیں۔

۱۔ وہم کا مریض ہے۔

۲۔ اکثر مرسل روایات نقل کرتا ہے یعنی درمیان سے راوی غائب کر دیتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس روایت میں

Marfat.com

بھی یہی شرکت کی گئی ہو۔

امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں رقم طراز ہیں کہ ابن عون سے شہر کی حدیث کے معاملہ میں دریافت کیا گیا۔ اور وہ اس وقت دروازے کی چوکھٹ تھامے کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا۔ شہر کو محدثین نے چھوڑ دیا اس کے بعد امام مسلم فرماتے ہیں یعنی لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کردئے۔

پھر امام مسلم نے شعبہ کا قول نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شہر سے ملا ہوں میں تو اسے کچھ نہیں سمجھتا۔ مسلم ج ۱ صہ ۱۲

یہ تو امام مسلم کا بیان تھا لیکن امام نووی نے مسلم کی شرح میں اس شہر کی جو مدح و ثنا کی ہے وہ کافی طویل ہے۔ اسے مختصر الفاظ میں یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ جیسے یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، ابن ابی خیثمہ، بخاری، ترمذی، احمد بن عبداللہ العجلی، ابو زرعہ، صالح بن محمد اور یعقوب بن شیبہ۔ اس بے چارے کا قصور اتنا ہی مشہور ہے کہ اس نے بیت المال سے ایک تھیلی چرالی اور ایک بار اپنے رفیق سفر کا تھیلا چرا لیا تھا۔ ویسے یہ بھی عبادت گزار اور نیک آدمی تھا۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ایسی روایات نقل کرتا ہے جنھیں کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ شرح مسلم ج ۱ صہ ۱۱

امام بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن المدینی کا قول ہے کہ شہر کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔ اس نے ام سلمہؓ، عبداللہ بن عمروؓ، اور عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایات سنی ہیں کہا جاتا ہے کہ ۱۰۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ تاریخ الکبیر ج ۴ صہ ۲۵۸

نسائی لکھتے ہیں کہ شہر قوی نہیں۔ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی صہ ۵۶۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمروؓ، ابوہریرہؓ، ابو ریحانہؓ، عبدالرحمٰن بن غنم، اسماء بنت یزید اور ام سلمہؓ سے روایات نقل کرتا ہے۔

اس سے نقل کرنے والے شمر بن عطیہ، عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین، ابان بن صالح، داؤد بن ابی ہند، عبیداللہ بن ابی زیاد، عبدالحمید بن بہرام، قتادہ، معاویہ بن قرہ اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم ہیں

یہ سب باتیں مجھے میرے والد نے بتائیں۔

عمرو بن علی کا بیان ہے کہ مجھ سے معاذ بن معاذ العنبری نے فرمایا تو شہر کی حدیث کا کیا کرے گا۔ شعبہ نے اس کی حدیث ترک کر دی ہے۔ عمرو بن علی مزید کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی شہر سے حدیث روایت کرتے لیکن

Marfat.com

یحییٰ بن سعید اس کی کوئی روایت بیان نہ کرتے۔

احمد بن حنبل کا قول ہے کہ شہر بن حوشب کا حدیث اچھی ہے یہ شام کا رہنے والا ہے حمص کا باشندہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کا تعلق اہل حمص سے ہے۔ یہ اسماء بنت یزید سے اچھی احادیث روایت کرتا ہے یحییٰ بن سعید کہتے ہیں یہ ثقہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی حاتم کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے والد ابو حاتم نے فرمایا۔ یہ شہر مجھے ابو ہارون العبدی اور بشر بن حرب سے زیادہ پسند ہے۔ ابو الزبیر سے کم نہیں لیکن اس کی بیان کردہ حدیث بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی۔

عبدالرحمان کہتے ہیں میں نے اس کے بارے میں ابو زرعہ سے دریافت کیا۔ فرمایا اس میں کوئی برائی نہیں لیکن یہ عمرو بن عبسہ صحابی سے نہیں ملا۔ الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۳۸۲

حافظ ذہبی مزید تفصیلات پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابوبکر الکرمانی کا بیان ہے کہ یہ شہر بیت المال کی نگرانی پر مامور تھا۔ اس نے بیت المال سے کچھ درہم چرا لئے۔ اس پر ایک شاعر نے شعر کہا۔

لقد باع شهر دينه بخريطة ‏ ‏ ‏ فمن يامن القراء بعدك يا شهر

شہر نے ایک تھیلی کی خاطر اپنا دین بیچ دیا ہے تو اے شہر تیرے بعد اب دیگر قاریوں کیسے معتبر رہیں گے۔

ابن عدی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ دولابی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث دیگر لوگوں کی طرح نہیں ہوتیں تو اس طرح تفصیل بیان کرتا ہے۔ گویا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی لگام پکڑ کر چل رہا تھا۔

عباد بن منصور کا قول ہے کہ میں نے شہر کے ساتھ حج کیا اس نے میرا تھیلا چرا لیا۔

ابن عدی کہتے ہیں شہر ان لوگوں میں سے نہیں جس کی روایت کو حجت سمجھا جائے یا بلحاظ دین اسے اختیار کیا جائے۔ ۱۱۱ھ یا ۱۱۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان ج ۲ ص ۲۸۵۔

اس تمام تفصیل کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ شہر اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہے۔

Marfat.com

۲. اس کی روایت عمدہ ہوتی ہے۔

۳. بہت نیک اور عبادت گزار شخص ہے۔

۴. اسکی روایت حجت نہیں۔ اور نہ اس کی روایت کو دین تصور کیا جا سکتا ہے۔ ابن عدی، ابو حاتم۔

۵. اس کی روایت ضعیف ہے۔ نسائی، مسلم۔

۶. یہ متروک ہے۔ شعبہ، یحییٰ بن سعید۔ ابن عون۔

۷. یہ چوری کا عادی تھا۔

۸. یہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ دولابی

۹. یہ مرسل روایات بیان کرتا ہے اور اسے وہم ہوتا ہے۔ ابن حجر۔

۱۰. یہ اپنی تفصیلات پیش کرتا ہے جو بغیر منا ہو سکے ممکن نہیں۔ دولابی

یعنی اگر اسے ثقہ بھی مان لیا جائے تب بھی اسے بہت وہم ہوتا ہے۔ مرسل روایات نقل کرتا ہے۔ اس کی روایت حجت نہیں۔ اس کی بیان کردہ روایات کوئی اور بیان نہیں کرتا۔ اس کی حدیث کو دین نہیں بنایا جا سکتا۔ لہٰذا اس کی روایت اگر ضعیف نہیں تو منکر ضرور ہے۔ اور اسے ہرگز اختیار نہیں کیا جا سکتا۔

عامر بن عبد الواحد

یہ داستان نقل کرنے والا عامر بن عبد الواحد ہے۔ یہ بصرہ کا باشندہ ہے۔ اس سے بخاری کے علاوہ سب نے روایات لی ہیں۔ ابو حاتم اور مسلم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ اس میں کوئی خاص برائی نہیں۔ امام بخاری کا فرمان ہے یہ قوی نہیں حدیث میں ضعیف ہے۔ سنہ [illegible] میں اس کا انتقال ہوا۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۶۱ الجرح والتعدیل ج ۲ ۳۲۶

گویا اس داستان کے راوی دونوں پر سخت کلام ہے۔ اور یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس پر اعتماد کیا جا سکے۔ اور جب ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہو چکا تو لازماً ان روایات کی نسبت صریح جھوٹ ہے اور ایسی روایات کے بل بوتے پر جو قابل حجت نہ ہوں۔ ام المؤمنین ام سلمہؓ کی وفات سنہ ۶۱ھ یا سنہ ۶۲ھ میں قرار دینا بدترین حماقت ہے۔

Marfat.com

ابن عباسؓ کا ایک خواب

اس موضوع پر ایک خواب حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے علی بن زید بن جدعان سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ اچانک نیند سے بیدار ہو گئے اور انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا پھر فرمایا حسین واللہ قتل کر دئے گئے۔ ابن عباسؓ کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابن عباسؓ آپ یہ بات کیسے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا میں نے عین دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پراگندہ بال اور غبار آلود تشریف لائے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک بوتل تھی جس میں خون بھرا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے کہ میری امت نے میرے بعد کیا کیا؟ انھوں نے حسین کو قتل کر دیا۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ ان خونوں کو میں اللہ کے پاس لے کر جا رہا ہوں (تاکہ اللہ کو بھی خبر ہو جائے)

راوی کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ نے وہ دن اور وہ وقت لکھ کر رکھ لیا۔ چوبیس دن بعد مدینہ میں خبر پہنچی کہ حسینؓ اسی روز اور اسی وقت قتل کئے گئے۔ البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۰

اس خواب کے سلسلے میں پہلی عرض تو یہ ہے کہ یہ خواب بقول راوی مدینہ میں دیکھا گیا اور وہیں چوبیس روز کے بعد اس کی تعبیر سامنے آئی اور بقول راوی یہ خواب ابن عباسؓ نے دیکھا تھا تو ہماری عرض یہ ہے کہ ابن عباسؓ مدینہ میں ۳۵ھ تک سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی جانب سے بصرہ کے امیر متعین ہوئے اور ۴۰ھ تک بصرہ میں مقیم رہے۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی اور حضرت حسینؓ کے خروج کے وقت تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ پھر یزید کی وفات کے بعد ۶۶ھ میں وہ طائف جا کر مقیم ہو گئے اور وہیں ان کا ۶۸ھ میں انتقال ہوا اور محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا صرف یہ خواب دکھلانے کے لئے انھیں مدینہ بلایا گیا تھا۔ جھوٹ بولتے سے قبل کچھ اپنا آگا پیچھا تو دیکھ لیا ہوتا۔

یہ داستان کس نے گھڑ کر تیار کی تو ابن ابی الدنیا نے اس کی جو سند پیش کی ہے اس کے لحاظ

Marfat.com

سے ابن ابی الدنیا اور ابن عباسؓ کے درمیان تین راوی عبداللہ بن محمد ہانی۔ مہدی بن سلیمان اور علی بن زید بن جدعان ہیں۔

جہاں تک پہلے دو راویوں کا تعلق ہے یعنی عبداللہ بن محمد بن ہانی اور مہدی بن سلیمان، تو ان کے سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ان دو حضرات کا تذکرہ نہ ذہبی نے کیا ہے نہ ابن حجر نے نہ بخاری نے کیا ہے نہ ابن ابی حاتم نے نہ نسائی نے ان کا ذکر کیا ہے اور نہ دارقطنی نے۔ تو کیا یہ کوئی موسمی پرندے تھے جو ان حضرات محدثین میں سے کسی کو بھی ان کا علم نہ ہو سکا یا وہ دنیا میں صرف اس لیے ظہور پذیر ہوئے تھے کہ وہ یہ داستان غم بیان کریں اور غائب ہو جائیں یا یہ کوئی فرضی نام ہیں اور پس پردہ بولنے والا کوئی اور ہے اور غالب گمان یہی ہے کہ یہ نامعلوم افراد اس روایت کے ہیرو ہیں۔

اب صرف ایک ایسی ہستی باقی رہ جاتی ہے جس کا کچھ اتا پتا ہمیں معلوم ہے اور اس ہستی کا نام ہے علی بن زید بن جدعان تو اس کا حال پیش خدمت ہے۔

علی بن زید بن جدعان ۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے علی بن زید بن عبداللہ بن زہیر بن جدعان اس کی کنیت ابوالحسن ہے قریش خاندان کی شاخ بنو تیم سے تعلق رکھتا ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ علمائے تابعین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ بخاری کے علاوہ تمام محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ یہ صحابہ میں سے حضرت انسؓ۔ ابو عثمان النہدی اور سعید بن المسیب سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس کے معاملہ میں علمائے محدثین کا اختلاف ہے۔

جریری کا بیان ہے کہ بصرہ کے تین فقہا اچانک نابینا ہو گئے۔ علی بن زید۔ قتادہ اور اشعث الحدانی

منصور بن زاذان کہتے ہیں کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو ہم نے علی بن زید سے درخواست کی کہ اب آپ حسن کی جگہ سنبھالئے۔ موسیٰ بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں نے حماد بن سلمہ سے کہا کہ وہیب کا خیال ہے کہ علی بن زید کا حافظ درست نہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہیب میں خود اتنی قدرت نہیں کہ وہ علی بن زید کی موجودگی میں لوگوں کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر گفتگو کر سکے۔ علی بن زید تو سب کے سامنے بیٹھ کر مسائل پر بولتا ہے۔

ترمذی کا قول ہے کہ علی بن زید سچا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں ہم سے فلاں حدیث علی بن زید نے اپنے دماغ کے سٹھیانے سے پہلے بیان کی اور ابن عیینہ تو اسے ضعیف کہا کرتے تھے۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ ہمیں علی بن زید نے خبر دی اور وہ حدیثیں اپنی مرضی سے تبدیل بیان کیا کرتا تھا۔

فلاس کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان اس کی حدیث سے دور بھاگتے۔ یزید بن زریع کا قول ہے کہ علی بن زید رافضی تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں علی بن زید ضعیف ہے۔ عثمان بن سعید نے یحییٰ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ قوی نہیں اور عباس نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ یہ کچھ نہیں

احمد عجلی کہتے ہیں یہ قوی نہیں۔ یہ تو شیعہ تھا۔ بخاری اور ابو حاتم کہتے ہیں اس کی حدیث حجت نہیں نسائی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں اس کی عقل جواب دے گئی تھی۔ اور ابن خزیمہ کا فرمان ہے کہ میں اس کی حدیث کو حجت نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کا حافظہ خراب تھا۔

ابن عدی اور ذہبی نے اس کی کئی روایات کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۹

آخری بات یہ ہے کہ یہ روایت خود اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ہے اور ایک مزے کی بات ہم اپنے قارئین کو بتا دیں کہ یہ بیچارہ ابن عباس کو کہاں سے دیکھتا اور ان سے کیسے روایت کرتا۔ ان سے تو اس کے استاد حسن بصری نے بھی ملاقات نہیں کی۔ یہ روایت خود اس کی اڑائی ہوئی ایک گپ ہے۔

حسن و حسین جہاں پیشاب کرتے وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نماز پڑھتے جہاں حسن و حسین پیشاب کرتے۔ ام المومنین سے اس سلسلہ میں جب سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ اللہ کی غرض سے سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ کے مقام کو پاک کر

دیتا ہے۔ حتیٰ کہ نیچے تک وہ ساتوں زمینوں کا حصہ پاک ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں زمین کو پاک کرنے کی جو صورت بیان کی گئی ہے وہ تو عام ہے۔ اس کے لئے یہ تو کوئی ضروری نہیں کہ وہاں پہلے پیشاب کرایا جائے اور بعد میں نماز پڑھی جائے۔ شیعہ برادری کو چاہئے کہ وہ کسی سید کے بچہ کو پکڑ کر وہاں اوّل پیشاب کرائیں اور پھر نماز پڑھیں لیکن یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ وہ سیّد زادہ سنّی ہو ورنہ زمین ہرگز پاک نہ ہوگی۔

قارئین کرام آپ حضرات ذرا اس ذہنیت پر غور فرمائیں کہ سبائی اس مقام پر پیشاب کرانا چاہتے ہیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے۔ اب خواہ وہ مسجد نبوی ہو یا بیت عائشہ ہو۔ جسے آجکل سنیوں کی زبان میں گنبد خضرا کہا جاتا ہے۔ ملت سبائیہ ان ہر دو مقامات پر پیشاب کرنا چاہتی ہے اور سنّی حضرات بے غیرتی کا جامہ پہن کر پھر بھی سبائیوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے رہتے ہیں۔

امام ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صریح جھوٹ ہے۔ اس روایت کو بزیغ کے علاوہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

بزیغ بن حسّان ۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ اس کی احادیث منکر ہوتی ہیں اور اس کی بیان کردہ روایت میں کوئی دوسرا اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ دارقطنی کہتے ہیں متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ ابونعیم اس بزیغ کو بہت برا بھلا کہتے اور اس کی روایات سے بچنے کو واجب قرار دیتے۔ موضوعات ج ۱ ص ۹۳

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ بزیغ بن حسان اعمش سے روایت کرتا ہے۔ اس کی کنیت ابوالخلیل ہے۔ اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ ثقہ راویوں سے موضوع احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں اس کی روایات اسی قسم کی منکر ہوتی ہیں۔ میزان ج ۱ ص ۳۰۶

اس روایت میں بلحاظ سند اور بھی نقائص موجود ہیں لیکن ان نقائص میں سب سے بڑا نقص بزیغ کا وجود ہے اور اہل عراق نے متعدد کہانیاں وضع کر کے ہشام کی جانب منسوب کر کے پھیلائی ہیں۔ گویا یہ روایت عراقی ٹکسال میں تیار ہوئی اور سبائیوں نے اس روایت کو اپنی کتابوں

Marfat.com

میں جگہ دی۔

حضرت حسینؓ ۶۰ھ میں قتل ہونگے

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسینؓ بن علی میری ہجرت سے ساٹھویں سال کی ابتداء میں قتل ہونگے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۲

اسمٰعیل بن ابان۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔ اس کا راوی اسمٰعیل بن ابان الغنوی الکوفی الخیاط ہے۔ یحیٰی بن معین کا فرمان ہے کہ یہ کذاب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں یہ فطر وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ بخاری کا قول ہے اسے احمدؒ اور دیگر محدثین نے ترک کر دیا ہے۔ ابن حبانؒ کا بیان ہے کہ یہ احادیث وضع کر کے انھیں ثقہ راویوں کی جانب منسوب کرتا ہے (گویا یہ روایت موضوع ہے) مسلم اور نسائی کہتے ہیں متروک الحدیث ہے۔

اس اسمٰعیل نے یہ روایت حبانؒ بن علی کے واسطہ سے سعدؒ بن طریف سے نقل کی ہے اور وہ ابو جعفر الباقر سے نقل کرتا ہے اور باقر حضرت ام سلمہؓ سے۔ میزان ج ۱ ص ۲۱۱

سعد بن طریف۔ ذہبی لکھتے ہیں یہ سعدؒ بن طریف بھی واہی انسان ہے۔ سیوطی کہتے ہیں یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا واضع سعدؒ بن طریف ہے۔ اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ ج ۱ ص ۳۹۱ یحیٰی بن معین کا قول ہے کہ اس سعدؒ بن طریف کی روایات بیان کرنا کسی کے لئے حلال نہیں۔ احمدؒ اور ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ ضعیف الحدیث ہے۔ نسائی اور دارقطنی کا قول ہے کہ متروک ہے۔ ابن حبانؒ کہتے ہیں یہ تو فی البدیہہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ فلاسؒ کہتے ہیں ضعیف ہے اور غالی شیعہ ہے۔ بخاری کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۲

حبان بن علی۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کا تیسرا راوی حبانؒ بن علی بھی ایک واہی انسان ہے۔ علیؒ بن المدینی کا بیان ہے کہ یہ دو بھائی ہیں۔ حبانؒ اور مندلؒ میں ان دونوں کی روایات نہیں لیتا۔ دارقطنی کا قول ہے کہ ہر دو ضعیف ہیں۔ ابو زرعہؒ کہتے ہیں حبانؒ کمزور ہے اور نسائیؒ کا قول ہے کہ ضعیف ہے۔ میزان ج ۱ ص ۴۴۹

Marfat.com

سعد بن طریف نامی رافضی نے یہ روایت اپنے امام باقرؒ سے نقل کی ہے اور باقر نے حضرت ام سلمہؓ سے حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا۔ اگرچہ بعض حضرات کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۱ھ میں ہوا اور انھوں نے دلیل کے طور پر حضرت حسینؓ کے قتل کے سلسلے میں ان سے جو فرضی خواب مروی ہے وہ پیش کئے اور جناب باقر بقول ملا باقر مجلسی ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ گویا انھوں نے حضرت ام سلمہؓ سے یہ روایت اس وقت سُنی جب وہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ پی رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ روایت منقطع بھی ہے اور یہ جناب باقر اور حضرت ام سلمہؓ پر سعد بن طریف کا جھوٹ بھی ہے۔

اور یہ بھی ایک جھوٹ ہے کہ حضرت حسین ۶۰ھ میں قتل ہوئے۔ اسلئے کہ ماہ رجب ۶۰ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہے اور ان کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ ہوا۔ اور حضرت حسینؓ ۶۱ھ میں قتل ہوئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے اور کوئی سنّی اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس روایت کے پردے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرا تو نہیں کیا گیا۔

خطبہ چھوڑ کر حسن وحسین کو گود میں اٹھانا

حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسن وحسین آگئے۔ وہ دونوں سرخ رنگ کے قمیص پہنے تھے اور گرتے پڑتے آرہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اترے اور انھیں گود میں اٹھا لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ یقیناً تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میری نظر ان دونوں بچوں پر پڑی جو گرتے پڑتے آرہے تھے تو میں برداشت نہ کر سکا اور میں نے اپنی بات قطع کر کے انھیں اٹھا لیا۔ ترمذی کہتے ہیں یہ روایت حسین بن واقد کی سند سے حسن غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ابن کثیر لکھتے ہیں یہ روایت امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حسین بن واقد سے نقل کی ہے۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۸ صفحہ ۲۰۵

Marfat.com

امام ترمذی نے حسین بن واقد کے باعث اس روایت کو حسن قرار دیا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسے حسین کے علاوہ کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ اس حسین نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے نقل کی ہے اور اس حسین سے یہ داستان نقل کرنے والا اسی کا بیٹا علی بن حسین ہے۔ اس لحاظ سے اس روایت کی اصل حیثیت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک ان تینوں کا تجزیہ نہ کیا جائے تو سب سے اول حسین بن واقد کا چہرہ مہرہ دیکھیں۔ بعد میں کسی اور کے خد و خال دیکھیں گے۔

حسین بن واقد۔ حافظ ابن حجر رقم طراز ہیں۔ اس کی کنیت ابو عبداللہ ہے قاضی ہے۔ ثقہ ہے لیکن اسے وہم ہوتا ہے۔ تقریب ص۷۵

حافظ ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ حسین مروزی ہے۔ عبداللہ بن بریدہ وغیرہ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ اس سے ابن مبارک، اسحٰق بن الحسن بن شقیق اور اس کے دونوں بیٹے علی اور علاء روایت کرتے ہیں۔ بخاری کے سوا خمسہ نے اس سے روایات لی ہیں۔

یہ مرو کا قاضی تھا اور اپنا سامان خود اٹھا کر لاتا۔ ابن معین وغیرہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔ امام احمد نے اس کی بعض روایت کو منکر قرار دیا بلکہ روایات سن کر انکار میں اپنا سر ہلانے لگے۔ گویا انھوں نے اس کی روایات کو پسند نہیں کیا۔ ذہبی نے اس کی ایک روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ میزان ص۱۲۱

گویا اس حسین کی ذات پر بجز امام احمد کے کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ اب آئیے اس کے استاد عبداللہ بن بریدہ کی جانب۔

عبداللہ بن بریدہ۔ حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے۔ تو یہ اسلم سے تعلق رکھتا ہے ثقہ ہے۔ ۱۰۵ھ یا ۱۱۵ھ میں سو سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا۔ تمام صحاح ستہ میں اس کی روایات پائی جاتی ہیں۔ تقریب ص۱۶۸

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن بریدہ ثقہ تابعین میں سے ہے۔ ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے اسے صحیح کہا ہے لیکن وکیع

Marfat.com

کہتے ہیں کہ اس کا بھائی سلیمانؔ اس سے بہتر ہے کیونکہ محدثین کہتے ہیں کہ سلیمان کی حدیث زیادہ بہتر ہوتی ہے۔

عقیلیؔ نے احمدؔ بن محمد بن ہانی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمدؔ سے حضرت بریدہؓ کی احادیث کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر حضرت بریدہؓ سے ان کا بیٹا سلیمانؔ حدیث روایت کرے تو اس کے بارے میں میرے دل میں کوئی شک نہیں لیکن جب عبداللہ روایت کرے۔ یہ کہہ کر امام احمد خاموش ہوگئے۔

اور عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمدؔ سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد نقل کرے وہ بے پناہ منکر ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ روایات جو ابو المنیب نقل کرے۔ میزان ج ۲ ص ۳۹۶

ابن ابی حاتم نے تحریر کیا ہے کہ مجھے عبداللہ بن احمد نے یہ لکھ کر بھیجا کہ میرے والد نے فرمایا۔ عبداللہ بن بریدہ کی وہ احادیث جو حسین بن واقد اس سے نقل کرے وہ از حد منکر ہوتی ہیں الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۱۳

اب کھل کر حقیقت سامنے آگئی کہ عبداللہؔ بن بریدہ کی وہ تمام روایات منکر ہوتی ہیں جو اس سے حسینؔ بن واقد نقل کرتا ہے اور یہ روایت بھی عبداللہؔ بن بریدہ کی ہے اور اسے بھی عبداللہ سے حسینؔ نقل کر رہا ہے لہذا یہ روایت منکر ہے۔

حسینؔ سے یہ روایت نقل کرنیوالا اس کا بیٹا علی بن حسینؔ ہے۔ ذرا اس کے بھی خد و خال ملاحظہ فرمائیں۔

علی بن حسین بن واقد - حافظ ابن حجر لکھتے ہیں گو سچا ہے لیکن وہم کا مریض ہے۔ بخاریؔ و مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے اس سے روایات لی ہیں۔ تقریب ص ۲۴۵

حافظ ذہبیؔ لکھتے ہیں۔

یہ سچا ہے۔ اپنے باپ حسینؔ اور ابو حمزۃؔ السکری سے روایات نقل کرتا ہے۔ عقیلیؔ کہتے ہیں

رہتی تھا۔ بخاری لکھتے ہیں کہ ۱۱۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ اور ابو حاتم کہتے ہیں ضعیف الحدیث ہے۔ میزان ج ۲ صہ ۱۲۳

گویا اس روایت میں اصل خرابی عبداللہ بن بریدہ کی جانب سے ظاہر ہو رہی ہے جو حضرت بریدہؓ صحابی کا بیٹا ہے اور ان سے یہ روایت نقل کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک امام احمد کا فیصلہ قطعی طور پر درست ہے۔ اور یہ روایت عبداللہ بن بریدہ کی منکرات میں داخل ہے۔

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں

یعلیٰ بن مرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں، اللہ اس سے محبت فرمائے۔ جو حسینؓ سے محبت کرے۔ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔ ترمذی ج ۲ صہ ۲۴۲

اس روایت کو یعلی بن مرہؓ سے سعید بن راشد نے نقل کیا ہے اور سعید سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم نے۔ اس سے اسمٰعیل بن عیاش نے۔ امام احمد نے۔ اس روایت کو وہیب کے ذریعہ عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے روایت کیا ہے۔

گویا اس روایت کا اصل دارومدار دو راویوں پر ہے۔ سعید بن راشد اور عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ اس عبداللہ سے نقل کرنے والے دو افراد ہیں۔ اسمٰعیل بن ابی عیاش اور وہیب لہذا سب سے اول سعید بن راشد کا حال ملاحظہ ہو۔

سعید بن راشد۔ نسائی لکھتے ہیں اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے متروک ہے۔ عطا سے روایت کرتا ہے۔ الضعفاء والمتروکین للنسائی صہ ۵۲

دار قطنی لکھتے ہیں یہ سعید بن راشد ابو محمد السماک المازنی ہے۔ بصرہ کا باشندہ ہے۔ عطا اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ ضعیف ہے۔ الضعفاء والمتروکین للدارقطنی۔ صہ ۱۰۲

امام بخاری لکھتے ہیں۔ سعید بن راشد ابو محمد المازنی ہے۔ سماک کے لقب سے مشہور ہے۔

بصری ہے۔ قتادہ اور زہری سے روایت کرتا ہے۔ منکر الحدیث ہے۔ الضعفاء الصغیر ص ۵۰

امام ذہبی فرماتے ہیں۔ اس سعید بن راشد نے یعلیٰ بن مرہ سے صرف ایک روایت نقل کی ہے جسے ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اسے ابن ابی راشد بھی کہا جاتا ہے۔ میزان ج ۲ ص ۱۲۵

عبدالرحمن بن ابی حاتم رقم طراز ہیں۔ یہ سعید بن راشد سماک کہلاتا ہے۔ اس کی کنیت ابو محمد ہے۔ قبیلہ مازن سے تعلق رکھتا ہے۔ عطاء، حسن، ابن سیرین اور زہری سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے مروان بن معاویہ الفزاری وغیرہ احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے اس کے بارے میں اپنے والد سے پوچھا۔ فرمایا ضعیف الحدیث ہے منکر الحدیث ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۴۹

ان تمام تفصیلات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سعید بن راشد قطعاً ناقابل قبول ہے اور یہ تابعین سے روایت کرتا ہے۔ اس نے کسی صحابی سے کوئی روایت نقل نہیں کی۔ لہٰذا سعید حضرت یعلیٰؓ سے جو یہ حدیث نقل کر رہا ہے اس نے درمیان سے راوی گرایا ہے اور یہ روایت منقطع ہے اور یہ روایت حسن نہیں بلکہ منکر ہے۔

عبداللہ بن عثمان بن خثیم۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ یہ مکہ کا باشندہ ہے۔ قاری ہے۔ اس کی کنیت ابوعثمان ہے۔ سچا ہے۔ ۱۳۲ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ بخاری کے علاوہ تمام کتابوں میں اس کی روایت پائی جاتی ہے۔ تقریب ص ۱۸۱

حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔

احمد بن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن عثمان ثقہ ہے حجت ہے لیکن ابن المدینی کا بیان یہ ہے کہ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث قوی نہیں۔ فلاس کا بیان ہے کہ عبدالرحمن بن مہدی اس کی حدیث بیان نہ کرتے۔ ابوحاتم کا بیان ہے اس کی حدیث اچھی ہوتی ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایک بار فرمایا اس کی حدیث حجت نہیں۔ نسائی نے اس کی روایات نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی حدیث کمزور ہوتی ہے۔ میزان ج ۲ ص ۴۶

ہمارے خیال میں اس روایت پر اتنی بحث بہت کافی ہے ورنہ ترمذی کی سند میں اسمٰعیل

Marfat.com

بن ابی عیاش بھی ضعیف ہے اور مسند احمد کی سند میں وہب بن جریر ہے اور اس سے عفان حدیث روایت کر رہا ہے حالانکہ خود عفان نے وہب کو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

معنوی لحاظ سے بھی اس روایت میں دو خامیاں ہیں۔

۱- یہ امر تو واضح ہے کہ حضرت حسینؓ حضور سے ہیں یعنی حضور کے خون سے ہیں لیکن یہ کہنا کہ میں حسینؓ سے ہوں تو آپ حضرت حسین کے خون سے پیدا نہیں ہوئے۔ اس لحاظ سے یہ جملہ انتہائی لغو ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لغویات نہیں فرما سکتے۔

۲- حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں تو حضرت حسنؓ کا کیا قصور ہے جو انھیں سبط قرار نہیں دیا گیا اور پھر اس روایت میں صرف حضرت حسینؓ کی محبت کا ذکر کیا گیا ہے اور حضرت حسنؓ کا کوئی ذکر نہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں خالص سبائیت پائی جاتی ہے۔

اور اسباط سبط کی جمع ہے اور سبط پوتے کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی — اور اسباط اور وہ چیزیں جو موسیٰ و عیسیٰ دئے گئے۔

تو اس معنی کی رو سے حضرت موسیٰؑ حضرت یوسفؑ حضرت داؤدؑ حضرت سلیمانؑ اور دیگر انبیاء حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں سے نہ تھے بلکہ ان کی بیٹی کی اولاد ہیں۔ قربان جائے معنی کی اس تبدیلی پر۔

حسن و حسین کو سونگھنا

یوسف بن ابراہیم کا بیان ہے کہ اس نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا حسن و حسین۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں آپ فاطمہؓ سے فرماتے میرے بیٹوں کو بلا۔ جب وہ انھیں بلاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سونگھتے اور انھیں خود سے چمٹاتے۔ ترمذی کہتے ہیں حضرت انسؓ سے یہ حدیث غریب ہے۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱

اس روایت کو حضرت انسؓ سے یوسف بن ابراہیم کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا۔ اسی باعث

Marfat.com

ترمذی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔

اس یوسف بن ابراہیم کی روایات ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم تمیمی اسکی کنیت ابوشیبۃ الجوہری ہے۔ واسط کا باشندہ ہے ضعیف ہے تقریب التہذیب ص ۳۸۸

حافظ ذہبی تحریر فرماتے ہیں۔

یوسف بن ابراہیم التمیمی ابوشیبہ یہ اپنے لقب اللآل سے مشہور ہے۔ حضرت انسؓ سے احادیث روایت کرتا ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں یہ حضرت انسؓ کے نام سے ایسی احادیث بیان کرتا ہے جو حضرت انسؓ نے کبھی بیان نہیں کیں۔ اس کی تو روایت بیان کرنا حلال نہیں۔

ابوحاتم رازی کہتے ہیں ضعیف ہے عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔

امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں اس اللآل کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ یہ عجیب عجیب کہانیاں بیان کرتا ہے۔ گویا امام بخاری اور ابوحاتم رازی کے نزدیک یہ روایت ایک کہانی ہے۔

ابواحمد الحاکم کہتے ہیں یہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ میزان الاعتدال ج ۴ ص ۴۶۱

عبدالرحمن بن ابی حاتم لکھتے ہیں۔

یہ یوسف بن ابراہیم بصرہ کا باشندہ ہے۔ حضرت انسؓ سے حدیث روایت کرتا ہے۔ اس سے عقبہ بن خالد، ابوقتیبہ، عبدالحمید الحمانی، اسمٰعیل بن عبدالاعلیٰ الغزی، علاء بن الحسین اور یزید الصدائی احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل مجھے میرے والد نے بتائی۔ میں نے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا۔

ضعیف الحدیث منکر الحدیث عندہ عجائب۔ الجرح والتعدیل ج ۹ ص ۲۱۹

ضعیف الحدیث ہے۔ منکرالحدیث ہے اس کے پاس عجیب عجیب کہانیاں ہیں۔

ابن عباسؓ کا ایک اور خواب

(سلسلہ قتل حسینؓ)

حافظ ابن کثیر نے امام احمد کے حوالہ سے ابن عباسؓ کا ایک اور خواب نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ آپ کا جسم غبار آلود ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں آج صبح سے اسے جمع کر رہا تھا۔

عمار راوی کا بیان ہے کہ جب ہم نے حساب لگایا تو یہ خواب اسی روز دیکھا گیا تھا جس روز حضرت حسین قتل ہوئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

تفرد بہ احمد و اسنادہ قوی	اسے صرف احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔
البدایۃ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۲۰۲	

اس لحاظ سے تو بے شک یہ روایت قوی الاسناد ہے کہ اس کے کسی راوی پر کسی محدث نے یہ اعتراض نہیں کیا کہ وہ ثقہ نہیں ہے لیکن اس کے دو راویوں پر اور قسم کے اعتراضات ہیں۔

اوّل اعتراض اس کے پہلے راوی عمار بن ابی عمار پر ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں یہ سچا ہے لیکن اکثر غلطیاں کرتا ہے۔ تقریب صفحہ ۲۰۰

۲۔ عمار سے اسے نقل کرنے والے حماد بن سلمہ ہیں۔ ان کی جلالت شان، زہد تقویٰ، عبادت اور حدیث سے واقفیت تامہ پر کسی نے انگلیاں نہیں اٹھائیں لیکن انہیں وہم بھی ہوتا تھا اور ان سے اس قسم کی منکر روایات بھی مروی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے پروردگار کو ایک بے داڑھی موچھ کے لونڈے کی صورت میں دیکھا جو سبز حلہ پہنے ہوئے تھا۔ اس کے پاؤں پر موتیوں کا پردہ پڑا ہوا تھا وغیر ذلک۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا ایک لڑکا تھا جو ان کے زیر کفالت تھا۔ اسے ابن ابی العوجاء کہا جاتا تھا۔ وہ ان کے مسودات میں اپنی جانب سے روایات شامل کرتا رہتا۔ اور اسی باعث بخاریؒ نے ان سے روایت نہیں لی۔ ایسی صورت میں یہ روایت اس قابل ہے کہ اسے حماد بن سلمہ کی منکرات میں شامل کیا جائے اور علی الخصوص جب اس روایت پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ ان کے ساتھیوں کا خون بھی جمع کیا گیا تھا تو ان کے ساتھ متعدد کوفہ کے سبائی بھی تھے تو کیا وہ بھی اس بلند مقام پر فائز تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا خون بھی جمع کرتے پھریں۔

اب آپ حضرات خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس کہانی کا مقصود کیا ہے۔

اسی قسم کا ایک خواب پہلے بھی ابن عباسؓ مدینہ میں دیکھ چکے ہیں۔ اب یہ دوسرا خواب ہے جو ابن عباسؓ کسی نامعلوم مقام پر دیکھ رہے ہیں۔

ایک ساتھ پانچ سجدے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ سجدے فرمائے جن میں کوئی رکوع نہ تھا اور فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے۔ انھوں نے فرمایا اے محمدؐ یقیناً آپ کا پروردگار فاطمہؓ سے محبت کرتا ہے۔ لہٰذا اے نبی سجدہ کیجئے تو میں نے سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ حسنؓ و حسینؓ سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے پھر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ جو ان دونوں سے محبت رکھے اور جو ان سے بغض رکھے ان سے بغض رکھتا ہے۔ میزان ج ۲ صفحہ ۱۲

جونکہ شیعوں کا عقیدہ پنج تن کے ارد گرد گھومتا ہے اس لیے سجدات کی تعداد بھی پانچ ہونی لازم تھی لیکن ہمیں افسوس یہ ہے کہ ابتدائے روایت میں راوی نے پانچ سجدوں کا دعویٰ تو کیا لیکن جب تفصیل بیان کی تو صرف دو سجدے رہ گئے اور حسنؓ حسینؓ کو صرف ایک ہی سجدہ میں فارغ کر دیا گیا کیونکہ مذہب سبائیہ میں حضرت حسنؓ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے بجائے دو سجدوں کے ایک سجدہ کم کیا اور حیرت اس پر ہے کہ راوی حضرت علیؓ کو بھی بھول گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار صرف تین

شخصوں کے لئے فرمایا۔ فاطمہؓ اور حسن و حسین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کھدیا گیا۔

ان عقل کے کوروں سے کوئی یہ سوال کرے کہ یہ کیا کہ پانچ سجدے کئے جن میں کوئی رکوع نہ تھا" کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا سجدوں کے درمیان رکوع بھی ہوتا ہے یا ہر سجدہ کے لئے رکوع لازم ہے لہٰذا رکوع کی نفی ایک لایعنی امر ہے۔

حسینؑ کی محبت اور حسینؑ کا بغض یہ بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ جس شخص کو حضرت حسنؑ کے اس فعل سے محبت ہوگی کہ انھوں نے مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائی اور اتنی بڑی قربانی پیش کی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ لازماً ایسا شخص حضرت حسینؑ کے اس اقدام کو اچھی نظر سے نہیں دیکھے گا جو انھوں نے یزید کے خلاف اختیار کیا اور جو حضرت حسینؑ کے اس اقدام کو مستحسن سمجھے گا وہ حضرت حسنؑ کے اقدام کو ہرگز بھی اچھا نہیں سمجھ سکتا بلکہ وہ تو انھیں۔ مسود وجوہ المؤمنین یعنی مؤمنین کے چہروں پر سیاہی ملنے والا اور مذل وجوہ المؤمنین اور مؤمنین کے چہروں کو ذلیل کرنے والا کے خطاب سے نوازے گا۔

جہاں تک اس کی سند کا تعلق ہے تو اس کا راوی سامری ہے۔ اس کا خاکہ حافظ ذہبیؒ نے کچھ اس طرح کھینچا ہے۔

سامری ۔ اس کا نام عبداللہ بن حفص الوکیل ہے۔ سامری کے لقب سے مشہور تھا۔ اسے ضریر بھی کہتے ہیں یعنی چوندھا۔ گویا یہ آنکھوں کے ساتھ ساتھ عقل کا اندھا بھی تھا اور سامری ہونے کے ناتے اس نے نئی قسم کی گوسالے تیار کئے تھے۔ ابن عدی کہتے ہیں۔ میں نے اس کی کچھ روایات لکھی تھیں۔ یہ حدیث کا چور تھا۔ دوسروں کی جھوٹی روایات نئی سندات سے پھیلاتا۔ اس نے مجھے کچھ روایات سنائیں جن کے موضوع ہونے میں مجھے کوئی شک نہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں ابن عدیؒ کو اپنی کامل میں ایسے دجال بے بصیرت اور بصارت کے اندھے کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد اسی قسم کے لوگوں کے سلسلے میں ہے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ   جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا

فی الآخرۃ اعمٰی و اضل سبیلاً ہوگا اور راہ سے بھی گمراہ ہوگا۔

ایسے دجّالہ کی موجودگی میں کسی اور راوی پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح یہ روایت جھوٹی ہے تو یقیناً اوپر کے راویوں کے نام بھی جھوٹ ہوں گے کیونکہ جھوٹ ان لوگوں کا مذہب ہے اور اس کا ثبوت خود اس کی ایک اور روایت ہے۔ جو غالباً سنیوں کو خوش کرنے کے لئے اس نے وضع کی ہوگی وہ ہمارے قارئین بھی ملاحظہ فرمالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں میدان حشر میں دس سال تک معاویہؓ کو تلاش کرتا رہوں گا۔ لیکن وہ مجھے نظر نہ آئیں گے۔ اچانک اسی سال بعد وہ ایک مشک کی اونٹنی پر سوار نظر آئیں گے جس کا کجاوہ رحمت کا ہوگا اور اس کے پائے زبرجد کے ہونگے۔ ملاقات کے بعد وہ بتائیں گے کہ میں عرش الٰہی کے نیچے ایک باغیچہ میں بیٹھا اپنے پروردگار سے سرگوشیاں کر رہا تھا اور وہ مجھ سے سرگوشیاں کر رہا تھا۔ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہؓ میں نے تجھے یہ درجہ اس لیے دیا ہے کہ دنیا میں تجھے لوگوں نے بہت برا کہا۔ میزان ج صفحہ ۱/۳

ہمارا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ سے زیادہ ان کے بیٹے یزید کو برا کہا جاتا ہے۔ لہذا موجودہ سامریوں کو چاہیے کہ ایک روایت فضیلت یزید میں بھی وضع کر دی جائے... کیونکہ تقیہ بازوں کی روش ہمیشہ یہی رہی ہے۔

یہاں ہم ساتھ ساتھ اپنے قارئین کو یہ بھی بتا دیں کہ یہ پانچ سجدوں والی روایت اس سامری نے سوید بن سعید سے نقل کی ہے اور سوید بھی محدثین کے یہاں کوئی پسندیدہ انسان نہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان ج صفحہ ۲/۲۴۸

جنّت کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ناقل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

Marfat.com

لا الٰہ اللہ محمد رسول اللہ — اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ محمد اللہ کے نبی
علی حب اللہ الحسن والحسین — ... حسن و حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ فاطمہ
صفوۃ اللہ فاطمہ امۃ اللہ علی — اللہ کی باندی ہیں۔ ان سے بغض رکھنے والوں
باغضہم لعنت اللہ میزان ج ۲ ص ۱۱۱ — پر اللہ کی لعنت ہو۔

یہ ہیچ تنی ذارمولا ہے۔ جو اس فارمولے کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر اللہ کی لعنت۔ امام ذہبی یہ روایت بیان کرکے فرماتے ہیں بلکہ اس شخص پر لعنت ہو جس نے یہ روایت وضع کی ہے۔

علی بن احمد المؤدب ۔ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں یہ روایت علی بن احمد المؤدب الحلوانی کے تذکرہ میں نقل کی ہے۔ اس احمد نے جتنی بھی روایات بیان کی ہیں وہ سب اسی قسم کی موضوع روایات ہیں۔ یہ ان میں سب سے بدترین روایت ہے۔ خطیب لکھتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ روایت اسی حلوانی کی وضع کردہ ہے۔ میزان ج ۱ ص ۱۱۱

خطیب بغدادی کا بیان بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں اس نے اوپر کے جو راوی گنائے ہیں۔ یعنی علی بن المدینی۔ وکیع۔ اعمش اور مقری تو ان حضرات کی ذات تو کذب و افتراء سے پاک ہے۔ اس روایت کا ایک اور راوی جابر نامی ہے۔ جس سے اعمش روایت کرتا ہے۔ اس جابر کا پورا نام جابر بن یزید ہے۔

جابر بن یزید الجعفی ۔ یہ جابر فقہ جعفریہ کا ایک ستون ہے۔ اصول کافی اور شیعہ مذہب کی دیگر کتابوں میں جناب باقر کی اکثر روایات اس سے مروی ہیں۔ یہ شخص اپنے کذب و افتراء میں تمام محدثین میں مشہور رہے۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل اور مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کے کذب پر بحث کی ہے لیکن ہم اس کا تفصیلی حال میزان الاعتدال اور شیعوں کی کتاب المرجعات سے نقل کر رہے ہیں۔

زہیر بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر کو یہ کہتے سنا ہے کہ مجھے پچاس ہزار ایسی احادیث یاد ہیں جن میں سے ایک بھی میں نے ابھی تک بیان نہیں کی۔ ایک روز اس نے ایک

Marfat.com

روایت بیان کی۔ وہ کہنے لگا یہ ان پچاس ہزار (مخفی) روایات میں سے ہے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز یہ جابر کہنے لگا۔ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو میں نے کبھی کسی سے بیان نہیں کیں۔ میں نے اس کے اس قول کا تذکرہ ایوب بن ابی تمیمہ سے کیا۔ انھوں نے فرمایا پھر تو وہ پکا جھوٹا ہے۔

عبدالرحمن بن شریک کا بیان ہے کہ میرے والد شریک بن عبداللہ النخعی کے پاس دس ہزار ایسی روایات تھیں جو انھوں نے جابر سے سنی تھیں۔

امام شعبی جو اس جابر کے استاد تصور کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز جابر سے کہا تیری موت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک تو حضور پر جھوٹ نہ بولنے لگے۔ اسمٰعیل بن ابی خالد کا بیان ہے کہ ابھی کچھ روز نہ گذرے تھے کہ لوگ اسے جھوٹا کہنے لگے۔

امام احمد کا قول ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان نے اس جابر کی روایات ترک کردی تھیں اور عبدالرحمن بن مہدی ابتدا میں تو اس کی روایات بیان کرتے لیکن پھر انھوں نے بھی اس کی روایات ترک کردیں اور یحییٰ نے آخر میں بھی ترک کردی تھیں۔

ابو یحییٰ الحمانی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے جتنے علماء اور لوگوں کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے زیادہ فقیہ اور جابر جعفی سے زیادہ کوئی جھوٹا نہیں دیکھا۔ میں اپنی رائے سے کوئی بات کہتا جابر فوراً اس کے لیے ایک حدیث وضع کردیتا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جو اس نے لوگوں پر ظاہر نہیں کیں۔ کیونکہ ان کا تعلق علم باطن سے تھا۔ یہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔

ثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے اس جابر سے احادیث سننے کا ارادہ کیا تو مجھے لیث بن ابی سلیم نے نصیحت کی کہ اس کے پاس نہ جانا کہ وہ کذاب ہے۔

نسائی کہتے ہیں متروک ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ ابو داؤد کہتے ہیں یہ حدیث میں قوی نہیں۔ بخاری کا قول ہے کذاب ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کذاب ہے۔ رافضی ہے۔

Marfat.com

جریر بن عبدالحمید کہتے ہیں جابر جعفی کی حدیث بیان کرنا حلال نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔ یعنی وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت علیؓ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اس عقیدہ کو رجعیہ کہا جاتا ہے۔

یحییٰ بن یعلی المحاربی کہتے ہیں کہ زائدہ نے اس جابر کی روایات اٹھا کر پھینک دیں اور فرمایا یہ جھوٹا ہے۔ رجعت پر ایمان رکھتا ہے۔

ابو شیبہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں کسی وقت اگر جابر کے پاس جاتا اور بارش سے وہ لکڑی کا زمانہ نہ ہوتا تو یہ اپنے حوض کے اردگرد چکر کاٹتا پھر وہ گھر سے لکڑی لے کر آتا اور کہتا کہ یہ میرے باغیچہ کی ہے۔

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں یہ جابر کذاب ہے۔ ابوالاحوص کا بیان ہے کہ میں اس پر گزرتا تو اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتا۔ سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں کرتا کہ مجھے یہ خوف پیدا ہوتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ بطور عذاب مکان کی چھت مجھ پر نہ گرا دے۔ جوزجانی فرماتے ہیں وہ کذاب ہے۔ میں نے امام احمد سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا عبدالرحمن بن مہدی نے اس کی روایات ترک کر کے اطمینان کا سانس لیا۔

ابن حبان کا بیان ہے کہ یہ سبائی تھا۔ رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ جراح بن ملیح کا بیان ہے کہ میرے پاس ستر ہزار احادیث ابوجعفر بن باقر کی ہیں جو انھوں نے حضور سے روایت کی ہیں۔

زائدہ کا بیان ہے کہ یہ صحابہ کو گالیاں دیتا تھا۔ یہ جابر کہا کرتا تھا کہ میں باقر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی پلایا جس سے مجھے چالیس ہزار احادیث و روایات یاد ہو گئیں۔
شہاب بن عباد کا بیان ہے کہ انھوں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ جابر کہا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلایا اور حضور نے جو کچھ سیکھا تھا وہ انھیں سکھا دیا۔ پھر علیؓ نے حسنؓ کو بلا کر یہ سب علم سکھایا۔ حسن نے حسین کو تعلیم دی، پھر حسین نے علی بن حسین یعنی زین العابدین کو ان امور کی تعلیم دی۔ پھر زین العابدین نے باقر کو اور باقر نے جعفر کو تعلیم دی۔ سفیان کہتے ہیں

ہیں نے اسی وجہ سے اس کی روایت چھوڑ دی ۔ کتاب العلل الترمذی، مقدمۂ مسلم ۔ میزان ج ۱ ص ۳۷۹ کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی ص ۲۸ ۔ کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری ص ۲۴

سبائیوں کی زبان میں یہ روایت ہے جو بارہ اماموں تک چلی اور بارہویں امامت قیامت تک چلے گی ۔ صوفیا کی زبان میں اسے علم باطن اور علم سینہ بسینہ کہا جاتا ہے جو ہر گدی نشیں پیر کو ودیعت ہوتا رہا ۔ سبائیوں کے نزدیک یہ قرآن محرف ہے اور حدیث وسنت ناقابل اعتبار ہیں ۔ صوفیاء کے نزدیک یہ علم ظاہر ہے کہ جس کی حیثیت ایک چھلکے سے زیادہ نہیں ۔ اسی لئے متعدد صوفیا کتب احادیث کو دریا برد کرتے رہے تاکہ اس علم ظاہر سے چھٹکارا حاصل ہو ۔ بعض صوفیاء اس کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے ۔ پھر ہر باطن کا ایک باطن ہوتا ہے پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے اور پھر اس باطن کا بھی ایک باطن ہوتا ہے ۔ یہ تصور رومی نے اپنی مثنوی میں پیش کیا ہے ۔ اعاذنا اللہ من هذا الشر العظیم ۔

حضرت حسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ حسنؓ سینے سے اوپر کے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے لیکن حسینؓ بن علی نچلے حصہ میں حضور کے مشابہ تھے ۔ ترمذیؒ کا بیان ہے کہ یہ روایت حسن غریب ہے ۔

ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲

اول تو اس روایت کے جواب کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ روایت خبر واحد اور حسن ہے ۔ جبکہ خود ترمذیؒ نے صحیح اور مشہور روایت یہ نقل کی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے زیادہ حضور کے کوئی مشابہ نہ تھا ۔ یہ روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے اور اسے ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے ۔ نیز ابو جحیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور حسنؓ بن علیؓ آپ کے مشابہ تھے ۔ اس روایت کو بھی ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے ۔

نیز ترمذیؒ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس قسم کی روایات کہ حسنؓ بن علیؓ حضور کے مشابہ تھے ۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بھی مروی ہیں۔

حضرت علیؓ کی مذکورہ روایت میں سارا فساد عبیداللہ بن موسیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ یہ عبیداللہ قبیلہ عبس سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کوفہ کا باشندہ ہے۔ بخاری اور تمام صحاح نے اس سے روایات لی ہیں۔

ذہبی لکھتے ہیں اگرچہ یہ بظاہر معتبر رہے لیکن آگ لگانے والا شیعہ ہے (جس کی یہ بیّن مثال موجود ہے) لیکن یحییٰ بن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں ثقہ ہے۔ لیکن ابو حاتم یہ بھی کہتے ہیں کہ ابو نعیم اس سے بہتر ہے۔

احمد بن عبداللہ العجلی کا بیان ہے کہ قرآن کا زبردست عالم تھا۔ میں نے اسے کبھی سر اٹھائے ہنستے نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔ یہ تو آگ لگانے والا شیعہ ہے۔

میمونی نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ عبیداللہ اوّل تو احادیث میں خلط ملط کرتا۔ دوسرے بدترین قسم کی روایات بیان کرتا اور تمام شیعی آفات اسی کی پیدا کردہ ہیں۔ میں نے اسے مکہ میں دیکھا لیکن میں نے اس سے روایت لینا پسند نہیں کیا۔ ایک محدث نے ان سے دریافت کیا۔ میں اس سے احادیث سنوں تو امام احمد نے اس سے منع فرما دیا۔ میزان ج ۳ ص ۱۶

گویا عبیداللہ نے اصل روایت میں کہ حضرت حسنؓ حضورؐ کے مشابہ تھے۔ تبدیلی کر کے حضرت حسینؓ کو زبردستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ قرار دیا۔ اور اس طرح یہ روایت وجود میں آئی۔

حضرت حسینؓ کے قتل کی پیشین گوئی

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی اور ام سلمہؓ سے فرمایا۔ ذرا دروازے کی حفاظت کرنا کوئی اندر نہ آنے پائے۔

Marfat.com

لیکن اتنے میں حسینؓ بن علیؓ آئے اور اچھل کر اندر داخل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھے پر چڑھنا شروع کیا۔ اس فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس فرشتہ نے کہا آپ کی امّت اسے قتل کرے گی۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ مقام دکھاؤں جہاں یہ قتل کئے جائیں گے پھر فرشتے نے ہاتھ مارا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ مٹی دکھائی۔ ام سلمہؓ نے اس مٹی کو لے کر اپنے کپڑے کے کنارے سے باندھ لیا۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ہم اسی وقت سے سنتے آئے تھے کہ حسین بن علیؓ کربلا میں قتل کئے جائیں گے۔ مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۶۵

غالباً حضرت انسؓ یہ قصہ بیان کرنے کے لئے اس وقت ابن زیاد کے پاس بیٹھے تھے۔ جب بقول راوی حضرت حسین کا سر ابن زیاد کے پاس پہنچا تھا جیسا کہ بخاری میں اس کی تشریح موجود ہے تو ہو سکتا ہے کہ انھیں حضرت حسینؓ کا سر دیکھ کر یہ قصہ یاد آ گیا ہو۔ اور پہلے حضرت انسؓ بھول گئے ہوں۔ لیکن ہمیں حیرت اس پر ہے کہ اس وقت جتنے بھی صحابہ حیات تھے۔ ان میں سے ایک شخص نے بھی حضرت حسینؓ کا ساتھ نہیں دیا۔ مثلاً آپ کے چچازاد بھائی عبد اللہ بن جعفرؓ آپ کے چچا عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ جو خود صحابی رسول تھے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ بھی ابن زیاد کے پاس بیٹھے رہے۔

ہم پہلے حصہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت حسینؓ ۹ھ میں پیدا ہوئے اور جب حضور کی وفات ہوئی تو ان کی عمر دو سال دو ماہ تھی لیکن اتنی عمر میں اچھل کر اندر داخل ہونا اور ام سلمہؓ کے ہاتھ نہ آنا یہ بھی ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

اور سب سے بڑا عجوبہ یہ ہے کہ ام سلمہؓ فرشتے کو آتے اور حضور سے ہم کلام ہوتے دیکھ رہی ہیں۔ آج تک تو ہم یہ سنتے آئے تھے کہ فرشتہ بھی آپ کے پاس انسانی صورت میں آتا تھا لیکن وہ ایسی صورت میں آیا کہ ام سلمہؓ اسے دیکھ کر پہچان گئیں کہ یہ فرشتہ ہی ہے۔

نیز فرشتے نے وعدہ تو زمین دکھانے کا کیا لیکن خالی مٹی پکڑا کر چلا گیا۔ اب کیا خبر وہ مٹی

Marfat.com

کس جگہ کی ہوگی۔ اور وہ ایسا کونسا فرشتہ تھا جو زمین دکھانے کے بجائے خالی مٹی دکھا رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جگہ اس لئے نہ دکھائی ہو کہ اس وقت اس جگہ پر ایرانی برادری کا قبضہ تھا۔ ہمیں تو صرف دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ واقعہ پیش بھی آیا تھا یا نہیں۔ روائتی لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے۔

اس روایت کے رواۃ کا جہاں تک تعلق ہے تو صرف تین رواۃ ایسے ہیں جن پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یعنی عبدالصمد بن حسان۔ عمارۃ بن زاذان۔ ثابت۔ کیونکہ بقیہ راویوں میں حضرت انسؓ یا امام احمد اور ان کے صاحبزادے ہیں۔ لہٰذا پہلے ان تین راویوں پر کلام کیا جائے گا۔

عبدالصمد بن حسان ۔ یہ مروزی ہے ثوری اور اسرائیل سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ایک جماعت نے روایات نقل کی ہیں۔ یہ ہرات کا قاضی بھی رہا۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔ یہ انشاء اللہ سچا ہے۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں اسے امام احمد بن حنبل نے متروک قرار دیا۔ اگرچہ امام احمد سے یہ بات ثابت نہیں۔ بخاری کا بیان ہے کہ میں نے اس سے روایات لکھی تھیں اور وہ حدیث میں قبولیت کے قریب تھا۔ میزان ج ۲ صفحہ ۶۲

ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن حبان نے اس کا کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کا انتقال جمعرات کے دن نصف محرم میں ہوا۔ لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۲۰

عبدالصمد بن حسان نے یہ روایت عمارۃ بن زاذان سے نقل کی ہے۔ ذرا ان عمارۃ کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں رقم طراز ہیں۔

عمارۃ بن زاذان البصری الصیدلانی ۔ اس کی کنیت ابوسلمہ ہے۔ ثابت البنانی اور مکحول سے روایات نقل کرتا ہے۔ اس سے شیبان بن فروخ اور حبان بن ہلال نے روایات نقل کی ہیں۔ اس کی مرویات ابو داؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں پائی جاتی ہیں۔

بخاری لکھتے ہیں اسے اپنی حدیث میں لبسا اوقات اضطراب ہوتا ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اس کی روایات منکر ہوتی ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں اس کی روایت لکھ لی جائے لیکن اس کی روایت حجت نہ سمجھی جائے۔ دارقطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کچھ نہیں۔ حکم بن یزید کا بیان ہے کہ اس نے ستادن جمع کئے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میزان ج ۳ ص ۱۷۶ التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۵۰۵

حافظ دارقطنی نے اپنی کتاب الضعفاء میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا دارقطنی کے نزدیک بھی یہ ضعیف ہے۔ کتاب الضعفاء والمتروکین۔ دارقطنی ص ۱۲۹

امام احمد سے اس کے بارے میں دو روایات ہیں پہلی روایت ان کے صاحبزادے عبداللہ کی اس کی روسے ان کا قول یہ ہے کہ عمارۃ بن زاذان شیخ ہے۔ ثقہ ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن ابوبکر بن الاثرم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ عمارۃ بن زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے۔ فرمایا حضرت انس سے منکر احادیث نقل کرتا ہے۔ الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۳۶۶

گویا امام احمد کے نزدیک یہ روایت منکر ہے۔

تیسرا راوی ثابت البنانی ہے۔ محدثین کو ان کی ذات پر کوئی خاص اعتراض نہیں بجز اس کے کہ ان سے روایت کرنے والا قابل اعتراض نہ ہو۔ جیسا کہ اس روایت میں عمارۃ بن زاذان قابل اعتراض ہے۔ لہذا یہ روایت عمارۃ بن زاذان کے باعث منکر ہے۔